بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامۂ اردو

ریویو آف ریلیجنز

(قادیان)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

مرتبہ

علی محمد اجمیری

بابت ماہ ذوالحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۴۳ء

ماہ صلح ۱۳۲۲ ہش

جلد ۴۲ عدد ۱

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیشِ نظر جاری فرمایا تھا۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

۔ رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے اور بیرون ہند چار روپے ہے۔ طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اردو ماہنامہ ہے۔ بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اسکے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	تیس روپے	اٹھتر روپے	ایک سو چوالیس روپے	دو سو ستر روپے
نصف صفحہ	اٹھارہ روپے	اڑتالیس روپے	چوراسی روپے	ایک سو پچاس روپے
ربع صفحہ	بارہ روپے	تیس روپے	چوّن روپے	نوّے روپے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز

(اردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

عدد ۱	ماہ ذوالحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق ماہ جنوری سنہ ۱۹۴۳ء	جلد ۴۲

فہرست مضامین

مرتبہ ملک فضل حسین صاحب کارکن صیغہ تالیف و تصنیف
صاحبزادہ عبدالمنان صاحب عمر ایم اے
ایڈیٹر

بشارات ربانیہ

یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی صداقت پر رؤیا و کشوف

وحی و الہام ایک وراءالوری روحانی حقیقت ہے، اور عقل کی انتہاء الہام کا نقطۂ آغاز ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس کا سمجھنا کسقدر مشکل ہے۔ لیکن اس دشواری کے باوجود انبیاء کے دعوے کی بنیاد اسی وحی و الہام پر ہوتی ہے، اور اس دعویٰ کو ماننا ہر شخص کے لئے ضروری ہوتا ہے، اور اسی پر مدارِ نجات ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اور ان لوگوں پر جو اس دعویٰ کو ماننے کے لئے مکلّف ہوتے ہیں، کشوف، الہامات اور خوابوں کا دروازہ کھولدیتا ہے، اور انکی رہنمائی کے لئے غیب سے تائید و نصرت کے سامان مہیا فرماتا ہے، اور کشوف و رؤیاء دکھاکر تجربات اور مشاہدات کی روشنی سے انکی راہبری کرتا ہے، اور اس راہ سے ان کو بتاتا ہے، کہ وحی و الہام کا تخم ہر انسان میں داخل ہے۔ پھر اگر کسی فرد کامل میں اس کا کامل ظہور ہو جاتا ہے، تو اسکا انکار سراسر غلطی ہے۔

انبیاء کی بعثت بارش سے مشابہت رکھتی ہے۔ اور وحی و الہام کی بارش سے جو اُپر برستی ہے، دوسرے ابنائے زمانہ پر بھی کچھ چھینٹے پڑ جاتے ہیں۔ یا یوں سمجھ لیا جائے، کہ جس طرح آفتاب کا طلوع رات کی تاریکیوں کو پھاڑ دیتا ہے، اسی طرح نبی کا ظہور دلوں کو منور کر دیتا ہے، اور انسانی طبائع کی روحانی غفلتوں کو دور کر کے انہیں مستعد بنا دیتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلْمُؤْمِنُ یَرٰی وَ یُرٰی لَہٗ

کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی راہبری بعض اوقات الہام ورؤیا کے ذریعہ بھی فرماتا ہے، اور کبھی یہ سلسلہ براہِ راست ان کے ساتھ تعلق پکڑ لیتا ہے، اور کبھی بالواسطہ طور پر۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو لوگ ہمارے ملنے اور ہمارا قرب حاصل کرنے کے لئے مجاہدات وریاضات بجالاتے ہیں، ہم انکو ضرور کامیاب کرتے ہیں، اور اپنی راہوں کی طرف انکی راہبری کرتے ہیں اور انبیاء کا لایا ہوا دین بھی چونکہ الٰہی راستہ ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ انبیاء کی بعثت کے وقت اپنے مجاہد بندوں کو نوازتا ہے، اور ان پر فرشتے نازل کرکے صداقت کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس کیطرف ایک پہلو سے یہ آیتِ قرآنیہ بھی اشارہ کر رہی ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (حٰمٓ ع ۴) یعنی جو لوگ اللہ کو اپنا رب قرار دے کر ہر مشکل وقت میں اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور اس طریق کو اپنا دستورالعمل بنا لیتے ہیں، ان پر خدا کی طرف سے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے، جو مشکلات میں انکی رہنمائی کرتے ہیں، اور انکو سیدھا راستہ دکھاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ کی یہ قدیم سے سُنّت ہے، کہ وہ کھٹکھٹانے والوں کے لئے کھولتا اور پکارنے والوں کو جواب دیتا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ (بقرہ ع ۲۳) یعنی اے رسولؐ! جب میرے بندے میرے متعلق تجھ سے سوال کریں تو تو کہدے کہ میں قریب ہوں۔ اور پکارنے والے کی پکار کو جب وہ مجھے پکارتا ہے سُنتا ہوں پس چاہیئے کہ وہ مجھے قبول کریں، اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ راہ ہدایت پائیں۔

جو لوگ صرف عقلی اور نقلی دلائل سے تسلی نہیں پاتے، اور محض اپنی سوچ وفکر پر بھروسہ نہیں رکھتے، بلکہ یہ چاہتے ہیں، کہ کسی طرح الٰہی صداقت کیطرف خود خدا ان کی راہبری فرمائے،

اللہ تعالیٰ ضرور ایسے بندوں کی دستگیری فرماتا ہے، اور رؤیاء وکشوف کے ذریعہ صداقت کا اظہار اُن پر کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ ایسے لوگوں پر بھی اپنے مامور کی سچائی کو منکشف کر دیتا ہے، جو سچی تڑپ سے اسکی انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے، کہ ہم اپنے رسولوں کی مدد و نصرت کرتے ہیں۔ اور الٰہی نصرت کی ایک شکل یہ بھی ہے، کہ خوابوں اور کشوف کے ذریعہ انکی تائید وحمایت کے لئے لوگوں کو آمادہ کیا جائے۔ حدیث میں آتا ہے، حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ جب خدا تعالےٰ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے، تو اول تمام اہل آسمان کو اس سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے، پھر زمین میں اس کی قبولیت پھیلا دیتا ہے۔ یُوْضَعُ لَہٗ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ (بخاری شریف) اس قبولیت کے پھیلانے کا ایک ذریعہ یہ کشوف والہامات بھی ہیں

اس زمانہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا ایک مقبول بندہ لوگوں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح وبہبود کے لئے حضرت مرزا غلام احمدؑ قادیانی کو مسیح موعود بناکر بھیجا ہے۔ سو ضرور تھا، کہ آپ کے عہد میں بھی وحی والہام کا دروازہ کھولا جاتا، اور آپ کی صداقت کی طرف اس طریق سے بھی لوگوں کی راہبری کیجاتی، اور خاص طور پر اس لئے بھی کہ موعود کل ادیان یعنی مسیح موعود کی بعثت کے متعلق احادیث نبویہ اور بائبل میں ایک یہ مخصوص علامت بیان کی گئی ہے، کہ اُس وقت لوگوں کو کثرت سے نیک خوابیں آئیں گی، اور پاکیزہ رؤیاء دیکھے جائیں گے۔ پھر بہت لوگوں کو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کہہ کر اسی راہ پر ڈالا کہ

"اگر اس عاجز پر شک ہو، اور وہ دعویٰ جو اس عاجز نے کیا ہے، اس کی صحت کی نسبت دل میں شبہ ہو، تو میں ایک آسان صورت رفعِ شک کی بتلاتا ہوں۔ جس سے ایک طالب صادق انشاء اللہ مطمئن ہو سکتا ہے، اور وہ یہ ہے، کہ اول

توبہ نصوح کر کے رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھیں، جس کی پہلی رکعت میں سورۃ یاسین اور دوسری رکعت میں اکیس ۲۱ مرتبہ سورہ اخلاص ہو، اور پھر بعد اس کے تین سو مرتبہ درود شریف اور تین سو مرتبہ استغفار پڑھ کر خدا تعالیٰ سے یہ دعا کریں۔ کہ اے قادر کریم! تو پوشیدہ حالات کو جانتا ہے، اور ہم نہیں جانتے۔ اور مقبول اور مردود اور مفتری اور صادق تیری نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ پس ہم عاجزی سے تیری جناب میں التجا کرتے ہیں، کہ اس شخص کا تیرے نزدیک کہ جو مسیح موعود اور مہدی اور مجدد الوقت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، کیا حال ہے؟ کیا صادق ہے یا کاذب، اور مقبول ہے یا مردود؟ اپنے فضل سے یہ حال رؤیا یا کشف یا الہام سے ہم پر ظاہر فرما۔ تا اگر مردود ہے، تو اس کے قبول کرنے سے ہم گمراہ نہ ہوں اور اگر مقبول ہے، اور تیری طرف سے ہے، تو اس کے انکار اور اس کی اہانت سے ہم ہلاک نہ ہو جائیں۔ ہمیں ہر ایک قسم کے فتنے سے بچا۔ اور ہر ایک قوت تجھی کو ہے۔ آمین!

یہ استخارہ کم سے کم دو ہفتے کریں، لیکن اپنے نفس سے خالی ہو کر۔ کیونکہ جو شخص پہلے ہی بغض سے بھرا ہوا ہے، اور بدظنی اس پر غالب آ گئی ہے۔ اگر وہ خواب میں اُس شخص کا حال دریافت کرنا چاہے، جس کو وہ بہت ہی بُرا جانتا ہے۔ تو شیطان آتا ہے، اور موافق اُس ظلمت کے جو اُس کے دل میں ہے، اور پُر ظلمت خیالات اپنی طرف سے اُس کے دل میں ڈال دیتا ہے۔ پس اس کا پچھلا حال پہلے سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ سو اگر تُو خدا تعالیٰ سے کوئی خبر دریافت کرنا چاہے، تو اپنے سینہ کو بکلّی بغض و عناد سے دھو ڈال، اور اپنے تئیں بکلّی خالی النفس کر کے اور دونوں پہلوؤں بغض اور محبت سے الگ ہو کر اُس سے برکت کی روشنی مانگ، کہ وہ ضرور اپنے وعدہ کے موافق اپنی طرف سے روشنی نازل کرے گا، جس پر نفسانی اوہام کا کوئی دُخان نہیں

ہوگا۔ سوائے حق کے طالبو! ان مولویوں کی باتوں سے فتنہ میں مت پڑو۔ اٹھو اور کچھ مجاہدہ کر کے اُس قوی اور قدیر اور علیم اور ہادیٔ مطلق سے مدد چاہو۔ اور دیکھو کہ اب میں نے یہ روحانی تبلیغ بھی کر دی ہے۔ آئندہ تمہیں اختیار رہے۔" (نشان آسمانی صفحہ)

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں، کہ آپکو قبول کرنے والوں میں سے ایک معتد بہ حصہ اُن اصحاب کا ہے، جنہیں خواب و الہام کے ذریعہ اِس سلسلہ کی طرف رہ نمائی ہوئی۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ الہام پورا ہوا، جو خدا تعالیٰ نے آپکو مخاطب کر کے فرمایا تھا، کہ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُوْحِیْ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَآءِ۔ یعنی تیری مدد وہ لوگ کریں گے، جن کے دل میں آسمان سے ہم وحی نازل کریں گے۔

ایسے خواب، رؤیاء، کشوف اور الہام پورے طور پر ضبطِ تحریر میں نہیں آسکے، ورنہ انکی تعداد لاکھوں تک پہنچتی۔ اس ضمن میں سب سے پہلے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعض کتب میں ایسی خوابوں وغیرہ کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور لکھا ہے، کہ

"شاید دس ہزار کے قریب یا اس سے زیادہ لوگوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، اور آپ نے میری تصدیق فرمائی۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۳۴)

آپ کے بعد متفرق اصحاب نے اپنے اپنے طور پر اس چیز کی اشاعت کی، اور سلسلہ کے مرکزی اخبارات میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے متعلق رؤیاء و کشوف کی اشاعت گاہے ماہے ہوتی رہی ہے، لیکن ایک مستقل مجموعہ کی شکل میں سب سے پہلے مکرمی مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر نے اسے دسمبر ۱۹۳۹ء میں شائع کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ ہم محترم برادرم ملک فضل حسین صاحب مہاجر کے ممنون ہیں، کہ انہوں نے بعض دوستوں کے کشوف والہامات اور رؤیاء اشاعت کے لئے ہمیں بھجوائے ہیں۔ یہ مجموعہ نظارت تالیف و تصنیف کے زیرِ اہتمام مرتب کیا گیا ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

منشاء کے مطابق حق کے طالبوں کے لئے اس کے ایک حصہ کو شائع کر رہے ہیں، جیساکہ حضورؑ نے نشانِ آسمانی کے صفحہ ۳۷ میں فرمایا ہے:۔

"جب ایک معقول اندازہ اِن خوابوں اور الہاموں کا ہو جائے، تو انکو ایک رسالہ مستقلہ کی صورت میں طبع کر کے شائع کیا جائے۔"

پھر دوسری جگہ، ان تحریروں کے متعلق جو کشوف و رؤیا، سے تعلق رکھتی ہیں. فرماتے ہیں:۔

"ایسی تحریریں ایک جگہ جمع ہونی چاہئیں، پھر حق کے طالبوں کے لئے شائع کی جائیں۔ اِس تجویز سے انشاء اللہ بندگان خدا کو فائدہ ہوگا۔"

گو یہ سلسلہ ان خوابوں، کشفوں اور الہاموں کا ہے، جو لوگ ابتک دیکھ چکے ہیں لیکن یہ دروازہ اب بھی کھلا ہے، اور ہمیں یقین ہے، کہ اگر اب بھی وہ لوگ جو سلسلہ احمدیہ سے تعلق نہیں رکھتے، خالی بالطبع ہو کر صدق نیت اور صفائی قلب کے ساتھ حضور کے اس بیان فرمودہ طریق سے جو اوپر مذکور ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر جھکیں گے، تو ضرور وہ خدا جو اپنے بندوں پر سب سے زیادہ شفیق ہے، انکی دستگیری کرے گا، اور اس وراء الوریٰ عالم کے وہ عجائبات دکھائے گا، جن سے وہ ابتک نا آشنا اور تہی دامن ہیں۔

یہ خواب اور کشف بین اصحاب جن کے خواب اور کشوف ہم ذیل میں درج کر رہے ہیں، مختلف دیار و امصار کے رہنے والے اور اپنے اپنے حلقہ میں نیک متقی اور پرہیزگار مشہور ہیں۔ اور انہوں نے اپنے خواب اور کشوف مؤکد بعذاب حلفیہ بیان کے ساتھ لکھائے ہیں۔ اس لئے انکی صداقت پر کسی قسم کا شبہ نہیں ہوسکتا، انمیں سے بعض اپنا خواب یا کشف دیکھنے سے قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام سے بھی اچھی طرح واقف نہ تھے۔ اور بعض نیک نیتی سے حضور کی مخالفت کرنے والوں میں سے تھے، اس لئے اِن خوابوں کو حدیث النفس نہیں کہا جا سکتا۔ پس ماننا پڑتا

ہے، کہ یہ خواب اور کشوف حق اور صداقت پر مبنی ہیں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔

ایڈیٹر

بیان جناب ملک صاحب خانصاحب نون ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر

ساکن ضلع سرگودھا

میرے والد بزرگوار اور میرے نانا بزرگوار ہر دو مسلّم بہادر تھے۔ اور میں ایک فوجی خاندان کا فرد ہوں۔ قدرتی طور پر مجھے فوجی نمائش کا بہت شوق تھا، اور جب کبھی میں بڑے بڑے انگریز جرنیلوں کے سر پر کلغی والی ٹوپیاں دیکھتا، تو حسرت ہوتی، کہ ہمیں یہ مرتبہ کہاں نصیب ہو۔ بچپن سے یہ ذہن نشین تھا، کہ حضرت امام مہدی آویں گے، تو ساری دنیا کو مسخر کریں گے، اور پھر مسلمانوں کی سلطنت ہر طرف ہوگی۔ مجھے خیال آتا تھا کہ وہ وردی اور کلغی میسر نہیں آسکتی، جب تک مسلمانوں کی سلطنت نہ ہو۔ اور سلطنت صرف امام مہدی کے آنے پر حاصل ہوسکتی ہے۔ ادھر مذہب کیطرف میرا میلان طبیعت تھا۔ راتوں کو چھپ چھپ کر مسجدوں میں جاکر دعائیں مانگتا تھا کہ اے اللہ! امام مہدی کو لا۔ کیونکہ اُس کے آنے کا وقت قریب ہے، تاکہ ہم بھی فوجی جوہر دکھا سکیں، اور اپنی بہادری کا سکہ بٹھائیں۔

مَیں کسی حد تک مذہبی دیوانہ تھا۔ جب حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ کیا، تو مَیں ان کا سخت مخالف تھا۔ اِسقدر کہ نام لینا یا سننا بھی پسند نہ کرتا تھا۔ اور طبیعت اس قسم کی جوشیلی تھی، کہ بیان سے باہر۔ مَیں مذکورہ بالا مدعا کے لئے متواتر دعاؤں میں لگا رہتا تھا، اور خاص کر تہجد متواتر پڑھا کرتا تھا۔ آخر اللہ تعالےٰ نے میری سُن لی۔

مَیں ۱۹۱۱ء میں بطور ای۔ اے۔ سی بمقام سیالکوٹ اول اول متعین ہوُا۔ مرحوم و مغفور میر حامد شاہ صاحب سے جو احمدی تھے، بوجہ بندوبست تعلق تھا۔ مگر انہوں نے بھی میری طبیعت کو دیکھ کر کبھی احمدیت کا ذکر نہیں کیا تھا۔ ایک رات ۱۹۱۲ء میں جب مَیں تہجد پڑھ کر سوگیا، تو

مَیں نے دیکھا، کہ "حبیبُ اللہ" کی آمد آمد ہے۔ مَیں اسکو شاہِ کابل خیال کرتا ہوں، اور دل میں کہتا ہوں کہ پہلے بھی جب وہ ہندوستان میں آیا تھا، تو اس کو نہ دیکھا تھا، اب ضرور دیکھوں گا۔ ایک بہت بڑا ریلوے سٹیشن ہے، جس پر کئی ایک ٹکٹ گھر۔ توجہ ہجوم کے بنے ہوئے ہیں سرکاری ملازم ہجوم کو آگے آنے سے روک رہے ہیں، مَیں بھی ان میں سے ہوں۔ مگر مَیں زور کر کے ایک طرف سے پلیٹ فارم پر پہنچ گیا۔ سامنے ریل کی سڑکیں ہیں، اور پلیٹ فارم سے نزدیک فاصلہ پر ایک عظیم الشان انجن ہے، جس پر دربار لگا ہوا ہے۔ اس انجن کے جانب غرب ایک دیگر چھوٹا انجن گول چکر لگا کر سڑکوں پر چل رہا ہے، اور اس قسم کی مست کر نیوالی آواز آرہی ہے، جو دنیا کی ہر ایک دلکش آواز سے بالاتر ہے۔ اور کہا جاتا ہے، کہ حبیب اللہ ہمارے واسطے یہ باجہ لایا ہے۔ گول چکر والی لوہے کی سڑک پر جس پر وہ انجن چل رہا ہے، گول گول نشان ہیں۔ جیسا کہ ہاتھ والے باجہ میں ہوتے ہیں، کہ ان پر ہاتھ رکھا یعنی انگلیوں سے دبایا، تو آواز یعنی سُر نکلتی ہے۔ اس آواز سے مست ہو کر مَیں پلیٹ فارم سے نیچے گر پڑا۔ پگڑی میرے ہاتھ میں رہی۔ آواز کی دلکشی بیان سے باہر تھی۔ ساتھ ہی مَیں دل میں کہتا تھا، کہ پہلی مرتبہ جب حبیب اللہ آیا، تو میں نے نہیں دیکھا: اب اچھی طرح غور سے دیکھ لوں۔ چنانچہ مَیں نہایت ہی غور سے بار بار دیکھتا ہوں۔ حبیب اللہ کے سامنے، جو کہ ایک بہت ہی بڑا تکیہ لگائے ہوئے ہیں، اور اس عظیم الشان انجن پر ہیں، ایک شخص نہایت زرق برق وردی میں ملبوس کھڑا شہادت کی دونوں انگلیاں کانوں میں ڈالے بڑے زور سے "اللہ اکبر" کہہ رہا ہے۔ یہ حبیب اللہ سے صرف دو قدم کے فاصلہ پر ہوگا۔ بائیں جانب چار درباری بیٹھے ہیں، جن کو مَیں نے بخوبی دیکھا۔ اور پھر انکے پیچھے تو بہت ہی درباری ہیں۔ اذان کہنے والے صاحب یعنی "اللہ اکبر" کہنے والے صاحب کی وردی کوٹ پتلون اور پیٹی ہے۔ وردی بےحد خوبصورت ہے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ رات گذرنے پر مَیں علی الصبح شہر سیالکوٹ میں میر حامد شاہ صاحب کے مکان پر پہنچا۔ مَیں باہر چھاؤنی سیالکوٹ میں بڑے گرجہ کے متصل کوٹھی میں رہتا تھا۔ ان سے یہ سارا حال ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ تکیہ لگانے والے حضرت مرزا صاحب ہیں۔

ہیں۔ مَیں نے انکار کیا، اور کہا کہ مجھے ان کا فوٹو دکھاؤ۔ چنانچہ میر صاحب فوٹو لے آئے۔ دیکھتے ہی میں نے توبہ کی، اور اچھی طرح سے پہچان لیا، کہ اللہ اکبر کی اذان دینے والے حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب ہی ہیں، کیونکہ بال بھر بھی فرق حضرت اقدسؑ کے فوٹو اور اس صاحب میں نہ تھا۔ "حبیب اللہ" یعنی دربار والے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اذان دینے والے حضرت مسیح موعودؑ۔ چار خاص درباری بائیں جانب والے چار خلفاء اور باقی دیگر صاحب فضیلت لوگ تھے۔ مَیں نے اسی وقت کارڈ لے کر بیعت کی، اور اس طرح سے امام مہدی کو پا لیا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک جانب غرب تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کا مُنہ جانب غرب، اور باقی سب درباری بائیں جانب تھے۔

مَیں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر حلفیہ بیان کرتا ہوں، کہ جو کچھ مَیں نے اوپر تحریر کیا، بالکل درست ہے، اور ایک شوشہ بھی کم و بیش نہیں ہے۔

بیان جناب ڈاکٹر عمر الدین صاحب پنشنر سابق محاسب انجمن احمدیہ نیروبی (مشرقی افریقہ) حال گجرات (پنجاب)

مَیں نے دو خوابوں کی بناء پر خدا کے فضل و کرم سے ۳۰ر جون ۱۹۰۵ء کو کرنگو (مشرقی افریقہ) سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی بذریعہ خط بیعت کی تھی۔ اور پھر مَیں نے خود حضور کی خدمت میں قادیان شریف حاضر ہو کر بیعت کی تھی۔ یہ دونوں خوابیں مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) ۱۹۰۴ء میں مَیں موروانی ہسپتال یوگنڈا ریلوے میں کام کرتا تھا۔ مَیں نے خواب میں دیکھا، کہ ایک شخص سبز لباس میں جلالی کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہے، اور مغرب سے آرہا ہے۔ ہر ایک چیز اُس بزرگ انسان کے آگے سرنگون ہوتی جارہی ہے۔ جب وہ میرے گھر کے پاس آیا، تو مَیں بھی معہ ایک آدمی کے نہایت ادب سے سرنگون ہو گیا۔ میرا مکان بھی جھک گیا۔ اور

وہ شخص مشرق کی طرف بڑھتا چلا گیا، اور ہر چیز بدستور جھکتی چلی گئی۔ ایک سفید ریش آدمی نے ظاہر ہو کر کہا، کہ یہ صاحب مرزا صاحب قادیانی ہیں۔ اس کے بعد بندہ بیدار ہو گیا۔

(۲) ابتداء ۱۹۰۵ء میں جب میں کرنگو ہسپتال (مشرقی افریقہ) کا انچارج تھا، تو اکثر مجھے سچی خوابیں آتی تھیں۔ اور میں نماز تہجد میں غیر معمولی رقت اور درود سے گداز ہو جاتا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا، کہ ایک سبزہ زار اور اسقدر بلند پہاڑی کی چوٹی سے گذرنے لگا ہوں، جس کے نیچے نہ پانی دکھائی دیتا ہے نہ خشکی۔ اور راستہ چلنے کا اسقدر تنگ اور خطرناک ہے کہ میرے پاؤں لڑکھڑانے لگے، اور میں تنکوں کا سہارا لینے کے لئے گھبرا کر بیٹھ گیا۔ اُس وقت مجھ پر اسقدر ہیبت طاری ہوئی، کہ میرا وجود کانپنے لگا۔ اتنے میں میں نے دیکھا، کہ بہت سے آدمی اسی راستہ سے بے دھڑک اچھلتے کودتے میرے پاس سے گذرنے شروع ہو گئے، تب میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا، اور اس راستہ سے گذر گیا۔ ہم سب ایک باغ میں جا پہنچے، جس میں وضو کی جگہ تھی۔ وہاں سب نے وضو کیا، اور ایک مسجد میں جو اسی باغ میں تھی، داخل ہو گئے۔ انمیں سے ایک امام بن گیا، اور نماز ادا کی گئی۔ یہ سب لوگ شروع ہی سے خاموش تھے، اور آپس میں کوئی بات چیت نہ کرتے تھے۔ مگر اپنے حال میں بہت خوش تھے۔ نماز کے بعد دریافت کرنے سے ایک آدمی نے صرف اسقدر کہا، کہ امام الصلوٰۃ حضرت مرزا غلام احمدؐ قادیانی تھے۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ یہ میری خوابوں کا صحیح مفہوم ہے ÷

بیان جناب غلام قادر صاحب قیصرانی بلوچ سکنہ کوٹ قیصرانی ضلع ڈیرہ غازیخاں

میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے، کہ مندرجہ ذیل واقعات بالکل صحیح ہیں۔ اگر میں نے انمیں کچھ گھٹایا یا بڑھایا ہو، تو خدا کا غضب مجھ پر اس دنیا میں بھی

اور آخرت میں بھی نازل ہو۔ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۔

(۱) اگرچہ بوجہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اسلامی خدمات کے ایک حد تک آپکی عزت میرے دل میں تھی، مگر مجھے آپکے دعاوی سے اختلاف تھا۔ اور میں پہلا شخص ہوں، جس نے کوٹ قیصرانی میں مخالفانہ لٹریچر تردید احمدیت میں مہیا کیا۔ ایک دن کا ذکر ہے، کہ ہماری مسجد میں سردار شمشیر محمد خاں صاحب احمدی مرحوم سے تبادلہ خیالات ہوا۔ اثنائے بحث میں مجھے سخت جوش آگیا۔ بحث ختم کرکے میں مسجد کے اندر ادائے نماز ظہر کے لئے چلا گیا۔ مسجد خالی تھی۔ سب لوگ نماز پڑھ کر جاچکے تھے۔ چونکہ میری حالت جوشش کی تھی، اور خون جوش مار رہا تھا، اس لئے میں بیٹھ گیا تاکہ سکون کی حالت پیدا ہو جاوے، اور میں پھر نماز ادا کروں۔ اسی اثناء میں میرے اندر سے آواز آنے لگی، کہ اُٹھ اور بیعت کر۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ ایک زبردست طاقت مجھے قبولِ احمدیت کے لئے ابھار رہی ہے۔ میں اس حالت کا نقشہ کما حقہ نہیں کھینچ سکتا۔ یا تو اس حالت کو میں جانتا ہوں یا خداوند دانائے راز۔ چند منٹ یہ حالت طاری رہی۔ مگر میں بدقسمتی سے اسے شیطانی تحریک سمجھ کر اُسدن قبولِ احمدیت سے محروم رہا جس کا مجھے سخت افسوس ہے۔

(۲) ایک دن سردار شمشیر محمد خاں صاحب موصوف سے بحث ہوئی۔ باوجودیکہ میں نے کبھی حضرت مسیح موعودؑ کے حق میں کوئی بے ادبی کا کلمہ استعمال نہیں کیا تھا، مگر بدقسمتی سے اس دن کچھ ناشائستہ کلمات میرے منہ سے نکل گئے۔ رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر جب گھر میں آکر سویا، تو عین بیداری میں میری چھاتی پر بوجھ سا محسوس ہونے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ ایک فرشتہ ہے، جو میری چھاتی پر چڑھا بیٹھا ہے، اور میرے گلے کو دبائے ہوئے ہے۔ اور کہتا ہے، کہ پھر بھی مرزا صاحب کو گالیاں دوگے؟ میں اُسوقت ایک زبردست طاقت کے ہاتھ میں تھا، اور سخت بے بس۔ بہت گھبرایا، مگر کچھ بنائے نہیں بنتی تھی۔ چند منٹ کے بعد یہ حالت جاتی رہی، اور میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ صبح کو میں نے اس حالت کا ذکر اپنے والد صاحب سے کیا، جو غیر احمدی تھے۔ وہ کہنے لگے، کہ یہ شیطانی باتیں ہوتی ہیں، ان کا خیال چھوڑ دو۔

(۳) مَیں تحقیقِ احمدیت میں مصروف تھا۔ اور یہ وہ زمانہ تھا، کہ جب خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کو خلافِ شرع دعوتِ مباہلہ دے کر اجمیر میں جاکر مقابلہ کے لئے بلا چکے تھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا جواب بھی میری نظر سے گذر چکا تھا جس نے بڑی حد تک میرے لئے راستہ صاف کر دیا تھا۔

ایک دن منشی اللہ یار صاحب احمدی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب لاکر دی جس کا نام یاد نہیں۔ مَیں اسے پڑھتے ہوئے اس مقام پر پہنچا، جہاں حضرت اقدسؑ تحریر فرماتے ہیں، کہ

"اے مولیٰ کریم! اگر مَیں تیری نگاہ میں مردود اور کاذب ہوں، تو مجھے تباہ و برباد کر ڈال، تاکہ لوگ اس فتنہ سے بچ جاویں۔ اور اگر میرے ساتھ تیری وہی دوستی ہے، جو عیسیٰؑ، موسےٰؑ، ابراہیمؑ اور آنحضرت صلعم سے تھی، تو مجھ پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔" (الخ مفہوم)

رؤیا اور مکاشفات اور حضرت اقدسؑ کی کتب کے پڑھنے سے مَیں احمدیت کے قریب ہو چکا تھا، جب یہ عبارت پڑھی، تو میرے اندر ایک بجلی کی سی لہر پیدا ہوئی، کہ کیا ایک مفتری اور کاذب ایسی جرأت کر سکتا ہے؟ مجھے ایسا معلوم ہوا، کہ کسی زبردست طاقت نے مجھے اٹھایا اور میرے گلے میں رسہ ڈالا گیا، اور مجھے کشاں کشاں مسجد احمدیہ میں لیجایا گیا، اور بیعت تحریر کر دی گئی۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں، کہ مَیں اپنے ارادہ سے نہ گیا تھا، بلکہ مجھے مسجد احمدیہ میں لانے والی کوئی اور طاقت تھی۔ مَیں خود بھی حیران تھا، کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے فرشتے زبردستی پکڑ کر لیجا رہے ہیں۔ مَیں اس کیفیت کو بھول نہیں سکتا، اور نہ الفاظ میں بیان کر سکتا ہوں۔

(۴) جب مَیں احمدی ہو گیا، تو ایک رات خواب میں کیا دیکھتا ہوں، کہ ایک پنگھوڑے میں دو معصوم بچے ایک ہی رنگ ڈھنگ اور شکل و شباہت کے سوئے ہوئے ہیں، جن میں تمیز نہیں ہو سکتی۔ مجھے بتلایا گیا، کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ مسیح موعود علیہ السلام۔ صرف

اتنا فرق تھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک میں ذرا سرخی کی جھلک زیادہ تھی۔

(۵) پھر ایک رات عالم رؤیا میں دیکھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ قبلہ رُخ بیٹھے ہیں۔ عمر قریباً بارہ بارہ برس کی ہے۔ شکل و شباہت میں کچھ بھی فرق نہیں۔ انکی خدمت میں بہت سے لوگ ایک حلقہ یعنی دائرہ کی صورت میں بیٹھے ہیں۔ اور ان کے آگے سرخ اور سبز وغیرہ رنگ کی مجلد کتابیں ہیں۔ مجھے بتلایا گیا، کہ یہ کتابیں عقبیٰ میں اُن لوگوں کو ملی ہیں یا ملیں گی (غالباً ملی ہیں کہا گیا) جنہوں نے اس دنیا میں حضرت مسیح موعود مرزا صاحب کی تائید میں کتابیں لکھی ہیں۔ اس حلقہ اور دائرہ سے باہر ایک شخص ایک درخت پر چڑھا ہوا خواجہ میاں محمود تونسوی کی تعریف میں کچھ گا رہا تھا۔ میں نے اسے کہا، ٹکڑ پیری (خوشامد) مت کرو۔ اور ابھی بہت سے لوگ اس حلقہ سے باہر موجود تھے۔ مجھے معلوم ہوا، کہ یہ سب لوگ حلقۂ محمدیت یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ سے خارج ہیں۔

عرصہ دراز گذر جانے سے ممکن ہے، کہ کوئی لفظی تغیر آ گیا ہو، مگر مفہوم جملہ تحریر بالا کا یہی تھا جو لکھ دیا گیا۔ وَاللّٰہُ عَلٰی مَا اَقُوْلُ شَہِیْدٌ ؁

بیان حکیم عبدالخالق صاحب ساکن ڈیرہ غازیخان

مَیں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اقرار کرتا ہوں، کہ جو کچھ مَیں نے ذیل میں لکھا ہے، اس میں اپنی طرف سے کچھ کم یا زائد نہیں کیا۔ اگر کچھ کم یا زائد کیا ہو، تو خدا تعالیٰ کا اِس دنیا اور آخرت میں مجھ پر غضب نازل ہو۔

ابتداءً مجھ کو مولوی نظام الدین صاحب رنگپوری اور دیگر احمدی بزرگان ساکن بستی رِنداں کے ذریعہ احمدیت کی تبلیغ ہوئی۔ مگر نہایت شکوک میں تھا۔ ایک رات مَیں اِسی معاملہ میں سوچتا ہوا سو گیا، تو خواب میں دیکھا، کہ نہایت سخت اندھیرا تمام روئے زمین پر چھایا ہوا ہے۔

یہاں تک کہ میں اپنے جسم کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ پھر یکلخت سخت روشنی ہوگئی۔ اور تیز ہوا اور آندھی چل رہی تھی۔ مجھ کو تمام آسمان اور زمین نہایت روشن نظر آنے لگے۔ میں حیران تھا، کہ یہ روشنی کہاں سے آرہی ہے۔ پھر میری نظر آسمان پر ایک بادل پڑی جس سے روشنی نکل رہی تھی۔ یہ بادل قادیان کی سمت میں تھا۔ میں نے صبح کو اس خواب کی تعبیر تعبیر نامہ میں دیکھی۔ اس سے معلوم ہوا، کہ کوئی شخص اس دنیا میں ایسا موجود ہے یا پیدا ہوا ہے جو امام یا مصلح وقت ہے۔ اِس پر مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر یقین ہوگیا۔ چنانچہ میں نے بیعت کر لی، اور قادیان جاکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ سنہ ۱۹۰۱ء کا واقعہ تھا ؎

بیان میاں اللہ دتا خاں صاحب ساکن بستی رِنداں ضلع ڈیرہ غازی خاں

میں خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر اقرار کرتا ہوں، کہ جو کچھ میں نے ذیل میں لکھوایا ہے، اِس میں اپنی طرف سے کچھ کم یا زائد نہیں کیا۔ اگر کچھ کم یا زائد کیا ہو، تو خدا تعالیٰ کا اس دنیا اور آخرت میں مجھ پر غضب نازل ہو۔

مجھ کو مولوی محمد ابو الحسن صاحب سکنہ بستی بُزدار نے تبلیغ کی، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ظاہر ہو گئے ہیں۔ انکی اس بات کو سُن کر میں نے خیال کیا، کہ یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ عیسےٰ تو آسمان پر ہیں۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ زمین سے پیدا ہو کر سچا ہو جائے؟ پھر چند روز کے لئے میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور حقیقتِ حال کے انکشاف کیلئے دعائیں کیں۔ تب موسم بہار ماہ چیت سنہ ۱۹۰۱ء میں جمعرات کی رات کو میں نے خواب میں دیکھا، کہ کوئی شخص آواز دے رہا ہے، کہ "اے میاں! شخص مہدی آون والا ایہو اے، جیہڑا آچکا"۔ یعنی اے میاں! شخص مہدی جو آنیوالا تھا، یہی ہے۔ یہ آواز تین دفعہ دوہرائی گئی۔ اِس کے بعد صبح کو جمعہ کی نماز پڑھنے کے

وقت مَیں نے بیعت کا خط تحریر کر دیا۔ اور پھر ماہ مئی ۱۹۰۱ء میں خود حاضر ہو کر بیعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر کی۔

جس وقت مَیں قادیان گیا، میرے ساتھ محمد عظیم خاں و الٰہ بخش خان بندبھی تھے ہم نے وہاں ایک رات بعد نماز عشاء دیکھا، کہ آسمان میں یکدم روشنی پیدا ہو گئی۔ یہ روشنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان پر چھا رہی تھی۔ صبح کی نماز کے وقت جب ہم نماز پڑھنے گئے، تو معلوم ہوا، کہ اسی رات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا:۔

"نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ"

جس وقت قادیان سے واپس آنے لگے، تو حضرت اقدس سے اجازت طلب کی، اور ساتھ ہی ہم نے ذکر کیا، کہ لوگ اب ہم کو بہت تنگ کریں گے اور ہماری مخالفت کریں گے حضور ہمارے لئے دعا کریں۔ تب حضور نے فرمایا، کہ جو شخص تمہارے ساتھ بدگوئی کرے گا، اس کا گلا بند ہو جائیگا پھر جب ہم مظفر گڈھ کے ضلع میں بمقام خان گڈھ آئے، تو راستہ میں ایک عورت ملی۔ اس کو ہم نے مسیح موعود کی خبر سنائی، تو اس نے کہا، کہ مَیں نے رات کو خواب میں دو شخص تمہاری شکلوں میں دیکھے تھے، جو سبز پوشاک پہنے ہوئے تھے۔ یہ مجھے پکڑ کر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر لے گئے۔ تم کو دیکھ کر مجھے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ تم دونوں ہی ہو، کیونکہ تمہاری شکل اُن دونوں سے ملتی ہے۔ اور کہا، کہ میری بیعت کے لئے لکھدو۔ اگر تم نے نہ لکھا، تو تم گواہ رہو، کہ قیامت کے دن مَیں تمہاری دامنگیر ہونگی۔

اس کے بعد بمقام مکول اترا ضلع مظفر گڈھ پہنچے، تو میاں اللہ بخش مکول جو ہمارا ہم درس اور ذیلدار کا لڑکا تھا، اس کو بھی ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کا پیغام پہنچایا۔ وہ اپنے ایک مولوی کو جو اہلحدیث تھا، لایا۔ مسجد میں بیٹھ گئے اور گفتگو شروع ہوئی۔ تب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمان اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھا، کہ بدگوئی کرنے والے کا گلا بند ہو جائے گا۔ چنانچہ اس فرمان کے عین مطابق اُس اہلحدیث کا گلا بند

ہوگیا۔ ذیلدار کے لڑکے نے ہی مولوی کو یہ کہہ کر مسجد سے نکال دیا، کہ تم نے مسجد میں پاکوں کی بدگوئی کی ہے۔

بیان جناب قاضی محبوب عالم صاحب مالک راجپوت سائیکل ورکس نیلہ گنبد لاہور

مَیں جب طالب علم تھا، اور آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ تو سنیوں اور وہابیوں کی لاہور میں بہت بحث ہوا کرتی تھی۔ مَیں حنفی المذہب تھا۔ مجھے شوق پیدا ہوا، کہ وہابیوں کی مسجد میں جاؤں۔ چنانچہ میں نے چینیاں والی مسجد میں جانا شروع کیا۔ جب مَیں انکی مجلس میں بیٹھا، تو مجھے معلوم ہوا، کہ وہ قال اللہ اور قال الرسول کے سوا کچھ نہیں کہتے۔ میری طبیعت کا رجحان اہلحدیث کی طرف ہوگیا۔ بعض اوقات وہابیوں کی مجلس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی ذکر آجایا کرتا تھا، کہ وہ کافر ہیں، اور ان کا دعویٰ مسیحیت اسلام کے خلاف ہے طبعاً مجھے پھر اس طرف توجہ ہوئی۔ چنانچہ مَیں ماسٹر ولی اللہ صاحب ولد بابا ہدایت اللہ صاحب ساکن کوچہ چابک سواراں کی خدمت میں، جو احمدی تھے جانے لگا۔ اور ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کچھ معلومات حاصل کیں۔ انہوں نے مجھے استخارہ کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ چنانچہ مَیں نے ان سے طریق استخارہ سیکھا۔ اور دعائے استخارہ یاد کر کے استخارہ کیا۔ دوسری رات دو بجے مَیں ابھی استخارہ کی دعا پڑھ کر سویا ہی تھا، کہ رؤیا میں مجھے کسی شخص نے کہا، کہ آپ اٹھ کر دوزانو بیٹھیں، کیونکہ آپ کے پاس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں، اور مجھے زینہ سے کسی آدمی کے چڑھنے کی آواز بھی آئی۔ مَیں رؤیا میں دوزانوں بیٹھ گیا۔ اتنے میں مَیں نے دیکھا، کہ ایک نہایت متبرک انسان سفید لباس میں ملبوس آئے ہیں، اور انہوں نے ایک بازو سے حضرت مرزا صاحبؑ کو پکڑ کر میرے سامنے کھڑا کر دیا۔ اور فرمایا :-

"ھٰذَا الرَّجُلُ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ فَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا"

(ترجمہ۔ یہ شخص اللہ کا خلیفہ ہے پس اسکی سُنو، اور اطاعت کرو۔ مرتب)
پھر وہ واپس تشریف لے گئے۔ حضرت صاحبؑ میرے پاس کھڑے ہوگئے، اور اپنی ایک انگلی اپنی چھاتی پر مار کر کہا :-

ایہو رب خلیفہ کیتا، اسنوں مہدی جانو۔

پھر ایک اَور نظم کی رباعی بھی پڑھی، جو میں بھول گیا۔ اس کا مطلب بھی یہی تھا، کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس کے بعد میں بیدار ہوگیا۔ صبح میں بجائے سکول جانے کے قادیان کی طرف روانہ ہوگیا۔ گاڑی بٹالہ تک تھی، اور قریباً شام کے وقت پہنچی تھی۔ میں بٹالہ کی مسجد میں (جو اڈے کے سامنے چھوٹی سی ہے) نماز پڑھنے کے لئے گیا۔ مغرب کی نماز پڑھ رہا تھا، کہ لوگوں نے پوچھا، کہ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا، لاہور سے آیا ہوں اور قادیان جانے کا ارادہ ہے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت گالیاں دیں، اور مجھے قادیان جانے سے روکا۔ جب میں نے اپنا مصمم ارادہ ظاہر کیا، تو انہوں نے مجھے مسجد سے نکال دیا۔ میں اڈہ میں آگیا۔ مگر کچھ لوگ اڈہ پر بھی میرے پیچھے آئے، اور مجھے ہر چند قادیان جانے سے روکا۔ اور کہا، کہ اگر تم طالب علم ہو، تو ہم تمہیں یہاں بڑے میاں کے پاس بٹھا دیں گے، اور تمہاری رہائش اور لباس کا بھی انتظام کردیں گے۔ مگر میں نے عرض کیا، کہ میں پہلے ہی لاہور میں پڑھتا ہوں۔ اس لئے مجھے یہاں پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ میں قادیان میں حضرت مرزا صاحبؑ کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں۔ اس پر انہوں نے زیادہ مخالفت شروع کی۔ مگر میں نے پروا نہ کی، اور قادیان کیطرف شام کے بعد ہی چل پڑا۔ اندھیرا بہت تھا۔ رات کا کافی حصہ گذر چکا تھا۔ اور راستہ پہلے دیکھا ہوا نہیں تھا، میں غلطی سے ایک چراغ کی روشنی دیکھ کر جو دُور جل رہا تھا، مسانیاں چلا گیا۔ وہاں نماز عشاء ہوچکی تھی۔ ایک آدمی مسجد میں بیٹھا ذکر الٰہی کر رہا تھا، اسنے مجھ سے پوچھا، کہ آپ کہاں جائیں گے اور کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے کہا، لاہور

سے آیا ہوں، اور حضرت مرزا صاحب کو ملنا چاہتا ہوں۔ اس نے جواباً کہا، کہ یہ تو مسانیاں ہے، قادیان نہیں ہے۔ قادیان یہاں سے دُور ہے۔ تم اِسوقت یہاں سو جاؤ، صبح کے وقت جانا۔ رستہ مخدوش ہے۔ چنانچہ مَیں وہاں مسجد میں ہی لیٹ گیا۔ اور چار بجے کے قریب جب چاند چڑھا، تو میں نے اس شخص کو کہا، کہ مجھے رستہ دکھا دو۔ وہ مجھے وڈالہ تک چھوڑ گیا، اور سڑک دکھا گیا۔ مَیں نے صبح کی نماز نہر پر پڑھی، اور سورج نکلنے کے بعد قادیان پہنچ گیا۔ قادیان کے چوک میں جاکر مَیں نے ایک شخص سے پوچھا، کہ بڑے مرزا صاحب کہاں ہیں؟ اس نے کہا کہ وہاں سامنے مکان کی حویلی میں تخت پوش پر بیٹھے حقہ پی رہے ہیں۔ مَیں سنتے ہی آگے بڑھا، تو مَیں نے دیکھا کہ ایک معمر شخص تہا کر تخت پوش پر بیٹھا ہے، اور بدن بھی ابھی اس کا گیلا ہی ہے، اور حقہ پی رہا ہے۔ مجھے بہت نفرت ہوئی، اور قادیان آنے کا افسوس ہوا۔ مَیں یونس واپس ہوا۔ موڑ پر مجھے شیخ حامد علی صاحب ملے۔ انہوں نے پوچھا، کہ آپ کس جگہ سے تشریف لائے ہیں، اور کس کو ملنا چاہتے ہیں؟ مَیں نے کہا، مَیں نے جسکو ملنا تھا اس کو مَیں نے دیکھ لیا ہے، اور اب واپس لاہور جا رہا ہوں۔ اِس پر انہوں نے فرمایا، کہ کیا آپ مرزا صاحب کو ملنے کے لئے آئے ہیں، تو وہ یہ مرزا نہیں ہیں، وہ اور ہیں۔ آئیے میں آپکو ان سے ملا دیتا ہوں۔ اب میری جان میں جان آئی، اور مجھے کسی قدر تسکین ہوئی۔

شیخ حامد علی صاحب نے فرمایا، کہ آپ ایک رقعہ لکھ دیں۔ مَیں اندر حضرت صاحب کو پہنچا دیتا ہوں۔ چنانچہ میں نے پنسل کے ساتھ ایک رقعہ لکھا۔ جس میں میں نے مختصراً یہ لکھا، کہ مَیں طالب علم ہوں۔ لاہور سے آیا ہوں۔ زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ اور آج ہی واپس جانے کا ارادہ ہے۔ حضور نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ مہمانخانہ میں ٹھیریں، اور کھانا کھائیں۔ ظہر کی نماز کے وقت ملاقات ہوگی۔ اِسوقت مَیں ایک کتاب لکھ رہا ہوں، اور اس کا مضمون میرے ذہن میں ہے۔ اگر میں اس وقت ملاقات کیلئے آیا، تو ممکن ہے وہ مضمون میرے ذہن سے اتر جائے۔ اس لئے آپ ظہر کی نماز تک انتظار کریں۔ مگر مجھے اِس جواب سے تسلی نہ ہوئی۔ مَیں نے دوبارہ حضرت کو لکھا، کہ مَیں

تمام رات مصیبت کاٹ کر یہاں پہنچا ہوں، اور زیارت کا خواہش مند ہوں۔ مجھے ابھی وقت شرف زیارت سے سرفراز فرمائیں۔ تب حضور نے مائی دادی کو کہا، کہ انکو مسجد مبارک میں بٹھاؤ، میں انکی ملاقات کے لئے آتا ہوں۔ مجھے وہاں کوئی پندرہ منٹ بیٹھنا پڑا۔ اس کے بعد حضور نے مائی دادی کو بھیجا۔ کہ انکو اس طرف بلا لو۔ حضرت صاحب اپنے مکان سے گلی میں آگئے۔ اور میں بھی اُس گلی میں آگیا۔ دور سے میری نظر جو حضرت صاحب پر پڑی، تو رؤیا میں جو شخص مجھے دکھایا گیا، حضور کا بعینہٖ وہی حلیہ تھا۔ آپ کے ہاتھ میں عصا بھی تھا، اور سر پر پگڑی بھی تھی۔ گویا تمام وہی حلیہ تھا۔ اس سے قبل مجھے مائی دادی کی معرفت معلوم ہوا تھا، کہ حضرت صاحب کپڑے اتار کر تشریف فرما ہیں۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کو مجھے رؤیا والا نظارہ دکھانا منظور تھا، اس لئے حضور نے جو لباس زیب تن فرمایا، وہ بالکل وہی تھا، جو میں نے رؤیا میں دیکھا تھا۔

میں حضرت صاحب کی طرف چل رہا تھا، اور حضرت صاحب میری طرف آرہے تھے۔ گول کمرے کے دروازہ سے ذرا آگے میری اور حضرت صاحب کی ملاقات ہوئی۔ میں نے حضرت صاحب کو دیکھتے ہی پہچان لیا، کہ یہ خواب والے بزرگ ہی ہیں، اور سچے ہیں۔ میں حضور سے بغلگیر ہوگیا، اور زار زار رونے لگا۔ میں نہیں سمجھتا، وہ رونا مجھے کہاں سے آیا اور کیوں آیا۔ مگر میں کئی منٹ تک روتا رہا۔ حضور مجھ سے فرماتے تھے، صبر کریں، صبر کریں۔ جب رونا ذرا تھم گیا، اور مجھے ہوش آیا، تو حضور نے مجھ سے پوچھا، کہ آپ کہاں سے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا، لاہور سے۔ حضور نے فرمایا، کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا، زیارت کے لئے۔ ...

بیان جناب حکیم شاہ عبدالہادی صاحب موضع جندور ضلع مونگھیر

ہمارا خاندانی شجرہ حضرت مخدوم شاہ شرف الدین یحییٰ منیری بہاری سے ملتا ہے۔ حضرت شاہ تاج الدین صاحب قبلہ منیر شریف سے موضع جندور تشریف لائے۔ آپ سے لے کر

ہمارے جد امجد تک بارھویں پشت تھی۔ ہمارے جد امجد جن کا اسم گرامی شاہ عنایت حسین تھا، نہایت ہی بزرگ ولی اللہ تھے۔ آپ ہر وقت درود وظائف میں مشغول رہتے۔ آپ کے مرید قریب قریب دس بیس ہزار کے تھے۔ آپ ہر سال رمضان شریف میں پہلی تاریخ سے قرآن شریف باترجمہ لکھنا شروع کرتے تھے، اور روزانہ ایک پارہ لکھتے تھے۔

ہماری دادی صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ماہ رمضان میں چاند اور سورج گرہن کو دیکھ کر فرمایا، کہ امام مہدی پیدا ہو گئے ہیں۔ اُس زمانہ میں اس طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی چرچا نہ تھا۔ ہمارے بڑے بھائی حکیم شاہ عبدالحی صاحب مرحوم نے ۱۸۹۹ء میں بمقام بھاگل پور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بذریعہ خط بیعت کی۔ آپ نہایت ہی مخلص اور پرجوش احمدی تھے۔ ہمیشہ اخبار الحکم، البدر، رسالہ تشحیذ الاذہان اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز منگوایا کرتے تھے۔ نیز سلسلہ کی کتابیں خصوصاً حضرت مسیح موعود و مہدی معہود کی تصانیف منگوا کر بغرض تبلیغ لوگوں میں تقسیم کرتے تھے۔

اُسی زمانہ میں ایک عرب صاحب بیگو سرائے میں تشریف لائے، جو اپنے کو مجاور روضۂ اقدس حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بتلاتے تھے۔ بھائی صاحب مرحوم ہمیشہ عرب صاحب کی دعوت کیا کرتے تھے۔ اس زمانہ میں مَیں بھائی صاحب مرحوم سے طب پڑھا کرتا تھا۔ ایک روز صبح کے وقت جب بھائی صاحب مرحوم تلاوت قرآن کریم سے فارغ ہوئے، اور مَیں سبق پڑھنے کے لئے آپکی خدمت میں حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا، کہ آج نماز سے قبل مَیں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ کیا دیکھتا ہوں، کہ ایک لق و دق میدان ہے جس کو لوگوں نے صاف کرکے اس میں ایک بہت بڑا خیمہ ایستادہ کیا ہے۔ اس کے بعد اسی عرب صاحب کو دیکھا، کہ نہایت عمدہ لباس پہن کر سب کے آگے آگے آرہا ہے، اور یہ کہہ رہا ہے، کہ ہٹو ہٹو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری آتی ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے۔ اور آپکے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی تشریف لائے۔ لوگوں کا ہجوم تھا۔ سرکار

دو عالمؐ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، کہ جو شخص اسکو نہیں مانیگا، اور اس کے کہنے پر نہیں چلیگا، وہ میری جماعت سے نہیں ہے۔ اور اس کی رسائی خدا تک نہیں ہو سکتی۔ اور بغیر اسے ماننے کے کامل مسلمان نہیں ہو سکتا۔

انہوں نے یہ خواب مجھ سے بیان فرمایا۔ پھر عرب صاحب کو بلوایا، اور انکی دعوت کی۔

اِس کے کچھ عرصہ بعد ایک خواب میں نے دیکھا، جس کو مَیں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اور اسی کی قسم کھا کر لکھتا ہوں، کہ اگر مَیں اِس خواب کو غلط اپنے دل سے بنا کر لکھوں، تو خداوند تعالیٰ اپنا عذاب اِسی دنیا میں مجھ پر نازل کرے۔ وہ یہ خواب یہ ہے:-

ایک روز صبح کی نماز سے قبل کیا دیکھتا ہوں، کہ ایک مسجد ہے، اور اس کے دروازہ کے قریب ایک پختہ کوآں ہے، جس پر مَیں غسل کر رہا ہوں۔ اور ہمارے عموی صاحب بھی اسی چاہ پر تشریف رکھتے ہیں۔ عموی صاحب اِس سلسلہ عالیہ کے سخت مخالف تھے، اور مولوی محمد علیؓ صاحب مونگھیری کے مرید تھے۔ جب میں غسل کے بعد مسجد میں داخل ہوُا، تو دیکھا کہ ایک بزرگ صورت کنارے میں ایک طرف بیٹھے ہیں۔ اور لوگ سب سُنتیں پڑھ رہے ہیں، مَیں بھی ایک طرف علیحدہ سُنتیں پڑھنے لگا۔ جب مَیں سُنتیں پڑھ چکا، تو ان بزرگ صاحب کی خدمتِ بابرکت میں عرض کیا، کہ اب سب لوگ سُنتیں پڑھ چکے ہیں، آپ نماز پڑھائیے۔ انہوں نے فرمایا، کہ مَیں نماز نہیں پڑھا سکتا۔ ابھی ہمارے امام حضرت مسیح موعودؑ تشریف لائیں گے، تو نماز پڑھائیں گے۔ اِسی اثنا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے، اور نماز پڑھائی۔ میں نے بھی آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ جب نماز سے فارغ ہو چکا، تو ہمارے عموی صاحب نے جو مسجد کے باہر پختہ چاہ پر کھڑے تھے، مجھ کو پکار کر کہا، کہ میں بھی اس مسجد کے اندر آؤں؟ تو اس کے جواب میں کچھ عرض کرنا چاہتا تھا، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باآواز بلند فرمایا۔ کہ جو شخص اس مسجد کے اندر آئے گا، وہ احمدی ہوگا۔ چنانچہ عموی صاحب اندر نہ آئے۔ پھر مَیں نے حضرت صاحب کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اس کے بعد مَیں خواب سے بیدار ہوُا۔ اور وضو کر کے نماز فجر ادا کی۔ اور اسی روز حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ

کی خدمت بابرکت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ایک کتاب رموز الاطباء فیروز الدین لاہوری نے شائع کی تھی، جس میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رض کا فوٹو تھا۔ جب میری نگاہ اس پر پڑی، تو بعینہٖ وہی صورت سامنے آئی، جسکو میں نے مسجد کے کنارے دیکھا تھا۔

بیان شیخ عبدالرشید صاحب امیر جماعت احمدیہ میرٹھ

اپنے تین رؤیا جو وقتاً فوقتاً میں نے دیکھے تھے، خدا کی قسم اور حلف اٹھا کر پیش کرتا ہوں، جن میں مطلق کذب بیانی کی آمیزش نہیں۔ اگر میں نے ایسا کیا ہو، تو اللہ تعالیٰ مجھ پر اور میرے اہل و عیال پر جو عذاب چاہے نازل کرے۔

پہلا رؤیا:۔ میری عمر اندازاً ۱۳ یا ۱۴ سال کی ہوگی، کہ میں ریاست دھولپور میں اپنے خالہ زاد بھائی مولوی حکیم الدین صاحب مرحوم مغفور کے ہمراہ رہتا تھا، جو عالم باعمل، روشن دماغ، فرشتہ خو اور مرد خدا تھے۔ مجھے بوجہ صحبت صالحین، شب بیداری، درود، استغفار خوانی، تلاوت قرآن کریم، ہفتہ میں پیر اور جمعہ کو روزہ رکھنے کا شوق تھا۔ بوجہ شدت گرمی و تشنگی خواہ کچھ ہی تکلیف ہوتی، میں اپنے اعمال و اوراد کو بدستور جاری رکھتا۔ میری کم خوردن و کم گفتن والی زندگی تھی۔ مسجد میں شب بیداری کرتا۔ جب نیند کا غلبہ حملہ آور ہوتا، تو فرش پر لیٹ جاتا۔

ایک رات قریب مطلع الفجر کے مسجد کے در میں لیٹا ہوا تھا، کہ رویا میں ایک دراز قد آدمی آیا، اور اس نے فرمایا، چلو میاں لڑکے! تمہاری نبی اللہ سے ملاقات کرائیں۔ میں رؤیا میں اٹھ کر اس کے ہمراہ ہو لیا۔ مسجد کے جانب جنوب کچھ خام زمین تھی، جس میں کیوڑہ، موتیا، بیلا اور انجیر کے پودے لگے ہوئے تھے۔ اس زمین میں ایک کھجور کے درخت کے نیچے رو بقبلہ ململ کا کرتہ، پاجامہ اور سر پر سفید عمامہ پہنے ایک بزرگ بیٹھے تھے، اور تین شخص اسکی پشت کیطرف

کھڑے تھے۔ مجھے جو شخص ہمراہ لایا تھا، وہ بولا، کہ یہ مہدی ہیں، مسیح موعود ہیں، نبی اللہ ہیں، تم اِن سے مصافحہ کرو۔ مَیں بولا کہ مَیں نے سنا ہے، کہ جو شخص امام مہدی ہوگا، اس کے بازو پر گودنے سے بجائے خون کے دودھ برآمد ہوگا۔ اور سُنا ہے، کہ اس کے ہاتھ گھٹنوں تک لانبے ہونگے۔ انکو آپ کھڑا کریں، تا کہ یہ پتہ چلے کہ ہاتھ گھٹنوں تک دراز ہیں یا نہیں۔ وہ شخص ہنسا، اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر بولا، کہ تم نہیں جانتے کہ گودنے پر بجائے خون کے دودھ نکلنا، یہ بچوں والی بات ہے۔ ہاتھ دراز ہونے سے مراد یہ ہے، کہ خدا اسکو سب کچھ دے گا۔ مَیں سو رہا تھا، کہ مؤذن نے اذان دی اور آنکھ کھل گئی۔

مَیں اس رؤیا، کو بوجہ کم عمری ۱۰ سال تک بھولے رہا، اور قطعاً یاد نہ آئی۔ اپنی تجارت اور زمینداری کے کاموں میں مصروف رہا۔

دوسرا رؤیا۔ دس سال بعد پھر دوسرا رؤیا، ہوا، کہ مَیں تنہا ایک اونٹ پر سوار ہوں۔ اونٹ کی نکیل ایک شخص پکڑے ہوئے ہے۔ وہ تہ بند باندھے ہوئے ہے، اور مجھے مغرب کی طرف لئے جا رہا ہے۔ چلتے چلتے بالآخر ایک مسجد نمودار ہوئی، جس کے صحن میں ایک چوڑا کوآں ہے۔ مسجد کی شمالی دیوار کے کونہ مین ایک چھوٹا سا کوآں ہے۔ لوگ جوق در جوق ڈھیلے کرتے اور تہ بند پوش اوپر سے آتے ہیں، اور کوئیں سے پانی نکالتے ہیں، اور پی کر چلے جاتے ہیں۔ ساربان مجھ سے تیز آواز سے بولا۔ یہ مسجد اقصٰی ہے، اور یہ کوآں چاہ زمزم ہے۔ تم نماز پڑھو۔ پانی پیو۔ میں نے اونٹ پر سے اتر کر پانی پیا۔ اور کہتا جاتا تھا، کہ سُبحان اللہ! کیسا لذیذ شیریں پانی ہے۔ پھر وضو کیا۔ دو رکعت نماز فرش پر پڑھی۔ پھر آنکھ کھل گئی۔ اس رؤیا کی مَیں یہ تعبیر سمجھتا رہا، کہ شاید میں حج کروں لیکن کثرت کار میں ۱۴ سال تک نہ جا سکا۔

تیسرا رؤیا یہ ہؤا، کہ تہجد کا وقت ہے۔ میرے دینی برادر مولوی حکیم الدین صاحب امام اور مَیں مقتدی ہوں۔ اور دونوں نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب انہوں نے سلام پھیرا، تو مجھ سے فرمایا تُو نے دیکھا کہ یہ کون مقام ہے۔ مَیں بولا مجھے علم نہیں۔ بولے یہ مکہ جیسی عزت اور برکت کی جگہ ہے۔ اس کا طواف کر۔ مَیں ادہر اُدہر دیکھنے لگا۔ پھر وہ میرے پہلو اور نظر سے گُم ہو گئے۔ مَیں بلا تردد و تشویش اُوپر سے نیچے اُترا۔ جب نیچے کے حصہ میں آیا، تو ایک دیوار میں ایک حمام دیکھا۔ اس میں پانی نہ تھا۔ پھر نیچے اُترا۔ قصبہ کی طرف جو زینہ ہے وہاں دیکھا کہ ایک بہت چوڑا پانی سے لبالب کنواں ہے۔ پھر مَیں جہاں بیت الدعا کی پُشت ہے اُس گلی کو ہولیا۔ اور اُس حویلی کا جسکی چھت پر نماز پڑھی تھی طواف کیا۔ اور دل میں کہہ رہا تھا۔ کہ یہ مقام تو ایک گاؤں سا معلوم ہوتا ہے۔ کہیں کچی گری ہوئی دیواریں ہیں۔ کہیں اونچا اور کہیں نیچا ہے۔ پھر آنکھ کھُل گئی۔ کئی سال اِس رؤیا پر گذر گئے۔

غالباً ۱۸۹۷ء تھا۔ امساکِ باراں کی وجہ سے میرٹھ کی عیدگاہ میں نماز استسقاء پڑھی گئی۔ اسمیں مَیں بھی شامل تھا۔ نماز مولوی احمد علی سہارنپوری نے پڑھائی۔ اور ممبر پر کھڑے ہو کر حضرت صاحبؑ کے متعلق حاضرین کو بدظن کیا۔ جس پر مجھے بہت رنج ہؤا۔ اور مَیں نے مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ اِس شخص کے متعلق ضرور صحیح حالات کسی سے معلوم کروں گا۔ کہ وہ کون ہے۔ اور کیا کہتا ہے۔ نماز سے واپسی پر جو شخص مجھے پنجابی لباس میں ملتا، اسی سے پُوچھتا کہ آپ کو مرزا قادیانی کا کچھ حال معلوم ہے؟ سب نے انکار کیا۔ ایک شخص جو مولوی تھا اُس نے کہا کہ ہم آپ کو مرزا صاحبؑ کا پتہ بتا دینگے۔ فلاں مدرسہ کے ٹیچر کے پاس اُن کی کتاب براہین احمدیہ ہے۔ آپ کو اس سے سب پتہ واضح ہو جائے گا۔

مَیں انجمن حمایت اسلام لاہور میں چندہ دیا کرتا تھا۔ مَیں نے حضرت صاحبؑ کی تصانیف کی طلبی کا ان کو خط لکھا۔ انہوں نے رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب بذریعہ وی۔ پی بھیجدی۔ اس سے مجھے قادیان کا پتہ ملگیا۔ مبلغ ۵ روپیہ براہین کی قیمت اس شخص کے پاس جمع کر کے مہینہ کے واسطے براہین کتاب لی تھی۔ ایک احمدی ٹیلر ماسٹر یہاں پلٹن کا ٹھیکیدار تھا۔ اُس نے مجھے "سُرمہ چشم آریہ" اور "سناتن دھرم" دیکھنے کو دیں۔ پھر مباحثہ "الحق دہلی" "الحق" ازالہ اوہام بھی دیں۔ چھ ماہ تک یہ کتابیں دیکھتا رہا۔ اور حیران تھا کہ یہ صداقت مدعی مہدویت

کا معمہ کیونکر حل ہو۔ ایک ندی کے کنارے ۳۰ روز تک تمام شب دو بجے سے لیکر صبح تک درود اور استغفار پڑھتا رہا۔ اور یہ شعر زبان پر بار بار جاری تھا ؎

ذرا اپنے چہرہ سے برقعہ اُٹھا دے ٭ مجھے اپنی صورت کا جلوہ دکھا دے

یہ دُعا کرنے کے ایام میں مجھے ہو لکے اندر سے ایسی عطر بیز اور لطیف خوشبو آتی تھی، کہ دماغ بے خود تھا۔ اور تمام نظام جسمانی میں ایک نور سرایت کر گیا ۔ وہ نہایت لطیف اور عجیب وغریب لذت بخش شعلہ تھا۔ مَیں گاؤں سے صدر میرٹھ کے مکان پر آیا۔ رمضان شروع ہو گیا۔ ۱۰ روزے چنے کی نمکین روٹی کھاکر بسر کئے۔ اور چلہ پُورا ہو گیا۔ رمضان ختم ہوا "ازالہ اوہام" پڑھنا شروع کیا۔ ۱۲ بجے نماز عشاء اور دوکان کے حساب کتاب سے فارغ ہوکر دو بجے تک "ازالہ" دیکھتا تھا۔ جب مَیں یاجوج ماجوج کی بحث کا ورق پڑھ رہا تھا تو میرے اندر سے یہ آواز آئی۔ کہ یہ وہی شخص ہے جو ہولپور میں رؤیا میں دکھلایا گیا تھا۔ مَیں نے کتاب بند کر دی اور نظر اُٹھا کر جو دیکھا، تو وہ کوٹھہ جس طرح پر اُس کا سایہ ہوتا ہے ایک ننھا ذرہ اُڑتی ہوئی مخلوق سے پُر تھا۔ مَیں مارے خوف کے سہم گیا۔ اور اُٹھ کر اپنے بستر میں چلا گیا۔ لحاف پر پتلی رضائی اور ایک لوئی جوڑ رکھی تھی۔ جلد اندر ہوکر مُنہ ڈھک لیا۔ ان متعدد کپڑوں کے اندر جب کہ لیمپ گُل کر چکا تھا مجھے اپنا روم روم نظر آ رہا تھا۔ جب صبح کی نماز پڑھی، قرآن شریف لانے کو خود ہاتھوں اور پیروں نے حرکت کی، تو طاقت خود اختیاری سے جُدا کر دیا گیا۔ اور معلّق ہوا میں میرا جسم لٹک رہا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہر دو بازو میں پر پرواز لگ گئے ہیں۔ گویا ہوا کی لہروں میں تَیر رہا ہوں۔ ہر وقت دو خفیہ آدمی میرے بازو پکڑ کر شمال کی طرف کر دیتے تھے۔ تب مَیں سمجھا کہ قادیان جانے کا تقاضا ہے۔ میرا شباب کا زمانہ تھا۔ مَیں ایک صد روپیہ اور کچھ تحائف لیکر تنہا عازم دار الامان ہوا لیکن قبل از روانگی ایک پُر اشتیاق زیارت خط منظوم فارسی میں حضرت اقدسؑ کے حضور لکھا۔ جس میں آپ کے دعاوی کو تسلیم کرنے کا اقرار تھا۔ اور یہ کہ زمانہ کو اسوقت ایسے شخص کی بیحد ضرورت ہے۔ لیکن عرصہ ہوا مَیں نے رؤیا میں ایک نبی اللہ، مہدی اور مسیح موعود کو دیکھا ہے، جس کے ہمراہ چار آدمی اور بھی تھے۔ اگر آپؑ اور آپؑ کے ہمراہیوں کا یہی حُلیہ ہوا، تب آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ ورنہ واپس چلا آؤں گا۔ آپ میرے وہاں پہنچنے کے واسطے دعا فرمائیں۔ جانیسے قبل یہ جواب

آیا کہ دعا کیجئے۔ آپ جلد چلے آویں۔ میرے شوقِ زیارت اور جسم وجان میں ایک دولابی کیفیت پیدا ہوگئی۔ موکشنام میرد دزور آورے، کے زیر اثر حالت ہوگئی۔ بارش ہو رہی تھی کہ دونوں فرشتوں نے بازو پکڑ کر مجھے ٹمٹم میں لا دیا۔ ریل پر باوجود متعدد روکوں کے سوار ہوگیا۔ میری حالت مندرجہ ذیل شعر کی مصداق تھی ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک * آتشِ شوق تیز تر گردد !

انٹر کے درجہ میں جو ریزرو تھا اور ایک راجہ کے وزیر نے کرایہ پر لیا تھا، جگہ ملی۔ حالانکہ میرا ٹکٹ تھرڈ کا تھا۔ کھانا پُرتکلف میرے ہمراہ تھا۔ میری اجازت سے وہ کھانا وزیر نے کھایا اور مَیں فرطِ اشتیاق سے بیٹھا روتا رہا۔ بخیریت امرتسر اُترا۔ دل سے آواز آئی، کہ بچوں کے واسطے کچھ پھل خرید۔ قریب ۳۰ شمار کے سیب، کیلے، انار وغیرہ خرید کر ایک قد آدم پٹارہ میں بھرا۔ پھر بٹالہ اُترا۔ یکہ پر سوار ہوا۔ راستہ میں شدید بارش ہوئی۔ یکہ اندرون شہر قادیان تک بوجہ شدید کیچڑ کے نہ جا سکا۔ تین مزدوروں نے سامان اٹھا کر مرزا نظام الدین صاحب کے دروازہ پر لا رکھا۔ وہ بولے کہاں سے آئے ہیں؟ مَیں نے جواب دیا: ہندوستان سے۔ پھر پوچھا کیا نبی جی سے ملنے کو؟ مَیں نے کہا، ہاں۔ وہ بولے اُن کا گھر گول کمرہ والا ہے۔ مَیں باہر آیا۔ ایک شخص ہندوستانی وضع کا نظر پڑا مجھے ہندوستانی سمجھ کر بہت خُلق سے پیش آیا۔ مہمانخانہ میں اسباب اٹھالے گیا۔ چونکہ بارش سے بھیگ گیا تھا اور کیچڑ آلودہ تھا۔ انہوں نے کہا غسل کے واسطے گرم پانی لا رہا ہوں۔ مَیں نے جب تک وہ پانی لائے، مہمانخانہ میں پتوں کے جھڑے ہوئے کوڑے کو صاف کیا۔ پھر غسل کیا، لباس بدلا، عصر کا وقت ہوگیا تھا۔ میاں اسمٰعیل صاحب سے مسجد دریافت کی۔ انہوں نے مسجد اقصےٰ کا راستہ بتا دیا۔ وہاں جا کر رؤیا والا کنواں اور وہی مسجد دیکھی۔ حیران تھا کہ اِسی مسجد کو رؤیا میں مسجد اقصےٰ بتایا تھا۔ ہے تو بے شک وہی، لیکن ایسی تنگ و تاریک۔ تاہم اس قدر شاندار اور حیثیت یہ۔ خدا کے بھید خدا ہی جانے۔

پھر تھکا ماندہ ذرا لیٹ گیا۔ ایک شخص جو اندر بیٹھا کاپی نویسی کر رہا تھا، اُٹھ کر میرے پاس آیا۔ بولا کون ہو، کہاں سے اور کس مقصد کے لئے آئے ہو؟ مَیں نے کہا مہدی مسیح موعود نبی اللہ سے ملنے آیا ہوں۔

بولا دُنیا کی عقل پر پتھر پڑ گئے۔ یہاں کیا رکھا ہے۔ ایک ڈھکوسلا بنایا ہے۔ دوکانداری ہے۔ مَیں اُٹھ بیٹھا اور بولا کہ عرصہ ۲۴ سال کا ہوا مَینے یہ مسجد رؤیا میں دیکھی تھی۔ سو یہ وہی نکلی۔ اس کا نام مجھے مسجد اقصےٰ بتایا گیا تھا۔ اور یہاں اِس کو مسجد اقصےٰ ہی کہتے ہیں۔ تمہاری بات پر یقین کروں یا خُدا کی بات پر۔ وہ یہ سُنکر چلا گیا۔

مَیں نے نماز مغرب، عشاء اور صبح مسجد مبارک میں پڑھی۔ صبح سے اِس امر کا متلاشی تھا۔ کہ جو آدمی پہلی رؤیا میں دیکھے تھے وہ یہاں موجود ہیں یا نہیں۔ کشاں کشاں نماز ظہر کو مسجد مبارک میں لوگ جمع ہونے شروع ہوئے۔ مَیں موجود منتظر تھا، کہ اُن کو شناخت کروں۔ جب بھی کوئی آتا مَیں آنکھیں اٹھا کر اس کی حالت دیکھتا۔ میرا اس طرح دیکھنا حضرت میر ناصر صاحب کو ناگوار گذرا۔ انہوں نے فرمایا میاں تم کوئی ٹھگ یا اچکے ہو۔ اِدہر اُدہر لوگوں کی طرف کیا دیکھ رہے ہو۔ کیا لوگوں کے جُوتے چادریں اٹھا کر لیجانے کا ارادہ ہے؟ مَیں نے جواب دیا۔ کہ آپ خاطر جمع رکھیں اِس مقصد کے واسطے نہیں آیا ہوں۔ مجھے چند آدمیوں کی تلاش ہے۔ جنکو شناخت کرنا چاہتا ہوں۔ سب مجھے اِس مجمع میں مل گئے ہیں لیکن ایک باقی ہے۔ وہ ابھی نظر سے باہر ہے۔ فرمانے لگے، کیا تم سی۔ آئی۔ ڈی کے آدمی ہو؟ مَیں نے کہا آپ مجھے وہی سمجھ لیں۔ فرمایا اچھا شناخت کرلو۔ چونکہ لیکھرام کا واقعہ کچھ دن پہلے ہوا تھا لوگ یہ سمجھے کہ یہ کوئی پولیس مَین ہے۔ اس معاملہ کا سُراغ لگانے آیا ہے۔ ظہر میں حضرت صاحبؑ دیر سے تشریف لائے تھے۔ مَیں نے ظہر کی نماز میں سبکو شناخت کر لیا۔ جب حضرت صاحبؑ نے فرضوں کے بعد گھر کیطرف رُخ کیا۔ مَیں نے جلد تر مبلغ [illegible] روپیہ اور جانماز جسپر جامع مسجد دہلی کا نقشہ ریشم سے بنا ہوا تھا، بطور نذرانہ پیش کی۔ حضرت صاحبؑ روپیہ ایک جیب میں اور جانماز دوسری میں ڈال کر زنانخانہ میں تشریف لے گئے۔ عصر کو تشریف نہ لائے۔ عصر میں لوگوں نے مجھ سے کچھ سوال نہ کیا۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت صاحبؑ مسجد مبارک کی چھت پر معہ متعدد حاضرین تشریف فرما تھے۔ مَیں بھی چونکہ اجنبی تھا، جہاں سب کے جُوتے پڑے تھے ٹھہر گیا۔ اُس وقت ایک دروازہ سے جو زنانہ مکان کا تھا اور مسجد کی چھت سے ملحق، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ بوجہ پاؤں میں درد کے

مونڈھوں کے بل کھسکتے ہوئے نکلے۔ اور بلند آواز سے فرمایا۔ کہ حضرت صاحبؑ! آج ہماری مجلس میں میرٹھ سے ایک ایسا شخص آیا ہے جس میں سے محبت کی خوشبو آتی ہے۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہاں ہے؟ مولوی صاحبؓ نے زوردار آواز میں فرمایا، کیا عبدالرشید صاحب میرٹھی یہاں موجود ہیں؟ مَیں کھڑا ہوگیا۔ حضرت صاحبؑ نے فرمایا، آگے آؤ۔ مَیں آگے حضرتؑ کے رُوبرو جا بیٹھا:

حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ تمہارا نام، باپ کا نام، قومیت، پیشہ اور سکونت کیا ہے۔ اور یہاں کیوں آئے ہو؟ مَیں نے اپنی سرگذشت بیان کی۔ حضرت صاحبؑ مسجد کی بُرجیوں والی دیوار پر بیٹھے تھے۔ پھر نیچے فرش مسجد پر آبیٹھے۔ فرمایا، کیا میری کتابیں پڑھی ہیں اور شکوک مٹا چکے ہو؟ مَیں نے عرض کی مٹا چکا ہوں۔ اور مجھے تو بہت عرصہ پہلے یہاں کے مقامات، آپؑ کا منصب، آپؑ اور آپکے احباب یعنی مولوی نورالدین صاحبؓ۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ۔ پیر سراج الحقؓ اور مرزا خدا بخش، میری تاریخ آمد قادیان سے ۲۶ رسال قبل ۱۸۹۹ء میں، خدا نے مجھے دکھا دیئے تھے۔ اب اس رؤیا کی تصدیق کی غرض سے کہ وہ اشخاص اس نقشہ کی مسجد میں وہاں موجود ہیں یا نہیں، آیا ہوں۔

یہ سُنکر حضرت صاحبؑ نے فرمایا۔ کہ ایسے لوگ اوّل المومنین کے زمرہ سے ہیں۔ جن کے نُورِ قلب نے اِس قدر دُور سے مجھے دیکھ لیا۔ بہرحال مناسب ہے، کہ بیعت کرو۔ مَیں نے عرض کیا۔ کہ کچھ عرصہ بعد کروں گا۔ کیونکہ مَیں نے ابھی اپنا تزکیہ نفس نہیں کیا۔ فرمایا۔ کہ یہ خیال غلط ہے۔ اب محروم جانا نامناسب ہے۔ حضرت صاحبؑ نے میرا ہاتھ پکڑ کر۔ اشرائط بیعت کا اقرار لیا۔ بیعت کرتے وقت مجھ پر بیہوشی سی طاری ہوکر پسینہ آگیا۔

بیان جناب میاں خیرالدین صاحب ساکن موضع سیکھواں متصل قادیان

عرصہ دراز ہوا، بلکہ میرا خیال ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابھی تک دعویٰ مسیحیت بھی نہیں کیا تھا۔ کہ ایک دفعہ مَیں نے رؤیا میں دیکھا، کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام موضع سیکھواں کی مسجد میں کھڑے ہیں۔ اور اُس وقت بلند قامت معلوم ہوتے ہیں، میرا ذہن اسطرف

منتقل ہوا، کہ یہ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تھی، کہ آپ بلند قامت معلوم ہوا کرتے تھے۔ پھر حالت رؤیا میں ہی مجھے یقین ہوگیا، کہ حضرت مسیح موعودؑ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اس پر میں بیدار ہوگیا۔

میں نے قادیان آکر حضورؑ کی خدمت میں رؤیا بیان کی، تو حضور علیہ السلام نے ایک پاکٹ بک نکالی اور مجھ کو اللہ تعالےٰ کے نام کی قسم دیکر یہ خواب اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرما کر اس کے نیچے میرے دستخط کرائے۔ اور فرمایا کہ ہمارا ارادہ یا منشاء ہے کہ اس قسم کے رؤیا و کشوف وغیرہ کو جمع کر کے کتابی صورت میں شایع کیا جائے۔ حضورؑ نے میری رؤیا کی تعبیر یہ فرمائی۔ کہ جب مرید فنافی الشیخ ہوجاتا ہے، تو شیخ کی صورت مرید کی صورت ہوجاتی ہے ◆

بیان مستری فضل الدین صاحب ساکن علیوال جٹاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

مَیں ابتدا میں ایک آزاد خیال آدمی تھا۔ اور کسی طریقہ یا ملت سے سروکار نہ رکھتا تھا۔ ہمارے گاؤں میں ایک فقیر جو نقشبندی خاندان سے تعلق رکھتا تھا رہتا تھا۔ چند دوست میرے محرم راز تھے۔ وہ اُن کے مرید تھے۔ اُن دوستوں کی صحبت و اثر سے مَیں بھی اُن کا مرید ہوگیا۔ یعنی اُن کی بیعت میں داخل ہوگیا۔ اس فقیر نے مجھ کو سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور پھر مجھ کو نماز، روزہ اور نماز تہجد کی بہت ہی تاکید کی۔ اور فرمایا کہ نماز تہجد کبھی بھی قضا نہ کرنا۔ اور جو خواب آوے وہ سوائے ہمارے کسی سے بیان نہ کرنی چاہئے۔ مَیں بسبب گاؤں میں کام نہ ملنے کے باجازت پیر صاحب امرتسر چلا گیا۔ مَیں معماری کا کام جانتا تھا، اور امرتسر میں کام کرنے لگا۔ ایک دن مَیں نماز تہجد پڑھ کر وظائف میں مشغول تھا۔ کہ اچانک مجھ پر نیند کا سخت غلبہ ہوا۔ اور مَیں اسی مصلّے پر لیٹ گیا۔ تو خواب میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آسمان سے بشکل انسانی فرشتوں کی فوج اُتر رہی ہے۔ اور میرے اِردگرد کچھ فاصلہ چھوڑ کر گول دائرہ بنا کر بیٹھ گئی ہے۔ اور فوج کا افسر یا جرنیل میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں۔ کہ آسمان سے ایک نورانی تخت اُترا ہے جس پر

دو نورانی صورت بزرگ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر میں نے اُس افسر سے جو میرے پاس بیٹھا تھا، پُوچھا کہ کیا آپ بتا سکتے ہیں، کہ یہ کون بزرگ نورانی صورت ہیں؟ اُس افسر نے مجھ سے کہا۔ کہ جو تخت پر دائیں طرف ہیں، وہ رسول کریم محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور جو بزرگ بائیں طرف تخت پر ہیں، وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا بہت ہی پیارا ابن مریمؑ ہے۔ ابھی ہم باتیں کر رہے تھے، کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس افسر سے اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا، کہ لوگوں کو بلند آواز سے پکار دو یا کہدو، کہ اُسے لوگو! جس وقت ہمارا پیارا ابن مریمؑ آوے تو اُسکی تابعداری اور فرمانبرداری سچے دل سے کرنا اور جو شخص اس کی تابعداری کرے گا وہ مجھ سے ہے۔ اور جو کوئی نہ مانے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ پھر میں نے اس افسر سے کہا، کہ ابن مریمؑ تو حضرت عیسےٰؑ کا نام ہے۔ اُس کو اُمتِ محمدیہ سے کیا تعلق؟ اُس نے مجھ کو جوابدیا۔ کہ ہاں وہ مریم کا بیٹا عیسےٰ علیہ السلام تو فوت ہو گیا ہوا ہے۔ اور یہ ابن مریمؑ جس کا نام احمدؑ ہے، اُمتِ محمدیہ میں سے ہے۔ گفتگو ہو رہی تھی، کہ میری بیوی نے مجھ کو جگا دیا۔ اور کہا کہ صبح کی اذان ہو گئی ہے۔ اور آپ کبھی تہجد کے بعد سوئے نہیں تھے۔ اُٹھو مسجد میں جاؤ اور نماز پڑھو۔ نماز سے فارغ ہو کر میں اپنے گاؤں کو چلا گیا۔ اور اپنے پیر سے خواب کا سارا ماجرا بیان کر دیا۔ میرے پیر نے مجھ کو کہا۔ کہ میں تم کو دوہری مبارکباد دیتا ہوں۔ ایک مبارکباد تو اس لئے، کہ تم نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، اور دوسری اس لئے کہ تم ابن مریم کو دیکھو گے، اور وہ عنقریب ظاہر ہوں گے۔ اور ان کا اسم مبارک بھی احمدؑ ہی ہو گا۔ افسوس کہ ہمارا زمانہ اب ختم ہوا۔ اور اب ہم چلنے والے ہیں۔ چنانچہ اِس کے بعد وہ آٹھ یا دس یوم زندہ رہے۔ پھر فوت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اِس کے بعد میں نے محکمہ نہر میں ملازمت اختیار کر لی۔ اور پندرہ بیس سال تک ملازمت کی۔ پھر میرا دل نوکری سے بیزار ہو گیا۔ اور میں استعفا دیکر اپنے گھر چلا آیا۔ میرے مہربان اور استاد مولوی محمد چراغ صاحب مرحوم کو میں موحد طریقہ پر چھوڑ گیا تھا۔ لیکن جب میں واپس آیا تو وہ احمدی تھے۔ اِس سے پہلے مجھ کو معلوم نہ تھا، کہ احمدیت کیا چیز ہے، اور حضرت مرزا صاحبؑ کون ہیں، اور نہ میں نے قادیان یا حضرت مرزا صاحب کو دیکھا تھا۔ اور نہ مجھے معلوم تھا کہ مرزا صاحبؑ کا کیا دعوےٰ ہے۔ اس کے بعد میرا

اور مولوی صاحب مرحوم کا حضرت مرزا صاحبؑ کے مسیح موعود ہونے پر اکثر تبادلۂ خیالات اور بحث مباحثہ ہوتا رہتا تھا۔ میرا دل احمدؑ نام سُنکر کبھی مان جاتا تھا، لیکن پھر خیال آتا تھا کہ احمدؑ نام کے بہت شخص ہیں، واللہ اعلم مرزا صاحبؑ ہی اس کے مصداق ہیں یا اور کوئی ہے۔ مولوی صاحب کے پاس اُس وقت حضرت اقدسؑ کی دو کتابیں موجود تھیں۔ ایک براہین احمدیہ چہار حصے اور دوسری جلسہ مہوتسو کی تقریر۔ انہوں نے وہ دونوں کتابیں مجھ کو پڑھنے کے واسطے مرحمت فرمائیں۔ جب مَیں نے پہلے جلسہ مہوتسو والی تقریر پڑھی، تو میرے دل کو کچھ تسلی ہوئی۔ اِس کے بعد براہین احمدیہ پڑھی تو طبیعت میں اور بھی اطمینان پیدا ہوا۔ مگر پھر تذبذب پیدا ہوگیا۔ اسی حالت میں ماہ رمضان المبارک آگیا۔ پہلی رمضان کو مَیں نے نماز تہجد کے بعد خدا سے یہ دُعا مانگی، کہ اے پروردگار! مَیں بے علم ہوں اور تُو علیم و خبیر ہے۔ اگر یہ شخص یعنی مرزا صاحبؑ تیری طرف سے مسیح موعود ہو کر آیا ہے، اور اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو مجھ کو کسی ظاہری نشان کے ذریعہ یا خواب کے ذریعہ رہنمائی فرما۔ تا مَیں اسے قبول کرنے سے محروم نہ رہوں۔ اگر تُو نہ بتائے گا تو قیامت کو مجھ پر تیری کوئی حُجّت نہ ہوگی۔ جب پندرہ دن گذر گئے تو مجھے ایک خواب آیا۔ کہ مَیں اور ایک اور شخص دونو ایک راستہ پر چلے جاتے ہیں۔ آگے چلکر ایک بہت ہی خوبصورت باغ دیکھا، جس کی چاردیواری تین فٹ کے قریب اونچی ہے۔ اس کے اوپر سے ہم نے باغ کے اندر جھانکا، تو دیکھا کہ اُس کی نہریں خشک ہیں۔ صرف تھوڑا تھوڑا پانی جاری ہے۔ ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اندر جاکر باغ کو دیکھیں۔ چنانچہ ہم نے چاردیواری کے اوپر سے گذر کر باغ میں جانے کا ارادہ کیا، لیکن گذر نہ سکے۔ پھر ہم نے باغ کا دروازہ ڈھونڈا۔ اور شمال، جنوب اور مغرب میں تلاش کیا مگر نہ ملا۔ پھر خیال کیا کہ مشرق کی طرف دروازہ ہوگا۔ پس ہم مشرق کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہم کچھ دُور گئے، تو دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی صورت ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا خدا کو یاد کر رہا ہے۔ جب ہم اُس کے نزدیک گئے تو مجھ کو وہ خواب جو امرتسر میں آیا تھا، خواب ہی میں یاد آیا۔ اور اس وقت مَیں اپنے دل میں کہتا ہوں۔ کہ اِس بزرگ کو تو مَیں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے تخت پر بیٹھا دیکھا ہے۔ پھر مَیں نے اس بزرگ سے پوچھا، کہ آپ کون ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ مَیں ابن مریمؑ ہوں۔ اور جب تک تم ہماری طرف نہ آتے اس کا دروازہ تم کو کبھی نہ

ملا۔ دیکھو یہ دروازہ ہے، اندر آجاؤ۔ اور باغ کی سیر کرو۔ چنانچہ ہم اندر چلے گئے اور سیر کرتے رہے۔ پھر مجھ کو پیاس لگی تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ پیاس لگی ہے، اور پانی بہت دُور ہے، ہمیں پانی کس طرح ملے۔ اسکے بعد ایک محل سے ایک لڑکا نکلا، اور اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ بشکل بیضاء تھا، اور اس میں کوئی چیز تھی لیکن وہ پانی نہ تھا۔ اُس لڑکے نے وہ پیالہ میرے ہاتھ میں دیدیا اور کہا اس کو پی لو۔ میں نے آدھا پیالہ پی لیا اور باقی آدھا دوسرے کو دیدیا۔ مگر اُس لڑکے نے اُس کے ہاتھ سے چھین کر پھر وہ پیالہ مجھکو دیدیا، اور کہا کہ اس کا اس میں حصّہ نہیں ہے۔ یہ تمہارا حصہ ہے۔ وہ دوسرا آدمی شرمندہ ہو کر کہنے لگا۔ چلو باہر چلیں۔ چنانچہ وہ دروازہ سے باہر ہو گیا۔ مگر میں ابھی اندر ہی تھا، کہ مولوی صاحب مرحوم کے لڑکے نے مجھے بیدار کر دیا۔ صبح کی نماز کی اذان ہو چکی تھی۔ میں مسجد میں گیا۔ نماز پڑھکر مولوی صاحب سے خواب کا تمام ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے اس کی یہ تعبیر بیان کی، کہ جو بزرگ آپ کو خواب میں دکھائے گئے اور ابن مریم کے نام سے نامزد کئے گئے، وہ تمہارے بیان کردہ حُلیہ کے مطابق حضرت مرزا صاحبؑ ہیں۔ اور پیالہ میں کچھ پلانا یہ بیعت کیطرف اشارہ ہے۔ اور باغ سے مراد شریعت ہے۔ اور نہروں سے مُراد علمائے زمانہ ہیں جو خدمت اسلام پیش کر رہے ہیں۔ اور مشرق سے اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں مسیح موعودؑ کا ظہور مشرق سے بیان ہوا ہے۔ علاوہ ازیں ہمارے گاؤں سے بھی قادیان مشرق کیطرف ہے۔ پھر فرمایا، کہ کل جمعہ ہے۔ ہم نے قادیان جانا ہے تم بھی ہمارے ساتھ چلو اور دیکھو اگر تمہارے خواب کے مطابق حضرت مرزا صاحبؑ ہوئے تو مان لینا ورنہ کوئی جبر نہیں ہے۔ لہٰذا اگلے دن ہم سب اور وہ آدمی بھی جو خواب میں میرے ساتھ تھا قادیان کی طرف روانہ ہوئے۔ اور جمعہ سے پہلے ہم قادیان میں مسجد اقصےٰ میں پہنچ گئے۔ جس وقت حضرت مرزا صاحبؑ گھر سے مسجد اقصےٰ میں تشریف فرما ہوئے تو میں نے اسی وقت مولوی صاحب کو کہدیا کہ یہی ہیں جو تخت پر اور باغ کے دروازہ پر مجھے ابن مریمؑ کے نام سے دکھائے گئے تھے۔ نماز کے بعد آواز دی گئی، کہ جس نے بیعت کرنی ہو آکر کر لے۔ جب میں بیعت کے لئے تیار ہوا تو وہی شخص جو میرے ساتھ خواب میں تھا، اُس نے مجھے شبہ میں ڈالدیا اور کہنے لگا، کہ تم نے مرزا صاحبؑ کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اس سے وہی شکل مرزا صاحبؑ سے متمثل ہو کر ابن مریمؑ کے نام

سے سامنے آگئی ہے۔ اور کچھ بھی نہیں۔ اس کی اس بات سے مَیں بیعت کرنے سے رہ گیا۔ اور اگلے دن ہم اپنے گاؤں کو چلے آئے۔ جب ہم رات کے وقت اکٹھے بیٹھے تو مولوی صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ بیعت کر لی؟ مَیں نے جواب دیا کہ نہیں۔ انھوں نے فرمایا کیوں نہیں کی؟ تو مَیں نے بتایا کہ اس آدمی نے روک دیا تھا۔ اور کہا تھا، کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ پس اُس دن سے مولوی صاحب ہم سے ناراض ہو گئے۔

اب تیسری خواب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ ہمارا ایک رشتہ دار ہرچووال کی کوٹھی نہر پر جو قادیان کے نزدیک ہے سب اوورسیر تھا۔ اُس نے ہمیں کام کے لئے بلایا۔ اور مَیں موضع ہرچووال کی کوٹھی پر اُس کے پاس چلا گیا۔ جب مجھے وہاں گئے تیسرا دن ہو گیا، تو مجھ کو خواب میں پھر حضرت مرزا صاحبؑ دکھائی دیئے حضور نے بڑی محبت سے فرمایا، کہ میاں فضل الدین تم نے خدا سے نشان مانگا تھا اور دُعا کی تھی، کہ اگر خدا نے نشان نہ دکھایا تو قیامت کو میرے اوپر کوئی حجت نہ ہوگی۔ اب خدا نے تمہیں کھُلا کھُلا نشان دکھا دیا ہے اور تم پر خدا کی طرف سے حجت پوری ہو گئی ہے۔ مَیں نے پُوچھا کہ میرا نام حضورؑ کو کیسے معلوم ہوا۔ اور مَیں نے دعا تو اکیلے میں اپنے گھر کے اندر مانگی تھی حضور کو اس کا علم کیسے ہو گیا۔ اس وقت میرے دل میں یہ بات اُتر گئی کہ حضورؑ کو سب باتیں خدا نے بتائی ہیں۔ اور حضورؑ خدا کی طرف سے سچے نبی اور ابن مریم ہو کر آئے ہیں۔ لہٰذا مَیں اسی دن قادیان حضورؑ کی خدمت شریف میں پہنچا اور حضورؑ نے تیسرے روز اِس عاجز کو بیعت سے سرفراز فرمایا اور اپنی غلامی میں داخل کیا۔ اُس وقت میرے ساتھ جناب میر قاسم علی صاحب اور حضرت مولوی سیّد سرور شاہ صاحب بھی بیعت ہوئے۔

میں حلفیہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ میری خوابیں اِسی طرح سے ہیں۔ گو ۳۵ یا ۳۶ سال کا عرصہ ہوا ہے اور اغلب ہے کہ کچھ بھُول بھی ہو گئی ہو لیکن یقین غالب ہے کہ یہ اِسی طرح دیکھی ہیں۔

بیان چوہدری جیونجاں صاحب ساکن لنگڑوعہ تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر

مَیں اپنے خداوند کریم کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ اور اپنے مولا کریم کو حاضر و ناظر جان کر بیان کرتا ہوں

کہ مندرجہ ذیل خواب بالکل صحیح اور درست ہے۔ اگر میں اپنی طرف سے کوئی لفظ لکھوں تو خدا تعالیٰ مجھ پر عذاب نازل فرمائے۔

میں نے ۱۹۰۳ء کے آخر میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی۔ اس سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ شریف حج کے لئے جا رہا ہوں۔ اور اکیلا ہی جا رہا ہوں۔ مگر میں راستہ کا واقف نہیں۔ اور میں اونچا اُڑ رہا ہوں۔ زمین سے ۲۰ گز اوپر کے فاصلہ پر ہوں۔ اور ایک نشان میرے آگے آگے جا رہا ہے۔ اور میں اس کے پیچھے جا رہا ہوں۔ اور لوگوں نے مجھے جاتے دیکھا۔ اور وہ بھی میرے پیچھے ہو لیے۔ میں تیزی سے جا رہا ہوں اور وہ لوگ مجھ کو واپس کرنا چاہتے ہیں۔ مگر میں اُن کے کہنے میں نہیں آتا۔ اور یہی کہتا رہا کہ میں حج کرنے کو جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ تمہاری والدہ زندہ ہے اس لئے تمہارا حج نہیں ہوگا۔ میں نے جواب دیا کہ نہیں میرا حج ہو سکتا ہے۔ پھر راستہ میں پانی آیا۔ اور میں پانی کے اندر غوطہ لگا کر دوسرے کنارہ جا نکلا۔ مگر وہ لوگ اسی کنارہ پر دیکھتے رہ گئے۔ اور پھر مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔ میں کعبہ میں پہنچ گیا اور پھر میری آنکھ کھل گئی۔

اس کے بعد میں نے خواب دیکھا کہ میں قادیان شریف پہنچا ہوں اور مسجد مبارک کے نیچے جو گلی بازار کو جاتی ہے وہاں ایک شخص کے پاس دَف ہے اور وہ منادی کر رہا ہے۔ کہ جو اس شخص یعنی مسیح موعودؑ کو کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے۔ یہی مسیح موعودؑ ہے اور یہی مہدیؑ ہے۔ پھر آنکھ کھل گئی۔

چند دن کے بعد پھر خواب آیا۔ کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم میرے مکان پر تشریف لائے، اور ساتھ ہی مسیح موعودؑ تھے۔ اور آپ یعنی حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم دونوں ٹہل رہے تھے۔ اور میں درود پڑھ پڑھ کر پھونک رہا تھا۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت رسول کریمؐ سے عرض کی کہ حضور چلیں۔ آپ چلنے لگے تو میں فوراً اُٹھ کھڑا ہوا۔ حضورؐ تشریف لے گئے اور مجھ پر بیحد رقت طاری ہوئی اور میں نے محسوس کیا کہ محبت رسول کریمؐ اور مسیح موعودؑ میں گداز ہو رہا تھا۔

بیان جناب ڈاکٹر کیپٹن سید محمد حسین شاہ صاحب مہاجر قادیان

۱۹۰۹ء کے اوائل ماہ فروری میں مجھے نوشہرہ چھاؤنی سے توپخانہ ۲۲ کے ہمراہ پریکٹس کیمپ بمقام

جہانگیرہ چند ایام کے لئے قیام کرنے کا موقعہ ملا۔ ہمارا کیمپ لبِ دریائے کابل واقع تھا۔ موضع جہانگیرہ جو دریا کے پار ہمارے کیمپ سے قریب ہی تھا، وہاں کے ایک بڑے خان سے مجھے رُوشناسی تھی۔ ایک اتوار کے روز تعطیل ہونے کے باعث ایک دو دوستوں کے ہمراہ خان مذکور کو ملنے گیا۔ اثنائے گفتگو میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر آیا۔ گو میں ابھی احمدیت میں داخل نہ ہوا تھا، مگر حضرت اقدسؑ کے ساتھ اخلاص اور عقیدت رکھتا تھا۔ کیونکہ حضورؑ کی صداقت پر میں چند رؤیا دیکھ چکا تھا۔ حضورؑ کے کارناموں کے ذکر پر خان مذکور جھلا اُٹھا۔ اور اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق طعن و تشنیع اور ہتک آمیز ناشائستہ الفاظ کہنے شروع کر دیئے۔ اور سر سید احمد خاں صاحب علیگڑھی کی توصیف اور تعریف میں بیحد مبالغہ آمیز تقریر شروع کر دی۔ ہر چند کہ میں نے اُنہیں نازیبا کلمات کہنے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ مگر وہ اپنے مضمون کو لمبا کرتے چلے گئے۔ آخر ہم وہاں سے اُٹھ کر واپس ہوئے۔ میرے دل میں اُن کی اِس حرکت کے باعث بہت رنج اور قلق تھا۔ اُسی شام کو اکوڑہ خٹک کے خان محمد زمان خان صاحب جو مذکورہ بالا خان کے خالہ زاد بھائی ہیں، مجھے ملنے آئے۔ چونکہ اُن کے ساتھ بے تکلفی تھی۔ کھانا کھانے کا وقت تھا۔ جو ماحضر تھا وہ ان کے پیش کیا۔ مگر اُن کے بڑے بھائی کی کرتوت کا اُنکے پاس ذکر نہ کیا۔ سونے کے وقت تک خان جہانگیرہ کی پُر تعصب باتیں یاد آ آ کر دل کو حزین بناتی رہیں۔ آخر اِس رنج و فکر میں سو گیا۔ رؤیا میں کیا دیکھتا ہوں، کہ حضرت مسیح موعودؑ تشریف فرما ہیں۔ اُن کے دمکتے ہوئے نُورانی چہرہ سے نُور کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ مجھے یہ بتلایا گیا۔ کہ بعینہٖ یہی شکل حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اِس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ مجھے اِس قدر خوشی حاصل تھی کہ گذشتہ روز کی ساری کوفت جس میں خاکسار مبتلا تھا دُور ہو چکی تھی۔ اِس کے بعد ۱۹۱۰ء میں میں سلسلہ میں داخل ہوا۔

میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ یہ خواب بالکل صحیح ہے۔ اگر میں نے اِس میں اپنی طرف سے کچھ بناوٹ کی ہو تو خدا تعالیٰ کا عذاب مجھ پر نازل ہو۔

نوٹ:۔ اِس مجموعہ کے مرتب کرنے میں مولانا عبدالغفور صاحب مبلغ سلسلۂ عالیہ احمدیہ کا خاص حصہ ہے۔ انکی کوشش قابلِ شکریہ ہے۔ انہوں نے بہت سے اصحاب کے بیانات بڑی محنت سے جمع کئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

خاکسار فضل حسین کارکن صیغہ تالیف و تصنیف

حضرت مسیحؑ کی بن باپ ولادت اور الوہیت

(از صاحبزادہ عبدالمنان صاحب عمرؔ ایم۔ اے)

[یہ مقالہ صاحبزادہ صاحب موصوف نے مجلس ارشاد کے اجلاس منعقدہ ۲۳ رمئی ۱۹۴۲ء میں پڑھکر سنایا۔ اس اجلاس میں جو اور مضامین پڑھے گئے تھے وہ اس سے قبل "ریویو" کی مختلف اشاعتوں میں درج ہو چکے ہیں۔]

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۙ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ .... فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ (مریم۔ ۲)

جیسا کہ آپ سن چکے ہیں، مسیحی لوگ حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا بلکہ خود خدا کہتے ہیں۔ ان کے خیال میں حضرت مریمؑ پر خدا کی قدرت کا سایہ ہوا، خدا کی روح اُن پر اُتری، اور خدائی جسم بھی نہ کسی انسانی تعلق سے، بلکہ خود خدا کی قدرت سے مریمؑ کے شکم میں موجود ہو گیا۔ اور اس طرح انسانیت اور الوہیت کے اجتماع کے لئے لاہوت نے ناسوت کا جامہ پہنا۔ اور بعض رومن کیتھولک عیسائیوں کے نزدیک خود مریمؑ نے بھی بن باپ کا بیٹا جنکر ماہیتِ تثلیث کے متمم کا درجہ پا لیا ہے۔ ہر چند کہ انسانیت اور الوہیت کے اجتماع کا یہ عقیدہ کھلم کھلا باطل اور خود عیسائیوں کے اعتراف کے مطابق عقل سے بالا اور خلاف عادت ہے (انجیل متی کی تفسیر مصنفہ پادری کلارک و پادری عماد الدین) پھر بھی کسی نہ کسی طرح وہ اسے دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں۔

اس نقطۂ نگاہ کی تفصیلات میں خود عیسائیوں کے ہاں بڑا شدید اختلاف پایا جاتا ہے یعقوبیوں کا عقیدہ ہے، کہ مسیحؑ کی ذات خود خدا ہے۔ ملکانی کہتے ہیں، کہ مسیح اللہ کامل اور انسان دونوں ہیں ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے الگ نہیں۔ حضرت مریمؑ سے خدا اور انسان دونوں پیدا ہوئے۔

متعلق لکھا ہے :-

"وے دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے حکموں اور قانون پر بے عیب چلنے والے تھے"

پس اگر معصومیت خاصۂ اُلوہیت ہے، تو اس خدائی میں مسیح اکیلے نہیں رہتے، زکریا بھی گناہ سے پاک تھے، اس لئے وہ بھی خدا ہوئے۔ اور زکریا کی بیوی بھی گناہ سے پاک تھیں، اسلئے وہ بھی خدا ہوئیں۔ پھر فرشتے گناہ سے آلودہ نہیں ہوتے، اسلئے تمام فرشتے بھی خدا ٹھہرے۔ اصل بات یہ ہے، کہ قدوسیت کبریٰ تو بیشک اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، لیکن وہ اپنے برگزیدہ انبیاءؑ کی صداقت کو منکشف کرنے کے لئے اُس کا پرتو اُن پر بھی ڈال دیتا ہے۔ یہی سلوک حضرت مسیحؑ سے بھی ہوا۔ جس سے عیسائیوں کو دھوکا لگ گیا، اور وہ ظل کو اصل اور عکس کو عین ذات سمجھنے لگ گئے۔

حضرت مسیحؑ کے بن باپ ہونے سے اُن کی اُلوہیت کے استدلال کی جس طرح پہلی بنیاد غلط ہے، اسی طرح اس کی اِس دُوسری بنیاد کی بھی کوئی حقیقت نہیں، کہ آدمؑ نے گناہ کیا، اِس وجہ سے اسکی تمام نسل میں گناہ کا بیج بویا گیا، اور تمام نوعِ انسانی گناہ کی آلودگیوں سے ملوّث ہوگئی۔ لیکن مسیح چونکہ آدم کی صلب سے نہیں تھے، اسلئے وہ گنہگار نہ ہوئے۔ کیونکہ اوّل تو آدمؑ کے گناہ کیوجہ سے اس کی نسل کا گنہگار ٹھہرنا اللہ تعالےٰ کے عدل کے بالکل خلاف ہے۔ کیا آسمانی باپ کا یہی عدل ہے، کہ باپ کے گناہ کرنے سے بیٹا گنہگار سمجھا جاوے؟ حقیقت یہ ہے۔ کہ نسلاً بعد نسلٍ قدرت گناہ کا تو بیشک انتقال ہوتا رہتا ہے، لیکن عیسائیوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا، کہ اصلاً گناہ اور اسکی پاداش بھی منتقل ہوجاتی ہے، جو سراسر خلافِ عقل و انصاف ہے۔

پیدائش باب ۳ آیت ۱ تا ۶ سے معلوم ہوتا ہے، کہ آدمؑ کا وہ گناہ جو بقول عیسائیوں کے موروثی طور پر اب تک آدمؑ کی نسل میں چلا آتا ہے، اور کوئی بنی آدم اس سے خالی نہیں، اس کا اصل ذمہ دار آدم نہ تھا، بلکہ توا تھیں۔ جنہوں نے شیطان کے دھوکے میں آکر آدمؑ کو بہکایا۔ پس گو مسیحؑ کسی مرد کی صُلب سے تو نہ تھے، لیکن اُن کے ایک عورت کے بطن سے ہونے کا انکار تو مسیحیوں کو بھی نہیں ہو

اِس حقیقت کی موجودگی میں مسیح کس طرح پاک ٹھہر سکتے ہیں؟ اور یہ ہمارا ہی استدلال نہیں، بلکہ خود بائیبل کا اعتراف ہے۔ چنانچہ ایوب باب ۲۵ آیت ۴ میں صاف لکھا ہے "وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے، کیونکر پاک ہو سکتا ہے"؟ ایک تالاب میں اگر دو گندے پانی کی نالیاں گر رہی ہوں، اور کوئی شخص اُٹھ کر ایک نالی کو بند کر دے، تو کیا اب تالاب گندگی سے پاک ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ ابھی تک گندے پانی کی دوسری نالی سے برابر آلائش اِس تالاب میں گر رہی ہے۔ پس گو مسیح کی بن باپ پیدائش سے یہ کہا جائے، کہ مرد کیطرف سے گناہ کا جو ورثہ تھا، مسیح اس سے محفوظ رہے، لیکن مسیح کی بن ماں پیدائش کا تو دعویٰ نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے، کہ وہی گناہ کی میراث ماں کی طرف سے آپ کو نہیں ملی۔ پس الوہیت مسیح کے عیسوی عقیدہ کی یہ دوسری بُنیاد بھی بالکل غلط ہے کہ جو بے باپ ہو وہ بے گناہ بھی ہوتا ہے۔

پادریوں کا تیسرا دعوےٰ یہ تھا، کہ مسیح بن باپ ہیں۔ بیشک اِس دعویٰ میں وہ سچے ہیں۔ اور جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں، قرآن مجید میں بھی مسیح کی بن باپ پیدائش کو تسلیم کیا گیا ہے چنانچہ سورہ مریم کی ان آیات میں جنکی تلاوت مَیں نے مضمون کے شروع میں کی تھی، یہ بیان ہوا ہے، کہ مسیح کی پیدائش مسِّ بشر کے بغیر ہوئی تھی لیکن مسلمانوں کا یہ اعتراف عیسائیوں کے حق میں کچھ بھی مفید نہیں۔ اِس سے اُن کو تب فائدہ ہو سکتا تھا، جبکہ مسلمان اُن کے استدلال کی پہلی دو بُنیادوں کو بھی درست تسلیم کریں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے، وہ بُنیادیں بالکل بے اصل ہیں۔ پھر وہ کس مُنہ سے کہہ سکتے ہیں کہ مسیح کو محض بن باپ مان لینے سے اُن کی خدائی ثابت ہو جاتی ہے۔ اُن کی خدائی تو تب ثابت ہوتی جبکہ یہ بھی درست ہوتا کہ (۱) عصمت خاصۂ نبوت نہیں، بلکہ خاصۂ الوہیت ہے۔ مسلمان تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمتِ کُبریٰ کا یقین رکھنے کے باوجود صرف آپ کی عبدیت اور رسالت ہی کے آگے سرنگوں ہوتا ہے۔ (۲) یہ کہ گناہ نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا رہتا ہے۔ اور ایک آدمؑ کے گناہ نے تمام بنی آدم کے چشمۂ زندگی کو مکدّر کر رکھا ہے۔ جب یہ باتیں سرے سے غلط ہیں اور مسلمان اِن کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر مسیح کی محض بن باپ پیدائش سے اُن کی اُلوہیت کیونکر ثابت ہو سکتی ہے؟ مسیح کی بن باپ پیدائش،

کے ستون پر اُن کی اُلوہیت کے بُت کو کھڑا کرنے کے لئے دو اور سہاروں کی ضرورت ہے جو پادریوں کو کسی طرح میسر نہیں آتے۔

غرض نہ بن باپ کی پیدائش کوئی الٰہی خصوصیت ہے۔ اور نہ کسی کا بن باپ ہونا اُس کے خدا ہونے کی دلیل۔ اگر یہ نہیں تو پھر آدمؑ کو بھی خدا مان لینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ بھی بن باپ کے تھے۔ نہ صرف یک تہی اور اکہرا خدا بلکہ انہیں تو دوہرا خدا ماننا چاہیئے۔ کیونکہ جہاں اُن کا باپ نہ تھا وہاں ماں بھی نہ تھی۔ چنانچہ خود قرآن مجید میں اس چیز کو پیش کیا گیا ہے۔ فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ فَقَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ○

اسی طرح ملک صدق سالم کی انسانیت کے ساتھ بھی اُلوہیت کے اتصال کا اقرار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کے متعلق عبرانیوں کے خط باب ۷ آیت ۲ و ۳ میں لکھا ہے کہ "یہ بے باپ بے ماں اور بے نسب نامہ ہے"۔ لیکن عیسائیوں کا یہ عقیدہ نہیں۔ ایک اور حوالہ بھی سُنیئے۔ یسعیاہ باب ۷ آیت ۱۴ میں ایک پیشگوئی کا ذکر ہے، کہ:-

"دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا پیدا ہوگا، اور وہ اس کا نام عمنوائیل رکھے گی۔ وہ دہی اور شہد کھائے گا۔"

اور اس کتاب کے آٹھویں اور نویں باب میں ہے، کہ وہ لڑکا پیدا ہوا۔ اب کیا عیسائی اس لڑکے کے سر پر بھی جو مسیح کے آنے سے پہلے پیدا ہوا، انسانیت کے ساتھ ساتھ اُلوہیت کا تاج رکھیں گے؟ غرض مسیح کو بن باپ مان کر یہ لازم نہیں آتا، کہ اُن کی اُلوہیت کو بھی تسلیم کیا جائے۔ یہ عقل اور نقل دونوں کے خلاف ہے۔

لیکن جب مسیح کی بن باپ پیدائش سے اُن کی اُلوہیت کا استدلال باطل ہے، تو سوال پیدا ہوتا ہے، کہ پھر مسیح کو بن باپ پیدا کرنے میں حکمت کیا تھی؟ اور اس کی کیا ضرورت تھی کہ اُس قانونِ پیدائش کو توڑ کر جو ہبوطِ آدمؑ کے بعد سے تمام رُوئے زمین پر جاری و ساری تھا، اور جسکے دائرہ میں حیوانات ہی نہیں نباتات بھی آچکے تھے، پھر قانونِ تکوین کو اختیار کیا گیا؟ سو جاننا چاہیئے، کہ ایک لمبے عرصہ

کی بدکرداریوں اور بدکاریوں کی وجہ سے بنی اسرائیل نااہل ہو چکے تھے کہ نبوّت کا وہ انعام جو نسلاً بعد نسلٍ ان میں چلا آرہا تھا، جاری رہتا۔ چنانچہ انتہائی مایوسی کے بعد جبکہ بیوی بھی بانجھ تھی اور خود حضرت زکریاؑ بھی بہت بوڑھے ہو چکے تھے، اور اپنی ساری تمناؤں کے باوجود انہیں حسرت تھی کہ ہمارے گھر بچہ کیسے پیدا ہوگا، یحییٰؑ پیدا ہوئے۔ گویا اس طرح اللہ تعالےٰ نے بتا دیا، کہ گو بنی اسرائیل اپنی روحانیت کو بالکل ضائع کر بیٹھے اور کھو چکے ہیں، اور اُن کے مَردوں کی صلبوں میں یہ قوت نہیں رہی، کہ ایسے قوت والے بچے پیدا کر سکیں، جن میں بارِ نبوّت کو سنبھالنے کی طاقتیں ہوں لیکن پھر بھی انتہائی تضرع زاری اور دُعا کے ذریعہ ان طاقتوں کو بحال کیا جا سکتا ہے۔ لیکن بنی اسرائیل نے اس الٰہی انتباہ کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اور اپنی سرکشی، تمرّد، بے راہ روی اور بدکرداری میں بڑھتے ہی چلے گئے۔ آخر اللہ تعالےٰ نے مسیحؑ کو بن باپ کے پیدا کر کے بتا دیا، کہ اب بنی اسرائیل کے مرد اپنی آخری طاقتیں بھی کھو چکے ہیں، اور وہ آئندہ کسی طرح بھی ایسے بچے نہیں پیدا کر سکتے جو نبوت ایسے کمالات حاصل کر سکتے ہوں۔ اور انہی معنوں میں حضرت مسیحؑ کو قرآن مجید میں عِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ قرار دیا گیا ہے۔ یعنی بنی اسرائیل کی اِس روحانی قیامت کے لئے مسیحؑ ایک علامت اور نشان ہیں۔ ان کو دیکھ کر معلوم کیا جا سکتا ہے، کہ بنی اسرائیل کا دورِ زندگی ختم ہو چکا ہے۔ اور مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ کے مطابق وہ روحانی موت سے ہمکنار ہو چکے ہیں۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ کیونکہ نوشتوں میں کہا گیا تھا، کہ امامت و نبوت کی یہ روحانی دولت ابراہیمؑ کے سارے گھرانے کو منتقل ہوگی، اور ہاجرہؑ کی اولاد بھی اِس سے اسی طرح حصہ پائے گی جس طرح سارہؑ کی اولاد۔ اب تک بنی اسرائیل پر اسکی ارزانی رہی، اب ان کے بھائیوں بنی اسمٰعیل کی باری ہے۔ اور اب وہ اس کے مستحق ہیں کہ اپنے باپ ابراہیمؑ کی میراث پائیں۔

اور مسیحؑ کو بن باپ پیدا کرنے سے اسطرف بھی اشارہ ہے، کہ اب اگر بنی اسرائیل کا کوئی فرد مسیحؑ کی طرح انعام نبوّت حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اسے چاہیئے کہ اسرائیلی سلسلہ سے اپنے تئیں منقطع کر کے اسماعیلی سلسلہ سے اپنا پیوند جوڑے، اور اسرائیلی فرزند نہیں بلکہ اسماعیلی

فرزند بن جائے۔

از بسکہ یہ ایک باریک روحانی اور نفسیاتی امر ہے، اور بنی اسرائیل کا ذہنی ارتقاء اتنا بلند نہ تھا، اس لئے جہاں اس وقت انبیاء کے معجزات میں مادی پہلو غالب ہوتا تھا، اور الٰہی نوشتوں میں مادی تمثیلات میں باتیں کہی جاتی تھیں، وہاں اس روحانی انقطاع کے مسئلہ کو بھی مادی انقطاع کے ذریعہ سمجھایا گیا۔ اور بتایا گیا، کہ جس طرح بنی اسرائیل کا کوئی فرد مسیح ایسے صاحب کمالات وجود کی جسمانی پیدائش کا موجب نہیں بن سکتا، وہاں اس میں یہ بھی اہلیت نہیں کہ وہ کسی کی مسیح ایسی روحانی پیدائش کا ذریعہ بن سکے۔ کیونکہ افاضۂ روحانیت کا سلسلہ بنی اسماعیل کی طرف منتقل کر دیا گیا ہے۔ اب اگر کسی کو فیضِ نبوت مل سکتا ہے، تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اسماعیلی فرزندی میں آکر۔ یہی وجہ ہے، کہ اس زمانہ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام باوجود نسلاً اسرائیلی ہونے کے نبوت کا مقام اس وقت حاصل کر سکے، جب آپ نے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی فرزندی میں آکر اپنا پیوند اسماعیل سے جوڑ لیا، اور اسماعیلی گھرانے کی نئی روحانی زندگی پاکر مجمع البحرین ہو گئے۔ اس موضوع کے ابھی بہت سے گوشے تشنۂ تفسیر ہیں، لیکن وقت زیادہ گذر رہا ہے۔ اس لئے آخر میں نہایت اختصار سے یہ کہکر آپ سے رخصت ہوتا ہوں کہ نہ یہ درست ہے، کہ معصومیت دلیلِ الوہیت ہے۔ نہ ٹھیک ہے، کہ ہر شخص کی پیدائش کا چشمہ آدم کے گناہ کیوجہ سے مکدر ہے، نہ اسمیں کوئی صداقت ہے، کہ بے باپ بے گناہ ہوتا ہے، اور نہ مسیح کی بن باپ پیدائش میں یہ حکمت تھی، کہ ایک کھاتے پیتے انسان کو اس ذریعہ سے خدا بنا دیا جائے، اور ناسوت لاہوت سے پیوند پکڑلے۔ بلکہ اسکی غرض بنی اسرائیل کو یہ بتانا تھی: کہ آئندہ سے بنی اسرائیل سے انعامِ نبوت منتقل کر کے بنی اسماعیل کو عطا کیا جا رہا ہے حضرت یحیٰی کی غیر معمولی پیدائش سے بنی اسرائیل نے نصیحت حاصل نہ کی اور اپنی بے راہ رویوں میں بڑھتے چلے گئے۔ اب مسیح کی اس سے بڑھکر غیر معمولی پیدائش کے ذریعہ ان کی موت کا نقارہ بج گیا ہے۔ اور قانونِ تخلیق کو توڑ کر قانونِ تکوین اسلئے اختیار کیا گیا ہے، کہ یہ عظیم الشان مادی تفسیر ایک عظیم الشان روحانی تغیر پر دلیل ہو ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مولوی ثناء اللہ صاحب سے آخری بات

ہمیں صاف لفظوں میں اعتراف کرنا چاہیئے، کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو اپنے دامِ افتادوں اور "اہلحدیث" کے قارئین کو دھوکہ میں رکھنے میں خوب مہارت ہے۔ آخر چالیس سالہ اخبار نویسی سے اگر یہ فن بھی نہ آیا، تو اتنا عرصہ بھاڑ جھونکنے سے کیا حاصل کیا؟

مولوی صاحب نے ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کے قابل مصنف ہونے پر مناظرہ کا چیلنج دیا تھا، ہم نے آپ کے اس چیلنج کو منظور کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کی، کہ مناظرہ تحریری ہو یعنی آپ اپنا پرچہ "اہلحدیث" میں چھاپ دیا کریں، اور ہم "ریویو" یا "الفضل" میں۔ مگر مولوی صاحب بعض وجوہ کی بناء پر جنہیں ہم اور وہ خوب جانتے ہیں، اس تجویز کے مطابق تحریری مناظرہ سے پہلوتہی کر رہے ہیں۔ "ریویو" کے گذشتہ پرچہ میں ہم نے یہ لکھا تھا، کہ:-

"مولوی ثناء اللہ صاحب تحریری مناظرہ کی طرف نہیں آتے"

ہمارا یہ فقرہ درج کر کے مولوی ثناء اللہ صاحب "اہلحدیث" مؤرخہ ۸ ار دسمبر میں اپنے قارئین کی آنکھوں میں دُھول ڈالنے کی کوشش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

"اس غلط فقرہ کو اس پرچہ (یعنی ریویو) میں بار بار دُہرایا گیا ہے"

مولوی صاحب نے ہمارے فقرہ کو غلط قرار دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ تو ہماری تجویز کے مطابق تحریری مناظرہ کیلئے تیار ہیں، مگر ہم خواہ مخواہ غلط طور پر آپ کی طرف تحریری مناظرہ سے فرار منسوب کر رہے ہیں۔

پس ہم اس بحث کو اب طُول نہیں دیتے۔ اور مولوی صاحب سے درخواست کرتے ہیں، کہ اگر آپ فی الواقع ہماری تجویز کے مطابق تحریری مناظرہ سے فرار نہیں کر رہے، تو پھر دیر کس بات کی ہے؟ آئیے اور اپنا دعویٰ مع دلائل "اہلحدیث" میں پیش کیجئے۔

ہمارا فقرہ تو اسی صورت میں غلط ہو سکتا ہے، جب آپ ہماری تجویز کے مطابق تحریری مباحثہ کیلئے تیار ہوں لیکن اگر آپ اس کیلئے تیار نہیں ہیں، تو پھر ہمارا فقرہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ اب دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو جیسا کہ ہم نے تجویز پیش کی ہے، آپ تحریری مباحثہ شروع کریں۔ اور یا پھر یہ مان لیں کہ آپ نے بیجا صحیح فقرہ کو غلط قرار دیکر "اہلحدیث" کے قارئین کو دھوکہ میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔

باقی رہا پادری عبداللہ آتھم والا مناظرہ۔ تو اس کا ذکر آپ جان بچانے کیلئے محض بہانہ کے طور پر کرتے ہیں۔ یہ طریقِ مناظرہ آپ جیسوں سے بحث کا موزون نہیں ہے۔ پادری عبداللہ آتھم آپ سے زیادہ سنجیدہ اور معقول آدمی تھا۔ اس لئے اس سے جس طریق پر مناظرہ کیا گیا، ضروری نہیں، کہ آپ سے بھی اسی طریق پر مناظرہ کیا جائے۔ ہم اس تقابل کو پسند نہیں کرتے تھے۔ مگر چونکہ آپنے بار بار اس کا ذکر طعن آمیز طریق میں کیا ہے، اسلئے مجبوراً ہم نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اب ایک اور شرط بڑھائی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:-

"جماعت احمدیہ میں سے جو فریق مناظرہ کرنا پسند کرے اس کا سرگروہ پیش ہونا چاہیئے۔"

ناظرین کو علم ہے، کہ مناظرہ کی اس گفتگو کی ابتداء یوں ہوئی تھی، کہ ہمنے مولوی صاحب کی ایک کتاب پر "ریویو" میں تبصرہ کیا تھا۔ اور اسکی بعض خامیوں کیطرف اشارہ کیا تھا جس سے چڑ کر آپنے انتقامی جذبہ کے ماتحت یہ لکھا، کہ مرزا صاحب بھی کوئی قابل مصنف نہ تھے۔ اور اگر چاہو تو میں اس موضوع پر مناظرہ کرنے کیلئے تیار ہوں۔ اور اس چیلنج میں سب "قادیانی ممبروں" کو مخاطب کیا۔ اب سوال یہ ہے کہ جب آپکی گفتگو ہمسے ہو رہی تھی اور اسی گفتگو کے دوران میں آپنے یہ چیلنج دیا تھا، تو اب اس نئی شرط کے کیا معنے؟ کیا اسکی یہ وجہ نہیں کہ اب آپ ایسی شرطیں زائد کرکے مناظرہ سے فرار کا بہانہ تلاش کر رہے ہیں؟ مگر اسکے باوجود آپکی دیدہ دلیری قابلِ داد ہے کہ آپ "اہلحدیث" میں اپنے تازہ مضمون کا عنوان ہی یہ رکھتے ہیں، "مباحثہ سے فرار کس کیطرف سے ہے"؟ اور پھر اپنے دام افتادوں کو اندھیرے میں رکھنے کیلئے فرار کی ذمہ داری ہمپر ڈالتے ہیں۔ خیر یہ تو آپکی پرانی مناظرانہ چالیں ہیں، ہم کہانتک انہیں بیان کریں۔ مناظرہ کے سلسلہ میں اب ہم آخری بات آپسے یہ کہتے ہیں کہ جیسا کہ آپنے اپنے تازہ مضمون میں ثابت کرنیکی کوشش کی ہے، اگر ہمنے آپکی طرف یہ بات غلط منسوب کی ہے کہ آپ ہماری تجویز کے مطابق تحریری مباحثہ سے فرار کر رہے ہیں، تو آپ اپنے عمل سے اسے غلط ثابت کر کے دکھائیں یعنی مناظرہ شروع کرتے ہوئے اپنا پرچہ "اہلحدیث" میں شائع کردیں۔ ہم اسکا جواب "ریویو" یا "الفضل" میں شائع کردینگے۔ اگر اب بھی آپ ہماری تجویز کے مطابق تحریری مناظرہ پر آمادہ نہ ہوئے۔ تو دنیا جان لیگی، کہ آپ چیلنج دیکر پچھتا رہے ہیں۔ اور اب پیچھا چھڑانے

وصیتیں

نوٹ :۔ وصایا منظوری سے پہلے اس لئے شائع کیجاتی ہیں کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر کو اطلاع دے۔

نمبر ۶۳۰۹ ۔ ملکہ سردار بیگم زوجہ بازخان صاحب قوم جرب عمر ۷۰ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۲۴ء ساکن نورنگ ڈاکخانہ آڑہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۱۲/۴۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اسوقت کوئی جائداد نہیں۔ مجھ کو مبلغ ۷۰ روپے اپنے خاوند کیطرف سے بطور عطیہ ملے ہیں جو میرے پاس اسوقت موجود ہیں۔ اس کے ۱/۵ حصہ کی وصیت یکمشت یا بذریعہ قسط مبلغ ۱۴ روپے خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان داخل کرکے رسید حاصل کرونگی۔ اس کے سوا مجھے اپنے پسر عزیز ڈاکٹر محمد خان صاحب کیطرف سے بھی مبلغ ۵ روپے ماہوار ملتے ہیں۔ اس کے ۱/۵ حصہ کی بھی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور یکم نومبر ۱۹۴۲ء سے ایک روپیہ ماہوار کے حساب سے ماہ بماہ ادا کرکے رسید حاصل کرتی رہونگی۔ جو حق مہر میرے خاوند کے ذمہ تھا اسکو عرصہ ہؤا کہ میں وصول کرکے خرچ کرچکی ہوں۔ نیز میری وفات پر جو جائداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو اس کے ۱/۵ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ سردار بیگم۔ گواہ شد۔ بازخان سکنہ نورنگ خاوند موصیہ۔ گواہ شد۔ مہرالدین امیر جماعت احمدیہ تبال۔

نمبر ۶۳۱۱ ۔ منکہ محمود الحسن ولد ڈاکٹر افضل محمد صاحب قوم ہندوستانی پیشہ ملازمت سرکاری عمر ۳۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۹ء ساکن حال منڈی ویم قصبہ ڈاکخانہ خاص ضلع جنوبی ارکاٹ صوبہ مدراس بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳/۱۲/۴۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ فی الحال میری کوئی غیر منقولہ جائداد نہیں ہے۔ میری موجودہ جائداد صرف منقولہ ہے۔ اور اس متاع قلیل کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ (۱) نقد مبلغ ۶ ہزار روپیہ۔ (۲) اثاثۃ البیت یعنی کپڑے فرنیچر وغیرہ تخمیناً ایک ہزار روپیہ۔ (۳) موٹر کار استعمال شدہ قیمتی قریباً ۲ ہزار ۵ سو روپے کل ۹۵۰۰ روپے کہ جن کا نصف ۴۷۵۰ روپے ہوتا ہے۔ اس مذکورہ بالا جائداد کے ۱/۳ حصہ کی (یعنی قیمتی ۳ ہزار ۲ سو روپے) میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حق میں وصیت کرتا ہوں۔ میں کوشش کروں گا کہ حتی المقدور اسے بہت جلد بصورت نقد ادا کردوں۔ لیکن اگر میں ایسا نہ کرسکا، تو صدر انجمن احمدیہ قادیان مجاز ہوگی، کہ میری متروکہ سے اس حصہ جائداد کو وصول کرلے۔ ماسوا اس کے اگر میری وفات کے وقت مذکورہ بالا جائداد کے علاوہ میری اور کوئی جائداد ثابت ہو۔ تو اُن جائداد کا

ایک تہائی حصہ وصول کرلینے کا حق صدر انجمن احمدیہ قادیان کو حاصل ہوگا۔ علاوہ اس کے مجھے سرکار انگریزی کی طرف سے ماہ بماہ تنخواہ ملتی ہے۔ اور یہ میری مستقل آمدنی کی صورت ہے۔ مَیں یہ بھی وصیت کرتا ہوں، کہ ہر ماہ اپنی ماہوار آمدنی کا دسواں حصہ صدر انجمن احمدیہ کے خزانہ میں ادا کرتا رہوں گا۔ اور تا قید حیات اس کا پابند رہوں گا۔ العبد۔ محمود الحسن بقلم خود منڈی دیم۔ گواہ شد۔ محمد عبداللہ بادشاہ۔ گواہ شد۔ سید احمد تاجر۔

نمبر ۶۳۱۳ ۔ منکہ امۃ الغنی زوجہ مولوی محمد الدین صاحب قوم شیخ عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی ساکن انبالہ شہر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱۱/۴۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد اس وقت مندرجہ ذیل ہے۔ نقبہ یاں طلائی وزن اندازاً ۲ تولہ قیمت ۱۲۵ روپے۔ پن طلائی ۹ ماشہ قیمت ۳۵ روپے۔ کانٹے طلائی ۵ ماشہ قیمت ۲۰ روپے انگوٹھی طلائی ۵ ماشہ قیمت ۲۰ روپے۔ چھیاں نقرئی قیمت ۱۰ روپے۔ کل میزان ۲۲۰ روپے۔ حق مہر ۳۰۰ روپے جو کہ ابھی میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔ اس کے علاوہ میری کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد نہیں۔ میں اپنی کل جائداد ۵۲۰ روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور یہ بھی اقرار کرتی ہوں، کہ میرے مرنے کے بعد جسقدر اور جائداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ مَیں کوشش کرونگی، کہ اپنی وصیت کا حصہ اپنی زندگی میں ہی ادا کر دوں۔ اگر خدانخواستہ میں ادا نہ کرسکوں، تو میرے ورثاء یا جائداد سے وصول کیا جائے۔ اِسوقت مجھے بطور الاؤنس اخراجات کے لئے ۱۰ روپیہ ماہوار ملتے ہیں۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ الأمۃ۔ امۃ الغنی بقلم خود۔ گواہ شد۔ عطا محمد محرر صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ گواہ شد۔ محمد الدین خاوند موصیہ۔

نمبر ۶۳۱۶ ۔ منکہ نواب بی بی زوجہ چوہدری حکم دین صاحب قوم جٹ عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۸ء ساکن دیال گڑھ براستہ دھاریوال ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۸/۱۱/۴۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اِس وقت میری حسب ذیل جائداد ہے چاندی کا زیور جس کی تفصیل یہ ہے۔ ہنسلی ۲۰ تولہ۔ گوکھرو ۱۲ تولہ۔ بند ۱۰ تولہ۔ (ڈنڈیاں ۴ تولہ) سوائے ڈنڈیوں کے۔ جو بریکٹ میں ظاہر کی گئی ہیں، باقی سب زیور فروخت کرچکی ہوں۔ اس زیور کی کل قیمت بمع ڈنڈیاں مبلغ ۷۰ روپے بنتی ہے۔ نیز میرا مہر ۳۲ روپے بھی وصول ہوچکا ہے۔ زیور کی قیمت اور مہر کل مبلغ ۱۰۲ روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز میرے خاوند اور میرے لڑکوں کی طرف سے مبلغ ۵ روپے ماہوار مجھے ملتے ہیں۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اسکے علاوہ میری وفات کے بعد اگر میری کوئی جائداد ثابت ہو، تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ اُردو

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

مدیر

علی محمد اجمیری

بابت ماہ محرم ۱۳۶۲ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۴۳ء

ماہ تبلیغ ۱۳۲۲ہش

جلد ۴۲ عدد ۲

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے اور بیرونِ ہند چار روپے ہے۔ طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اُردو ماہنامہ ہے۔ بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اس کے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	تیس روپے	اٹھتر روپے	ایک سو چالیس روپے	دو سو ستر ،،
نصف صفحہ	اٹھارہ روپے	اڑتالیس روپے	چوراسی روپے	ایک سو پچاس ،،
ربع صفحہ	بارہ روپے	تیس روپے	چوّن روپے	نوّے ،،

لا اله الا الله محمد رسول الله

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۴۲ | بابت ماہِ محرم سنہ ۱۳۶۲ھ مطابق ماہِ فروری سنہ ۱۹۴۳ء | عدد ۲

فہرست مضامین

انسانیت اور سیاست

(از عالیجناب نواب اکبر یار جنگ بہادر ریٹائرڈ جج ہائیکورٹ حیدرآباد دکن)

عالیجناب نواب اکبر یار جنگ بہادر ایڈووکیٹ ہائی کورٹ حیدرآباد دکن ہمارے سلسلہ کے اُن چند منتخب افراد میں سے ہیں جن کو بفضلہ تعالیٰ نیکی و تقوی کے ساتھ ہی علم، روشن ضمیری اور صفائی قلب و دماغ سے بھی وافر حصہ ملا ہے۔ آپ نہ صرف ایک قابل قانون دان ہی ہیں، بلکہ زبردست صاحب قلم بھی۔ علمی میدان میں آپ کا پایہ خدا کے فضل سے بہت بلند ہے، اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ آپ زبانِ اُردو کی صفِ اوّل کے انشاء پردازوں میں سے ہیں۔ آپ کی تحریر کا ایک نمایاں وصف یہ ہے کہ جس موضوع پر آپ قلم اٹھاتے ہیں، موقعہ کی مناسبت سے اس کے تمام پہلوؤں کو خوب اُجاگر کر دیتے ہیں۔ چونکہ آپ ایک روحانی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اسلئے آپ کے مضامین میں، خواہ وہ سیاسی حیثیت رکھتے ہوں یا کوئی اور حیثیت، مذہبی عنصر غالب ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ آپ نے اپنے اس مضمون کے آخر میں تحریر بھی فرمایا ہے، آپ ہر مسئلہ پر اسلام اور قرآن مجید کی روشنی میں غور فرماتے ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا عنوان پر بھی جو خالص علمی اور سیاسی ہے، آپ نے جابجا قرآن مجید سے استشہاد کیا ہے۔ اور یہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی تربیت کا نتیجہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے افراد ہر چیز کو قرآن مجید کی روشنی میں دیکھنے کے خوگر ہیں، اور ہر مسئلہ میں اسی چشمہ صداقت سے فیض حاصل کرتے ہیں۔

ہم اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں، کہ عالیجناب نواب صاحب وقتاً فوقتاً ہماری درخواست کو شرفِ قبولیت بخش کر اپنے بلند پایہ علمی مضامین ریویو کے لئے بھیجتے رہتے ہیں، اور یہ مضامین ہمیشہ رسالہ کے ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوتے ہیں۔ اگر موصوف اپنے اس قومی رسالہ کی قلمی اعانت کا سلسلہ ذرا اور وسیع فرما دیں، اور اپنے بیش قیمت مضامین پہلے کی نسبت تھوڑے وقفہ کے ساتھ ارسال

فرماتے رہیں، تو انشاء اللہ رسالہ کی علمی شان میں قابلِ قدر اضافہ ہوجائیگا۔ اور اگر جناب نواب صاحب محترم کی طرح سلسلہ کے دیگر اہلِ قلم اصحاب بھی موجودہ ضروریاتِ زمانہ کے مطابق اسلامی روشنی میں علمی مقالے لکھکر ارسال فرماتے رہیں، تو یقین سے کہا جا سکتا ہے، کہ سلسلہ کے متعصب سے متعصب مخالفین بھی ہمارے رسالہ سے استفادہ کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ دنیا آج ایک عجیب قسم کی بھول بھلیوں میں پھنسی ہوئی حقیقی رہنمائی کی تلاش میں ہے۔ اور یہ رہنمائی اسلام اور قرآن مجید کی تعلیمات کی اسی تعبیر و تشریح کے ذریعہ کی جا سکتی ہے، جسے احمدیت پیش کر رہی ہے سو یہ وقت ایک زبردست قلمی جہاد کا ہے۔ دنیا کے رجحانات اور ضروریات کو مدنظر رکھکر ہمیں اسلام کی تعلیم کو پیش کرنا ہے۔ پس ضرورت ہے کہ وہ دوست جن کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے، وہ اس طرف متوجہ ہوں، اور حالاتِ زمانہ کا مطالعہ کر کے دنیا کی موجودہ روحانی، اقتصادی اور سیاسی مشکلات کا حل قرآن مجید سے پیش کریں۔

حیدرآباد دکن میں ایک علمی سوسائٹی "حیدرآباد فیلوشپ" کے نام سے قائم ہے، جو مختلف علمی موضوعوں پر ملک کے مشہور اشخاص سے تقریریں کراتی رہتی ہے۔ ذیل کی تقریر "انسانیت اور سیاست" پر محترم جناب نواب صاحب نے سوسائٹی مذکور کے زیرِ اہتمام ۴ اگست ۱۹۴۲ء کو فرمائی۔ ہم اسے بعد شکریہ "ریویو" میں شائع کرنیکا فخر حاصل کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

آج جس عنوان پر مجھے تقریر کرنا ہے، کسی زمانہ میں خواہ کتنا ہی دلچسپ و دلکش عنوانِ تقریر سمجھا جا سکتا ہو لیکن آج اس زمانہ میں جبکہ "انسانیت" اور "سیاست" باہم دست و گریباں ہو رہی ہیں، یہ عنوان نہایت ہی خوفناک معلوم ہوتا ہے۔

اس دھواں دار جنگ میں جس نے انسان کی بصیرت و بصارت دونوں کو اپنے دھوئیں سے دھندلا کر دیا ہے "انسانیت" کا اصلی چہرہ نظر آنا دشوار ہے۔ اور جب تک "انسانیت" کو نہ پہچان لیا جائے اُس کا تعلق سیاست سے معلوم کرنا تقریباً ناممکن سا ہے۔ پس ایسے خوفناک زمانہ میں انسانیت اور انسانی سیاست پر محض کوئی تقریر کیونکر دل نشین اور باعثِ تسکین ہو سکتی ہے۔ موجودہ مہیب جنگ نے نہ صرف زمین و آسمان، ہوا اور پانی میں انقلابی

کیفیت پیدا کردی ہے، بلکہ انسانی قلب و روح، عقل و دماغ کو بھی ہلا ڈالا ہے۔ جنگ کرنے والے جنگ میں مصروف ہیں، اور دنیا کے مفکّروں اور فلاسفروں کے دل و دماغ حیران و پریشان ہو کر اس ٹوہ میں لگ گئے ہیں کہ دنیا کو یہ کیا ہو گیا ہے؟ گویا قرآن پاک کے یہ الفاظ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا اپنے ظاہری معنوں کے لحاظ سے پورے ہو گئے۔ معنی ان الفاظ کے یہ ہیں کہ:-

"جب زمین اچھی طرح ہلائی جائیگی، اور وہ اپنے اندر کی تمام بھاری چیزوں کو باہر پھینک دیگی
تو اس وقت انسان بے قرار ہو کر کہنے لگے گا، کہ یہ کیا ہو گیا ہے؟"

اس دورانِ جنگ میں ہندوستان اور یورپ دونوں جگہ اسی قسم کے سوالات ہونے لگے ہیں۔ ہر شخص کے دل میں بار بار یہ سوالات اٹھتے ہیں، کہ دُنیا کو یہ کیا ہو گیا ہے؟ ایسی مہذب اور متمدن اقوام جنہوں نے علوم و سائنس کے ذریعہ سے دُنیا میں چار چاند لگا دیئے ہیں، یہ کس قسم کی وحشت و بربریت کا مظاہرہ کر رہی ہیں، جو دنیا کو تباہ و برباد کر کے ہی چھوڑے گا۔ اگر وقت نے اجازت دی، اور اپنے سلسلۂ تقریر میں مجھے موقع مل سکا، تو میں آخر میں آپ کو دنیا کے بعض مفکّرین کے خیالات سے بھی کسی قدر آگاہ کرونگا۔ فی الحال بلحاظ اپنے عنوانِ تقریر کے مجھے پہلے یہ بیان کرنے دیجئے کہ "انسانیت" کیا چیز ہے؟

موجودہ ہنگامہ آرائیوں کی وجہ سے خود انسان اپنی انسانیت سے اس درجہ متنفر اور بیزار ہو گیا ہے کہ بعض لوگوں نے تو یہاں تک کہدیا، اگر "انسانیت" یہی ہے، جس کا ظہور ساری دنیا میں ہو رہا ہے، تو مہذب اور شائستہ لوگوں کو آئندہ افزائش نسل انسانی سے باز رہنا چاہیئے۔ اگر فی الحقیقت "انسانیت" یہی ہے جس کا ظہور یورپ میں ہو رہا ہے، تو اس سے تو حیوانیت ہی اچھی جو دنیا کی تباہی میں کوئی حصہ نہیں لیتی۔ یہ تو انسانوں کے خیالات و افکار ہیں، جن کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ ان کے دل و دماغ کو موجودہ ہولناک جنگ نے الٹ دیا ہے۔ لیکن میں آپ کو بے گناہ، مطمئن، غیر فانی مخلوق کے خیالات بھی سُنا سکتا ہوں جس نے انسانی پیدائش کی ابتدا ہی میں مخالفت کی تھی۔

قرآنِ پاک میں بھی اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، کہ جب فرشتوں کو بارگاہِ الٰہی سے ارادۂ الٰہی

کی اطلاع ملی، کہ انسان پیدا کیا جانیوالا ہے، تو انہوں نے اپنے اُن معلومات سے کام لیکر جو اُن کو انسانی خلقت کی وضع و ترکیب اور کیمیاوی امتزاج کے متعلق حاصل تھے، بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اے ہمارے مالک! ہم اطاعت شعاروں اور فرمانبرداروں کی موجودگی میں جو رات دن آپ کے احکام کی بجاآوری میں مصروف اور آپ کی بزرگی و پاکی کے ورد میں مشغول رہتے ہیں، آپ ایسی مخلوق پیدا کرنے والے ہیں، جو آپ کی زمین پر فتنہ و فساد پھیلائیگی اور خون کی ندیاں بہائیگی۔ فرشتوں کے اس باادب معروضہ سے جو انہوں نے بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا تھا، یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ انسان کی خلقت و فطرت ہی میں قتل و غارت اور فتنہ و فساد کا مادہ رکھا گیا ہے، اور اس فطرت ہی کے ساتھ وہ پیدا کیا گیا ہے۔ تاریخ عالم اور موجودہ زمانہ کے واقعات سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے، کہ فرشتوں کی یہ پیش قیاسی غلط نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرشتوں کے معروضہ اور ان کے مبینہ وجوہ کی کوئی تردید نہیں فرمائی۔ صرف یہ فرمایا۔ "نہیں جی! تم کو وہ بات معلوم نہیں جو ہم کو معلوم ہے" یعنی جن اغراض و مقاصد کے لئے انسان پیدا کیا جارہا ہے، اُن کا تم کو علم نہیں، تم تو صرف اتنا ہی جانتے ہو کہ جس مادہ سے وہ پیدا کیا جارہا ہے، اس کے کیا اثرات ہونگے۔ اس جواب سے یہ تو واضح ہوگیا کہ فرشتوں کا علم ناقص و نامکمل تھا، لیکن یہ ظاہر نہیں ہوتا، کہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ غلط تھا۔ اور انسان فتنہ و فساد اور قتل و غارت نہیں کریگا۔ لیکن فرشتوں کا ناقص علم ایسا ہی تھا، جیسے کوئی ہوا، پانی اور آگ کی قوتوں اور خاصیتوں کو دیکھکر کہدے کہ یہ ساری قوتیں دُنیا کو ایک پَل میں تباہ و برباد کردیں گی۔ بلاشبہ طوفان، بادوباران اور سیلاب و آتشزدگی بڑی خطرناک چیزیں ہیں، اور ان سے جو ہلاکت و تباہی وقوع میں آتی ہے، اُس سے کوئی مفر نہیں۔ لیکن طوفان، بادوباران اور سیلاب و آتشزدگی کی وجہ سے ان عناصر کی قدر و قیمت کم نہیں ہوسکتی، جن پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے۔ پس فرشتوں کا علم بھی اسی قسم کا تھا، جس کی بناء پر انہوں نے بارگاہِ ربّ العزّت میں خلقتِ انسانی کے ارادہ الٰہی کی نسبت اپنا معروضہ پیش کیا تھا۔ اور اس علیم و خبیر خدا نے جس کے علم کی کوئی تھاہ نہیں پا سکتا۔ اِنِّیٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ[1] کہکر فرشتوں کے معروضہ کو ردّ کر دیا۔

---

[1] میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (بقرہ۔ رکوع ۴)

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ انسان فتنہ و فساد اور قتل و غارت تو کرے گا لیکن صرف یہی انسانیت نہیں، بلکہ انسانیت کچھ اور چیز ہے جس کی خبر فرشتوں کو بھی نہیں۔ فرشتوں نے جن بہترین معلومات کے ساتھ انسانیت پر اعتراض کیا تھا، شاید ہمارے مفکرین جن کی نسبت میں اُوپر اشارہ کر چکا ہوں، اس حد علم تک پہونچے بغیر موجودہ ہولناک جنگ سے متاثر ہو کر "انسانیت" کی عزت و عظمت کی جانب سے بلا وجہ بدظن ہو رہے ہیں۔

قوس قزح میں سینکڑوں رنگ ہوتے ہیں، سرخ، سفید، زرد، سبز، سیاہ، بنفشی و عباسی اور ان مفرد رنگوں سے مل کر بہت سے دوسرے مرکب رنگ پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک رنگ کو قوس قزح نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح "انسانیت" کے بہت سے پہلو اور مختلف جہات ہیں۔ کسی ایک جہت یا ایک پہلو سے اس پر کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔ ہمارا ایک قومی شاعر کہتا ہے سے:-

آدمی، جانور، فرشتہ، خُدا ؛ آدمی کی ہیں سینکڑوں قسمیں

انسان کی فطرت کے ان عجائبات کو دیکھ کر ایک فارسی شاعر کہتا ہے:-

سے آدمی زادہ طرفہ معجونیست ؛ از فرشتہ سرشتہ وز حیواں

گر کند میل ایں شود کم ازیں ؛ ور کند قصد آں شود بہ ازاں

پس "انسانیت" اور انسانی فطرت کسی ایک پہلو یا ایک حیثیت سے دیکھی یا سمجھی نہیں جا سکتی۔ انسانی فطرت اتنی پیچیدہ و مرکب اور عمیق ہے کہ کسی ایک وقت یا مختلف اوقات میں ایک ہی قسم کے چند واقعات کے مسلسل ظہور پذیر ہونے پر بھی وہ پورے طور پر اس طرح سامنے نہیں آجاتی جس کو فہم انسانی احاطہ کر سکے۔ وہ اتنی نرم اور تغیر پذیر ہے کہ بعض اوقات اُس کے سابقہ و حالیہ ظہورات کو مطابق ہی نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً اسلام سے پہلے کے عربوں کا مقابلہ اسلام کے بعد کے عربوں سے کیجئے تو باہم کوئی مطابقت ہی نہیں۔ عربوں کی جس فطرت کا ظہور اسلام سے پہلے ہوتا رہا اُس کو اسلامی تعلیم نے کلیتہً بدل دیا ہے۔ اس طرح دنیا کی تمام موجودات اور ماحول کا فطرت انسانی پر ایسا اثر پڑتا ہے جس کی وجہ سے وہ کسی ایک جگہ پر قائم نظر نہیں آسکتی۔ فطرتِ انسانی کی بوقلمونی اور اُس کے مختلف و متضاد مظاہرات سے دُنیا کی تاریخ بھری پڑی ہے۔

کبھی فطرت انسانی رحم و کرم اور ہمدردی مخلوق کے روپ میں نظر آتی ہے تو کبھی ظلم و ستم اور قتل و غارتگری میں اپنا جلوہ دکھاتی ہے۔ بقول شخصے "انسان کا پوت کبھی ولی کبھی بھوت"۔ دنیا پر جو مختلف انقلابات آئے اور تہذیب اور تمدن کے سینکڑوں تغیر پذیر دور گذرے وہ سب کے سب انسانی فطرت کے اس راز کو فاش کر رہے ہیں۔ لیکن فطرت انسانی کے ان مظاہرات کو تاریخ عالم کے صفحات پر دیکھنے اور سمجھ لینے کے بعد بھی انسانی حقیقت کے سمجھنے سے فہم انسانی عاجز رہتا ہے۔ اس لئے انسان اپنے علم و عقل سے مظاہرات فطرت انسانی کو مطابقت دینے کے لئے نظریات بناتا رہتا ہے۔ جو کبھی "فلسفہ" اور کبھی "مذہب" کے نام سے دنیا میں ہزاروں مکاتب خیال پیدا کر دینے کا باعث ہوئے۔ لیکن بقول اکبر مرحوم:-

سے برسوں فلاسفہ کی چناں اور چنیں رہی
لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی

پس مرکب و پیچیدہ فطرتِ انسانی کی گہرائیوں میں اتر کر "انسانیت" کی تلاش کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس مرکب انسانی فطرت کے معلوم و تحقیق کر لینے سے ایک انسان کسی حد تک سائیکالوجسٹ اور ماہر نفسیات تو ہو سکتا ہے۔ لیکن نفسیات انسانی بوجہ اپنی لوچ، لچک اور تغیر پذیر ہونے کے ایسی بھول بھلیاں ہے جس کے ذریعہ سے "انسانیت" یا حقیقت انسان کا پتہ لگانا غیر ممکن ہو جاتا ہے۔

ع :- کیں رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

"انسانیت" کو معلوم کرنے کے لئے کسی خاص قوم یا خاص گروہ کی نفسیات کو نہ دیکھئے، نہ کسی خاص ملک کے رہنے والوں پر نظر ڈالیئے۔ اگر آپ انسانی پیدائش کے بعد سے اس وقت تک تمام دنیا کے انسانوں پر یکساں اور یکجائی نظر ڈال سکیں گے، تو اس بھید کو پا جائیں گے جس کو "انسانیت" کہتے ہیں۔ اور یہ ایسا بھید ہے جو غور کرنے کے بعد ہر زمانہ، ہر ملک ہر قوم بلکہ ہر فرد انسانی میں آپ کو یکساں اور نمایاں نظر آئیگا۔

ابتدائے پیدائش انسانی سے ——— یعنی جب سے ہم کو اس کی پیدائش کا علم ہے، اس کی سرشت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ پہلے اپنے ماحول پر اور پھر رفتہ رفتہ ساری دنیا پر قابض اور حاوی ہو جانے کی خواہش رکھتا ہے۔ اور اپنے علم و قدرت کی پوری وسعت کے ساتھ زمین و آسمان کی ہر چیز پر حاکمانہ تصرف کرنا چاہتا ہے،

اور کرتا ہے، اور تلاش کر کر کے اپنے تصرفات کو بڑھاتا چلا جاتا ہے، بقول شخصے کہ:۔

ع :۔ رُکنا تیرا کام نہیں چلنا تیری شان

اور یہ انسانی سرشت ہر زمانہ، ہر ملک، ہر قوم بلکہ ہر فرد انسانی میں خواہ وہ تعلیم یافتہ ہو یا غیر تعلیم یافتہ ابتدا ء خلقت سے نمایاں نظر آتی ہے۔ اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ فی نفسہٖ انسان اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور یہی معنی خَلِيْفَةُ اللّٰهِ فِي الْاَرْضِ کے ہیں۔ اور یہی اصل انسانیت اور حقیقت انسانی کا اصل بھید ہے انسان کو یہ سرشت دیکر اُس سے کہدیا گیا ہے سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (سورہ جاثیہ رکوع ۲) یعنی جو کچھ زمین و آسمان میں ہے، وہ سب کا سب تمہارے تحت حکومت دیا گیا ہے۔ مخلوقات کی تسخیر اور اس پر انسانی حکومت اور قبضہ کے عمل ہم روزانہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ایک نہایت ادنیٰ اور معمولی مزدور جو اپنے اوزار سے مٹی کھود رہا اور پتھر پھوڑ رہا ہوتا ہے، وہ گویا اپنے علم و قدرت کے مطابق موجودات ارضی پر حکومت کر رہا ہوتا ہے۔ جب وہ اپنی روٹی اپنے ہاتھ سے پکا رہا ہوتا ہے، تب بھی اس کی قوتِ حکومت کار فرما ہوتی ہے۔ جب کھاتا ہے تب بھی وہ اپنی قوتِ تصرف کا اظہار کرتا ہے اور جتنی جتنی اُس کو قدرت مہیا ہوتی جاتی ہے، وہ اپنے علم کے مطابق اُس کو حکومت حاصل کرنے میں صرف کرتا رہتا ہے۔ جب وہ ایک بی بی کر لیتا ہے، یا ماما، یا باورچی اپنا کھانا پکانے کے لئے رکھ لیتا ہے، تب بھی وہ گویا اپنی حاکمانہ سرشت کا اظہار کرتا ہے۔ جب وہ چُلّو میں پانی پیتا ہے تب بھی تصرف کی قوت کا مظہر ہوتا ہے۔ جب وہ چاندی، سونے، یا کسی دھات، یا کانچ کا گلاس مہیا کر لیتا ہے اور پانی پینے کے لئے استعمال میں لاتا ہے تب بھی انسانی فطرت حکومت اور اس کی ترقی واضح ہوتی ہے۔ غرضیکہ انسان سراسر حکومت و قوت کا مظہر ہے جس کو ساری مخلوقات پر تصرف کا حق دیدیا گیا ہے، اور یہی اس کی اصلی فطرت و سرشت یعنی "انسانیت" ہے۔ اور شاید انسان کی اس حاکمانہ سرشت اور قوت کا مرکز و منبع نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ[1] کے رازدارانہ کلام سے وابستہ ہو۔ غرضیکہ جس جس حد تک انسان کو قوت حاصل ہوتی جاتی ہے، وہ اپنے تصرفات اور سلسلہ حکومت کو آگے بڑھاتا جاتا ہے۔ اور ہر مانع و مزاحم کو اپنے سامنے سے ہٹاتا جاتا ہے یہی وہ مقام ہے

[1] مَیں نے اس میں اپنی رُوح پھونکی (سورۃ حجر رکوع ۳)

جہاں پہونچکر بعض اوقات انسانی سرشتیں بے راہ روی اور بیجا استعمال سے باہم ٹکرا جاتی ہیں۔ چونکہ اس سرشت کے ساتھ اپنی حفاظت کی فطرت بھی انسان میں موجود ہے۔ اس لئے متصادم ہونیوالی انسانی سرشتوں میں بعض اوقات اس قدر شدید تصادم ہوتا ہے کہ اس سے شعلے نکلنے لگتے ہیں، جو "انسانیت" کو بھی جلا کر بھسم کر دیتے ہیں آج ان ہی شعلوں سے ہمارا سامنا ہے۔ یعنی جو ہولناک مظاہر ساری دنیا پر پھیلے ہوئے ہیں وہ اسی انسانی سرشت اور فطرت کا نتیجہ ہیں، جو دنیا پر حکومت کرنے کے لئے اس کو ودیعت کی گئی ہے۔ مگر فطرت کی یہ طغیانی آب و ہوا کے اس طوفان سے مشابہ ہے جو مخلوق کی تباہی کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے آب و ہوا انسانی زندگی کا باعث ہیں، اور انسان اپنا وجود قائم رکھنے کے لئے آج بھی ان کا محتاج ہے۔ اسی فطرت کی بدولت انسان نے پانی، ہوا، بجلی اور دنیا کی ہر چیز پر تصرفات کئے اور ان کو اپنا خادم بنایا۔ اور اسی فطرت کی بدولت اس نے اپنے ہم جنس کو اپنی سرشت کے پورا کرنے میں مانع ومزاحم سمجھکر اس کی تباہی و بربادی کا کام کیا، گویا۔

ع :- اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

چونکہ ہر انسان اپنی اس سرشت سے واقف ہے۔ اس لئے انسان باہم مل کر اس سرشت کو ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرانے سے محفوظ رکھنے کے لئے قواعد بناتے ہیں، یا معاہدات کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ اس خطرہ کو کم کیا جا سکے۔ اور اس طرح وہ اپنے حقوق و فرائض کا خود تعین کرتے ہیں۔ اور حقوق و فرائض کا تعین ہی انسان کو اخلاق کا سبق سکھاتا ہے۔ پس جبکہ انسانیت یہ ٹھہری، تو یہ سمجھ لینا کچھ دشوار نہیں رہتا، کہ اس کو سیاست سے کیا تعلق ہے۔ انسان اپنے علم وعقل و قوت سے مدد لیکر اپنی اس حاکمانہ سرشت کو پورا کرنے اور اپنے حاصلات کو محفوظ رکھنے کے لئے جو کچھ کر سکتا ہے وہ کرتا ہے۔ اور اس غرض کے لئے اس کو دیگر اشخاص، یا گروہ اشخاص، یا اقوام عالم یا اپنے پڑوسی ممالک سے موافق یا مخالف تعلقات رکھنے پڑتے ہیں۔ ان تعلقات کی استواری و یکجائیت کے لئے اس کو اپنے خودساختہ قواعد یا معاہدات کی پابندی بھی کرنی پڑتی ہے اور یہی "سیاست" ہے۔ اور خودساختہ قواعد یا معاہدات کی پابندی اخلاق ہے جس کا تعلق سیاست سے ہے۔ اس طرح سے سیاست گویا انسان کا فطرتی اور ضروری حق ہے۔ اس کے بغیر انسان اپنی دنیا کی زندگی اس طرح پر گذار نہیں سکتا، جس طرح وہ گذارنا چاہتا ہے۔ "سیاست" ایک عربی لفظ ہے جس کے معنے ہیں گھوڑے کو قابو میں رکھنا

یعنی گھوڑے کو قابو میں رکھنے کا فن۔ اسی تعلق سے یہ فقرہ مشہور ہے کہ سائیسی علم دریا ہے۔ تو وہ سائیسی بھی سیاسی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ سیاسی بہت ہی عمیق اور وسیع علم ہے۔ "سیاست" کے ان اصلی معنوں کے لحاظ سے اپنے مملوکات، اپنے حقوق، اور تمدنی تعلقات کے قابو میں رکھنے کو "سیاست" کہتے ہیں۔

"سیاست" کی اس مختصر تشریح کے بعد مجھے کسی اور تفصیل کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اس تشریح سے "انسانیت" اور "سیاست" کا باہمی تعلق بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ پس نہ تو "انسانیت" ہی ایسی چیز ہے جس سے کوئی نفرت یا بیزاری پیدا ہو یا نہ "سیاست" ہی ایسی چیز ہے جو دنیا میں تباہی و بربادی پھیلانے کا راست و بلا واسطہ ذریعہ قرار دی جائے۔

آجکل دنیا میں جو تباہی و بربادی جنگ کے نام سے پھیلائی جا رہی ہے یہ بلا شبہ انسانیت کی طغیانی اور سیاست کے طوفان کا نتیجہ ہے۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں، اگر آب و ہوا کی طغیانی اور طوفان سے آب و ہوا کی قدر و قیمت اور ضرورت میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی، تو "انسانیت" اور "سیاست" کی قدر و قیمت اور ضرورت بھی موجودہ دنیا کی ہنگامہ آرائیوں کی بدولت کم نہیں کی جا سکتی۔ یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس سے بہ تعلق انسانیت زمانہ موجودہ کی ہنگامہ آرائی اور تباہی و بربادی کی بھی کافی توجیہہ ہو جاتی ہے۔ بلا شبہ موجودہ ہنگامہ آرائیاں انسانیت و سیاست کا نہایت بے جا و نامناسب استعمال ہیں۔ بلکہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ تو خود انسان کی انسانیت سے نمایاں بغاوت ہے۔ لیکن میرا محدود و مختصر آج کا عنوانِ تقریر مجھے اجازت نہیں دیتا، کہ اس مضمون پر یعنی موجودہ ہنگامہ آرائیوں اور اس کے محرکات کی نسبت یا اس سلسلہ میں موجودہ تہذیب و تمدن کے عیوب اور کمزوریوں کی نسبت اپنی زبان کھولوں جو انسانیت کو تباہ و برباد اور بدنام کر دینے والی ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں ابتدائے تقریر میں اشارہ کر چکا ہوں، دنیا کے مفکرین نے یورپ اور ہندوستان دونوں جگہ اپنے اپنے رنگ میں اس مضمون پر اظہار خیالات کیا ہے، اور اگر آپ اجازت دیں تو ان میں سے کچھ خیالات آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ دہلی کے مشہور رسالہ "جامعہ" میں ایک مضمون بعنوان "تمدنِ انسانی کا انتشار" اپریل ۱۹۴۲ء کے پرچہ میں شائع ہوا ہے۔ فاضل مضمون نگار نے مضمون کی تمہید میں حسب ذیل سوالات قائم کئے ہیں:-

"انسانی تباہی کیوں جاری ہے؟ یہ قتل و خون کیوں ہو رہا ہے؟ انسان نے بالآخر اپنی عقل و خرد کو کیوں بالائے طاق رکھدیا ہے؟ کیا وہ اس وحشت و بربریت سے باز بھی آئیگا یا اسی خوفناک کھیل میں تباہ ہو جائیگا؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو بار بار ہمارے سامنے آتے ہیں اور جواب کے لئے ہمیں مجبور کرتے ہیں۔"

ان سوالات کو قائم کر کے مضمون نگار نے ان کے جوابات دینے کی کوشش کی ہے۔ اور سارا مضمون صرف اس ایک فقرہ کی تشریح ہے کہ: "جنگ دراصل اُس انتشار کا خارجی مظہر ہے جو اس وقت تمدن انسانی میں موجود ہے"۔ مجھے اصل مضمون سے کوئی بحث نہیں۔ صرف اپنے اس بیان کو مکمل کرنے کے لئے کہ دنیا کے مفکرین پر اس ہولناک جنگ نے کیا اثر کیا ہے؟ اس مضمون کا حوالہ دیدینا کافی سمجھتا ہوں۔

گذشتہ جون میں لنڈن یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر جوڈ نے جو فلسفہ کے استاد ہیں۔ "مغربی تہذیب کی کشمکش" کے عنوان سے بی۔بی۔سی سے دو تقریریں براڈکاسٹ کرائی تھیں، جن کو میں نے بڑے شوق و توجہ سے سُنا۔ اسی جون کے مہینہ میں اتفاق سے اخبار "پیام" میں "دنیا کیوں دیوانی ہو رہی ہے؟" کے عنوان سے پنڈت کشن پرشاد صاحب کول کی ایک تقریر بھی شائع ہوئی تھی، جو لکھنؤ کے ریڈیو سے براڈکاسٹ کی گئی تھی۔ اسی سلسلہ میں سر الفرڈ زمرن کے ایک مضمون کا بھی ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے، جو بعنوان "تہذیب کا مستقبل" اخبار "مملکت" مورخہ ۲۲ و ۲۹ امرداد ۱۳۵۱ف اور ۵ شہریور ۱۳۵۱ف میں شائع ہوا ہے۔ یہ مضامین پڑھنے کے قابل اور دلچسپ ہیں۔ مسٹر جوڈ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانی عقل و قوت باہم ایک دوسرے کے تابع و متوازن نہیں ہیں۔ ان کے درمیان ناقابلِ عبور دریا حائل ہو گیا ہے، اور روحانیت دب گئی ہے۔ اور دنیا میں اب ایسی نسل پیدا ہو گئی ہے جس کا کوئی اصول ہے نہ مذہب۔ پہلے لوگ کسی نہ کسی اصول یا مذہب کے ماننے والے تھے۔ ضرورت اب بھی مذہب کی ہے۔ مگر اس خیال کو دبا دیا گیا ہے۔ خدا کا تصور جوں جوں گھٹتا جاتا ہے انسان اس کی جگہ لے رہا ہے۔ خدا کی جگہ اب ڈکٹیٹروں نے لے لی ہے چنانچہ جرمنی کی موجودہ نسل کا مذہب "ہٹلر" کی پوجا ہے۔ اور دنیا میں یہ پہلا ہی موقع نہیں ہے، پہلے بھی ایسا ہی ہوا ہے کہ دنیا نے خدا کو بھلا کر ڈکٹیٹروں کی پوجا شروع کر دی تھی۔ شاید پروفیسر جوڈ کا اشارہ رومن امپائر

کے ابتدائی زمانہ کی نسبت ہے جبکہ جولیس سیزر نے اپنے رقیبوں پر فتح پا کر یہی حیثیت حاصل کر لی تھی۔ اس کے بعد پروفیسر موصوف بیان فرماتے ہیں کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم لوگ مذہب کی جانب توجہ کریں یا ایسا نہ ہو کہ ہم بھی نازیوں کی طرح ہو جائیں۔ اس سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے انہوں نے رُوحانیت کا ذکر کر کے ہندوستان کو پرچانے کی کوشش کی ہے اور اس سے رُوحانیت حاصل کرنے کی جانب اپنی قوم کو ترغیب دلائی ہے اور ہندوستانیوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں، کہ چونکہ ہندوستان روحانیت سے بمقابلہ ہمارے زیادہ واقف ہے، اس لئے آپ ہم کو یہ تبلا سکتے ہیں کہ ہم کیا کریں؟

پروفیسر جوڈ نے اس تقریر میں یورپ کی اُس طاقت اور قوت کا ذکر کر کے جو اُس نے سائنس سے حاصل کی ہے ایک بڑی دلچسپ مثال سے یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ یورپ اپنی روحانیت میں کم عمر طفل کے مشابہ ہے جس طرح ایک لایعقل بچہ کے ہاتھ میں بندوق دیدینے سے نقصان رسان نتائج پیدا ہو سکتے ہیں، یہی حالت اب یورپ کی سائنس کی قوت و طاقت حاصل کر کے ہو رہی ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں، کہ انسان نے ترقی تو ضرور کی مگر روحانی ترقی نہیں کی۔ رُوحانیت کو ترقی دی جائے تو مادی ترقی پر قابو ہو سکتا ہے۔

پنڈت کشن پرشاد صاحب کول لکھنوی نے اپنی تقریر میں پہلے یہ سوال اُٹھایا ہے کہ:۔

"آج جو ہنگامہ دنیا میں برپا ہے اور لوگوں کے سروں پر جو جنون سوار ہے اور کشت و خون کا بازار گرم ہے تو سوال یہ ہے کہ آخر اس دُنیا کو ہُوا کیا ہے؟ اور یہ کیوں دیوانی ہو رہی ہے"

پھر خود فرماتے ہیں کہ اس کا جواب نہ مختصر ہے نہ آسان ہے۔ اس کے بعد اپنے جواب کو اس طرح شروع کرتے ہیں کہ:۔

"آج جو کچھ ہو رہا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ تو سدا ہوتا ہی رہا ہے۔ زمانہ برابر کروٹیں بدلتا ہی رہتا ہے حکومتیں بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں۔ تہذیبیں اُبھرتی ہیں اور مٹتی ہیں۔ اب تک جو ستارے نظر سے اوجھل تھے آج چمک رہے ہیں اور جو کل تک چمکتے تھے آج ماند پڑ رہے ہیں۔ قدرت کے یہ کھیل تماشے ہزاروں برس سے ہو رہے ہیں، اور نہ معلوم

کب تک ہوتے رہیں گے؟"

کولؔ صاحب جواب کو اس تمہید سے شروع کرکے سب سے پہلے انسانی دل ودماغ کے کمالات اور اُس کی پیدا کی ہوئی دنیاوی ترقی اور سائنس کے عجائبات کی جانب اشارہ کرکے موجودہ ہولناک جنگ کے شعلوں سے متاثر ہوکر پوچھنے لگتے ہیں کہ:۔

"تو پھر بات کیا ہے کہ باوصف اس کے انسان آج بھی اپنی حیوانیت حرص وہوس، بُغض وحسد، بے رحمی وخونخواری، اور جنون سے مجبور ہو کر وہ قیامت خیز ہنگامہ برپا کئے ہوئے ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی اس پیمانہ پر اُس کی مثال ملنی مشکل ہے"۔

اس استفسار کے بعد خود ہی جو اس درست کرکے جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں، اور بالآخر فرماتے ہیں کہ:۔

"اصلیت یہ ہے کہ خودی وحرص انسان کی ازلی سرشت ہے۔ دُنیا میں آکر اپنے قدم جمانا گھر بار بسانا۔ ملکیت اور دولت پیدا کرنا۔ مرتبہ اور اختیار حاصل کرنا انسان کی ایسی سرشت ہے جو عارضی حوادث کا اثر نہیں، بلکہ اس کے رگ وریشہ میں خون وپوست میں سرایت کئے ہوئے ہے"۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:۔

"باوجود ساری تہذیب وترقی، اور تعلیم وتربیت کے انسان ابھی تک اپنی ازلی سرشت کو بھُولا نہیں۔ چنانچہ جب ازلی جوش حیوانیت کا دورہ آپڑتا ہے تو پھر آپے سے باہر ہوجاتا ہے۔ اور اس وقت انسان اور حیوان کا فرق مٹ جاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں یُوں بھی کہا جاسکتا ہے، کہ آدمی میں انسانیت کی نشوونما ابھی ادھوری ہے عقل ودماغ نے تو اوج کمال کا درجہ حاصل کرلیا ہے لیکن دل میں درد کی کیفیت سے جو لطافت وپاکیزگی جذبات میں پیدا ہوتی ہے وہ ٹھٹھر کر رہ گئی ہے۔ اپنے جذبات وحسیات پر انسان کو وہ قدرت اور قابو ابھی تک حاصل نہیں ہؤا ہے۔ جس کی اس دور تہذیب میں توقع کی جاتی تھی"۔

اس کے بعد لائق مقرر دوسرے لوگوں کے خیالات کا حوالہ دیکر دبی زبان سے اس خیال کو ایک حد تک قرین صحت تسلیم کرتے ہیں کہ مذہبی تعلیم شاید اس موجودہ خرابی کا کچھ علاج کر سکے۔ لیکن دو ہزار سال پہلے کی تاریخ تجربہ کی بنیاد پر اس علاج کے کارگر ہونے سے بھی مایوس نظر آتے ہیں اور آخر میں ہار کر کہنے لگتے ہیں کہ:

"اگر یہ سچ ہے کہ نئی تہذیب دنیا کو شیطان بنا کر چھوڑے گی تو پھر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ ہماری پرانی تہذیب نے جُگ کے جُگ اسی کوشش میں بتا دیئے کہ کس طرح ایک انسان کو فرشتہ بنا کے چھوڑے درحالیکہ دنیا کو ایسی تہذیب و تمدن کی ضرورت ہے کہ جو آدمی کو انسانیت کا سبق دے اور انسان بنا سکے۔ ہم کو ایسی تہذیب و تمدن کی ضرورت ہے جو انسان کی جسمانی، دماغی، روحانی یا جذباتی نشو و نما بہ حیثیت مجموعی بدرجۂ کامل کر سکے پرانی تہذیب کا پلڑا ایک طرف جھکا ہوا تھا۔ نئے تمدن کا پلڑا دوسری طرف جھک رہا ہے۔ توازن نہ پرانی تہذیب میں تھا نہ نئے تمدن میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پرانی تہذیب ناکام رہی اور مٹ رہی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ نئے تمدن نے دنیا کو دیوانہ کر رکھا ہے"

اور اس کے بعد صاحب موصوف اپنی تقریر کو ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں کہ:۔

"ہماری تہذیب و تمدن کے دونوں پلڑوں میں توازن کس طرح اور کب تک قائم ہو سکیگا؟ کون جانتا اور کون کہہ سکتا ہے قدرت سے آپ کو دل و دماغ کی نعمت ملی ہے سوچیے سمجھیے اور جو کچھ سمجھ میں آئے اس پر عمل کیجیے"

گویا کول صاحب بھی پروفیسر جوڈ کی طرح اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ موجودہ تہذیب و تمدن میں روحانیت کا اضافہ اگر متوازن حالت میں ہو کہ نہ ایک پلڑا اونچا ہو نہ دوسرا نیچا تو شاید دنیا کی اصلاح ہو سکیگی۔

اس کے بعد سر الفرڈ زمرن کا مضمون بعنوان "تہذیب کا مستقبل" قابل ملاحظہ ہے۔ انہوں نے اپنے مضمون کو اس طرح شروع کیا ہے کہ:۔

گذشتہ جنگ عظیم کے بعد بین الاقوامی تعلقات اور عام طور پر جدید تہذیب کے مستقبل کے بارے میں ہر طرف خوش امیدی کی کیفیت جاری و ساری تھی۔ پریسیڈنٹ ولسن نے

مجلس اقوام کا جو تصور پیش کیا تھا، اُس نے لڑائی سے تھکی ہوئی دنیا کو ایک ایسے نئے نظام کی اُس بندھا دی تھی، جس کے ذریعہ سے سلطنتوں کے جنگ و جدال قصۂ پارینہ ہو جائینگے۔ اور باشندگانِ عالم برادری اور با قاعدہ تعاون کے رشتۂ اتحاد میں منسلک ہو جائینگے۔ یہ خیالات نہ صرف مجمعوں میں ظاہر کیے جاتے تھے بلکہ کلیسا کے ممبروں سے بھی مسیحی بادشاہت کے قدیم تصورات کو تازہ کیا جارہا تھا، اور ہر طرف یہ خیال ظاہر کیا جاتا تھا کہ مجلس اقوام دنیا میں آسمانی بادشاہت کی پہلی قسط ثابت ہو کر رہے گی۔ آج واقعات کے تصادم نے اس خوش خیالی کے طلسم کو توڑ دیا اور عام رائے کا رجحان بالکل مخالف سمت میں ہے۔ جدھر دیکھیے مایوسی کا سناٹا طاری ہے۔ مجلس اقوام کو بلکہ یوں کہیئے کہ ان خاص خاص اقوام کو جو اس کی رکن تھیں، جنگ کے پیدا کئے ہوئے سیاسی و معاشی مسائل کے حل کرنے میں جو ناکامی ہوئی، اُس نے دُنیا کو خود تہذیب کے مستقبل کی طرف سے بدظن کر دیا ہے۔ بلکہ اب تو یہاں تک کہا جا رہا ہے کہ جس دُنیا میں نفاق کی اتنی گرم بازاری ہو اور ہولناک واقعات جس کے سَر پر اس طرح منڈلا رہے ہوں وہ سرے سے اس قابل ہی نہیں ہے کہ اُس میں زندگی بسر کی جائے، اسی لئے اب خیر اسی میں ہے کہ مہذب باشندے ہلاکت انگیز مایوسی کو اپنا شیوہ بنالیں اور نسل انسانی کی افزائش سے باز رہیں۔"

اس کے بعد فاضل مضمون نگار نے یہ کہکر کہ مذکورہ بالا دونوں ذہنیتیں حق بجانب نہیں ہیں، سیاسی و معاشی اور اخلاقی مسائل پر بحث کی ہے۔ وہ مسیحی مذہب کے اُن اخلاقی معیاروں کو جو پچاس سال پہلے یورپ میں مرعی رکھے جاتے تھے، بااہمیت دیکر کس قدر مایوسی کے ساتھ موجودہ نسل کی بے توجہی کا ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ:-

"اگرچہ اُس زمانہ میں یورپ کی یہ اخلاقی حالت بھی مسیحی معیاروں پر پُوری نہیں اُترتی تھی، لیکن اور کچھ نہیں تو صرف ظاہرداری کے طور پر اُس پر عمل کرنے کی کوشش تو کی جاتی تھی اور کھلے بندوں اُس کی خلاف ورزی کرنا شرمناک فعل سمجھا جاتا تھا۔ یہ حالت بلاشبہ اُس زمانہ کی

یادگار تھی، جبکہ اخلاقی مسیحی معیاروں کی اپنی حد موجود تھی یعنی ابدی سزا کا خوف۔ بادشاہ، شہزادے، اسقف اور ازمنہ وسطیٰ کے دوسرے اکابر سب اپنی اپنی جگہ یہ محسوس کرتے تھے کہ اگر حق اور انصاف کے راستوں سے اُن کے قدم ڈگمگائے تو سیاست کے اکھاڑے کے باہر ایک اور جگہ ان کو جوابدہی اور عقوبت کا سامنا کرنا پڑیگا۔ لیکن آجکل بین الاقوامی تعلقات کے بہت بڑے حصے میں یہ حد مؤثر نہیں رہی ہے۔ اور نہ اس کا بدل اب تک وجود میں آیا ہے۔"

یہ خلاصہ ہے ہندوستان اور یورپ کے مفکرین کے خیالات کا۔ تمام مضمون نگار تقریباً اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ اخلاق و روحانیت کی کمی کی وجہ سے انسانیت کا قوام بگڑ گیا ہے۔ اور بات بھی یہی سچی معلوم ہوتی ہے۔ پروفیسر جوڈ نے بالکل صحیح کہا ہے کہ "خدا کا تصور مٹتا جارہا ہے۔ اور اب اُس کی جگہ ڈکٹیٹروں نے لے لی ہے۔" اور سر الفرڈ زمرن کے الفاظ میں "ابدی سزا" اور "عقوبت" کا خیال مٹ گیا ہے۔ اور ابھی تک اس کا کوئی بدل وجود میں نہیں آیا ہے۔ لیکن پروفیسر جوڈ کے خیال کے مطابق جرمنی میں تو خدا کی جگہ ہٹلر کو دیدی گئی ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک بدل کا وجود ہے خواہ اس کو اچھا سمجھا جائے یا بُرا۔ نعم البدل نہیں تو بئس البدل ہی سہی۔

قرآن پاک میں انسانی فطرت کی نرمی اور لوچ لچک کی نسبت ان الفاظ میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ:

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ (سورۃ معارج رکوع ۱)

یعنی انسان فطرتاً اتنا نرم ہے کہ اگر اُس پر کوئی سخت اور بڑی چیز مسلط ہوجائے تو عاجزی کرنے لگتا اور گڑگڑاتا ہے۔ اور اگر اس کی خواہش کے مطابق اس کی چیز حاصل ہوجائے تو اکڑنے لگتا ہے اور پھر کسی کی نہیں سُنتا۔ آجکل کی متمدن دُنیا کو دیکھ لو، سائنس سے جو ترقی و قوت اُس نے حاصل کی ہے اس پر کتنا اتراتی تھی۔ اب جبکہ وہی ترقی اور قوت خود اُنہیں پر اُلٹ پڑی، تو دنیا میں چیخ و پکار مچ گئی۔ اور ہر فریق دوسرے پر ظلم و زیادتی کا الزام لگا رہا ہے۔ فطرت انسانی کی اس ترقی کو دیکھ کر ان عوامل پر نظر کیجیے، جو فطرت کو متاثر کرتے رہتے ہیں تو پتہ چلے گا کہ انسانی فطرت بوجہ اپنی نرمی کے جلدی جلدی متبدل و متغیر

ہو سکتی ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ عملِ تغیر و تبدل انسانی طبائع میں ہوتا رہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانی فطرت ایسا ہلکا اور نرم کاغذ ہے جو بغیر پیپر ویٹ (Paper-weight) کے بوجھ کے ہر ذرا سی ہوا کی حرکت میں اُڑنے لگتا ہے۔ اور بہ مشکل پیپر ویٹ سے دبایا جا سکتا ہے۔ پس فطرت کو اپنی اصلی جگہ پر قائم رہنے کے لئے ایک دباؤ کی احتیاج ہے۔ اگر دباؤ اس فطرت سے ہٹ جائیگا، تو ہلکے کاغذوں کی طرح ہوا کی ہر حرکت سے اُڑنے لگے گی۔ اس بات کی سب سے اچھی مثال آپ کو پیٹر دی گریٹ شہنشاہ روس کے عمل میں نظر آئے گی۔ جو اپنے حوالی موالی میں تو دی گریٹ (The Great) تھا لیکن مورخ اس کو بجا طور پر دی میڈ (Mad Man) کہتے ہیں۔ چونکہ وہ خود مختار شہنشاہ صاحبِ قوت و سلطنت تھا، اور اس کے افعال پر کوئی قید و بند نہ تھی اور اس کی فطرت پر کسی کا کوئی دباؤ اور بوجھ نہ تھا۔ اس لئے اس کے وہ اعمال و حرکات بے تحاشہ وقوع میں آتے تھے، جس سے اس کے تمام متعلقین و رعایا اور مصاحبین تنگ آ گئے تھے۔ اس مثال کو پیشِ نظر رکھکر اب بھی آپ اس دُنیا میں یہ دیکھ سکتے ہیں کہ جہاں کسی کو کوئی اقتدار و قوت نصیب ہوئی اور اس پر کسی قسم کا کنٹرول نہ ہوا، تو انسان وہی حرکات کرنے لگتا ہے جو بدنام پیٹر دی میڈ کرتا تھا۔

پس جس طرح ایک نرم و باریک کاغذ کو ہوا کے حرکات سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک پیپر ویٹ کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح اس انسانی فطرت کو جو ہر ایک اثر جلد قبول کر لیتی ہے محفوظ رکھنے کے لئے بھی ایک دباؤ کی ضرورت ہے جو اس پر ہر وقت حاوی و مسلط رہے۔ یہ دباؤ صرف ایک بالاتر قوت کا تصور ہو سکتا ہے، یہ بالاتر قوت خواہ فنا ہو جانے والے انسان و بادشاہ یا حکومت کی ہو، جیسا کہ کہا جاتا ہے، آجکل جرمنی میں ہٹلر نے یہ حیثیت حاصل کر لی ہے، یا ہمیشہ حیّ و قائم رہنے والے خدا کی ہو۔ فنا ہو جانے والی بالاتر قوت یعنی حکومت کا تصور عارضی ملمع ہے جو وقت پر جاتا رہتا ہے۔ لیکن حیّ و قائم خدا کا تصور ہمیشہ اور نسل در نسل قائم رہتا ہے۔ اور یہ تصور صرف مذہب پیدا اور قائم کر سکتا ہے اور جب یہ تصور قائم ہو جائے، تو جس طرح کاغذ پیپر ویٹ کے دباؤ سے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا، انسانی فطرت بھی اپنی اصلی جگہ پر قائم رہتی ہے۔ پس "انسانیت" اور انسانی فطرت کے صحیح طور پر ظہور میں آنے اور طوفان و طغیانی سے بچانے کے لئے صرف مذہب ہی ایک چیز ہے جو انسان کو انسان بناتا اور اس انسانیت کو ظہور میں آنے کے مواقع عطا کرتا ہے

جس سے فرشتے بھی بے خبر رہے، اور جہانتک فرشتوں کی بھی رسائی نہیں ہے۔ اور یہی اصل "انسانیت" ہے جس کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے، اور جو کسی فرشتہ کو بھی عطا نہیں کی گئی۔ اس مقام پر فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں۔ ؎

اگر یکسرِ موئے برتر پرم ❊ فروغِ تجلّی بسوزد پرم

"مذہب" سے میری مراد وہ اعمال و افعال و رسوم و رواج نہیں، جو کسی مذہب کے پیرو اپنے طریقہ پر ادا کرتے ہیں، بلکہ میری مراد مذہب سے اس خدا کا قطعی تصوّر و یقین ہے جس نے انسان اور ساری مخلوقات کو پیدا کیا۔ اور جو انسان کو اس کے بے جا عمل کی سزا دیتا، اور اس پر مواخذہ کرتا ہے، اور یقین بھی ایسا یقین جو دماغ کو کلیۃً اپنے قابو میں لے لے۔ اور دل و دماغ کا کوئی رگ و ریشہ اس یقین سے علیحدہ نہ رہے۔ مذہب کے اس دباؤ اور وزن کا فطرت پر کیا اثر ہوتا ہے؟ اس کے لئے اُن اقوام و ملل کی تاریخ پر نظر ڈالیئے جنہوں نے مذہب کو مذہب سمجھکر اس پر عمل کیا ہے، یا مذہب کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔

ہندوستان میں بہت قدیم زمانے کے رامچندر جی و لچھمن جی و سیتا جی کے حالات دیکھیئے، یا کرشن جی مہاراج کے واقعات سنیئے، گوتم بدھ کے سوانح پر نظر ڈالیئے، ان میں سے جس نے بھی جو نمونہ اور مثال صحیح انسانیت کی قائم کی ہے، وہ آج بھی اسی طرح قابلِ عمل اور لائق ستائش ہے جس طرح اس وقت تھی، جب وقوع میں آئی تھی۔

ہندوستان کے باہر حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، کنفیوشس، زرتشت اور عیسیٰ علیہم السلام کی تاریخ پڑھیئے۔ اور سب کے آخر میں عرب کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت اور حالات کو دیکھ لیجیئے، جن کی ہر حرکت ہر قول و فعل تاریخ میں زندہ موجود اور انسانیت کا نمونہ ہے۔ اور اسی کے ساتھ اُن کے ان متبعین کے حالات اور ان کی تاریخ پڑھیئے جو عرب سے نکل کر ساری دنیا پر چھا گئے، تب آپ کو معلوم ہوگا، کہ "انسانیت" کیا چیز ہے۔ اور وہ کس طرح بنائی جاتی ہے، پس خدا اور اس کے مواخذہ پر قطعی یقین ہی اصل روحانیت ہے۔ اور اس روحانیت کے ساتھ جو صحیح افعال انسانی عمل میں آسکتے ہیں، ان کا نام "اخلاق" ہے، اور یہی وہ چیز ہے جس کی کمی اب دنیا میں عام طور پر محسوس کی جارہی ہے۔ روحانیت و اخلاق ہی لوازمۂ انسانیت ہیں۔ اور جو

چیز اپنے لوازمات سے علیحدہ ہو جائے اس پر اس شے کی تعریف صادق نہیں آسکتی۔ پس ایسا انسان جو روحانیت واخلاق سے عاری ہو انسان نہیں بلکہ کچھ اور ہوتا ہے۔

ع :- اے بسا ابلیس آدم رُوئے ہست

روحانیت اور اخلاق کی یہ مختصر سی تشریح بلکہ اشارات مَیں نے اُن مفکرین کے خیالات کے سلسلہ میں کئے ہیں جن کے مضامین کا خلاصہ مَیں ابھی آپ کو سُنا چکا ہوں۔ ان مفکرین نے رُوحانیت اور اخلاق کی کمی کو یورپ کی موجودہ یعنی قبل از جنگ سیاست سے متعلق کیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو مجھے یہ کہنے میں تامّل نہیں، کہ یورپ کی موجودہ سیاست فی نفسہا پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی کے فلسفۂ حکومت کی آواز بازگشت ہے جبکہ اٹالین مدبّر و مصنف میکاؤلے نے اپنی کتاب "دی پرنس" (The Prince) لکھ کر یورپ کو یہ تلقین کی کہ اپنے اقتدار و حکومت کو قائم رکھنے کے لئے بادشاہ کو اخلاق سے دور کا بھی تعلق نہ رکھنا چاہیئے، حکومت کے قیام و بقا کے لئے مکّاری و عیّاری۔ دغا و فریب بہترین فنون سیاست ہیں۔ اگرچہ دوسرے ممالک کے مصنفین مثلاً انگلستان کے "ہابس جان بلاک" اور فرانس کے "رُوسو" نے اپنی تصنیفات میں یہ لَے نہیں الاپی، لیکن ان کی تصنیفات زیادہ تر اپنی مُلکی اور قومی حکومتوں کے تصور پر مبنی ہیں۔ اور میکاؤلے کی "دی پرنس" بین الاقوامی سیاست کو بھی اپنے پہلو میں چھپائے ہوئے ہے۔ چونکہ مَیں محرکات واسباب جنگ پر اس تقریر میں بحث نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے میکاؤلے یا دوسرے مصنفین کے فلسفۂ حکومت یعنی سیاست یا کارل مارکس یا اس کے مخالفین کے معاشی نظریات پر زبان کھولنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ان مسائل پر بسلسلہ محرکات و اسباب جنگ آجکل یورپ و ہندوستان میں جو کچھ کہا جاتا ہے وہ مطالعہ کرنے والوں سے مخفی نہیں۔ البتہ اس توجیہہ کے سلسلہ میں جس کی جانب میں نے اپنی تقریر کی ابتدائی منزل میں بہ تعلق انسانیت اور سیاست اشارہ کیا ہے، ایک وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔ اور اس توضیح پر مَیں آج کی اپنی تقریر ختم کر سکونگا۔

موجودہ ہولناک جنگ کی تہہ میں جس سے انسانیت تباہ و برباد ہو رہی ہے خواہ کوئی اسباب کام کر رہے ہوں، لیکن تاریخ عالم پر نظر کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے، کہ دنیا میں اس وقت تک جتنے بڑے بڑے

تمدّن پیدا ہوئے ان کی تباہی و بربادی کے اسباب خود اُنہیں کے اندر سے پیدا ہوتے رہے ، کسی بیرونی تصادم نے اُن کو تباہ و برباد نہیں کیا ۔ اور تکوینِ عالم کا یہ کھلا ہُوا رازِ قدرت ہے ، کہ دنیا کی جو چیزیں ایک وقت تک مادہ حیات بہم پہونچاتی رہتی ، اور پرورش کا ذریعہ ہوتی ہیں ، وہی چیزیں بالآخر دوسرے وقت میں ہماری ہلاکت و فنا کا موجب ہوجاتی ہیں ۔ ؎

ہر کس نہ شناسندۂ رازست وگرنہ ❊ ایں ہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

یہی ہوا ، یہی پانی ، یہی غذا جو ہم روز استعمال کرتے ہیں اور جس نے ہم کو اس عمر تک زندگی قائم رکھنے کیلئے مواد بہم پہونچایا ہے ، کسی نہ کسی وقت ہمارے لئے باعثِ امراض و ہلاکت و فنا کا موجب ہوجاتی ہیں ۔ قدرت کے اس عمل فنا و بقا یا کون و فساد سے یہ پتہ چلتا ہے کہ زمانہ بھی بلا تعلق کسی دوسرے عامل کے مستقل طور پر ایک بہت بڑا عامل قدرت کے اس قانون فنا و بقاء کا ہے ۔ دنیا کی ساری مخلوق ایک خاص کورس کو ایک خاص زمانہ یا مدّت میں پورا کرکے پیدا ہوتی ہے ۔ اور اسی طرح زمانہ کی گردش کے ساتھ فنا بھی ہوجاتی ہے ۔ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ[1] مسٹر جواہر لال نہرو کے جو خطوط اپنی بیٹی اندرا کے نام شائع ہوئے ہیں ان میں خط نمبر (۵۸) کے یہ الفاظ خاص طور پر اس سلسلہ میں قابلِ توجہ ہیں :۔ اور یورپ میں بلکہ یوں کہو کہ مغربی یورپ میں اس عظمت کے باوجود تنزل کے آثار نظر آرہے ہیں ۔ اس وقت وہ وحشی قومیں موجود نہیں ہیں جو اس یورپی تہذیب کو تباہ کرڈالیں ۔ لیکن بعض اوقات مہذب لوگ خود وحشیانہ حرکتیں کرنے لگتے ہیں اس وقت تہذیب خود اپنے ہاتھوں برباد ہوجاتی ہے ۔" يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ الآیۃ[2] اور قدرت کا یہ قانون افراد و اقوام انسانی سے بھی یکساں طور پر متعلق ہے ۔ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ[3] کا حکم سارے عالم میں جاری ہے ۔ اور مخلوق اس حکم سے مستثنیٰ نہیں ، نہ بحیثیت افراد ، نہ بحیثیت جماعت ۔ افراد کی عمروں کا تو اندازہ آپ کو معلوم ہی ہے

---

[1] اِن دنوں کو ہم لوگوں کے درمیان چکّر دیتے رہتے ہیں ۔ (سورۃ آل عمران رکوع ۱۴)

[2] وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اجاڑتے ہیں (سورۃ حشر رکوع ۱)

[3] اور ہر اُمت کے لئے ایک میعاد مقرر ہے پس جب انکا وقت آجاتا ہے تو وہ اس سے ایک ساعت بھی آگے پیچھے نہیں ہوسکتے ۔ (سورۃ اعراف ع ۴)

اقوامِ عالم کی پائندگی و زندگی کے متعلق تاریخ آپ کو شواہد و دلائل مہیا کر دے گی۔ کم از کم میرے علم میں تاریخ کے مطالعہ سے کسی ایسی قوم کا پتہ نہیں چلا جو اپنے تمدن یا کلچر کی تکمیل یا اپنے معراجِ کمال پر پہونچنے کے بعد ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ تک من حیث القوم زندہ رہی ہو۔ اور قوموں کے ساتھ ان کا تمدن بھی ہوتا ہے۔ قرآن پاک سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے جہاں ارشاد ہوتا ہے کہ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ [1] پس اس موجودہ جنگ کے اسباب خواہ کچھ ہی ہوں، مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب بعض اقوام اپنی عمر پوری کر چکی ہیں اس لئے ایسی اقوام جو اپنی حدِ عمر پوری کر چکی ہیں، قدرتی قانونِ تکوین و فساد کے بموجب اپنے کلچر و تمدن کے ساتھ فنا کے گھاٹ پر پہونچکر رہیں گی۔ خواہ نتیجۂ جنگ فتح و شکست کی شکل میں کچھ بھی برآمد ہو۔ واللہ اعلم۔

موجودہ جنگ کے متعلق اس توضیح کے بعد میں اپنی تقریر آج کے مقررہ عنوان پر ختم کرتا ہوں لیکن ختمِ تقریر کے قبل مجھے اجازت دیجئے کہ میں جو اپنی علمی پیاس کو صرف مذہب اور قرآن پاک کی تعلیم سے بجھانے کا خوگر ہوں اپنے ذوق کے مطابق قرآن کے صاف و مصفا چشمۂ تعلیم سے ایک اور علمی گھونٹ لے لوں۔ انسانیت پر آج سے پہلے بہت سے زمانے گذرے ہیں۔ مثلاً زمانہ حجریہ یعنی وہ زمانہ جبکہ انسان پتھر سے کام لیتا تھا۔ زمانہ حدیدیہ یعنی جب انسان نے لوہے کا استعمال شروع کیا تھا۔ اسی طرح آج کا زمانہ دھوئیں کا زمانہ کہا جا سکتا ہے جس نے ساری دنیا کو تیرہ و تار کر دیا ہے یعنی اس زمانہ میں سارا کام دھوئیں اور بھاپ سے انجام پاتا ہے۔ میں نہیں جانتا، کہ میرا ذوق کیا درجہ رکھتا ہے، لیکن مجھے اپنے ذوق کے مطابق اس زمانے کے لئے قرآن پاک میں ایک سورۃ ملتی ہے جس کا نام ہی "دُخان" ہے، یعنی دُھواں۔ اس سورۃ کے چند آیات آپ کے سامنے رکھتا ہوں تاکہ سوچنے اور غور کرنے والے دل ان پر غور کریں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ

[1] وُہ ہر کام کا انتظام کرتا ہے آسمان سے زمین تک۔ پھر اس کی طرف وہ کام چڑھ جاتا ہے ایک دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال ہے۔ (سورۃ سجدہ رکوع ۱)

مُّبِیْنٍ۝ یَّغْشَی النَّاسَ ۭ ھٰذَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ۝ رَبَّنَا اکْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ۝[1]

ان آیات میں دنیا کی موجودہ حالت بیان کر کے کہ وہ کس طرح خدا سے علیحدہ ہو کر اس میں شک کرنے لگی ہے، ان کو اس زمانہ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے جو دھوئیں کا زمانہ ہوگا۔ اور اس زمانہ کے عذاب کا صرف ایک ہی علاج بتایا ہے، کہ انسان خدا کی طرف رجوع کر کے اس عذاب سے محفوظ رہنے کے لئے عاجزانہ استدعا کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

[1] نہیں کوئی معبود برحق مگر وہی (خدا) زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ تمہارا رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔ یہ لوگ شک میں کھیلتے پھرتے ہیں۔ پس انتظار کرو۔ جب آسمان سے نمایاں دھوآں ظاہر ہوگا۔ وہ لوگوں کو ڈھانپ لیگا۔ یہ دردناک عذاب ہے۔ اے ہمارے رب ہم سے عذاب دور کر دے۔ ہم ایمان لانیوالے ہیں۔ (سورۃ دخان رکوع ۱)

اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کا ظہور

(از جناب پروفیسر محمد اسلم صاحب ایم۔اے گورنمنٹ کالج لاہور)

[پروفیسر صاحب موصوف نے مندرجہ ذیل تقریر جماعت احمدیہ کے مرکزی سالانہ جلسہ میں ایک کثیر مجمع کے سامنے ۲۵ دسمبر ۱۹۴۱ء کو فرمائی]

میرا مضمون "اللہ تعالیٰ کی صفت قدرت کا ظہور" ہے۔ اور یہ مضمون ایسا ہی اہم ہے جیسا کہ نازک اور مشکل بھی۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ تمام دینی مضامین کا ایک حصہ علمی ہوتا ہے۔ اور دوسرا روحانی۔ کسی دینی مضمون کے علمی حصہ کو بیان کرنا تو جیسا مشکل ہوتا ہے سو ہوتا ہی ہے۔ لیکن اس کا روحانی حصہ (یعنی مضمون کے ان نتائج کو بیان کرنا جو انسان کی عملی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے تعلق رکھتے ہیں) اس کو اور بھی مشکل اور نازک بنا دیتا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی صفات اور ان صفات کے ظہور کے متعلق خدا تعالیٰ کی کامل کتاب قرآن شریف میں، پھر اس کامل کتاب کی کامل تشریح میں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور آنحضورؐ کے کامل نمونہ سے ہم تک پہونچی، پھر اس تشریح کی تفسیر میں جو اِس زمانے میں خدا کی خاص تائید کے ماتحت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء نے کی ہے، کافی مواد ہر غور و فکر کرنے والے کے لئے موجود ہے۔ لیکن اس مواد سے فائدہ اٹھانا ہر شخص کی اپنی استعداد، ظرف اور کوشش پر موقوف ہے۔ مَیں نے اپنی قلیل کوشش سے یہ معلوم کیا ہے، کہ خدا تعالیٰ کی صفات اور ان کے ظہور کا مضمون قرآن شریف اور اسلام کی تعلیم کے امتیازاتِ خصوصی میں سے ہے۔ اور اس زمانے میں اس مضمون پر زور دینا اور اس کی علمی و روحانی تفاصیل کو انشراح، یقین اور جوش کے ساتھ بیان کرنا بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے خلفاء کے امتیازی کارناموں میں سے ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔

دنیا میں ایک موٹی تقسیم خدا کے ماننے والوں اور اس کے منکروں کی تو ہے ہی۔ لیکن ان دیگر وہوں

کی پھر آگے ایک مفصل تقسیم بھی ہے۔ منکروں کی بھی کئی اقسام اور درجے ہیں، اور ماننے والوں کی بھی کئی اقسام اور درجے ہیں۔ اور اس مسئلہ پر کوئی شخص حاوی نہیں ہو سکتا جب تک وہ تین طریقوں سے یا تین سوالوں کی صورت میں اس مسئلہ پر غور نہ کرے۔ اوّل یہ کہ کیا خدا موجود ہے؟ اور اگر موجود ہے تو اس کے موجود ہونے کے موٹے موٹے دلائل اور شواہد کیا ہیں؟ اور منکروں کی طرف سے جو دلائل یا وساوس پیش کئے جاتے ہیں ان کا جواب کیا ہے۔ دوئم یہ کہ اگر خدا موجود ہے تو اس کی صفات کیا ہیں؟ کیا وہ محض ایک بڑی سی طاقت یا ایک بڑا سا ارادہ یا سلسلہ علل کی آخری کڑی ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں؟ یا وہ ایک ایسی ہستی ہے جس کا ایک کیرکٹر ہے، اس کی بعض صفات ہیں، اور ان صفات میں ایک نظام ہے۔ پھر جب صفات کا سوال بھی طے ہو جائے تو تیسرا سوال یہ باقی رہ جاتا ہے، کہ آیا خدا تعالیٰ اپنی صفات سمیت صرف موجود ہے یا کچھ کرتا بھی ہے؟ یعنی کیا ان صفات کا کوئی ایسا ظہور بھی ہوتا ہے، جس سے انسانوں کو واقعی پتہ لگتا رہے کہ وہ موجود ہے اور دنیا اور اس کے بسنے والوں سے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اپنے پیدا کئے ہوئے انسانوں سے تعلق رکھتا ہے اور اپنی حکمت کے ماتحت اکثر پردہ سے مگر کبھی کبھی بہت زیادہ کھلے طریق سے اُن کے معاملات میں دخل بھی دیتا اور ان پر اپنا آپ ظاہر بھی کر دیتا ہے۔

ان تینوں سوالوں کو سوائے اسلام، اور اِس زمانہ میں سوائے جماعت احمدیہ کے اور کسی تعلیم میں نہ تو حل کیا گیا ہے، اور نہ بیان کیا گیا ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ ہستی باری تعالیٰ کے مضمون کے یہ تین زبردست ستون ہیں یعنی اوّل خدا کا موجود ہونا۔ دوسرے اس کا اعلیٰ سے اعلیٰ صفات سے متصف ہونا اور تیسرے ان صفات کا ظہور دنیا اور انسانوں کی روزمرہ زندگیوں میں ہونا جب ہستی باری تعالیٰ کا مضمون ان تین حصوں میں بیان کیا جائے تو اس سے ایک طرف تو ماننے والوں کا ایمان مکمل اور مضبوط ہوتا ہے، اور وہ ایک ایسی عمارت کی طرح ہو جاتا ہے جس میں ہر تفصیلی ضرورت کو پورا کیا گیا ہو۔ اور دوسری طرف منکروں کے لئے بھی ایک بڑی مشکل پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر وہ انکار پر علم اور انشراح سے قائم رہنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ نہ صرف دلائل ہستی باری تعالیٰ کا مجموعی اور مجمل طور پر کچھ جواب دیں بلکہ انہیں خدا کی ہر صفت جو ماننے والوں کی طرف سے بیان ہوگی، اس کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ اور اُس

انکار کے دلائل دینے پڑیں گے اور اس طرح کبھی نہ اترنے والا قرض ان پر چڑھ جائے گا، اور بہت بڑی ذمہ داری ان پر عائد ہو گی۔ اور اگر اس سے بھی آگے بحث چلیگی تو ماننے والوں کی طرف سے خدا تعالےٰ کی مختلف صفات کے ظہور کی مثالیں پیش کی جائیں گی۔ اور پھر منکروں کو ہر مثال کا انکار کرنا پڑے گا۔ اور اس انکار کے لئے دلائل و وجوہ بیان کرنے پڑیں گے۔ اور اس طرح ایک ایسے مقابلے کی صورت پیدا ہو جائیگی جس کی خدا کے منکر ہرگز تاب نہ لا سکیں گے۔ اور یہی وہ زبردست حربہ ہے، جو دین اور دینی صداقتوں کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے اسلام کی تعلیم میں موجود ہے۔ اور جسے اس زمانے میں جماعت احمدیہ نے پیش کر کے خدا کے منکروں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔

غرض ایک مسلمان کا اللہ تعالےٰ پر ایمان اس صورت میں مکمل سمجھا جاتا ہے، کہ اوّل وہ ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ دوّم وہ ایمان رکھے کہ اللہ تعالےٰ مع اپنی صفات کے موجود ہے۔ سوّم وہ ایمان رکھے کہ ان صفات کا ظہور حسب ضرورت اور حسب حکمت الہٰیہ دنیا میں، ہر زمانے میں اور ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ اور ایمان باللہ کے اس تیسرے حصہ یعنی اللہ تعالےٰ کی صفات کے ظہور ہی کو اللہ تعالےٰ کی قدرت یا تقدیر کہتے ہیں۔ اور قدرت یا تقدیر پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کو زندہ، قائم و دائم اور دُنیا اور اس میں بسنے والی مخلوقات کے معاملات میں ہر وقت دخل دینے اور تصرف کرنے والا اور اپنی اعلیٰ صفات کے تقاضے کے ماتحت ان کا خیال رکھنے والا سمجھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صفتِ قدرت پر ایمان رکھنا ایسا ضروری اور اہم سمجھا، کہ "کشتی نوح" میں جہاں حضور نے اپنی تعلیم بیان فرمائی ہے، وہاں سب سے پہلے اسی بات کو رکھا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:-

"یہ مت خیال کرو، کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں ہے۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہکر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں، کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو، دُعا کرو۔ دُعا کرو۔ تا تمہیں طاقت ملے۔"

دعا کا ذکر کرتے ہی حضور کو یہ خیال آتا ہے کہ دعا کا تعلق صفتِ قدرت سے ہے۔ سو آپ فرماتے ہیں:-

" جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا، بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔"

انسان کا خدا سے زندہ تعلق دعا کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے اور دعا خدا کو ہر بات پر قادر سمجھے بغیر ہو نہیں سکتی۔ اس لئے اسی انسان کا سچا تعلق خدا سے ہو سکتا ہے جو خدا کو قادر یعنی قدرت والا کہتا، مانتا اور سمجھتا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں سرسید احمد خاں بانیٔ علی گڑھ مسلمانوں کے ایک معقول طبقہ کی علمی اور اعتقادی حالت کے ترجمان سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی خدمت مخلصانہ طور پر سرانجام دی، اور ان میں جو سرسری بیداری پائی جاتی ہے، اس کیلئے وہ سرسید احمد خاں کی کوششوں کے مرہون منت ہیں۔ مگر مسلمانوں کی عام مایوسی میں جو ان میں خدا اور خدا کے متعلق تمام امور کے بارے میں پائی جاتی تھی، اس میں سرسید احمد خاں بھی شریک تھے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں، کہ مذہبی لحاظ سے ان کی لیڈری کا منصب اور منشا یہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی عام مایوسی کے ترجمان بنتے۔ آپ دعا کی تاثیرات کے منکر تھے۔ اور دعا کو محض عبادت سمجھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ اس زمانے میں خدا پر سچا اور زندہ ایمان پیدا کرنے کے لئے مامور تھے، اس لئے آپ نے سرسید احمد خاں سے سخت اختلاف کیا، اور دلائل سے ان کو ان کی غلطی پر متنبہ کیا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو رسالہ اس غرض کے لئے تحریر فرمایا اس میں لکھا:۔

"یاد رکھو کہ ہر ایک چیز خدا تعالےٰ کی آواز سنتی ہے۔ ہر ایک چیز پر خدا تعالےٰ کا تصرف ہے۔ اور ہر ایک چیز کی تمام ڈوریاں خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اس کی حکمت ایک بے انتہا حکمت ہے۔ جو ہر ایک ذرہ کی جڑھ تک پہونچی ہوئی ہے۔ اور ہر ایک چیز میں اتنی ہی خاصیتیں ہیں جتنی اس کی (یعنی خدا کی) قدرتیں ہیں۔ جو شخص اس بات پر ایمان نہیں لاتا، وہ اس گروہ میں داخل ہے جو مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ کے مصداق ہیں۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسا لکھنے کی ضرورت اسی لئے پیش آئی، کہ سرسید احمد خاں بھی اس زمانے کے دوسرے مذہبی فلاسفروں کی طرح یا ان کے اثر کے ماتحت لبرل ریلیجن کی تعلیم دیتے تھے۔ اور لبرل ریلیجن

سے مراد یہ ہے کہ خدا کا ذکر تو کرو، اسے منواؤ بھی، لیکن اس کی صفات پر زور مت دو۔ نہ ان کو تفصیل سے بیان کرو، اور نہ ان کے عملی ظہور کا ذکر زبان پر لاؤ۔ گویا خدا کے لفظ کو تو بے شک منواؤ، مگر اس لفظ کے پیچھے جو حقیقت ہے اس پر زور نہ دو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نمونے پر اور آپ کی بعثت کی غرض کے پیش نظر ہمارے موجودہ امام حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ایمان بالقدر یعنی خدا تعالےٰ کی صفات کے عملی ظہور پر ایمان رکھنے اور اس کی تفاصیل کو سمجھنے کی اہمیت واضح کرنے کے لئے ۱۹۱۹ء کے سالانہ جلسہ کی تقریر اسی موضوع کے لئے وقف کر دی۔ یہ تقریر "تقدیر الٰہی" کے عنوان سے شائع شدہ ہے۔ اس میں آپ نے تقدیر کی بڑی بڑی قسموں کو بیان کر کے ہر قسم کو آگے تفصیل کے لحاظ سے کئی اور قسموں میں بیان کیا ہے۔ اور مذہبی اصطلاحات کا صحیح مفہوم واضح کر کے ان میں از سرِ نو جان ڈال دی ہے۔ نیز تقدیر کے نہ ماننے کے نقصانات اور ماننے کے فوائد کو بھی دلنشین طریق سے بیان کیا ہے۔ یہ تقریر خدا تعالیٰ کی صفات کے عملی ظہور کے متعلق ایک زبردست علمی اور روحانی بیان ہے۔

لفظِ قدرت عربی ہے جس کا مادہ قدر ہے۔ اور قدر کے معنی اندازہ کرنے یا مقرر کرنے کے ہیں۔ اس مادہ کے مشتقات میں یہی مفہوم مشترک ہے۔ اور اس مشترک مفہوم کے لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ صفتِ قدرت کے بھی یہی معنی ہیں، کہ دنیا میں جو بھی قانون ہیں چاہے وہ قانون طبعی ہوں یا روحانی، سب خدا کے مقرر کردہ ہیں، اور ان سب پر اس کا ہر وقت تصرف ہے۔ ایمان بالقدر کا فائدہ اسی شخص کو ہو سکتا ہے جو ان قانونوں کو سمجھے اور ان کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنے کی کوشش کرے۔

اب سوال یہ ہے کہ پھر خدا تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہوتا کس طرح ہے؟ اس کا جواب یہ ہے، کہ ایک ظہور تو دنیا کے طبعی قانونوں کی صورت میں ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ اور طبعی قوانین سے مراد چیزوں کے وہ مقررہ خواص ہیں جن سے ہم سب فائدہ اٹھاتے ہیں، اور وہ ہماری روزمرہ کی زندگی کے تمام لطفوں اور اس کی تمام کامیابیوں کی گویا بنیاد ہیں۔ اور نہ صرف یہ بلکہ اہل سائنس کی تحقیقاتوں اور ایجادوں اور انسانی زندگی کے امن اور اس کی عام خود اعتمادی کی بنیاد بھی انہی قانونوں پر ہے۔ ان قانونوں کو قانونِ قدرت کہا جاتا ہے

مگر مذہبی اصطلاح میں ان کو طبعی تقدیر کہنا چاہیئے۔ ان قانونوں کو خدا کے منکر بھی مانتے ہیں، اور وہ کیونکر نہ مانیں، جبکہ یہ روز کے مشاہدے کی بات ہے۔ لیکن ان قانونوں کی علمی توجیہ یعنی ان کی آخری حد معلوم کرنے کا سوال خدا کے منکروں کو بڑی سوچ میں ڈالے رکھتا ہے، کہ آخر یہ طبعی قانون کیوں ہیں؟ اور خواص الاشیاء میں یہ نظام کیوں؟ کوئی طبعی امر کوئی طبعی دلیل یا کوئی طبعی حقیقت ایسی نہیں جس پر اشیاء کے خواص کے استقلال کی بنیاد رکھی جا سکے۔ اس لئے خدا کے منکر بالعموم اس کو ایک عقدۂ لاینحل کہہ کر چھوڑ دیا کرتے ہیں لیکن خدا کے ماننے والے اسے خدا کی طرف منسوب کر کے اس کو انسانی سمجھ کے زیادہ قریب کر دیتے ہیں۔ ہاں خدا کے ماننے والے اور قانون بھی بیان کرتے ہیں، اور وہ قانون روحانی قانون ہیں یعنی وہ قانون جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ اپنے عام قانونوں میں وقتاً فوقتاً تصرف کر کے اپنا اور اپنی مختلف صفات کا انسانوں کو عملی مشاہدہ کرواتا رہتا ہے۔ جب روحانی قانون ہمارے سامنے آتے ہیں، تو ان سے خدا کا تصرف دنیا کے امور میں زیادہ نمایاں ہو جاتا ہے، اور اس سے پتہ لگتا ہے، کہ طبعی قانون بھی دراصل خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ ان روحانی قانونوں کا ظہور دیکھنے اور سمجھنے والوں کے لئے تو ہر وقت ہوتا رہتا ہے مگر انبیاء کے ظہور کے زمانے میں جبکہ دنیا تاریکی میں پڑی خدا کو بالکل بھول چکی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہوا ان کو تاریکی سے نکال کر ان کے منہ پھر روشنی کی طرف پھیرنے کی غرض سے خاص طور پر اپنے روحانی قانونوں کی تجلّی کرتا ہے اور اس تجلی سے ماننے والوں کا ایمان اور یقین اور خدا تعالیٰ اور اس کے قانونوں کے متعلق انشراح اور جوش ترقی کرتا ہے، اور منکر پست ہو جاتے اور سوچ اور فکر میں پڑ جاتے ہیں۔ گویا وہ زبانِ حال سے کہہ رہے ہوتے ہیں، کہ ہم تو سمجھتے تھے، کہ خدا کی حکومت اور خدا کا خیال مٹ چکا ہے، مگر اب پھر نئے سرے سے ہم یہ کیا سن اور دیکھ رہے ہیں، کہ خدا پر ایمان رکھنے والا ایک زبردست گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ خدا کی قدرت کی یہ خاص تجلی ہر نبی کے زمانہ میں ظاہر ہوتی رہی ہے مگر سب سے بڑھ کر یہ تجلّی بانیٔ اسلام حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ اور خلفاء کی تائید میں ظاہر ہوئی ہے مسلمان اس تجلّی کو بھلا بیٹھے تھے۔ اور ان کے دل اب ہرگز ایسے گرم نہ رہے تھے جیسا کہ اس تجلّی کے نتیجہ میں انہیں رہنا چاہیئے تھا۔ اس لئے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے

ازسرِ نَو اپنی قدرت کا اظہار فرمایا۔ اور الٰہی قدرت کے اس نئے ظہور سے خدا تعالےٰ کی قدرتوں کے وہ تمام ظہور جو پہلے ہوتے رہے تھے سب زندہ ہو گئے۔ اور مذہب یعنی خدا پر ایمان رکھنا، اس کی صفات کا علم اور معرفت کی جستجو کرنا، اور ان صفات کو ہر زمانے میں جاری سمجھنا، یہ سب کچھ ایک زندہ حقیقت بن گیا ہے

زندہ شد ہر نبی بہ آمدنم ❊ ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے رسالہ الوصیت میں اپنی وفات کے متعلق جماعت کو ہوشیار کرتے ہوئے خدا کی قدرتوں کا قانون مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:۔

"یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے، اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو ظاہر کرتا رہا ہے، کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا اور ان کو غلبہ دیتا ہے، جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ۔ اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے، کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے، اسی طرح خدا تعالےٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے، لیکن اس کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے، مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دیدیتا ہے۔ اور جب وہ ہنسی اور ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے، اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے، جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے، اپنے کمال کو پہونچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے۔ اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا۔ اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائے گی، اور خود جماعت کے لوگ بھی تردّد میں پڑ جاتے ہیں، اور ان کی کمریں ٹوٹ

جاتی ہیں، اور کئی بدقسمت مرتد ہونے کی راہیں اختیار کر لیتے ہیں؟ تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر کرتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے۔ پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزہ کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا۔ جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بے وقت موت سمجھی گئی۔ اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے۔ اور صحابہ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا، اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا۔ اور اس وعدہ کو پورا کیا۔ جو فرمایا تھا، وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا۔

پس طبعی قانونوں کے علاوہ جو روحانی قانون اس دنیا میں ملتے ہیں، اور جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی صفات کا گویا ظہور اس دنیا میں ہوتا رہتا ہے، ان میں بڑا قانون یہی ہے، کہ خدا تعالیٰ نے یہ اپنے ذمہ لے رکھا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور ان کے خلفاء کو مخالف سے مخالف سامانوں اور مشکل سے مشکل طبعی حالات کے باوجود کامیاب و بامراد کرتا ہے۔ اور ایسے طور پر ان کی مدد فرماتا ہے، جو ماننے والوں اور منکروں دونوں کو حیران کر دینے والا ہوتا ہے۔ خدا کی قدرت کے ظہور کی یہ عام صورت ہے۔ اور تھوڑا سا تدبر بھی ہمیں اس حقیقت تک پہونچا دیتا ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا، تو خدا پر ایمان کیسے قائم رہ سکتا تھا، خدا نے جب بھی دنیا میں کوئی ہدایت بھیجی اور اس کی اشاعت کے لئے کوئی جماعت قائم کرنی چاہی، اس کے لئے بعض غریب بیکس مگر مقبول بندوں کو چنا، اور ان کو سامان طاقت اور مال والوں لیکن گمراہ اور اندھیرے میں رہنے والوں کے مقابلے میں کھڑا کر دیا۔ اگر عام طبعی قانونوں پر ان انبیاء کو چھوڑ دیا جاتا، تو ان میں سے کوئی بھی کامیاب نہ ہوتا، اور دنیا خدا کو کبھی بھی نہ پہچانتی۔ اگر خدا تعالیٰ طاقتور بندوں کو اپنے پیغام پہونچانے کے لئے چنتا، تو پھر بھی اس کی خدائی مشتبہ رہتی، اور لوگ یہی سمجھتے، کہ چونکہ یہ لوگ طاقت اور اثر والے ہیں، اس لئے جو چاہتے ہیں منوا لیتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بیکسوں اور کمزوروں کو چنا اور ان کو دنیا کے سامنے کھڑا کر دیا، اور تمام قسم کے مخالف طبعی حالات کے باوجود ان کو اپنی تائید

سے کامیاب کرکے اپنی قدرت کا اظہار کیا۔ اسی سے لوگوں کو اس کے وجود کا پتہ ملا۔ اور اسی سے ان کے دلوں میں اس پر ایمان پیدا ہوا۔ یہ عام اظہار قدرت جو انبیاء کی نصرت کے رنگ میں ہوا۔ اس کی تفصیل کا لطف وہی اُٹھا سکتا ہے، جو انبیاء کے حالات کو بغور پڑھتا ہے۔ ہر موقعہ پر یہ قدرت نبی کے ہمراہ ہوتی ہے۔ کبھی وہ مخفی ہوتی ہے، کبھی نسبتاً ظاہر، اور کبھی وہ ایسی ظاہر ہوتی ہے کہ ایک عام شخص اس کی برداشت کی طاقت نہیں رکھ سکتا۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک دنیا سے مقابلہ تھا۔ آپ بالکل اکیلے اور بے سروسامان تھے۔ آپ کے مقابلے میں پہلے قریش کے سرداروں کے اور بعد میں یہود و نصاریٰ کے مختلف جتھے تھے۔ ان کے علاوہ عرب کے پڑوس میں جو بڑی بڑی سلطنتیں تھیں، وہ بھی آپ کے مقابلے کے لئے اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ سامان کا یہ حال تھا، کہ ہر مقابلے میں آپ کے دشمن کا سامان دگنا، تگنا، دس گنا اور کبھی بیس گنا ہوتا تھا۔ شروع شروع میں نہ صرف آپ کی چھوٹی سی جماعت ہر وقت تباہی کے مُنہ میں رہتی تھی، بلکہ آپ کا وجود اطہر بھی ہمیشہ موت کے خطرے میں رہتا تھا۔ اور شروع ہی کا کیا ذکر ہے، اصل بات تو یہ ہے کہ جیسے جیسے مسلمانوں کی جماعت بڑھتی گئی خطرات بھی ساتھ ساتھ بڑھتے ہی گئے کبھی یہ خطرات باہر سے سر نکالتے اور کبھی مسلمانوں کی جماعت کے اندر سے۔ گویا کوئی وقت بھی تو ایسا نہیں آیا، جب ہم کہہ سکیں، کہ اب مسلمانوں کی جماعت بالکل محفوظ ہو گئی تھی۔ ہر مرحلے پر مشکلات کا سامنا تھا۔ ایسی مشکلات جو مسلمانوں کی جماعت اور اس تعلیم کو جس کی یہ جماعت حامل تھی، کچل دینے کے لئے کافی تھیں۔ لیکن ہر مرحلے پر خدا کی قدرت کا ہاتھ ہمراہ رہا۔ اور نہ صرف مسلمانوں کی جماعت بلکہ اس جماعت کے لیڈر یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ذاتی طور پر بھی محفوظ رہے۔ اور اپنے ان مقاصد کے حصول میں پورے طور پر کامیاب و بامراد ہوئے، جن پر دنیا ہنستی تھی اور جن کو نیست و نابود کرنے کا نہ صرف تہیہ کئے ہوئی تھی، بلکہ اپنے اس ناپاک ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس کے پاس کافی سامان بھی تھے۔ ہر جنگ اور مقابلہ کے وقت اللہ تعالیٰ کا ہاتھ آپ کے ساتھ ہوتا، جو کبھی تو ذرا مخفی طور پر، اور کبھی کھلے طور پر آپ کی تائید میں کام کر رہا ہوتا تھا۔ جنگ احزاب میں آپ کے دشمنوں

نے بڑے زور شور سے حملہ کی تیاری کی تھی، مگر باوجود ان کی تمام کوششوں کے ان سے کچھ نہ بنا۔ وہ اس موقعہ پر دس ہزار کا لشکر لائے، اور ایسی خطرناک صورت ہوگئی تھی، کہ مسلمانوں کے لئے باہر نکلنا دشوار ہوگیا تھا، اور قضائے حاجت کی بھی جگہ نہ رہی تھی۔ قرآن شریف میں سورۃ احزاب میں مسلمانوں کی اس بے بسی کا نظارہ بہت دردناک الفاظ میں کھینچا گیا ہے۔ اس صورتِ حالات کی نزاکت کی حد یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے کئی روحانی بیمار کہہ اُٹھے، کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے صرف جھوٹا وعدہ کیا تھا۔ لیکن آخر ہؤا کیا؟ عین ان دنوں میں جبکہ دشمن اپنے پورے زور پر تھا، اور مسلمانوں کا محاصرہ کئے ہوئے تھا، ایک روز رات کے وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آواز دی، کہ کوئی ہے؟ ایک صحابی نے کہا میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا، تم نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور نے پھر آواز دی، کہ کوئی ہے؟ تو پھر وہی صحابی بولے، کہ حضور حاضر ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم نہیں۔ پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد آپؐ نے آواز دی، کہ کوئی ہے؟ اس پر پھر اسی صحابی نے جواب دیا، تب آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے، کہ دشمن بھگا دیا گیا ہے، تم جا کر دیکھو اس کی کیا حالت ہے؟ چنانچہ وہ صحابی گئے، تو انہوں نے دیکھا، کہ میدان صاف پڑا ہے۔ اور دشمن بھاگ چکا ہے بعض صحابہ کا بیان ہے کہ ہم اس وقت جاگ رہے تھے، لیکن شدت سردی سے بولنے کی طاقت نہ پاتے تھے اس موقعہ پر بظاہر دشمن کے بھاگنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، صحابہ بھی حیران تھے، کہ یہ ہؤا کیا؟ البتہ بعد میں معلوم ہؤا، کہ نہایت مخفی سامان تھے جو اس لشکر کے بھاگنے کا موجب بنے۔ اور وہ سامان یہ تھے، کہ رات کو دشمن اچھا بھلا سویا تھا، کہ ایک قبیلہ کے سردار کی آگ بجھ گئی۔ اور عرب میں یہ سمجھا جاتا تھا، کہ جس کی آگ بجھ جائے، اس پر مصیبت آتی ہے۔ اس سردار کے قبیلہ نے مشورہ کیا، کہ اب کیا کرنا چاہیئے آخر یہ صلاح ٹھہری، کہ ہم اپنا خیمہ یہاں سے اکھاڑ کر کچھ دُور پیچھے جا لگائیں، اور کل پھر لشکر سے آملیں گے یہ صلاح کر کے جب وہ پیچھے جانے لگے، تو اس کو دیکھ کر دوسرے قبیلہ نے اور اس کو دیکھ کر تیسرے قبیلہ نے حتیٰ کہ اسی طرح سب نے واپس جانا شروع کر دیا۔ ہر ایک نے یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں نے شبخون مارا ہے بھاگنا شروع کر دیا، یہانتک کہ کہتے ہیں، ابو سفیان نے جو لشکر کا سردار تھا، سراسیمگی کی حالت میں بندھی ہوئی

اونٹنی پر سوار ہو کر اُسے مارنا شروع کر دیا، تا وہ بھاگے جب سب بھاگ گئے، تو کچھ دور جا کر ایک دوسرے سے پوچھنے پر انہیں معلوم ہُوا، کہ یونہی بلا وجہ بھاگ آئے ہیں۔

یہ سارا واقعہ خدا کی قدرت کا عجیب نظارہ پیش کر رہا ہے۔ طبعی سامان کفار کے ساتھ ہیں، لیکن وہ سب دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اور کامیابی مسلمانوں کو ہوتی ہے، جو خدا کے مقبول ہیں، اور جن کی تائید میں اس وقت اس کا قانون خاص کام کر رہا تھا۔ مسلمانوں کی ابتدائی جنگوں میں ہمیشہ ایسے واقعات رونما ہوئے۔ بظاہر بعض اوقات سامان بھی ان کے پاس ہوتے تھے، لیکن دشمن کے سامانوں کے مقابلے میں کسی عام طبعی قانون کے مطابق مسلمانوں کے ان سامانوں کی کچھ بھی حقیقت نہ ہوتی تھی۔ مگر ہمیشہ تائید الہیٰ کا مسلمانوں کے شامل حال رہنا۔ خدائی قدرت کا ظہور ہے۔ اور بھی اسی قسم کے کئی واقعات ہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تو شب و روز خدا کی قدرتوں کے ظہور کے لئے وقت تھا۔ وہ اعرابی والا واقعہ کتنا عجیب وغریب ہے، جو لکھا ہے، کہ آپ ایک جنگ سے واپس آ رہے تھے۔ راستہ میں ایک جنگل میں دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لئے ٹھہر گئے۔ تمام صحابہ اِدھر اُدھر بکھر کر سو گئے۔ کیونکہ کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ آپ بھی اکیلے ایک جگہ لیٹ گئے، کہ یکدم آپ کی آنکھ کھلی اور آپ نے دیکھا، کہ ایک اعرابی کے ہاتھ میں آپ ہی کی تلوار ہے، اور وہ اس تلوار کو کھینچے آپ کے سر پر کھڑا ہے۔ جب آپ کی آنکھ کھلی، تو اس نے دریافت کیا، کہ بتا اب تجھے اس تلوار سے کون بچا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ۔ آپ کا یہ کہنا تھا، کہ اعرابی کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ اب یہ خدا کا تصرف ہی تھا، کہ یہ معجزہ ظہور میں آیا۔ اعرابی آپ کا دشمن تھا، اور آپ کی تلوار بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن آپ کے اللہ کہنے سے کچھ ایسا رُعب اس پر طاری ہو گیا، کہ تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ پھر غار ثور کا واقعہ ہے، جو خدا کی قدرت کا نہایت ہی زبردست ظہور ہے۔ مشہور واقعہ ہے، کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تو کفار مکہ آپ کے تعاقب میں غار ثور تک پہونچ گئے۔ جہاں آپ حضرت ابوبکرؓ سمیت چھپے ہوئے تھے۔ کھوجی ایسے ماہر تھے، کہ غار کے منہ تک تعاقب کرنے والوں کو لے آئے، اور کہا کہ یہاں تک آئے ہیں، آگے نہیں گئے۔ مگر باوجود ان کے زور دینے کے کسی کو یہ توفیق نہ ملی، کہ گردن جھکا کر غار میں دیکھ لے۔

حالانکہ جو لوگ کئی میل تک پیچھا کرتے گئے تھے، اور تلاش کرتے کرتے پہاڑ پر چڑھ گئے تھے، اُن کے دل میں طبعًا یہ خیال پیدا ہونا چاہیئے تھا، کہ اب یہاں تک آئے ہیں، تو جھک کر دیکھ لیں کہ شاید اندر بیٹھے ہوں۔ مگر عین موقع پر پہونچکر بھی کسی نے گردن جھکا کر غار کے اندر نہ دیکھا۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں: کہ غار کا منہ اس قدر چوڑا تھا، کہ اگر وہ جھک کر دیکھتے، تو ہمیں بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ اور ہمیں ان کے پاؤں نظر آتے تھے۔ یہ بھی محض الٰہی تصرف تھا، جو ان کے قلوب پر ہوا۔ ورنہ بظاہر اس کے لئے کوئی سامان موجود نہ تھے۔ اس واقعہ میں سامانوں کا ایسا مکمل فقدان ہے، کہ جب سارے قصہ پر نگاہ کی جاتی ہے، تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اعجازی حفاظت پر طبیعت وجد میں آجاتی ہے اور خدا گویا نظر آنے لگ جاتا ہے۔ بالعموم خدا کی قدرت کے ظہور کے وقت کچھ نہ کچھ ظاہری سامان بھی شامل رہتے ہیں: تا کہ ماننے والوں کا امتحان ہوتا رہے، اور نہ ماننے والوں کے لئے بھی کچھ پردہ رہے اور ایسے واقعات جن میں سامان بالکل نہیں ہوتے، بہت شاذ اور نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ اور یہ صرف انبیاء اور ان کے خاص الخاص ماننے والوں کو دکھائے جاتے ہیں، جو ایمان کے بہت بلند درجہ پر ہوتے ہیں۔ بعض شقی کہا کرتے ہیں، کہ ہمیں کوئی ایسا واقعہ دکھاؤ، تو ہم بھی مان لیں۔ لیکن نادان نہیں جانتے، کہ خدا تو پردے سے اپنے آپ کو ظاہر ہی اس واسطے کرتا ہے، کہ لوگ ایمان بالغیب لائیں، اور اس طرح کسی درجہ کے لایق ٹھہریں۔ کسی نادان کے لئے وہ اپنے پُرحکمت قوانین کو نہیں توڑتا۔

اس زمانے میں بھی چونکہ لوگوں کے ایمانوں میں سخت فتور پیدا ہو گیا تھا، اور سب لوگ خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، عملًا خدا کو بالکل بھول چکے تھے، اور کئی منہ سے بھی اس کے منکر ہو رہے تھے اس لئے خدا نے چاہا، کہ وہ دنیا کو بتائے۔ کہ مَیں نہ صرف موجود ہوں بلکہ تم سے ایسا ہی قریب ہوں، جیسا کہ مَیں پہلے رہا ہُوں۔ میری قدرتیں قائم و دائم ہیں۔ مَیں تمہیں بھولا نہیں۔ تم بھی مجھے نہ بھولو۔ سو اس نے اپنی قدرت کا پھر ایک مرتبہ نمونہ دکھانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ کا یہی منصب اور مقام تھا۔ خدا نے آپ کے اور آپ کی جماعت کے ذریعہ اپنی قدرتوں کا اظہار کیا۔ آپ ہندوستانی تھے۔ آپ کو ملک کی مشہور عربی درسگاہوں یا مشہور علماء میں سے کسی سے عربی سیکھنے کا موقعہ ہی نہ ملا تھا۔ اور ملک

سے باہر تو آپ بالکل گئے ہی نہ تھے لیکن جو عظیم الشان کام آپ کے سپرد کیا گیا تھا، یعنی احیاءِ اسلام کی غرض سے لوگوں کو جمع کرنا اور اسلام اور قرآن کے حقائق کو دنیا میں پھیلانا، اس کے لئے ضروری تھا کہ آپ کو عربی زبان میں خاص دسترس ہوتی۔ سو خدا نے آپ کو اعجازی رنگ میں یہ دسترس عطا فرمائی۔ اور آپ کے اعجازی قصائد کا جو بردست تحدّی اور چیلنج کے ساتھ شائع ہوئے۔ آج تک کوئی مقابلہ نہیں کر سکا۔ پھر علمی اور دوسری مہمات جو آپ کو پیش آتی رہتی تھیں، عقل حیران رہ جاتی ہے، کہ آپ اکیلے ان کو کیسے حل کرتے تھے۔ اور آخر وہی ماننا پڑتا ہے، جو آپ نے خود فرمایا ہے، کہ جب کبھی مجھے بعض معاملات پر روشنی کی ضرورت ہوتی ہے تو میں خدا کے حضور دعا کرتا ہوں۔ تب ایک ایک کر کے سب معاملات کو میں اپنے سامنے لاتا جاتا ہوں اور خدا کے کلام کے ٹکڑے ہر ایک معاملہ کو روشن کرتے جاتے ہیں۔ اور اس وقت میں اپنے تئیں بالکل دستِ قدرت کے قبضہ میں محسوس کرتا ہوں۔ طاعون کا نشان آپ کو دیا گیا۔ اور دیگر حوادث اور آفتوں کے نشان بھی آپ کو عطا کئے گئے۔ ان سب میں آپ کی جماعت باوجود اس کے کہ سامانوں کے لحاظ سے دوسروں سے کچھ کم ہی محفوظ تھی، دوسروں کی نسبت نمایاں طور پر محفوظ رہی۔ اور طاعون سے حفاظت کا نشان تو آپ کا خاص نشان تھا۔ اس حفاظت میں گو بظاہر سامانوں کی رعایت کا پہلو بھی تھا، مگر یہ پہلو اسی پردہ کے طور پر تھا، جسے خدا تعالیٰ بالعموم اپنی قدرت نمائی میں ملحوظ رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا کہ احمدیوں کو بالعموم طاعون نہیں ہوگی۔ مگر اس کے ساتھ ہی آپ نے احتیاطی تدابیر کے رنگ میں یہ حکم بھی دیا، کہ جرابیں پہنیں، شام کے بعد باہر نہ نکلیں، اور کونین استعمال کریں، وغیرہ۔ اب یہ حفاظت کے سامان بلکہ ان سے بہت زیادہ دوسروں کے لئے بھی تھے۔ لیکن پھر بھی طاعون سے جیسی حفاظت احمدیوں کی ہوئی، دوسروں کی نہ ہوئی۔ یہ سامان محض ایک پردہ تھے۔

پھر ایسا نشان بھی آپ کو دیا گیا، جس میں بالکل سامان نہ تھے۔ ایک دفعہ آپ نے رؤیا میں دیکھا کہ میں خدا کے سامنے کچھ کاغذات پیش کر رہا ہوں، خدا نے ان پر دستخط کرتے وقت قلم چھڑکا ہے اور اس کی روشنائی کے قطرے میرے کپڑوں پر پڑے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب یہ رؤیا ہوا، اس وقت حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ جو آپ کے صحابی تھے، آپ کے پاؤں دبا رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا، کہ

حضرت صاحب کے ٹخنے پر سُرخ رنگ کا چھینٹا پڑا ہے ۔جب اس کو ہاتھ لگایا گیا۔ تو وہ گیلا تھا۔ وہ حیران ہوئے کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے اِدھر اُدھر اور چھت کی طرف دیکھا ،کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جس کی طرف ان چھینٹوں کو منسوب کیا جا سکتا ۔حضرت مسیح موعود اُٹھے تو حضور سے کیفیت دریافت کی۔ حضور نے مولوی صاحب کے اصرار پر ساری حقیقت سنائی ۔ یہ گویا خدا کی قدرت کا ایک کھُلا اظہار تھا، جس میں کوئی ظاہری سامان نہ تھا۔

عام لوگ خدا کی صفت قدرت کا مشاہدہ دعاؤں کی قبولیت میں بھی کر سکتے ہیں ۔جو لوگ خدا کو مان کر بھی دعاؤں میں کچھ انقباض محسوس کرتے ہیں ،یا اس کی تاثیر کے منکر ہیں ، وہ دراصل خدا کی قدرت کے منکر ہیں ۔خدا کو ہر شے پر قادر ماننے سے یکدم دعا کا دروازہ کھُل جاتا ہے۔ اور اسی کی دُعا دعا ہے ،جو دُعا کے وقت بھی اور آگے پیچھے بھی خدا کو واقعی ہر شے پر قادر سمجھے ۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشتی نوحؑ میں فرمایا ہے ،کہ جو ایسا نہیں کرتا ، وہ باوجود ظاہراً میری جماعت میں شامل ہونے کے حقیقتاً میری جماعت میں نہیں ہے۔ دعاؤں کو اعلیٰ مقاصد کے لئے وقف رکھنا اور ان کو جامع اور وسیع اغراض پر حاوی کرنا اور ان کے لئے عمدہ اور موزوں الفاظ استعمال کرنا ایک نہایت ہی پسندیدہ بات ہے۔ اور مسنون اور الہامی دعاؤں کا بھی امتیاز ہے۔لیکن ادنیٰ مقاصد اور نسبتاً محدود اغراض کے لئے بھی موقعہ کی مناسبت سے کبھی کبھی دعا کرنا ایک پسندیدہ بات ہے۔ بلکہ ایک عام مومن کے لئے خدا کی قدرت کے عملی مشاہدہ کا دروازہ اسی طرح کھُلتا ہے۔ میرا یقین ہے ،کہ تھوڑا بہت اس قسم کا مشاہدہ ہر ایسے شخص کو ہو سکتا ہے ؛ جو دعا سے اس کی مناسب شرائط کے ماتحت کام لے ۔ اور بڑی شرط تو یہی ہے ،کہ حقیقی اضطرار سے دعا ہو؛ اور اس کے ساتھ یقین ہو کہ واقعی خدا سب قدرتوں والا ہے۔ ہر زمانے میں اس کی مثالیں پائی جاتی ہونگی۔ لیکن میری اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں دوستوں کی دیکھی ہوئی اور تجربہ شدہ بات ہے۔ شاید تین سال کا عرصہ ہوا، گرمیوں کی ایک چھٹیوں میں مَیں یہاں قادیان میں تھا ، ساری گرمیاں بغیر بارش کے گذر رہی تھیں اور زمیندار اور جانور اور خود زمین پانی کے بغیر بےتاب تھی ۔ سیدنا حضرت امیرالمؤمنین پہاڑ پر تھے ۔حضرت مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے سکول کے میدان میں تپتے ہوئے آسمان کے نیچے کئی نمازیوں سمیت

نماز استسقاء یعنی وہ نماز جو بارش کے لئے مقرر ہے پڑھائی، اور لمبی دعا کی۔ اس وقت مجھے یاد ہے لوگوں کی چیخیں نکل نکل کر دور دور پہونچ رہی تھیں۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو پسند ہوا، تو اب ضرور بارش ہو گی۔ لیکن آسمان پر کسی چھوٹی سی بدلی کا بھی نام و نشان نہ تھا۔ شام تک بارش نہ ہوئی۔ رات کو سو گئے۔ مگر نصف رات کے قریب بارش نے آجگایا، اور خوب بارش ہوئی۔ اس وقت تو خیال نہ آیا۔ لیکن کچھ دیر بعد فوراً خیال آیا، کہ یہ وہی بارش ہے جس کے لئے دعا ہوئی تھی۔ دوسرے تیسرے روز حضرت امیر المومنین پہاڑ سے تشریف لے آئے اور آپ کے آنے پر اور بھی زور سے بارش ہوئی۔

میرا یقین ہے ہماری جماعت کے مخلص کارکن مقامی اور جماعت کے نگران چاہے وہ مرکزی جماعت میں ہوں چاہے باہر کی جماعتوں میں بالعموم جماعت کے کاموں میں خدا کا دست قدرت دیکھتے رہتے ہیں ہماری کوششیں اور ہمارے سامان نہایت حقیر ہوتے ہیں۔ لیکن خدا تعالےٰ نتائج بہت بڑھ چڑھ کر نکالتا ہے خدا تعالےٰ کی قدرت کئی طرح ظاہر ہوتی ہے۔ اور دراصل جو صورت بھی اس کی کسی صفت کے عملی اظہار کی ہے وہ اس کی قدرت کا اظہار ہے۔ اور تقدیر پر ایمان لانے کے یہی معنی ہیں، کہ دنیا کے قانونوں کو خدا کی طرف سے اور خدا کے تصرف میں سمجھا جائے۔ نہ یہ کہ کہا جائے کہ ایک ہی قانون ہے اور وہ قانون قدرت یعنی نیچر کا قانون یا طبعی قانون ہے۔ طبعی قانون بھی انسانوں کے فائدے، ان کی سہولت اور ترقی کے لئے خدا ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔ لیکن طبعی قانون ہی دنیا میں نہیں چلتے۔ روحانی قانون بھی چلتے ہیں۔ اور روحانی قانون بھی ایک عام صورت رکھتے ہیں۔ جیسے انبیاء اور ان کی جماعتوں کا ہمیشہ دشمنوں کے مقابلے میں کامیاب ہونا۔ اور خاص صورت بھی رکھتے ہیں، جیسا نہ خاص خاص طریقوں اور خاص خاص تصرفات سے ان کا کامیاب ہونا۔ تقدیر پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں، کہ انسان طبعی اور روحانی دونوں قانونوں کو خدا کی طرف سے خدا کے مقرر کئے ہوئے اور ہر وقت اس کے تصرف میں سمجھے۔ ان دونوں قانونوں سے خدا کی قدرت کا ظہور ہوتا ہے۔ لیکن خاص طور پر یہ ظہور اُن واقعات، اُن تصرفات، اُن نصرتوں، ان کامیابیوں، اُن کارناموں اور اُن دعاؤں سے ہوتا ہے، جن میں طبعی سامان یا بالکل مفقود ہوتے ہیں، یا مفقود ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ اور ایسے واقعات سے اگر باقی زمانے خالی بھی ہوتے ہیں، تو انبیاء کے زمانوں میں تو کثرت

سے رونما ہوتے ہیں۔

یہ بات ایسی روشن ہے کہ وہ مؤرخ جو ہر بڑے سے بڑے انقلاب کی توجیہہ طبعی حالات اور طبعی اسباب کے ماتحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اس کوشش میں کامیاب نہ ہونا اپنے علم کی شکست سمجھتے ہیں، وہ بھی جب مثلاً ظہور اسلام پر پہونچتے ہیں، تو حیران رہ جاتے ہیں، کہ اس عظیم الشان انقلاب کی کوئی طبعی توجیہہ کیونکر کریں۔ جو اس وقت کی ساری دنیا پر چھا گیا۔ اور جسے پیدا کرنے والا ایک اُمّی یتیم تھا، جس کی بچپن میں یہ حالت تھی، کہ کوئی دایہ اسے دودھ پلانے کے لئے بھی قبول نہ کرتی تھی اور جس کی بادشاہ بن جانے پر یہ حالت تھی، کہ گھر میں فاقے ہوتے تھے، اور وہ جوتے کی مرمت خود کر لیتے تھے، اور باہر اپنے جیسے فاقہ مست لیکن خدا اور اس کے رسول کی محبت میں سرشار صحابہ سے یہ مشورے ہوتے تھے، کہ روم کو کیسے فتح کیا جائے اور ایران کو کیسے زیر کیا جائے، تمام مؤرخ اس انقلاب کی توجیہہ کرنے سے عاجز ہیں، اور ان میں سے اکثر نے اپنے اس عجز کا خود اقرار کیا ہے۔ ہاں بعض باتیں بنانے کی غرض سے کچھ افسانوں کی قسم کے نظریئے گھڑتے رہتے ہیں۔ مثلاً عیسائی مؤرخ جو سمجھتے ہیں، کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بعد گویا خدا نے دنیا کی خبر ہی نہیں لی، عموماً ایسی توجیہات پیش کرتے رہتے ہیں، کہ تاریخ بڑے آدمیوں کی بنتی چلی آئی ہے۔ بانیٔ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایک بڑے آدمی تھے، بڑی استعدادوں کے مالک تھے، اور لیڈری کی اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے، ان کے خلفاء بھی ایسے تھے، ان کو جرنیل اور دوسرے مُدبّر بھی اعلیٰ درجہ کے مل گئے۔ اس لئے ان کی ترقی کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں، کہ اوّل تو یہی ایک عجیب بات ہے کہ اتنے امکانات کا اجتماع ایک ہی زمانے میں کیونکر ہو گیا؟ اور دوسری عجیب بات یہ ہے، کہ گو ان مؤرخوں کے نزدیک تو یہ انقلاب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی اپنی لیاقت کا نتیجہ تھا، لیکن اس انقلاب کے لیڈر اسے کسی طرح بھی اپنی لیاقت کا نتیجہ نہیں، بلکہ خدا کی نصرت اور اس کی قدرت کا نتیجہ گردانتے تھے۔ اور اپنے آپ کو وہ محض خدا کا آلہ کار سمجھتے تھے۔ اور یہ بات نفسیاتی طور پر محض ناممکن ہے، کہ ایک تحریک اور تبدیلی جس کی حدود دن بدن بڑھ رہی ہوں، اس کے سرپر چند لوگ ہوں، اور وہ تحریک اور تبدیلی ان چند لوگوں کی اپنی لیاقت کا نتیجہ ہو، لیکن وہ ساری عمر اس کو اپنی طرف نہیں بلکہ

خدا کی طرف منسوب کرتے رہیں۔ اور لطف یہ کہ وہ لیڈر ہوں بھی ایسے جو اپنی کامیابی کا اور اپنے کاموں کے دُور رس نتائج کا پہلے سے اعلان کردیں، اور باوجود بڑے کام کرنے کے وہ اپنے تئیں کمزور اور بے بس ہی قرار دیتے چلے جائیں۔ دُنیا میں کب ایسا ہوُا؟ بڑے بڑے فاتح اور مدبّر جب خود کوئی کامیابی حاصل کرتے ہیں، تو ان کی زبان اپنی اپنے ساتھیوں اور اپنے سامانوں کی تعریف کرتے نہیں تھکتی۔ اسی جنگ میں دیکھ لیجئے، ہر فریق کو اپنے آپ، اپنے سامانوں اور اپنے حلیفوں پر اعتماد ہے، اور جہاں کہیں کامیابی ہوتی ہے، ان سامانوں، تدبیروں اور کام کرنے والوں کی تعریف ہوتی ہے۔ لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب جنگِ بدر میں کنکر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر پھینکتے ہیں، اور دشمن بھاگ جاتا ہے تو آپ بڑی سادگی اور سچائی سے کہدیتے ہیں، کہ یہ کنکر مَیں نے نہیں پھینکے تھے، بلکہ اللہ نے پھینکے تھے۔

بعض کہتے ہیں، کہ اسلام کا ظہور دراصل عرب قوم کی ترقی کا دَور تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حالات ایسے پیدا ہوگئے تھے، کہ عرب قوم یقیناً اُبھرنے اور وطن سے باہر نکل کر ایک بہت بڑی سلطنت کی بنیاد رکھنے والی تھی۔ اس پر ہمارا سوال یہ ہے، کہ کیا عرب قوم اس دَور میں جو اُبھری، تو انہوں نے ابھر کر صرف ایک بڑی سلطنت کی بنیاد ہی رکھی یا ایک بڑے دین کی بھی ـــ ایسے دین کی جسکی ہزاروں حکمتوں کے قائل اس کے دشمن بھی ہیں، اور جس نے دُنیا کو وحشت سے نکال کر با اخلاق بنایا، اور بااخلاق سے باخدا بنایا۔ ایسا دین جو باوجود دنیا کی کبھی نہ ختم ہونے والی مخالفت اور مخاصمت کے زندہ جاوید ہے۔ پھر اگر یہ عربوں کی ترقی کا دَور تھا، اور ہم مان لیتے ہیں کہ عرب کے اندر کچھ ایسے جغرافیائی تغیرات ہو چکے تھے جن کے ماتحت اب عربوں کا سوائے باہر نکل کر قسمت آزمائی کرنے کے گذارہ مشکل تھا، تو اس دَور کے لیڈر محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ہوگئے، جنہوں نے اٹھتے ہی عرب قوم کی اعتقادی، عملی اور اقتصادی مخالفت شروع کردی، ان کے قومی اتحاد کو کچل ڈالا، اور ساری قوم میں اختلاف اور تفرقہ پیدا کردیا، اور ساتھ ہی نسلی اور قومی امتیاز کا بھی خاتمہ کردیا۔ تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں، کہ کسی قوم نے اس حال میں ترقی کی ہو، کہ اس کے لیڈر نے ایک ہی وقت میں اندرونی اور بیرونی لڑائی شروع کردی ہو، اور قوم کی جمعیت کو اپنی تائید میں نہیں، بلکہ اپنے خلاف اُکسایا ہو، اور ان کے قومی جذبہ کو بڑھایا نہ ہو بلکہ کچلا ہو، اور یہ احساس

بھی ان کے دلوں سے مٹا دیا ہو، کہ وہ گھروں سے باہر نکل کر جو جنگیں کر رہے ہیں، وہ اپنی قوم یا اپنے ملک کے لئے کر رہے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں عربوں کی ترقی اپنی قسم کی صرف ایک ہی مثال ہے، جو انہوں نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں حاصل کی، اور یہی وہ قائد ہے جو کہتا ہے کہ میرا اور میرے صحابہ کا ظہور، میرا اور میرے خلفاء کا غلبہ، میری اور میرے ماننے والوں کی کامیابی خدا کی قدرت کا کرشمہ ہے۔

میرا خیال ہے کہ جماعت احمدیہ کو تو ابھی تک یہ سائنٹیفک مورخ حقیر سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ایک ایسے ہی مورخ نے اپنی کتاب میں جو ابھی شائع نہیں ہوئی، لکھا ہے، کہ جماعت احمدیہ کی کوئی اہمیت نہیں پادریوں نے یونہی شور مچا رکھا ہے۔ اب جماعت کی ظاہری حالت تو یہ ہے لیکن کل کو جب جماعت خدا کے فضل سے دنیا پر چھا جائے گی تو یہی مورخ کہیں گے، کہ یہ جماعت کیوں ترقی نہ کرتی، اسے بڑے زبردست قائد ملے تھے اور اسکے بانی کے، دوسرے خلیفہ کی تو چھوٹی عمر میں ہی ایسی زبردست استعدادیں تھیں، کہ وہ جماعت کو دنیا میں پھیلائے بغیر چین ہی نہ لے سکتا تھا۔ یا ممکن ہے اسی طرح کی کوئی اور بات بنا لیں۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ جب خدا کوئی بڑا کام کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لئے آدمی بھی بڑی لیاقتوں والے چنتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ بڑی لیاقتوں والی ہستیاں اور لیڈر جن کی ذاتی لیاقتوں کی طرف انبیاء کی جماعتوں کی ساری کامیابی منسوب کی جاتی ہے، خود کیا کہتے اور کیا سمجھتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے، کہ ایک انقلاب ہو تو بعض لوگوں کی لیاقت کا نتیجہ، لیکن ان کو اس کا احساس تک نہ ہو۔ تحریک احمدیت شروع سے بے سروسامانی کی حالت میں چلی آتی ہے اور اسے ہر چوتھے پانچویں سال ایسے مخالف حالات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے، کہ دشمن سمجھنے لگتا ہے، کہ پہلے نہیں تو اب یہ ضرور تباہ ہو جائیں گے، لیکن خدا تعالیٰ ہمیشہ اپنے اس سلسلہ کی حفاظت کرتا رہا ہے اور اس کے دشمنوں کی پیش قیاسیوں کو جھٹلاتا رہا ہے۔ ابھی چند سال کی بات ہے، جب جماعت میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری وغیرہ کا اندرونی فتنہ اٹھا، تو لاہور کے اخبار "لائٹ" نے لکھا تھا، کہ کسے پتہ تھا جس تحریک کو اس کے بانی نے اتنی امیدوں کے ساتھ شروع کیا تھا، وہ اتنی جلدی تباہ ہو جائے گی۔ مضمون نگار نے اس موقعہ پر انگریزی لفظ کریش (Crash) استعمال کیا تھا جس کے معنے کلیۃً تباہی کے ہیں۔ جس جماعت کی کمزوری اور بے سروسامانی کا یہ حال ہو، کہ ہر مرحلے پر دشمن کو یہ محسوس ہو، کہ گویا یہ تباہ ہو گئی

قرآن موافق تنزیل

لکھنؤ کے اخبار "حقیقت" مورخہ یکم و ۴ دسمبر ۱۹۴۲ء کے دو تراشے ہمیں موصول ہوئے ہیں جنمیں وہاں کی انجمن نظام القراء کے آنریری جنرل سیکرٹری جناب قاری سید اظہار حسین صاحب کا ایک مقالہ ذیل عنوان "قرآن موافق تنزیل" شائع ہوا ہے۔ اس مقالہ کے لکھنے کی ضرورت جیسا کہ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، یہ پیش آئی، کہ والی ریاست محمود آباد (نزد لکھنؤ) نے اپنے ہاں "قرأت دورہ قرآنِ مجید موافق تنزیل" کا اہتمام فرمایا ہے، اور اسکا اعلان انکی طرف سے قبل از وقت اخبارات میں بھی ہو جاتا ہے، کہ "کل موافق تنزیل فلاں فلاں سوروں کی تلاوت ہوگی"۔ بعض اصحاب نے اخبار "حقیقت" میں راجہ صاحب کی اس "عجیب تلاوت" پر نکتہ چینی کی، اور دریافت کیا، کہ اس "قرأت دورہ قرآن مجید موافق تنزل کے کیا معنے ہیں"؟ معلوم ہوتا ہے، کہ اور حلقوں میں بھی راجہ صاحب کے اس عمل اور اعلان پر چہ میگوئیاں ہوئی ہیں۔ ان سب کے جواب میں قاری صاحب موصوف نے راجہ صاحب کے عمل و فعل کو صحیح و درست ثابت کرنے کے لئے یہ مضمون لکھا ہے۔

گو شیعوں کے بعض فرقے قرآن مجید میں کمی و زیادتی اور تحریف و تغیر کے قائل ہیں، مگر ان کا محقق اور اہل علم طبقہ قرآن مجید کی حفاظت کا قائل ہے، اور یقین رکھتا ہے، کہ جو قرآن مجید آج مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے، یہ بعینہٖ بلا کم و کاست اور بغیر تغیر و تبدل وہی قرآن ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور حضور کے زمانہ میں رائج تھا۔ قاری سید اظہار حسین صاحب ان دو گروہوں میں سے کس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں؟ ان کے مضمون سے اسکی وضاحت نہیں ہوتی۔ اس مضمون میں انھوں نے صرف یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے، کہ مروج قرآن مجید میں سورتوں کی ترتیب وہ نہیں ہے، جو ان کے نزول کی ترتیب تھی، اس لئے راجہ صاحب محمود آباد کا یہ عمل کہ وہ قرآن مجید

کی تلاوت سورتوں کی ترتیب نزول کے مطابق کرتے ہیں، جائز ہے۔ اسی بحث کے دوران میں آپ نے جامعین قرآن کو موردِ الزام ٹھیرایا ہے، کہ انہوں نے قرآن مجید کی ترتیب نزولی کو نظر انداز کر دیا، اور پھر حضرت علیؓ کی فضیلت بیان کی ہے، کہ صرف انہی کا مصحف ترتیب نزولی کے مطابق تھا۔ اور اسی سلسلہ میں ترتیب نزولی کے مطابق قرآن مجید کو جمع کرنے کے فوائد بھی بیان کئے ہیں۔

قابل صاحب کا یہ دعویٰ تو بلاشبہ درست ہے، کہ مروّج قرآن مجید میں سورتوں کی وہ ترتیب نہیں جو انکے نزول کی تھی، مگر انہوں نے اس وجہ سے جامعین قرآن بالخصوص حضرت عثمانؓ پر قرآنی ترتیب کو الٹ پلٹ کر دینے کا جو الزام لگایا ہے، وہ سراسر ناواجب اور غلط ہے۔ اس لئے کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی ہے۔ اور یہ ترتیب حضورؐ نے خدا کی وحی کے مطابق دی تھی۔ حضرت عثمانؓ یا کسی اور شخص کا اسمیں کوئی دخل نہیں تھا۔

قرآن مجید کو جمع کرنے کا کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ [۱] اور پھر اس کی ہر قسم کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [۲] ان واضح ارشادات الٰہی کی موجودگی میں کسی مسلمان ہونے کے مدعی کا یہ کہنا کہ قرآن مجید صحیح طریق پر جمع نہیں ہوا نہایت تعجب انگیز ہے۔ جب اس کے جمع کرنے کا کام (جسمیں ترتیب بھی شامل ہے، کیونکہ جمع بغیر ترتیب کے نہیں ہوسکتا) خدا نے اپنے ذمہ لیا، تو اسمیں غلطی کیونکر راہ پاسکتی تھی۔ پس یا تو یہ ماننا پڑے گا، کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب خدائی منشا اور حکم کے مطابق ہوئی ہے، اور یا یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ خدا نے قرآن مجید کی حفاظت اور اس کو خود جمع کرنے کا جو وعدہ کیا تھا، وہ نعوذ باللہ غلط نکلا۔ اور یا پھر تیسری صورت یہ ہوسکتی ہے، کہ مذکورہ بالا آیات کے خدائی کلام ہونے ہی سے انکار کر دیا جائے، اور کہدیا جائے، کہ یہ آیات جامعین قرآن نے اپنی ترتیب کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید میں داخل اور درج کر دی ہیں۔ حقیقۃً یہ خدا کا کلام نہیں۔ والعیاذ باللہ۔

---

[۱] اسے جمع کرنا اور دنیا میں پھیلانا ہمارا کام ہے۔ (سورہ قیامہ)

[۲] یقیناً ہم نے اس نصیحت کو اتارا ہے، اور ہم ہی اسکی حفاظت کریں گے۔ (سورہ حجر ع ۱)

پس یہ قرآن مجید سے اندرونی شہادت ہے اس امر پر کہ اس کی موجودہ ترتیب بالکل صحیح ہے۔ اور جب یہ صحیح ہے، تو اس کے خلاف کسی اور ترتیب سے قرآن مجید کی تلاوت کرنا کیونکر جائز اور درست ہوسکتا ہے۔

قاری صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"ترتیب نزول کے اعتبار سے اگر کوئی قرآن جمع ہوتا، تو اس کی افادیت اور زیادہ عام ہو جاتی کیونکہ تاریخ دان حضرات جانتے ہیں، کہ اگر انکو مرتب واقعات ملجائیں، تو نتیجہ جلد اور یقینی نکلتا ہے۔ لیکن اگر واقعات الٹ پلٹ کر بیان کئے جائیں، تو ترتیب تاریخ اور نتیجہ برآمد کرنے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ یہی حال قرآن مجید کا ہے۔ اگر موافق تنزیل جمع ہوجاتا، تو آج اسلام میں نہ اتنا اختلاف ہوتا، اور نہ متعدد گروہ ہوتے۔ یہی وہ بڑا فائدہ ہے، جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے جامعین قرآن میں صرف حضرت علیؓ ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے موافق تنزیل قرآن مجید جمع فرمایا"

اس کے متعلق پہلی گذارش تو یہ ہے، کہ یہ اعتراض کسی انسان پر نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ پر پڑتا ہے، کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم نہ دیا، کہ حضور ترتیب نزول کے مطابق قرآن مجید کی ترتیب دیتے۔ اور دوسری یہ کہ اگر قرآن مجید اس ترتیب کے مطابق جمع کیا جاتا، جس ترتیب سے اترا تھا، تو پھر صرف سورتوں ہی کی ترتیب نزول کیوں مدنظر رکھی جائے۔ آیتوں کی ترتیب نزول بھی کیوں مدنظر نہ رکھی جائے؟ یہی اس کی کیا وجہ ہے، کہ قاری صاحب سورتوں کے موافق تنزیل جمع ہونے پر تو بڑا زور دیتے ہیں، مگر آیتوں کے موافق تنزیل جمع ہونے کو اتنی اہمیت نہیں دیتے۔ حالانکہ جو افادیت انہوں نے سورتوں کے موافق تنزیل جمع ہونے کی صورت میں بیان کی ہے، وہ آیتوں کے موافق تنزیل جمع ہونے کی صورت میں اور زیادہ عام ہوجاتی۔ اور بایں اصل کے مطابق تلاوت بھی موافق تنزیل سور نہیں، بلکہ مطابق تنزیل آیات ہونی چاہیئے۔

قاری صاحب نے اسلام میں اختلافات اور متعدد گروہوں کے وجود کو صرف اس ایک بات

کا نتیجہ قرار دیا ہے، کہ قرآن مجید سورتوں کی نزولی ترتیب کیمطابق جمع نہیں ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے، کہ اب جو راجہ صاحب محمود آباد "تلاوت دورہ قرآن مجید موافق تنزیل" کا اہتمام فرما رہے ہیں، اس کے نتیجہ میں یہ اختلافات مٹ جائیں گے۔ یقیناً ہر بہی خواہ ملت کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی بات خوشی اور مسرت کا موجب نہیں ہوسکتی، کہ مسلمانوں کے اختلافات مٹ جائیں، مگر فی الحال تو اس عمل سے اختلافات اور زیادہ بڑھتے نظر آرہے ہیں۔ چنانچہ اس کی بدولت اخبارات میں شیعہ وسنی اختلافی مسائل کی بحث ناخوشگوار طریق پر چھڑ گئی ہے، اور راجہ صاحب کی اس "عجیب تلاوت" کے خلاف "حقیقت" میں جو مضامین شائع ہوئے ہیں، ان میں سے ایک کی نسبت تو قاری صاحب نے بھی لکھا ہے، کہ وہ "نہایت دل آزار" تھا۔ اور قاری صاحب نے خود بھی اپنے مضمون میں اس "عجیب تلاوت" کے مخالفین پر "شرم! شرم!!" کے نعرے بلند کئے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے۔ قاری صاحب سورتوں کی ترتیب نزول کے مطابق قرآن مجید کے جمع ہونے کی ضرورت پر مضمون لکھتے ہوئے اس بات کو بھول گئے، کہ قرآن مجید کی ترتیب موافق نزول کے لئے صرف یہی کافی نہیں، کہ فلاں سورۃ مکی ہے، اور فلاں مدنی، کیونکہ قرآن مجید کی بعض سورتیں ایسی بھی ہیں، جن کا نزول مکہ میں شروع ہوا، اور مدینہ میں جا کر ختم ہوا۔ علاوہ ازیں ایک ہی وقت میں قرآن مجید کی مختلف سورتیں نازل ہوتی رہی ہیں۔ مثلاً اگر آج سورۃ بقرہ کی چند آیات نازل ہوئی تھیں، تو کل کسی دوسری سورت کی چند آیات نازل ہوجاتی تھیں۔ اور پرسوں سورہ بقرہ کی چند آیات اُتر آتی تھیں۔ جب کوئی آیت نازل ہوتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاتب وحی کو بلوا کر اس کو اس کی متعلقہ سورہ میں مناسب مقام پر لکھنے کے لئے ارشاد فرما دیتے تھے۔ پس جب ایک ہی وقت میں کئی سورتیں نازل ہوتی تھیں، تو یہ کہنا کہ فلاں سورۃ مقدم ہے اور فلاں مؤخر کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ اور جب یہ اصول غلط ہوگیا، تو سورتوں کو ترتیب نزول کے لحاظ سے رکھنا بھی غیر معقول ثابت ہوگیا۔

جیسا کہ قاری صاحب نے لکھا ہے، ترتیب نزول کے لحاظ سے سورتوں کو مقدم و مؤخر رکھنے

کی ہی دلیل ہو سکتی ہے، کہ جو سورۃ پہلے نازل ہوئی اُسے پہلے پڑھنے سے اور جو بعد میں نازل ہوئی، اسے بعد میں پڑھنے سے آیات کے معنے زیادہ اچھی طرح کھل سکتے ہیں۔ لیکن اگر ایک سورۃ کو دوسرے سے مقدم کیا ہی نہ جا سکے، بلکہ دونوں کا نزول اس طریق پر ہو رہا ہو کہ کبھی ایک کی آیت اترتی ہو اور کبھی دوسری کی، تو پھر جو ترتیب بھی سورتوں کے نزول کے لحاظ سے رکھی جائے گی، وہ آیتوں کے نزول کے اعتبار سے غلط ہوگی۔ اور سورتوں کو زمانہ نزول کے مطابق آگے پیچھے رکھنے سے جو فائدہ بیان کیا جاتا ہے وہ نہیں نکلیگا۔ کیونکہ جب ہم ایک سورۃ اس خیال سے پڑھ رہے ہوں گے، کہ یہ پہلے نازل ہوئی ہے، اس کا مفہوم ہمارے ذہن میں پہلے آنا چاہیئے اور ہم اسی طریقہ سے اس کے بعد والی سورت کے مفہوم کو اچھی طرح سمجھ سکیں گے، تو ہم ایک خطرناک ذہنی غلطی میں مبتلا ہوں گے۔ کیونکہ اس پہلے پڑھی جانے والی سورت کی کئی آیتیں ایسی ہونگی جو بعد میں پڑھی جانے والی سورت کی آیتوں سے مؤخر ہوں گی۔ اسی طرح بعد میں پڑھی جانیوالی سورت کی کئی آیات پہلے پڑھی جانے والی سورت کی کئی آیات سے مقدم ہونگی۔

ماسوا اس کے ترتیب نزول کا فیصلہ کرنے سے قبل یہ اصل بھی طے کرنا پڑے گا، کہ نزول کے لحاظ سے ہم جسے مقدم قرار دیتے ہیں، اسے اس لئے مقدم قرار دیتے ہیں، کہ اس کے نزول کی ابتدا پہلے ہوئی، یا اس لئے کہ اسکا آخری حصہ دوسری سورۃ کا نزول شروع ہونے سے پہلے ختم ہو چکا تھا؟ اگر ابتداء نزول کے لحاظ سے مقدم قرار دیتے ہیں، تو پھر بھی ترتیب قائم نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ اگرچہ اسکا ابتدائی حصہ تو دوسری سورت کے ابتدائی حصہ سے قبل نازل ہوا تھا، لیکن اس کا آخری حصہ دوسری سورت کے آخری حصہ کے بعد نازل ہوا۔ پس بعد میں آنے والی سورت اس کے بعد میں نہیں کہلا سکتی بلکہ اسکا درمیانی حصہ کہلائے گی۔ اور اگر ہم خاتمہ کے لحاظ سے مقدم و مؤخر کی ترتیب قرار دیں، تو ہو سکتا ہے، کہ ایک سورۃ کا آخری حصہ دوسری سورۃ کے آخری حصہ سے پہلے یا بعد میں نازل ہوا ہو۔ لیکن اس کا ابتدائی حصہ اس کے برعکس ہو۔ پھر ہم کونسے اصل اور قانون کے ماتحت ایک کو مقدم اور دوسری کو مؤخر قرار دے سکتے ہیں؟ مثال کے طور پر

سورہ بقرہ کو لے لیجئے۔ یہ پہلی سورۃ ہے، جو مدینہ میں نازل ہونی شروع ہوئی، (اتقان ص۱۱) مگر اس کی وہ آیات جو سود کی حرمت کے متعلق ہیں، ان کے بارہ میں شیعہ و سُنی روایات کا اتفاق ہے، کہ یہ قرآن مجید کی آخری آیات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں۔ حضورؐ ان کے نزول بعد صرف چند یوم ہی زندہ رہے تھے۔ چنانچہ بخاری کتاب التفسیر باب وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ میں آتا ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اِنَّ اٰخِرَ اٰیَۃٍ نَزَلَتْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اٰیَۃُ الرِّبٰوا۔ یعنی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ آخری آیت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری، وہ سُود کی آیت ہے۔ اور شیعوں کی معتبر تفسیر مجمع البیان ص۱۹۶ میں زیر آیت وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے لکھا ہے، ھٰذِہٖ اٰخِرُ اٰیَۃٍ نَزَلَتْ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَقَالَ جِبْرَئِیْلُ ضَعْھَا فِیْ رَاْسِ الثَّمَانِیْنَ وَالْمِائَتَیْنِ مِنَ الْبَقَرَۃِ۔ یعنی یہ قرآن کی آخری آیت ہے، اور جبریل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، کہ اسے سورۃ بقرہ کی آیات میں ۲۸۱ ویں نمبر پر رکھیں۔ یہ روایت انہی الفاظ میں تفسیر نیشاپوری مصنفہ حسن بن محمد قمی کے صفحہ ۲۸۴ میں بھی آئی ہے۔

اس سے معلوم ہؤا کہ سورہ بقرہ کی ابتداء نزول اور انتہاء نزول کے درمیان نو دس سال کا لمبا زمانہ ہے۔ اور اس زمانہ میں کئی مدنی سورتیں مکمل ہو چکی تھیں۔ اب اگر ہر سورت کو ترتیب نزول کے مطابق رکھنا ہے، تو اسکی یہی صورت ہو سکتی ہے، کہ ان سب سورتوں کا نام مٹا دیا جائے، اور وہ سب کی سب سورہ بقرہ میں آیاتِ حرمتِ سود سے پہلے شامل کر دیجائیں۔ لیکن اگر انکو الگ رکھنا ہے، تو سوال یہ ہے کہ پھر سورہ بقرہ کہاں رکھی جائے؟ پھر ایک اور سوال یہ ہے، کہ جو آیات بعض سورتوں میں بعد میں نازل ہوئیں اور وہ ان کے درمیان میں ہیں، وہ کہاں رکھی جائیں؟ مذکورہ بالا مشکل کا حل اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ تمام سورتوں کے الگ الگ نازل ہونے کا ثبوت پیش کر دیا جائے، اور ساتھ ہی یہ بھی کہ دو سورتیں ایک وقت میں کبھی نازل نہیں ہوئیں۔ جب ایک سورۃ ختم ہو جاتی تھی، تو پھر دوسری شروع ہوتی تھی۔ صرف یہ کہنا کافی نہیں ہو سکتا، کہ فلاں سورۃ مقدم ہے اور فلاں مؤخر۔

بلکہ یہ ثابت کرنا پڑے گا، کہ فلاں سورۃ کی کُل آیتیں فلاں سورۃ کی کُل آیتوں سے پہلے نازل ہوئی تھیں۔ لیکن نہ شیعہ کتب سے اس امر کا کوئی ثبوت ملتا ہے نہ سُنّی کتب سے، کہ ہر سورۃ مکمل نازل ہوتی تھی، اور جب وہ ختم ہو جاتی تھی تو پھر دوسری شروع ہوتی تھی۔ بلکہ اس کے برعکس یہ ثبوت ملتا ہے، کہ ایک ہی وقت میں کئی کئی سورتیں نازل ہوتی رہتی تھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کے مطابق ہر آیت کو اس کی متعلقہ سورۃ میں رکھنے کا حکم دیتے تھے۔ جیسا کہ اس کی ایک مثال سورہ بقرہ کی آیات سود کے بارہ میں اوپر گذر چکی ہے۔ شیعوں کی معتبر تفسیر نیشا پوری کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے، اِنَّ الْقُرْاٰنَ کَانَ مَجْمُوْعًا عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ مَآ اُنْزِلَتْ اٰیَةٌ اِلَّا وَقَدْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَنْ کَانَ یَکْتُبُ لَهٗ اَنْ یَّضَعَهَا فِیْ مَوْضِعِ کَذَا مِنْ سُوْرَةِ کَذَا وَلَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اِلَّا وَقَدْ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْ یَّضَعَهَا بِجَنْبِ سُوْرَةِ کَذَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِذَا نَزَلَتْ عَلَیْهِ سُوْرَةٌ دَعَا بَعْضَ مَنْ یَّکْتُبُ فَقَالَ ضَعُوْا هٰذِهِ السُّوْرَةَ فِی الْمَوْضِعِ الَّذِیْ یُذْکَرُ فِیْهِ کَذَا وَکَذَا۔ یعنی قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جمع ہو چکا تھا۔ جب کوئی آیت اترتی، حضورؐ کاتب کو بلواتے اور اسے حکم دیتے کہ اسے فلاں سورۃ کے فلاں مقام پر رکھو۔ اور جب کوئی سورۃ اترتی تو حضورؐ حکم دیتے کہ اسے فلاں سورۃ کے پہلو میں رکھو۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ جب حضورؐ پر کوئی سورۃ نازل ہوتی تو آپ کاتب کو بلوا کر اسے ہدایت فرماتے، کہ اس سورۃ کو فلاں جگہ رکھو۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے، کہ قرآن مجید کی سورتیں اور آیات متفرق طور پر اتری ہیں اور انکی ترتیب کا اہم کام خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں خدائی الہام کے مطابق انجام تک پہنچا ہے۔ اب یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ کیا جو قرآن مجید آج ہمارے ہاتھوں میں ہے، اور جو مصحفِ عثمانی کی نقل ہے، اسکی ترتیب بھی وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، یا آپ کے بعد اس میں کچھ تبدیلی کر دی گئی۔ یہ بات باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں، کہ حضرت عثمانؓ یا آپ کے مقرر کردہ جامعین قرآن نے قرآن مجید کی ترتیب میں تبدیلی کی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اُس وقت تک

صرف بارہ ہی سال گزرے تھے۔ اور ابھی ہزاروں صحابہ موجود تھے، جن کے سامنے قرآن مجید نازل ہونا شروع اور پھر ختم ہوا تھا، اور وہ ابتداء سے قرآن مجید نمازوں وغیرہ میں تلاوت کرتے چلے آ رہے تھے، اگر کوئی تبدیلی اس وقت ہوتی، تو یہ ایسی بات نہ تھی کہ وہ اسے خاموشی سے برداشت کر لیتے۔ یہ لوگ قرآن مجید کی ترتیب میں تبدیلی دیکھ کر ضرور اس کے خلاف آواز بلند کرتے۔ پس تمام صحابہ رض کا خاموش رہنا اور کسی کا بھی حضرت عثمان رض پر قرآن مجید کی ترتیب میں تبدیلی کا اعتراض نہ کرنا ثابت کرتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی جو ترتیب قائم فرمائی تھی، اُس میں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ترتیب میں سرمو فرق نہیں تھا۔ یہ ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ترتیب کی نقل تھی۔ نہ صرف یہ کہ بلکہ معتبر روایات سے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ صحابہ رض نے حضرت عثمان رض کے اس فعل کو بہت سراہا۔ چنانچہ تفسیر نیشا پوری میں، جو شیعوں کی معتبر تفسیر ہے، لکھا ہے کہ صحابہ رض نے کہا، اَحْسَنَ وَاللّٰہِ عُثْمَانُ اَحْسَنَ وَاللّٰہِ عُثْمَانُ۔ اللہ کی قسم عثمان رض نے بہت اچھا کام کیا۔ اللہ کی قسم عثمان رض نے بہت اچھا کیا۔ یہ عمومیت کے ساتھ صحابہ رض کا فیصلہ ہے۔ اور حضرت علی رض کے متعلق خصوصیت سے لکھا ہے، کہ انھوں نے فرمایا۔ لَوْ وُلِّيْتُ لَفَعَلْتُ فِی الْمَصَاحِفِ الَّتِیْ فَعَلَ عُثْمَانُ۔ یعنی اگر عثمان رض کی جگہ میں ہوتا، تو میں بھی وہی کام کرتا جو عثمان رض نے کیا ہے۔ (تفسیر نیشا پوری ص۹)

یہ تو حضرت علی رض کا قول تھا، آئیے اب آپ کا عمل بھی دیکھیں۔ قاری اظہار حسین صاحب فرماتے ہیں، کہ حضرت علی رض نے ترتیب نزولی کے مطابق قرآن مجید جمع فرمایا۔ اول تو یہ روایت نہایت کمزور ہے۔ لیکن اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے، تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا، کہ آنجناب اس قرآن کو رواج بھی دینا چاہتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ اس کا مطلب یہ ہے، کہ آپ نے علمی رنگ میں تاریخی ریسرچ کے طور پر یعنی ترتیب نزولی کے لحاظ سے قرآنی وحی کی تاریخ محفوظ کرنے کے لئے یہ کام کیا تھا۔ اگر آپ کا منشاء اسے رائج کرنے کا ہوتا، تو آپ حضرت عثمان رض کے مصحف کے بالمقابل اسے پیش کرتے، اور لوگوں کو اس کی تلاوت کرنے کی تلقین فرماتے اور ترغیب دیتے۔ مگر ہمیں اس

بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ آپ نے کبھی ایسی کوشش کی ہو، نہ حضرت عثمان رضؓ کے زمانہ میں اور نہ اپنی خلافت کے عہد میں۔ اگر فرض کر لیا جائے، کہ حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے زمانہ میں آپ نے کسی مصلحت سے ایسا نہیں کیا تھا، تو اپنی خلافت کے زمانہ میں کون امر مانع تھا کم از کم اپنے عہد خلافت ہی میں اپنا مرتّب کیا ہوا قرآن مجید رائج کر دیتے، مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔

قرآن مجید کی ترتیب میں تبدیلی کا معاملہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ بلکہ یہ ایک ایسا اہم معاملہ تھا، کہ اگر جہاد کے لئے کوئی اور وجہ نہ بھی ہوتی، تو اکیلا یہی معاملہ فرضیتِ جہاد کے لئے کافی تھا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں، کہ نہ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآن مجید کی نزولی ترتیب قائم کرنے کے لئے اپنے وقت میں جہاد کا اعلان کیا، اور نہ حضرت امام حسن علیہ السلام و حضرتِ امام حسین علیہ السلام اور دیگر ائمہ کرام اہل بیت نے۔ اسی طرح نہ حضرت علی رضؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں اپنا مرتب کیا ہوا قرآن مجید رائج کیا، اور نہ آپکے بعد دیگر ائمہ اہل بیت نے۔ مصر میں سو سال تک بنو فاطمہ رضؓ کی حکومت قائم رہی، اور ایران میں سینکڑوں سال سے شیعہ فرمانروا حکومت کر رہے ہیں، لیکن انہوں نے ترتیب نزولی کے مطابق قرآن شریف رائج کیا، اور نہ انہوں نے چھپوا کر شائع کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ قاری سید اظہار حسین صاحب کی خیالی صحیح ترتیب کے مطابق قرآن مجید کا شائع ہونا خود شیعوں کے نزدیک بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

کون نہیں جانتا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ سے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید سے شدید جنگیں کیں۔ مگر کیا کوئی شیعہ دوست یہ بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے جنگ کی وجوہ میں ایک یہ وجہ بھی بیان کی ہو، کہ ہم قرآن مجید کی صحیح ترتیب کو قائم کرنے کے لئے لڑ رہے ہیں؟ کیا شیعہ صاحبان ہم سے یہ منوانا چاہتے ہیں، کہ حضرات ائمہ اہل بیت علیہم السلام کو حکومت حاصل کرنے کی خواہش قرآن مجید کی صحیح ترتیب قائم کرنے کی نسبت بھی زیادہ تھی؟

کیونکہ اگر ان کے نزدیک قرآن مجید کی ترتیبِ نزولی کے قیام کی کچھ بھی اہمیت ہوتی، تو وہ یقیناً صرف اسی ایک چیز کو جنگ کرنے کی وجہ قرار دیتے۔ مگر انہوں نے کبھی یہ نہیں کہا، کہ ہم قرآن مجید کی ترتیبِ نزولی قائم کرنے کے لئے لڑ رہے ہیں۔

یہ سب امور اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں، کہ جو قرآن مجید آج مسلمانوں میں رائج ہے، اس کی صحتِ ترتیب پر ائمہ اہل بیت مطمئن تھے۔ اور انمیں سے کسی کی نسبت یہ ثابت نہیں، کہ وہ اس قرآن مجید کی ترتیب کے سوا کسی اور ترتیب کے موافق قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ بلکہ اصول کافی باب النوادر صفحہ ۵۲۳ میں ابی سلمہ کی روایت ہے، کہ ایک شخص ابو عبداللہ علیہ السلام کے سامنے قرآن مجید کی تلاوت ایسے طریق سے کرنے لگا، جو لوگوں میں رائج نہیں تھی، تو آپ نے اسے فرمایا۔ كُفَّ عَنْ هٰذِهِ الْقِرَاءَةِ اِقْرَأْ كَمَا يَقْرَءُ النَّاسُ ۔ یعنی اس طرح تلاوت نہ کرو، جیسے لوگ پڑھتے ہیں اسی طرح پڑھو۔ یہ حکم ایسا واضح ہے کہ اس کی موجودگی میں کسی کو یہ جرأت نہیں ہونی چاہیئے، کہ وہ عام رائج طریق کے علاوہ کسی اور طریق پر قرآن مجید کی تلاوت کرے۔

قاری سید اظہار حسین صاحب نے ترتیبِ نزولی کے مطابق قرآن مجید جمع کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ بیان کیا ہے، کہ اس طرح اس کی افادیت زیادہ عام ہو جاتی، اور نتائج جلد اور یقینی نکلتے۔ مگر ہم ان سے دریافت کرتے ہیں، کہ کیا آج تک کسی شیعہ مفسر نے قرآن مجید کی ترتیبِ نزولی کے لحاظ سے تفسیر لکھی ہے؟ اگر لکھی ہے تو ہمیں بتایا جائے، کہ انہیں کون سے خاص حقائق و معارف بیان ہوئے ہیں، جن کا انکشاف ان مفسرین پر ترتیبِ نزولی کو مدنظر رکھنے کی وجہ سے ہوا ہے۔ جہاں تک ہمیں شیعہ مفسرین کی تفسیریں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، وہ اسی مروّج ترتیب کے مطابق تفسیر لکھتے چلے آئے ہیں۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تلاوت کے معاملہ میں یہ صورت اختیار کرنے اور اسے رواج دینے کی کیا ضرورت ہے۔

اس مضمون کے تمام پہلوؤں پر مفصل روشنی ڈالنے کی یہاں گنجائش نہیں۔ لیکن ہماری یہ

بحث بالکل نامکمل رہے گی، اگر ہم ایک اَور ضروری بات پر جس کا اس بحث سے گہرا تعلق ہے روشنی نہ ڈالیں۔ اور وہ یہ کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن مجید کی ترتیب نزولی سے ترتیبِ جمع مختلف ہے۔ یعنی اس بات کو تسلیم کرکے کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب ہی صحیح ہے، اور یہ ترتیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی دی ہوئی ہے۔ یہ سوال پھر بھی قابل حل رہ جاتا ہے، کہ ایسا کیوں کیا گیا؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ یہ ایک بہت گہرا اور روحانی و علمی مسئلہ ہے۔ اور اس پر وہی شخص قلم اٹھا سکتا ہے، جسے قرآنی علوم پر پورا عبور حاصل ہو۔ سو الحمد للہ کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جنہیں اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ظاہری و باطنی علوم سے بہرۂ کامل عطا فرمایا ہے، اپنی تفسیر کبیر میں متعدد مقامات پر اس پر بحث فرمائی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ قرآن مجید کی موجودہ ترتیب ہی ابلغ و احکم ہے، اور اس کے سوا اَور کوئی ترتیب موزون نہ تھی۔ ذیل میں ہم اس کے ایک مقام کی عبارت درج کرتے ہیں۔ اسمیں اصولی طور پر مذکورہ بالا سوال کا جواب موجود ہے۔ ذیل عنوان "سورتوں کی ترتیب" فرماتے ہیں:۔

"یہ سورہ (بقرہ) قرآن کریم کی تفصیلی سورتوں میں سے پہلی سورۃ ہے، لیکن نزول کے لحاظ سے یہ سورۃ کلام الٰہی کے نزول کے چودہویں سال میں جاکر نازل ہوئی شروع ہوئی، اور کئی سال تک نازل ہوتی رہی۔ بالآخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے کچھ ہی عرصہ پہلے مکمل ہوئی۔ سوال یہ ہے، کہ ایسا کیوں ہوا؟ کیوں نہ قرآن کریم کو اسی ترتیب سے جمع کیا گیا جس ترتیب سے کہ قرآن کریم نازل ہوا تھا؟ بعض دشمنانِ اسلام اور بعض مسلمانوں تک نے اس سوال کا یہ جواب دیا ہے، کہ سورتوں کی لمبائی چھوٹائی کے لحاظ سے قرآن کریم کو جمع کر دیا گیا ہے، اور کسی معنوی ترتیب کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ یہ دعویٰ ایک نہایت لغو اور حقیقت سے دور دعویٰ ہے۔ کیونکہ (۱) قرآن کریم کی سورتوں کی موجودہ ترتیب خود اس دعویٰ کو باطل کرتی ہے۔ پہلی سورۃ فاتحہ ہے جو نہایت چھوٹی اور سات آیتوں کی سورت ہے۔ دوسری بقرہ نہایت لمبی ہے۔ تیسری آل عمران ہے، جس کے بیس رکوع ہیں

لیکن تھی نساء کے چوبیس رکوع ہیں۔ اسی طرح اگلی سورتوں میں بھی کئی جگہ فرق ہے، پس یہ کہنا کہ لمبائی کے مطابق سورتوں کو آگے پیچھے رکھدیا گیا ہے، درست نہیں (۲) قرآن کریم کا جمع کرنا کسی بندہ کا فعل نہیں، بلکہ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی فعل نہیں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (القیامۃ ع ۱) یعنی قرآن کریم کا جمع کرنا اور اس کا دنیا میں پھیلانا یہ دونوں کام میں خود کروں گا۔ اور میرے خاص حکم اور نگرانی سے یہ کام ہوں گے۔ پس ایک مسلمان کے نزدیک تو یہ انسانی کام ہو ہی نہیں سکتا۔ اور غیر مسلموں کے لیئے وہ جواب ہے، جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (۳) تیسرا جواب یہ ہے، کہ سب سورتوں کے مضامین میں ترتیب موجود ہے۔ اگر صرف لمبائی اور اختصار پر انہیں آگے پیچھے رکھا گیا تھا، تو پھر سورتوں کے مضامین میں جوڑ اور اتصال کیونکر پیدا ہو گیا، جیسا کہ آگے چلکر تفسیر میں انشاء اللہ ثابت کیا جائے گا۔ اور جس کا علم ہر سورۃ کے شروع اور آخر کے نوٹوں کو پڑھنے سے اس تفسیر کا مطالعہ کرنیوالوں کو ہو جائیگا۔

پس عیاں را چہ بیاں۔

بیشک، یہ سوال کیا جاسکتا ہے، کہ اگر موجودہ ترتیب خدا تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہے، تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو کیوں نہ اسی ترتیب میں اتارا جو اس وقت موجود ہے؟ اس کا جواب یہ ہے، کہ کلامِ حکیم کے لیئے یہ امر لازمی ہے، کہ اس کے اترنے کی ترتیب اور اس کے جمع کرنے کی ترتیب الگ الگ ہو۔ جب کوئی ایسا نبی دنیا میں آئے، جو نئی شریعت لانیوالا ہو، اور جس نے عقاید اور اعمال کے متعلق ایک مکمل ہدایت نامہ دنیا کو دینا ہو، تو اس کے لیئے ضروری ہے، کہ ترتیب نزول کے لحاظ سے اس کے الہام کا ابتدائی حصہ ترتیب تدوین کے لحاظ سے ابتدائی نہ ہو۔ کیونکہ جن باتوں کی ابتدائی دعویٰ کے وقت جبکہ لوگ اس نئے دین سے بالکل ناواقف ہوں گے، سب سے پہلے پیش کرنے کی ضرورت ہوگی، ان باتوں کو اسوقت سب سے پہلے پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی جبکہ

لوگ اس کے کلام سے ایک حد تک واقف ہو چکے ہوں گے۔ پس اسی حکمت کے مطابق قرآن کریم کے نزول کی ترتیب اور ہے، اور اس کے جمع کرنے کی ترتیب اور۔ چنانچہ سورتوں کے نزول کا سوال آیتوں کے نزول کی کیفیت سے حل ہو جاتا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے، کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم کی آیتیں نازل ہوتی تھیں، تو آپ کاتبوں کو بلوا کر حکم فرما دیتے تھے، کہ فلاں آیت کو فلاں جگہ پر رکھو، اور فلاں کو فلاں جگہ پر۔ (ابوداؤد، ترمذی، احمد بحوالہ مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن نیز فتح الباری جلد ۹ صفحہ ۱۹ و ۲۰ و ۳۹) اگر صرف نزول کی ترتیب کافی ہوتی، تو جب کوئی آیت نازل ہوتی، اسے اس سے پہلے کی نازل شدہ آیتوں کے ساتھ رکھدیا جاتا۔

سورہ بقرہ ہی کو دیکھ لو، اس کی ربا کی آیات قرآن کریم کے سب سے آخر میں نازل ہونے والے ٹکڑوں میں سے ایک ہیں۔ لیکن وہ سورہ بقرہ کے آخر میں نہیں رکھی گئیں۔ اسی طرح وَاتَّقُوْا یَوْمًا والی آیت جس کی نسبت احادیث میں آتا ہے، کہ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی، سورۃ کے آخر میں نہیں رکھی گئی پس معلوم ہوا کہ آیتیں جس ترتیب سے نازل ہوتی تھیں، اسی ترتیب سے انہیں سورتوں میں نہیں رکھا جاتا تھا، بلکہ مضمون کے لحاظ سے رکھا جاتا تھا۔ بعینہٖ یہی صورت سورتوں کی ترتیب کی ہے۔ وہ بھی مضامین کے لحاظ سے جمع کی گئی ہیں، نہ کہ نزول کے وقت کے لحاظ سے۔

یاد رہے کہ سب سے پہلے جو سورۃ نازل ہوئی، یا یوں کہو کہ جس سورۃ کی بعض آیات نازل ہوئیں، وہ سورۃ العلق ہے۔ اس کی جو آیات سب سے پہلے نازل ہوئیں، یہ ہیں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝ ان آیات میں تبلیغ کے شروع کرنے کا حکم ہے۔ اور بتایا گیا ہے، کہ تبلیغ کا حق انسان پر اس لئے ہے کہ اس کا ایک رب ہے جس نے اسے پیدا کیا ہے۔ اور اس کے دل میں محبت اور تعلق کا مادہ

قرآن کریم پڑھنے والے کے لیئے ایک اور ترتیب کی ضرورت پیش آئی جو آیندہ زمانہ میں ہمیشہ کی ضرورتوں کو پورا کرے۔ اب اس مضمون کے ابتدا میں بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی، کہ اے محمدؐ رسول اللہ! تیری قوم کی حالت خراب ہے، اور گو ان میں قابلیت موجود ہے، مگر اس قابلیت سے وہ فائدہ نہیں اٹھا رہے، پس تو اٹھ اور ان میں تبلیغ کر اور انہیں خدا تعالے کی طرف بلا۔ اب تو قرآن کریم کے پہلے مخاطب وہ لوگ ہوں گے، جو اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور جن کے زمانہ میں اسلام کو غلبہ حاصل ہو چکا ہے۔ اب اس مضمون سے قرآن کریم کا شروع ہونا ضروری ہے جس میں مومنوں کو بتایا جائے، کہ قرآن کریم کے نزول کی غرض کیا ہے، اور مسلمان ہونے کے لحاظ سے انپر کیا ذمہ داریاں ہیں۔ اسی طرح اس زمانہ میں غیر مسلم بھی قرآن کریم کو فلسفیانہ نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کریں گے، اور یہ پوچھیں گے، کہ دوسرے مذاہب کی موجودگی میں اسلام کی کیا ضرورت ہے؟ ایک مسلمان کونسی ایسی غرض پوری کر رہا ہے جو پہلی اقوام کے لوگ نہیں کر سکتے تھے۔ اسی طرح وہ پہلی کتب کی تعلیمات اور اسلام کی تعلیم کا تفصیلی مقابلہ کرکے دیکھنا چاہیں گے۔ نیز اس پر بحث کریں گے، کہ پہلے انبیاء نے جو خاتم النبیین کے بارہ میں پیشگوئیاں کی ہیں، اسلام اور بانی اسلام ان پیشگوئیوں کے مصداق ٹھیرتے ہیں یا نہیں۔

غرض قرآن کریم کی تکمیل کے بعد اس کی طرف توجہ کرنے کا طریقہ ماننے والوں اور نہ ماننے والوں دونوں ہی کے لیے مختلف ہو جاتا ہے۔ اور ایک کامل کتاب تبھی اپنے کمال کو قائم رکھ سکتی ہے، جبکہ وہ ان تبدیل شدہ حالات کو مدنظر رکھے۔ اور قرآن کریم ہی ایک ایسی کتاب ہے، جس نے اس ضرورت کو پورا کیا ہے، نہ تورات، نہ انجیل اور نہ کسی اور کتاب میں یہ حکمت مدنظر رکھی گئی ہے، کہ ابتدا نزول میں پہلے مخاطبین کو مدنظر رکھ کر اور طرح ترتیب ہو، اور مذہب کی اشاعت کے بعد اس وقت کے لوگوں کی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اور بعد میں آنے والے لوگوں کا خیال کرتے ہوئے کتاب کے مضامین کی ترتیب بدل دی گئی ہو، تا ان تبدیل شدہ حالات کے مطابق وہ مضامین

زیادہ سے زیادہ موثر ثابت ہوں پس قرآن کریم کی نزول کی ترتیب اور جمع کی ترتیب میں جو فرق ہے، یہ قابل اعتراض امر نہیں بلکہ قرآن کریم کی فضیلت اور برتری کی ایک علامت ہے۔

سورہ بقرہ میں جیسا کہ اس کی تفسیر کے پڑھنے سے ثابت ہوگا، فطرت انسانی کے پیدا کردہ ان طبعی سوالات کو حل کیا گیا ہے، جو فلسفیانہ طور پر ایک مکمل مذہب کے متعلق پیدا ہو سکتے ہیں، اور اس کا مضمون ہی بتاتا ہے کہ یہ سورۃ ابتداء میں رکھنے کے لئے نازل کی گئی تھی۔ بلکہ جیسا کہ بتایا جائے گا، سورۃ فاتحہ کے مضامین کا اس میں جواب دیا گیا ہے۔ اور اس کے مضامین سے اس کا خاص تعلق ہے، جو اس امر کا مزید ثبوت ہے کہ اسکو سب سے پہلے رکھنا اس کی لمبائی کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ سورۃ فاتحہ کے مضامین سے اس کے گہرے تعلق کی وجہ سے ہے۔"

اور ذیل عنوان "سورہ بقرہ کا تعلق سورہ فاتحہ سے" تحریر فرماتے ہیں :-

"سورۃ فاتحہ کا تعلق تو کلام الٰہی کا خلاصہ ہونے کی وجہ سے سب ہی سورتوں سے ہے لیکن سورہ بقرہ کو چونکہ اس کے معاً بعد رکھا گیا ہے، اس سورۃ کا تعلق سورہ فاتحہ سے یقیناً سب سے زیادہ ہے۔ چنانچہ اول تعلق اس کا اس سے یہ ہے، کہ جس طرح سورۃ فاتحہ خلاصہ ہے سارے قرآن کریم کا، اسی طرح یہ سورۃ بھی خلاصہ ہے سب قرآن کا۔ کیونکہ اس میں دلائل و براہین بھی بیان کئے گئے ہیں۔ شریعت بھی اور فلسفہ شریعت بھی، اور پاکیزگی اور طہارت کے گر بھی بیان کئے گئے ہیں۔ اور ابراہیمی دعا میں آخری موعود کی بعثت کا بھی مقصد بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا تعلق سورۃ فاتحہ کا سورۃ بقرہ سے یہ ہے، کہ اس میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا بھی سکھائی گئی تھی۔ اور سورہ بقرہ کی ابتداء بھی آیت ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ سے ہوئی ہے۔ یعنی یہ سورۃ صراط مستقیم کیطرف لیجانے کے مقصد کو پورا کرتی ہے، اور فاتحہ کی دعا کی قبولیت کا ظاہری نشان ہے۔"

قرآن مجید کی سورتوں کے باہمی ربط کی یہ صرف ایک مثال ہے، جو ہم نے یہاں نقل کی ہے۔ باقی

سورتوں کا باہمی ربط، جیسا کہ حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تحریر فرمایا ہے، ہر سورۃ کی تفسیر کے شروع اور آخر کے نوٹوں میں بیان کیا گیا ہے۔ سو تفصیل کے لئے پوری کتاب کا مطبوعہ حصہ مطالعہ کرنا چاہیئے، جس میں سورہ یونس سے سورہ کہف تک کی تفسیر آگئی ہے۔ اور باقی حصہ زیرِ تالیف و طبع ہے، جو شائع ہو رہا ہے۔ ہم نے مذکورہ بالا اقتباسات اسی حصہ سے نقل کئے ہیں۔

قرآن مجید کی موجودہ ترتیب کی حکمت اور خوبیاں تو ہم نے اوپر بیان کر دی ہیں، کہ اس کے مضامین میں زبردست ربط ہے۔ اگر یہ ترتیب صحیح نہیں، تو یہ مضامین میں باہمی ربط کیسے پیدا ہو گیا؟ پس قرآن مجید جس ترتیب سے اب لکھا جاتا ہے، اسمیں معانی و مضامین کا تسلسل پایا جاتا ہے۔ یہ تسلسل بتاتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کے منشاء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے جو وحی الٰہی کے مطابق تھا، یہ ترتیب رکھی گئی تھی لیکن اگر یہ ترتیب صحیح نہیں، تو ہمارے شیعہ بھائیوں کو چاہیئے، کہ وہ ترتیب نزولی کے مطابق قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھیں، جسمیں وہ یہ دکھائیں کہ ترتیب نزولی کے لحاظ سے قرآن مجید کے کونسے معارف زیادہ کھلتے ہیں، تا دنیا اسکی خوبیوں کی گرویدہ ہو کر انکی ترتیب قبول کرے۔ ۔ ۔ نہ صرف اتنا کہدینا کہ اگر ترتیب نزولی کے مطابق قرآن مجید جمع کیا جاتا، تو اسکی افادیت زیادہ عام ہو جاتی، کسی عقلمند کے لئے قابل التفات نہیں ہو سکتا۔ ہم شیعہ صاحبان سے درخواست کرتے ہیں، کہ وہ قرآن مجید کو غور سے پڑھیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے، تو اُنہیں اُن تمام جھگڑوں سے نجات مل جائے گی، جنمیں وہ اب مبتلا ہیں۔ اور اسلام میں تفرقہ کے بجائے وہ اسلام کے استحکام کا موجب ہوں گے۔

بالآخر ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں، کہ جیسا کہ قاری سید اظہار حسین صاحب نے لکھا ہے جناب راجہ صاحب محمود آباد مسلمانوں کے ایک بہت بڑے سیاسی لیڈر ہیں۔ اس لحاظ سے ہماری نگاہ میں انکی بڑی قدر و منزلت ہے۔ ان کا قرآن مجید کے دورہ اور تلاوت کا شغف بھی جس کا ذکر قاری صاحب موصوف نے کیا ہے، اس لحاظ سے باعثِ مسرت ہے، کہ اس گئے گذرے زمانہ میں بھی ایک مسلمان رئیس قرآن مجید سے محبت و اخلاص رکھتا ہے۔ لیکن ہماری اور ہم سمجھتے ہیں سب مسلمانوں کی خوشی میں بہت زیادہ اضافہ ہوتا اگر وہ سبیل المؤمنین کی اتباع کرتے، اور اسی طریق پر قرآن مجید کی تلاوت کرتے جس طریق پر عموماً

مسلمان کرتے ہیں۔ قرآنجید کی موجودہ ترتیب کو چھوڑکر کوئی اَور ترتیب اختیار کرنا قرآن مجید کے متعلق مخالفینِ اسلام کو اعتراضات کا موقعہ مہیا کرنے کے علاوہ خود مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنے کا موجب ہوگا۔ اور ناواقف تو قرآنجید کے بارہ میں بہت سے شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جائیں گے۔ پس ہمارے لئے ضروری تھا، کہ ہم جناب! جہ صاحب کے اس طرزِ تلاوت سے اختلاف رائے کا اظہار کریں۔ اور ہم نے جو کچھ لکھا ہے، نہایت دیانتداری سے لکھا ہے، اور جناب راجہ صاحب کی عزت واحترام کو پوری طرح ملحوظ رکھ کر لکھا ہے۔ ہمارے نزدیک ایسے اختلافی مسائل میں اگر افہام وتفہیم کی روح وجذبہ کے ساتھ کچھ لکھا جائے، تو وہ بہتر نتائج پیدا کرسکتا ہے۔ اس لئے ہم ان لوگوں کے فعل کو درست نہیں سمجھتے، جنہوں نے بقول قاری سید اظہار حسین صاحب جناب راجہ صاحب کے اس فعل کو انہیں "بدنام" کرنے اور انکی "ریاست میں اختلال" ڈالنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ خدا کرے ہماری یہ گذارشات کوئی مفید نتیجہ پیدا کرنیکا موجب ہوں، نہ اختلال وانتشار کا باعث۔ آمین۔

مولوی ثناء اللہ صاحب مردِ میدان نہیں!

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ہمارے اُس نوٹ کا جو ہم نے جنوری کے "ریویو" میں لکھا تھا۔ اہلحدیث مورخہ ۲۲ر جنوری میں جواب دیا ہے۔ مگر اسمیں پھر وہی ٹیڑھی باتیں کی ہیں، جو انکی فطرت کا خاصہ بن چکی ہیں۔ ہم نے شروع سے یہ التزام رکھا ہے، کہ انکی ہر بات کا مفصل جواب دیتے ہیں، مگر وہ ہر مرتبہ ہماری باتوں کو نظرانداز کرکے گذر جاتے ہیں۔ اس مرتبہ آپ نے ایک بڑی لمبی تمہید باندھی ہے، جس کا موضوع زیر بحث سے کچھ تعلق نہیں مثلاً یہ کہ مباحثہ رامپور میں احمدی مناظر میری پیشگوئی کے مطابق بھاگ گئے تھے، اور صداقت حضرت مسیح موعود پر مناظرہ کے لئے تیار نہ ہوئے تھے۔ مولوی صاحب سے کون پوچھے، کہ آج ۳۴ سال کے بعد اُس واقعہ کو اِس موقعہ پر ذکر کرنے سے کیا مطلب؟ آخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قابل مصنف ہونے کی بحث سے اسکا تعلق کیا ہے؟ لیکن چونکہ آپکے پاس اصل موضوع پر لکھنے کے لئے کوئی معقول بات نہیں، اس لئے اگر غیر متعلق باتیں نہ لکھیں تو

اُور کیا کریں - بیچارے معذور ہیں -

"اہلحدیث" مورخہ ۲۸ر اگست ۱۹۴۲ء میں تو آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کے قابل مصنف نہ ہونے کو اپنا "جدید دعویٰ" قرار دیا تھا، مگر اب اس لمبی تمہید میں اسے ۱۹۴۲ء کا انکشاف قرار دیا ہے - جب آپنے ایک رسالہ "علم کلام مرزا" لکھا تھا - سچ ہے، دروغگو را حافظہ نباشد -

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قابل مصنف ہونے پر مناظرہ کے لئے مولوی صاحب کے چیلنج کو ہم منظور کر چکے ہیں - مگر آپ بار بار "اہلحدیث" میں لکھتے ہیں، کہ اُور کوئی قادیانی یا لاہوری ہمارے چیلنج کے جواب میں نہیں بولا، صرف رسالہ "ریویو" نے ہی چیلنج منظور کیا ہے - معلوم نہیں اس بے معنی بات کا بار بار ذکر کرنے سے آپ کا مقصد کیا ہے؟ جب آپکی گفتگو آپکی تازہ کتاب "اسلام اور مسیحیت" پر ہمارے تبصرہ کے سلسلہ میں ہم سے شروع ہوئی، اور آپنے اسی دوران میں اس مناظرہ کا چیلنج دیا، تو اس کے اول مخاطب ہم ہی تھے، اور ہم نے اس چیلنج کو منظور کر لیا - اب آپ اور کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے سب اخبارات میں آپ کے چیلنج ہی کا ذکر ہو، اَور کچھ نہ ہو - ایسی بہکی بہکی باتیں کرنے سے آپکے دماغ کی صحت و سلامتی پر شبہ ہوتا ہے - کم از کم ایسی بات کا خیال کر کے کچھ سوچ سمجھ کر قلم اٹھایا کریں -

طریق مناظرہ کے بارہ میں ہمارا یہ قطعی فیصلہ ہے، کہ تحریری ہوگا - ہمارا پرچہ "ریویو" میں شائع ہو جایا کرے گا - مولوی صاحب اپنا پرچہ "اہلحدیث" میں شائع کر دیا کریں - "اہلحدیث" ۲۴ر جولائی میں انھوں نے اس طرز پر تحریری مناظرہ نہ کرنیکی یہ وجہ بیان کی تھی، کہ "ریویو" ماہوار رسالہ ہے، اس طرح مناظرہ بہت لمبا ہو جائے گا - اس پر ہم نے لکھا تھا، کہ بہت اچھا ہم اپنا پرچہ "الفضل" میں شائع کر دیا کریں گے - اس کے جواب میں مولوی صاحب بالکل خاموش ہیں - معقولیت کا تقاضا تھا، کہ یا آپ اب کوئی اَور عذر اس طرز پر مناظرہ نہ کرنے کے لئے پیش کرتے، یا ہماری تجویز کے مطابق مناظرہ شروع کر دیتے - مگر آپ نہ کوئی اَور معقول وجہ پیش کرتے ہیں، اور نہ مناظرہ پر آمادہ ہوتے ہیں - کبھی عبداللہ آتھم کے مناظرہ کا حوالہ دیتے ہیں، اور کبھی مولوی محمد بشیر صاحب کے مناظرہ کا - ان سب چیزوں کا ہمیں خوب علم ہے، مگر افسوس ہم مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ مذکورہ بالا طریق کے سوا کسی اَور طریق پر مناظرہ کرنا مناسب نہیں سمجھتے - اس کی وجوہ مثل طور پر ہم کئی گذشتہ پرچوں میں بیان کر چکے ہیں، دوہرانے کی ضرورت نہیں - پورا ایک سال ہو گیا ہے آپ نے ہمیں مناظرہ کا چیلنج دیا تھا، ہم اسی وقت سے اسے منظور کر چکے ہیں، مگر آپ سیدھی راہ پر آکر مناظرہ شروع نہیں کرتے، اور ہمارے بار بار غیرت دلانے والے الفاظ سے آمادہ کرنے کے باوجود پیچھے ہٹ رہے ہیں - ہاں سخن سازی میں اپنے کمالات کا اظہار ضرور فرما رہے ہیں، مگر وہ بھی بالکل بھونڈے طریق سے - اب ہم کہتے ہیں، کہ مولوی صاحب! مرد میدان بنیئے! اور جس طمطراق سے چیلنج دیا تھا، اب اسی سے مباحثہ بھی کیجئے، ورنہ چیلنج واپس لے لیں ○

وصایا

نوٹ :۔ وصایا منظوری سے پہلے اس لئے شائع کیجاتی ہیں، کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو دفتر کو اطلاع دے۔

نمبر ۵۰۴۷ منکہ حاکم بی بی بیوہ چوہدری شیر محمد صاحب قوم راجپوت عمر ۵۵ سال۔ تاریخ بیعت جولائی ۱۹۳۵ء ساکن سلہریاں ڈاکخانہ مدو کاہلواں ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳۱۴/۱۲/۴ ہش حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ (۱) میرے مرنے کے وقت جسقدر میری جائداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں، تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائے گی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے مبلغ یکصد روپیہ جو میرے بیٹے غلام رسول کے ذمہ ہے، اور جو بطور تصدیق بحیثیت گواہ نیچے اپنے دستخط کرتا ہے۔ لہذا یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان لکھدی ہے تاکہ سند رہے۔ الامۃ:۔ نشان انگوٹھا حاکم بی بی موصیہ حال محمد آباد اسٹیٹ ڈاکخانہ ماہل۔ جے ریلوے سندھ۔ گواہ شد چوہدری غلام رسول پسر موصیہ اسسٹنٹ مینجر محمد آباد اسٹیٹ سندھ۔ گواہ شد فیض احمد انسپکٹر بیت المال۔

نمبر ۵۰۵۲ منکہ نواب دین ولد نتھے خاں قوم جٹ تارڑ پیشہ زمیندارہ عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۵ء ساکن مانگا ڈاکخانہ فلورہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳۱۴/۱۲/۲۳ ہش حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد حسب ذیل ہے (۱) اراضی ملکیتی ایک بیگھہ ۴ کنال۔ (۲) اراضی مرتہنی قیمتی تقریباً ۲۰۰ روپیہ (۳) مکان سکونتی جس کا میں ۱/۲ حصہ کا مالک ہوں۔ مذکورہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کرتا ہوں اس کے علاوہ میری کوئی جائداد نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی آمدنی ہے، کیونکہ میں نابینا ہوں۔ نیز میں وصیت کرتا ہوں کہ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی جائداد اس کے علاوہ ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان ہوگی۔ العبد۔ نشان انگوٹھا نواب دین موصی۔ گواہ شد۔ میاں علی محمد کھاگوالی بقلم خود۔ گواہ شد۔ میاں علی محمد بھتیجا موصی۔

نمبر ۵۰۶۲ منکہ ملک رشید احمد ولد ملک عزیز احمد صاحب قوم اعوان (ملک) پیشہ ملازمت عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان حال دہلی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میں اسوقت عارضی طور پر گورنمنٹ سلف انڈیا میں ملازم ہوں۔ اور مبلغ ۶۰ روپے

ماہوار تنخواہ پاتا ہوں۔ مزید براں میری اس وقت کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد نہیں۔ میں اپنی اس آمدنی کے ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حق میں وصیت کرتا ہوں۔ نیز اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر اس دوران میں مَیں نے اپنی جائداد میں سے کچھ آدا کر دیا تو وہ اسمیں سے منہا سمجھا جائے گا۔ العبد۔ ملک رشید احمدؐ سیلانی ڈیپارٹمنٹ۔ گواہ شد مرزا منیر احمدؐ۔ گواہ شد سید ارتضٰی علی بقلم خود۔

نمبر ۶۲۴۱ منکہ قطب الدین ولد میاں عمر صاحب قوم ارائیں پیشہ کاشتکاری عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۵ء ساکن ہرسیاں ڈاکخانہ دیالگڑھ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۳/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری حسب ذیل غیر منقولہ جائداد ہے۔ دو گھماؤں اراضی چاہی قیمتی ۱۶۰۰ روپیہ واقع ہرسیاں ہے۔ اس کے علاوہ مبلغ ۴۰۰ روپیہ کی اراضی چاہی سوا دو گھماؤں واقع ہرسیاں رہن با قبضہ میرے پاس موجود ہے۔ کل جائداد کی قیمت ۲۰۰۰ روپے ہوگی۔ اسمیں میرا بھتیجا مسمی لال دین احمدی برابر کا حصہ دار ہے۔ اس طرح میرا حصہ ایک ہزار روپیہ ہوا۔ علاوہ ازیں ایک عدد مکان خام قیمتی ۹۰ روپے واقع ہرسیاں ہے اس کے ہم تین بھائی حصہ دار ہیں۔ میرے حصہ میں مبلغ ۳۰ روپے آتے ہیں۔ اسطرح میری کل جائداد مبلغ ۱۰۳۰ روپیہ کی ہوئی۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی جو مبلغ ۱۰۳ روپے بنتے ہیں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میرا گذارہ اس زمین کی آمد پر ہے۔ میں یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ اگر مجھے کوئی آمد بصورت ملازمت یا تجارت ہوئی تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کو داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ نیز اگر میری وفات پر اس کے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر مَیں کچھ یا کل رقم خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں داخل کر کے رسید حاصل کر لوں تو وہ رقم میری وصیت سے منہا شدہ سمجھی جائے گی۔ العبد۔ نشان انگوٹھا قطب الدین موصی۔ گواہ شد۔ بدر الدین موصی بقلم خود ساکن ہرسیاں گواہ شد عبد الرحمٰن بی۔ اے۔ موصی۔ ہرسیاں۔

نمبر ۶۲۹۱ منکہ غلام محمدؐ ولد غلام رسول قوم کشمیری پیشہ بافندگی عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۳ء ساکن عالم گڑھ ڈاکخانہ خاص ضلع گجرات صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹/۱/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ ایک مکان پختہ و خام واقع موضع عالمگڑھ جسمیں ہم تین بھائی حصہ دار ہیں قیمتی اندازاً ۶۰۰ روپیہ ہے جسمیں سے ۲۰۰ روپیہ کا میرا حصہ ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق

صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں مبلغ ۲۵ روپے جلد ہی ادا کر دوں گا۔ اسی طرح میری آمدنی چونکہ معین نہیں ہے جو آمدنی ہوا کرے گی اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہوں گا۔ اس کے علاوہ میرے مرنے پر کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ پر بھی وصیت ہذا حاوی ہوگی۔ اور میرے ورثاء پابند ادائیگی ہوں گے۔ العبد۔ غلام محمد موصی بقلم خود۔ گواہ شد۔ مہرالدین عالمگڑھ نشان انگوٹھا گواہ شد غلام محمد ولد امام دین عالمگڑھ بقلم خود۔ کاتب الحروف مرزا محمد حسین احمدی سیکرٹری تعلیم و تربیت ٹھیکور ضلع گجرات نمبر ۶۳۰۲۔ منکہ عائشہ بی بی زوجہ اللہ دتا قوم راجپوت جنجوعہ عمرہ ۵ سال ساکن ترگڑی ڈاک خانہ خاص ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۳/۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد حسب ذیل ہے۔ میرا مہر مبلغ ۳۲ روپے اور مبلغ ۷۵ روپے کل ۱۰۷ روپے میرے خاوند اللہ دتا ولد جمال دین قوم راجپوت جنجوعہ ساکن ترگڑی ضلع گوجرانوالہ کے ذمہ قرض ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں جو ۱۰ روپیہ ۱۱ر ہوتے ہیں۔ یہ رقم میں اپنی زندگی میں ادا کر دوں گی۔ اگر میں نہ کر سکی تو میرے خاوند سے وصول کر لئے جائیں۔ میرے مرنے کے بعد جو جائداد مذکورہ کے سوا ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ۔ نشان انگوٹھا عائشہ بی بی موصیہ۔ گواہ شد۔ نشان انگوٹھا اللہ دتا موصی خاوند موصیہ۔ گواہ شد۔ عبد اللہ جنڈ وساہی نمبر ۶۲۱۹۔ منکہ ریشم بی بی زوجہ اللہ لوک قوم ڈھلو پیشہ موچی عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۸ء ساکن ترگڑی ڈاکخانہ خاص ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۳/۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ میرے خاوند کے ذمہ مبلغ ۳۲ روپے نقد اور قرضہ بذمہ خاوند اللہ لوک ولد کرم الٰہی قوم ڈھلو پیشہ موچی صوبہ پنجاب ساکن موضع ترگڑی ضلع گوجرانوالہ ۸۰ روپے نصف جس کے ۴۰ روپے ہوتے ہیں۔ میں کل رقم کی ۱۱۲ روپیہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں جو کل رقم ۱۱ روپے ۳ر ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ نہ کوئی میری جائداد ہے اور نہ کوئی آمدنی ہے۔ میں یہ رقم اپنی زندگی میں ادا کر دوں گی۔ میرے مرنے پر جو جائداد مذکورہ کے سوا ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ ریشم بی بی نشان انگوٹھا گواہ شد۔ اللہ لوک خاوند موصیہ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد۔ محمد امین پٹواری۔

نمبر ۶۲۳۲۔ منکہ مسماۃ بادشاہ جان زوجہ محمد عباس صاحب احمدی ابن محمد الطاف خان صاحب مرحوم قوم پٹھان محمدزئی پیشہ زمیندارہ عمر ۲۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۲ء ساکن ترناب ڈاک خانہ خاص ضلع پشاور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۵/۸ حسب ذیل وصیت کرتی

ہوں۔ میری مملوکہ اراضی مزروعہ موازی ۴ کنال ہے جو کہ میرے شوہر کے والد نے بعوض حق مہر میرے نام کی ہوئی ہے۔ اسکی قیمت مبلغ ۳۰۰ روپیہ نصف جن کے ۱۵۰ روپے ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے بعد اگر کوئی اور جائداد میری پیدا ہوئی تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میں کوشش کروں گی کہ یہ رقم اپنی زندگی میں ادا کر دوں۔ الامتہ۔ بادشاہ بانو زوجہ محمد عباس۔ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد۔ غلام سرور خاں ساکن سور خشکی گواہ شد۔ محمد عباس احمدی خاوند موصیہ

نمبر ۶۳۲۵ منکہ بشیر احمد ولد علی بخش قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی ساکن ماہل پور ڈاک خانہ خاص ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۱/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری جائداد کچھ نہیں۔ ماہوار آمد مبلغ ۶۵ روپے ہیں۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کے نام کرتا ہوں۔ اگر کوئی اور جائداد پیدا کروں تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان ہوگی۔ اگر میں اس کا ۱/۱۰ حصہ ادا کر دوں تو وہ جائداد میں سے وصول شدہ تصور کیا جائے۔ میرے مرنے پر جو جائداد ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اپنی آمدنی کی کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ العبد۔ بشیر احمد احمدی لیس نائک نمبر ۱۸۹۳۲۰ سکواڈ نمبر ۲۷ سی کمپنی فیروزپور چھاؤنی۔ گواہ شد۔ رشید احمد برادر موصی ماہل پور۔ گواہ شد ماسٹر عطا محمد ولد غلام محمد ساکن بھگواڑہ

نمبر ۶۳۲۶ منکہ خورشید احمد ولد چوہدری محمد بخش صاحب قوم جٹ بھنڈر پیشہ زمیندارہ عمر ۲۳ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۲۰ء ساکن موضع مگرا ڈاک خانہ رسول پور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۱/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد اس وقت ۲۵ سو روپیہ نقد ہے۔ اس وقت آمد وغیرہ کوئی نہیں۔ میں اس جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ اگر آمد ہوئی تو اس کی بھی اطلاع صدر دفتر میں کرتا رہوں گا۔ العبد (چوہدری) خورشید احمد بقلم خود۔ گواہ شد۔ محمود احمد ولد چوہدری غلام رسول صاحب ککھانوالی ضلع سیالکوٹ۔ گواہ شد عبدالکریم ولد چوہدری فقیر اللہ ساکن مانگا ضلع سیالکوٹ۔

نمبر ۶۳۲۷ منکہ خدیجہ بی بی زوجہ غلام محمد صاحب قوم کھرل عمر ۱۸ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۴۱ء ساکن شیخواہ ڈاکخانہ دنیا پور ضلع ملتان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۱/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد مہر ایک سو روپیہ ہے جو میں اپنے خاوند سے وصول کر چکی ہوں [illegible]

پو پا طلائی قیمتی مبلغ ۳۰ روپے ـ کنگن ۴ عدد نقرئی ـ چوڑیاں نقرئی ۱۰ عدد ـ والیاں نقرئی کل وزن ۲۰ چھٹانک قیمتی مبلغ ۸۷ روپے ۸ / ہے ـ اس مذکورہ بالا جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن قادیان کرتی ہوں ـ میرے مرنے کے بعد جو میری جائداد اس کے علاوہ ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی ـ الامتہ ـ خدیجہ بی بی موصیہ بقلم خود ـ گواہ شد ـ واحد بخش بقلم خود ملازم ریلوے گینگ نمبرہ مجیل مینجی ـ گواہ شد غلام محمد بقلم خود خاوند موصیہ نمبر ۶۳۲۹ ـ منکہ مبارکہ قمر بنت چوہدری غلام حسن صاحب بھٹی راجپوت عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن محلہ اراضی یعقوب ڈاکخانہ سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰ ۱۱/۴۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ـ میری اسوقت جائداد ۵۰۰ روپیہ ہے جو کہ میرے والد صاحب ہی نے عطا کیا ہے ـ اب انہی کے پاس جمع ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں جس کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ـ اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائداد بوقت وفات ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ـ الامتہ مبارکہ قمر موصیہ ـ گواہ شد غلام حسن بقلم خود والد موصیہ ـ گواہ شد ـ غلام حسین احمدی نمبردار محلہ اراضی یعقوب شہر سیالکوٹ نمبر ۶۳۳۰ ـ منکہ رقیہ بیگم زوجہ محبوب علی شاہ قوم قریشی عمر ۴۰ سال پیدائشی احمدی ساکن ماہلپور ڈاکخانہ خاص ضلع لدھیانہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹ ۱۲/۴۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ـ زیور طلائی :- انعام ایکتولہ ـ ٹکا ایک ۶ ماشہ ـ مرکیاں ۲ عدد ۶ ماشہ ـ انگوٹھی ایک عدد ۳ ماشہ ـ زیور چاندی :- پازیب ۲ عدد ـ پٹڑیاں ۲ عدد ـ چھلے ۲ عدد ـ کنگن ۲ عدد ـ ایک عدد مشین سلائی ۸۰ روپے ـ کل وزن طلائی زیورات ۲ تولہ ۳ ماشہ قیمتی ۱۳۵ روپے ـ کل وزن چاندی ۲۰۰ تولہ ـ نیز میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائداد ہو تو اس کے بھی ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ـ کل ۲۶۵ روپیہ کے نویں حصہ کی وصیت کرتی ہوں ـ الامتہ رقیہ بیگم بقلم خود ـ گواہ شد محبوب علیشاہ خاوند موصیہ بقلم خود ـ گواہ شد ـ محمد حسین شاہ سیکرٹری امانت تحریک جائداد والد موصیہ ـ

نمبر ۶۳۳۱ ـ منکہ بدرالدین ولد گل محمد صاحب قوم ماشکی پیشہ تجارت عمر ۶۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان محلہ دارالفتوح ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳ ۱۲/۴۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ـ میری اسوقت کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے ـ میرا گذارہ دوکانداری پر ہے جسکی روزانہ آمد کا ۱/۱۰ حصہ وصیت کرتا ہوں جسکا اندازہ ۸ / روزانہ ہے ـ اس کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ کر دیا کروں گا ـ میرے مرنے پر اگر کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ـ العبد نشان انگوٹھا بدرالدین موصی ـ گواہ شد ـ سربلند احمدی پنشنر صدر محلہ دارالفتوح ـ گواہ شد ـ

محمد سعید سب پوسٹ ماسٹر رخصتی محلہ دارالفضل قادیان۔ نمبر ۶۳۳۳ منکہ عائشہ بیگم زوجہ حبیب الرحمٰن صاحب قوم راجپوت ۲۸ سال پیدائشی احمدی ساکن اہرانہ خورد ڈاکخانہ اہرانہ کلاں ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷/۱۲/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد اس وقت حسب ذیل ہے کانٹے طلائی یکتولہ قیمتی ۴۰ روپے۔ انعام طلائی یکتولہ قیمتی ۴۰ روپے۔ پنڈی چاندی ۳۰ تولہ قیمتی ۲۰ روپے کل مبلغ ۱۰۰ روپیہ کا ہے۔ مہر بذمہ خاوند مبلغ ۳۰۰ روپیہ۔ کل ۴۰۰ روپے میری جائداد ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت اور میری کوئی جائداد نہیں۔ لہٰذا میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کرتی ہوں۔ نیز بوقت وفات اگر اس کے علاوہ میری اور کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان ہوگی۔ الامۃ۔ عائشہ بیگم بقلم خود حال لنگیری ضلع جالندھر۔ گواہ شد۔ غلام قادر خان۔ گواہ شد۔ نظام الدین سیکرٹری انجمن احمدیہ لنگیری ضلع جالندھر۔ کاتب الحروف۔ فضل دین احمدی بنگوی بنگہ ضلع جالندھر۔

نمبر ۶۳۳۴ منکہ محمد یعقوب ولد غلام محمد قوم نامدہ راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۳۸ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۸ء ساکن شیخپور ڈاکخانہ خاص ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵/۱۲/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میں بقائمی ہوش و حواس آج سے وصیت کرتا ہوں کہ میں اپنی تنخواہ کا ۱/۱۰ حصہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان داخل کرتا رہوں گا۔ اور میری تنخواہ اسوقت مبلغ ۵۵ روپے ماہوار ہے اور باقی جو جائداد میرے مرنے پر ثابت ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ العبد محمد یعقوب سمبدا ر ورکشاپ حال قادیان۔ گواہ شد مرزا غلام نبی پنڈی لالہ۔ گواہ شد مرزا عبدالرحمٰن ملازم۔ پشاور۔

نمبر ۶۳۳۵ منکہ امۃ الحمید بیگم بنت ملک محمد خورشید خانصاحب قوم افغان عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۱۲/۳۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری موجودہ جائداد کوئی نہیں۔ سردست مجھے ۵ روپیہ ماہوار بطور جیب خرچ والدم بزرگوار کیطرف سے ملتے ہیں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ آئندہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو بھی جائداد حاصل ہوسکیگی اور آمد میں اضافہ ہوسکیگا۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی رہونگی۔ میری وفات کے بعد جو جائداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ امۃ الحمید بیگم بقلم خود۔ گواہ شد محمد رحیم الدین احمدی بقلم خود قادیان۔ گواہ شد۔ محمد خورشید والد موصیہ بقلم خود۔

نمبر ۶۳۳۶ منکہ محمد نذیر ولد نصیر الدین صاحب قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت جولائی ۱۹۳۳ء ساکن منگڈیل ڈاکخانہ صدر شاہ پور ضلع شاہ پور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۸ [illegible] حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت سردست میری جائداد غیر منقولہ کوئی نہیں۔ [illegible]

گذارہ کا ہوا آمدپر ہے ۔ کہ اس وقت مبلغ ۶۵ روپے ماہوار ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں ۔ آیندہ آمد میں تغیر و تبدل کی اطلاع دفتر کو دیتا رہوں گا ۔ اور اگر مرنے کے بعد میری کوئی جائداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی ۔ العبد محمد نذیر ۔ گواہ شد دیانت خان قادیان عبدالرحمٰن شاکر کارکن صدر انجمن احمدیہ قادیان

نمبر ۶۳۳۸ منکہ ارشاد بیگم زوجہ محمد نذیر صاحب قوم شیخ عمر ۴۰ سال پیدائشی احمدی ساکن خوشاب ڈاکخانہ خاص ضلع شاہ پور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹/۸/۴۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔ میری جائداد میرا مہر مبلغ ۳۰۰ روپیہ ہے جو کہ بذمہ شوہر ہے اس کے علاوہ میرا زیور بھی ہے ۔ جسکی قیمت آجکل کے نرخ کے مطابق ۱۵۰ روپیہ ہے ۔ میں وصیت کرتی ہوں کہ بوقت وفات اس کے علاوہ اگر میری جائداد ثابت ہو تو اس کی بھی اور اس مجموعی رقم کو ۱/۱۰ حصہ مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ جو رقم میں اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرا دوں وہ منہا کر دی جائے گی تفصیل زیورات :۔ کانٹے طلائی بوزن سوا تولہ ۔ چھلہ طلائی ۱/۲ تولہ ۔ الامۃ ارشاد بیگم گواہ شد عبدالرحمٰن شاکر قادیان ۔ گواہ شد بیس نائک محمد نذیر انڈین سپلائی سیکشن نمبر ۲۴ انبالہ چھاؤنی خاوند موصیہ

نمبر ۶۳۴۰ منکہ منشی غلام یاسین ولد حکیم غلام محمد صاحب قوم سند ھو جٹ پیشہ ارضی ملازمت عمر ۱/۲ ۳۰ سال بیعت خلافت ثانیہ ساکن دارالفضل قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۴۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میری اس وقت کوئی جائداد نہیں ، میری ماہوار آمد ۱۵ روپے تنخواہ اور سوا دو روپے قحط الاؤنس ہے ۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں آمدنی کی کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہوں گا ۔ نیز میرے مرنے پر اگر میری جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ العبد غلام یاسین مقیم دارالفضل ۔ گواہ شد غلام رسول افغان قادیان ۔ گواہ شد عبدالرحمٰن بشر مدرس مدرسہ احمدیہ

نمبر ۶۳۴۱ منکہ سعیدہ بیگم زوجہ چوہدری عنایت اللہ لائلپوری قوم راجپوت عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن گوکھووال ۲۷۶ ڈاک خانہ نمبر ۲۷۵ ضلع لائلپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴۲/۳۰ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔ اپنی تمام جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں ۔ جو مندرجہ ذیل ہے ۔ زیور ایک جوڑی کانٹے مبلغ ۲۰ روپے ۔ ایک عدد مندری مبلغ ۱۰ روپے ۔ دونوں سونے کی ہیں ۔ اور مبلغ ۵۰۰ روپیہ حق مہر جس میں سے ۲۰۰ روپے میرے خاوند کیطرف واجب الادا ہے ۔ اور مبلغ ۲۰۰ روپیہ کی ایک قطعہ زمین جو کہ حاجی خان صاحب کی کوٹھی کے مغرب کی طرف حصہ ہے ۔ اور اس کے شمال کیطرف چھوٹی سڑک ہے اور جنوب کی طرف چھوٹی سڑک ۔ مشرق کیطرف کوٹھی حاجی خان صاحب ۔ مغرب کیطرف

سفید زمین حضرت میاں بشیر احمدؐ صاحب واقعہ ہے جو کل قطعہ ایک کنال کا ہے۔ اس کے دو حصے میرے خسر چوہدری محمد عبداللہ صاحب نے مجھے حق مہر میں دیا ہوا ہے جس کی قیمت ۴۰۰ روپے اندازًا ڈالی ہے۔ اس کا تیسرا حصہ چوہدری علی محمد صاحب کا ہے۔ میں اپنے حصہ کی زمین کے ۱/۱۰ حصہ کی اور باقی تمام جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں۔ اگر میرے مرنے کے بعد میری جائداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ مالک ہوگی۔ الامۃ۔ بقلم خود سعیدہ بیگم۔ گواہ شد عنایت اللہ بقلم خود گوکھووال چک نمبر ۲۷۶۔ گواہ شد۔ عبدالرحمٰن بقلم خود۔ ساکن گوکھووال نمبر ۲۷۶

مثل نمبر ۶۳۴۴۔ منکہ ہاجرہ بیگم بنت سید سید محمد صاحب قوم سید عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن نواں کوٹ۔ بیرون دروازہ لاہوری ڈاک خانہ امرتسر ضلع امرتسر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹ ۱۲/۲۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری حسب ذیل جائداد ہے۔ مہر ۵۰۰ روپیہ بذمہ خاوند۔ زیورات۔ انگوٹھی طلائی دو عدد وزن ۶ ماشہ قیمت ۲۴ روپے چوڑیاں طلائی جڑاؤ وزن ۳ تولہ قیمت ۲۰۴ روپے۔ کانٹے طلائی وزنی ۵ ماشہ قیمت ۲۸ روپیہ ۴ آنے نکلس جڑاؤ طلائی وزنی ۲ تولہ قیمت ۱۳۶ روپے۔ کل میزان ۹۰۲ روپے ۴ر۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میری وفات کے وقت جو جائداد ثابت ہو اس پر بھی اس وصیت کا اطلاق ہوگا۔ جو رقم میں اپنی زندگی میں ادا کرونگی وہ وصیت کردہ حصہ سے منہا کر دیجائے گی۔
الامۃ ہاجرہ بیگم اہلیہ سید سردار شاہ صاحب ساکن کلریاں ضلع گجرات۔ گواہ شد سید شریف احمدؐ ساکن نواں کوٹ۔ گواہ شد بقلم سید لال شاہ احمدی امیر جماعت آنبہ برادر کلاں خاوند موصیہ

مثل نمبر ۶۳۴۵۔ منکہ اللہ بخش ولد میاں خدا بخش صاحب سیکرٹری قوم کھوکھر پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن اورمہ ڈاک خانہ بھابڑا ضلع سرگودہا بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹ ۱۲/۲۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائداد نہیں۔ میں ۱۶ روپے ماہوار کا ملازم ہوں۔ میں اپنی مدنی کا ۱/۱۰ حصہ تا حیات داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ آمدنی کی کمی و بیشی کی اطلاع دیتا رہونگا میرے مرنے پر اگر کوئی جائداد میری ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔
العبد۔ اللہ بخش رنگروٹ نمبر ۲۲۲۵۱ نمبر ۱/۱۵ پنجاب رجمنٹ انبالہ کینٹ بی کمپنی نمبر ۱۱ پلاٹون۔ گواہ شد رحمت خان نشان انگوٹھا ساکن کوٹ مومن۔ گواہ شد۔ خدا بخش بقلم خود ساکن اورمہ

مثل نمبر ۶۳۴۶۔ منکہ زینب زوجہ لال دین صاحب قوم رائیں عمر ۴۰ سال پیدائشی احمدی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲/۲۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد اسوقت صرف مبلغ ۲۰۰ روپیہ ہی جو بصورت حق مہر میرے خاوند مسمی لال دین کے ذمہ ہے اس کے ۱/۸ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ میرے مرنے کے بعد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۸ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ مالک ہوگی۔ الامۃ زینب بی بی نشان انگوٹھا۔ دارالبرکات قادیان۔ گواہ شد۔ محمد دین انور نصرت گرلز سکول قادیان۔ گواہ شد۔ لال دین خاوند موصیہ قادیان ؀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ اُردو

ریویو آف ریلیجنز
(قادیان)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

مرتبہ

علی محمد اجمیری

بابت ماہ صفر ۱۳۶۲ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۴۳ء

ماہ امان ۱۳۲۲ھش

جلد ۴۲ عدد ۳

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیشِ نظر جاری فرمایا تھا۔

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے اور بیرونِ ہند چار روپے ہے۔ طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ واری دفتر پر نہ ہوگی۔

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط و کتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اسکے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے۔

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	تیس روپے	اٹھتر روپے	ایک سو چالیس روپے	دو سو ستر روپے
نصف صفحہ	اٹھارہ روپے	اڑتالیس روپے	چوراسی روپے	ایک سو پچاس روپے
ربع صفحہ	بارہ روپے	تیس روپے	چوّن روپے	نوّے روپے

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۴۲ | ماہ صفر سنہ ۱۳۶۲ ہجری مطابق ماہ مارچ سنہ ۱۹۴۳ء | عدد ۳

فہرست مضامین

مسئلہ عدم نسخ قرآن

(از جناب مولانا محمد عبدالقدیر صاحب صدیقی قادری حیدرآباد دکن)

من حیث الجماعت تو مسلمانوں میں صرف جماعت احمدیہ ہی ہے، جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق قرآن مجید میں کسی قسم کے نسخ کو جائز نہیں سمجھتی۔ مگر انفرادی طور پر اب دوسرے مسلمانوں کا تعلیم یافتہ اور سمجھدار طبقہ بھی قرآن مجید میں عدم نسخ کا قائل ہوتا جارہا ہے۔ اِدھر گذشتہ چند سال میں مسلمانوں کی طرف سے قرآن مجید پر جو لٹریچر شائع ہوا ہے۔ اس میں ناسخ و منسوخ کے عقیدہ کی بالعموم تردید کی گئی ہے۔ چنانچہ ابھی حال ہی میں جو نئی دو کتابیں شائع ہوئی ہیں، اور جنہیں مسلمان پریس نے بڑی اہمیت دی ہے، ان میں بھی قرآن مجید میں عدم نسخ ہی کا عقیدہ پیش کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا کتابوں میں سے ایک "تاریخ افکار و سیاسیاتِ اسلامی" مصنفہ جناب عبدالوحید خاں صاحب بی۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ہے، جو لکھنؤ سے شائع ہوئی ہے، اور دوسری "مجموعہ مقالاتِ علمیہ" شائع کردہ مجلس ادارت حیدرآباد اکاڈیمی ہے۔ اوّل الذکر کتاب پر بہت سے مشہور اہل علم و قلم مسلمانوں کی تقریظیں اور پیش لفظ اور تعارف بھی اس کے ساتھ شامل ہیں۔ جس کے یہ معنے ہیں، کہ اس کے مضامین سے ان سب اصحاب کو اتفاق ہے۔ اس کتاب کے صفحہ ۹۰ سے صفحہ ۱۱۲ تک "مسئلہ نسخ قرآن" پر بحث کی گئی ہے۔ مؤخر الذکر کتاب میں چھ اہل علم اصحاب کے چھ علمی مقالے درج ہیں، جو انہوں نے حیدرآباد اکاڈیمی کے "علمی ہفتہ" کی مجالس میں پڑھ کر سنائے۔ انمیں سے ایک مقالہ جناب مولوی محمد عبدالقدیر صاحب صدیقی قادری سابق صدر شعبۂ دینیات کلیۂ جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن کا "عدم نسخ قرآن" پر ہے۔ انمیں اس

مسئلہ پر ذرا تفصیلی بحث ہے، اس لئے ہم سے ناظرین "ریویو" کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

کوئی مانے یا نہ مانے مگر ہم اس حقیقت کے اظہار سے رُک نہیں سکتے، کہ جماعت احمدیہ نے گزشتہ پچاس برس میں مسلمانوں کے افکار و تخیلات میں جو زبردست تبدیلی اور انقلاب برپا کیا ہے، اس کا یہ ایک کھلا ثبوت ہے، کہ اب قرآن مجید کے مختلف مسائل میں انکے ذی علم طبقہ کی رائے جماعت احمدیہ کے ساتھ متفق ہوتی جا رہی ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں، کہ وہ دن دور نہیں جب مسلمانوں سے تمام وہ خیالات و عقائد کُلّیۃً مٹ جائیں گے جو اسلام و قرآن کے لئے باعث ہتک ہیں۔ اور پھر ایک ایسا زمانہ آئیگا جب مسلمانوں کی نسل یہ خیال بھی نہ کر سکے گی، کہ ہمارے بزرگ اسلام و قرآن کے بارہ میں ایسے عقائد بھی رکھتے تھے۔ اور یہ احمدیت کی ایک کھلی فتح ہوگی۔

عالیجناب نواب اکبر یار جنگ بہادر اطال اللہ بقاءہ ہمارے دلی شکریہ کے مستحق ہیں جنکی کرمفرمائی کے نتیجہ میں ہمیں مذکورہ بالا دونوں کتابیں دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ جزاہ اللہ خیراً۔ (ایڈیٹر)

نَسَخَ الشَّيْءَ يَنْسَخُهُ نَسْخًا اَزَالَهُ اس نے شے کو زائل کر دیا۔ يُقَالُ نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ وَالشَّيْبُ الشَّبَابَ اَيْ اَزَالَهُ دھوپ نے سایہ کو بڑھاپے نے جوانی کو زائل کر دیا۔ وَنَسَخَتِ الرِّيْحُ اٰثَارَ الدِّيَارِ غَيَّرَتْهَا ہوا نے گھر کے آثار کو، کھنڈر کو متغیر کر دیا۔ وَفُلَانٌ الشَّيْءَ اَبْطَلَهُ اور فلاں نے اس شے کو باطل کر دیا۔ وَاَقَامَ شَيْئًا اٰخَرَ مَقَامَهُ اور ایک دوسری شے کو اسکی جگہ قائم کر دیا۔

قرآن شریف کی آیتوں اور احکام کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے۔ قرآن شریف کے تمام ادیانِ و ملل اور جاہلی اقوام کے رسوم وعادات و احکام کے ناسخ ہونے میں، انمیں تغیر پیدا کرنے میں نہ ہم کو نہ کسی اور کو کوئی اختلاف ہے۔ اِن مفسرین کے اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا، کہ بعض کے پاس آیاتِ احکام میں سے آدھے ناسخ و منسوخ ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر بڑی بڑی کتابیں

لکھی گئی ہیں - ابن العربی نے اس تعداد کو گھٹایا - حضرت امام جلال الدین سیوطی نے منسوخ آیتوں کی تعداد ۲۱ تک مانی - حضرت شیخ احمد بن عبدالرحیم شاہ ولی اللہ نے صرف ۴-۵ تک مانی - میرے خیال میں قرآن کا کوئی حکم کوئی آیت منسوخ نہیں ہے شاہ صاحب نے ان ۲۱ آیتوں کے نسخ کے جو جوابات دئے ہیں انکی تفصیلی شرح میں نے ایک مستقل رسالہ میں کی ہے - اس موقعہ پر صرف غلط فہمی کے اسباب مجمل طور پر بیان کروں گا، اور ان پانچ آیتوں کو بھی نسخ کے جھگڑے سے نکال لوں گا - جن کو شاہ صاحب بھی منسوخ ماننے پر مجبور ہوئے - اس طرح انکے علمی خاندان کا ایک شخص انکے مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچادے گا - وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ -

قدیم زمانہ میں نسخ کے معنے تغیر کے لئے جاتے تھے - پچھلی آیت کے حکم میں کچھ بھی تغیر دیکھتے تو کہدیتے، کہ یہ آیت اس آیت کی ناسخ ہے -

اصول فقہ میں پہلی آیت کے حکم کو باطل کرنا، اور اس کے عوض دوسرا حکم قائم کرنا نسخ ہے - اور اس وقت عامۃ الناس نسخ کے یہی معنے لیتے ہیں -

اس کے بعد واضح ہو، کہ مفسرین کے اسقدر کثیر التعداد آیتوں کے منسوخ ماننے کے کیا اسباب ہوئے ؟

(۱) قرآن شریف سے زمانہ جاہلیت کے رسوم و عادات یا سابقہ مذاہب کے حکم موقوف کر دئے گئے ہوں یا انہیں تغیر کیا گیا ہو، تو سابقین کہدیتے ہیں کہ یہ آیت ناسخ ہے - مگر غور کیجئے کہ یہ آیت کیا کسی آیت و حکم قرآنی کی بھی ناسخ ہے ؟ ہرگز نہیں - ہمارے زیر بحث تو آیات و احکام قرآنی کی منسوخیت ہے، نہ کہ سابقہ رسوم و عادات اور احکام کا منسوخ ہونا -

(۲) بعض وقت ایک عام حکم دیا جاتا ہے، اور خاص حالات پر خاص حکم دیا جاتا ہے - اگر عام حکم کے ساتھ ہی وہ خاص حکم ہو تو اسکو استثنا کہتے ہیں - اور اگر کسی دوسرے موقعہ پر خاص حکم دیا جائے تو اس کو تخصیص کہتے ہیں - استثنا اور تخصیص کو عام حکم کا ناسخ کہنا درست نہیں - تعزیرات ہند و دکن کے شروح میں مستثنیات عامہ بیان کئے گئے ہیں - تو کیا اس سے تمام تعزیرات کا ایک قانون منسوخ

شدہ ہونا پڑے گا؟ ہرگز نہیں۔ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کیا اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ کا حکم منسوخ ہوگیا؟ ہرگز نہیں۔

(۳) قوانین مختص المقام بھی ہوتے ہیں، اور مختص الوقت بھی۔ وقت گزرنے کے بعد وہ وقتی حکم باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ اتنے ہی وقت کے لئے یہ حکم دیا گیا تھا، نہ کہ وہ حکم منسوخ ہوگیا ہے۔ مثلاً ۴۴ روز کے لئے کرفیو آرڈر جاری ہوا تھا۔ مدت گذرنے کے بعد وہ حکم باقی نہیں رہا۔ اس صورت میں یہ کہنا کہ وہ حکم منسوخ ہوگیا، درست نہیں بلکہ ختم مدت کی وجہ سے وہ حکم باقی نہ رہا۔

اب میں عدم نسخ پر ایک اہم آیت کو پیش کرتا ہوں، جو اس مسئلہ پر نہایت روشنی ڈالیگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا۔ یاد کرو جب ہم نے تمام پیغمبروں کا عہد لیا تھا، ہم نے تمہیں کتاب اور حکمت عطا فرمائی ہے۔ پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے، جو تمہارے پاس جو کتاب ہے، اس کی تصدیق کرتا ہے، تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ، اور اس کی نصرت و مدد کرو۔ پھر ارشاد الٰہی ہوا، کیا تم نے اس کا اقرار کرلیا اور اس کا ذمہ لے لیا؟ سب نے عرض کیا، بیشک ہم نے اقرار کرلیا۔

ذرا اس آیت پر غور فرمایئے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ دوسرے انبیاء کے ادیان وقتی تھے۔ جب خاتم النبیین مبعوث ہوئے، تو ان کا وقت ختم ہوگیا۔ اس تحقیق پر تمام انبیاء کے ادیان بھی منسوخ نہیں ہوتے، بلکہ ان کا وقت نہ رہا اس لئے وہ احکام بھی باقی نہ رہے۔

(۴) بعض دفعہ ایک دائمی حکم دینا مقصود ہوتا ہے، مگر عمل یا اجتناب میں آہستہ آہستہ سختی بڑھائی جاتی ہے، یہانتک کہ حکم مقصود پر عمل کرنیکی لوگوں میں قابلیت پیدا ہوجائے۔ یہ کمال حسن تعلیم و تربیت ہے۔ ہمارے خیال میں ان ابتدائی مراحل کو منسوخ نہ کہنا چاہیئے، بلکہ اصل حکم کا ٹلنا و تمہید سمجھنا چاہیئے۔ اصل مقصود وہ حکم سمجھا جائیگا۔ جو ہمیشہ کے لئے دیا جائے گا۔ مثلاً شراب دفعۃً حرام نہیں

کی گئی۔ پہلے کہا گیا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی یعنی شراب پیئے ہوئے نماز کے قریب نہ جاؤ۔ پھر کئی مراحل کے بعد شراب حرام کی گئی پس لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ کا حکم منسوخ نہیں ہوا، بلکہ وہ حرمتِ شراب کا مقدمہ اور تمہید تھا۔

ایک تاریخی واقعہ ہے، کہ روسی لوگ بت پرست تھے۔ ان کا ایک وفد تحقیق مذہب کے لئے جب قسطنطنیہ پہنچا تو مذہب اسلام انکو پسند آیا۔ نواہی میں شراب پینا بھی تھا۔ روسی وفد نے کہا ہم سرد ملک کے رہنے والے ہیں، بغیر شراب کے ہم آرام سے رہ نہیں سکتے۔ علماء نے ترک شراب پر شدّ و مدّ سے تاکید کی، جس کا نتیجہ روسیوں کا نصرانی ہو جانا تھا۔ اگر کفر کے مقابل نشہ سے خاموش ہو جاتے۔ بڑے شر کے مقابل چھوٹے شر کو اختیار کر لیتے، تو اتنی بڑی قوم اسلام کے ہاتھ سے نہ نکل جاتی۔ اللہ تعالےٰ چاہتا تو ایک ہی دفعہ میں شراب کو حرام کر دیتا مگر نہیں، اس نے بمراحل رفتہ رفتہ اسکو حرام فرمایا۔ علمائے اسلام کو بھی چاہیئے، کہ نومسلموں کو پہلے توحید کی پھر دوسرے اہم ارکان کی تعلیم دیں۔ پھر رفتہ رفتہ ایک ایک حکم کا پابند بنائیں۔ ابھی غریب مسلمان ہوا، اس کا ختنہ بھی کروا ڈالا۔ فرض نمازوں کے ساتھ سُنتوں کی بھی تاکید کی۔ روزوں کے ساتھ تراویح بھی لگا دی۔ ان سب کا ہونگی پابندی آہستہ آہستہ کروائی جائے۔ فرض کے برابر سُنن و نوافل کو اہمیت نہ دیجائے۔ غریب نومسلم پر بیندر رحم کریں۔

(۵) پیغمبر کا حکم فرض بھی ہوتا ہے اور مباح کی بھی اجازت دیجاتی ہے۔ پہلے ایک حکم فرض ہی کیوں سمجھا جائے کہ بعد اس کی منسوخیت کو ماننا پڑے۔ یا یوں سمجھو کہ بعض احکام قانونی ہوتے ہیں اور بعض احکام اخلاقی۔ اخلاقی حکم کو قانونی ہی کیوں مانا جائے کہ اسکی منسوخیت لازم آئے۔ اخلاقی قانون کی خلاف ورزی پر قانون گرفت نہیں کرتا۔

(۶) بعض وقت ایک جملہ کے دو معنے ہوتے ہیں متکلّم کا ایک مقصد رہتا ہے اور لوگ اس کے ایک جدا معنے سمجھتے ہیں متکلّم دوبارہ صاف الفاظ میں اپنے مقصد کو ظاہر کرتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ حالانکہ پہلا اور دوسرا حکم دونوں ایک ہیں، لوگوں کے سمجھنے میں غلطی ہوتی ہے۔

(۷) بعض دفعہ ایک خاص واقعہ میں حکم دیا جاتا ہے اور قید اتفاقی رہتی ہے۔ ایک دوسرے

جملہ میں وہ قید اتفاقی نہیں رہتی بلکہ عام حکم رہتا ہے، جو مقصود و مدار حکم ہے، اور لوگ سمجھتے ہیں، کہ مقید حکم منسوخ ہوگیا۔

(۸) بعض دفعہ ایک امر کے متعلق ایک حکم دیا جاتا ہے اور لوگ اس امر پر دوسرے امور کو قیاس کرکے اس حکم کو متعدی کرتے ہیں۔ حالانکہ امر اول میں خصوصیات ہوتے ہیں، جن کی بناء پر حکم دیا گیا ہے اور وہ حکم دوسروں کے لئے متعدی نہیں ہوسکتا۔ لہذا امر اول پر جو قیاسات کئے جاتے ہیں ان کے خلاف حکم دیا جاتا ہے، اس طرح انکے قیاسات غلط اور قیاس مع الفارق ثابت کئے جاتے ہیں، اور لوگ ہیں کہ سمجھتے ہیں کہ پہلا حکم منسوخ ہوگیا۔

(۹) لوگ سمجھتے ہیں کہ مدنی آیتوں سے جو غلبۂ اسلام کے زمانہ میں اتریں، مکی آیتیں منسوخ کردی گئیں۔ ذرا کوئی غور کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ ان کا دین ایک مخصوص زمانہ کے لئے نہیں ہے، قیامت تک رہنے والا ہے۔ کیا مسلمان ہمیشہ غلبہ میں رہے یا غلبہ میں ہیں۔ کیا تمام ممالک کے مسلمانوں کی ایک ہی حالت ہے؟ ہرگز نہیں ترکوں اور افغانوں کی مدنی حالت ہے، عراق و شام و فلسطین والوں کی اور اب تو ایران کی بھی مکی حالت ہے۔ ہر ایک کے لئے اس کے مناسب آیت و حکم قرآن ہے۔ حالت بدل گئی تو حکم بھی بدل گیا، لہذا مکی آیتیں بھی منسوخ نہیں، بلکہ مدینہ والوں کے مناسب حال نہیں۔ کیا مدینہ میں جب آیت سیف اتری تو مکہ والوں نے اس پر عمل کیا؟ کیا اس آیت پر عمل نہ کرنے سے وہ سب عاصی تھے؟ ہرگز نہیں۔ زمانہ گردش کرتا رہتا ہے۔ بعض دفعہ ان آیتوں پر عمل کرنا اصولی آیات وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ اور لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کے خلاف ہوتا ہے۔ پس مکی آیتیں اپنے مقام پر بحال ہیں، اور مدنی اپنے مقام پر۔

اب میں پہلے ان دو اہم آیتوں کے متعلق بحث کرنا چاہتا ہوں، جن سے مسئلہ ناسخ و منسوخ کے سمجھنے میں فائدہ ہوگا۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:- مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۔ لفظ آیت کے معنے ہیں نشانی یا علامت، اور کلام اللہ کا ایک فقرہ بھی۔ یہ لوگ اس آیت شریفہ کے معنے لیتے ہیں۔ ہم کسی آیت قرآنی کو منسوخ نہیں کرتے یا بھلا نہیں دیتے

مگر اس سے بہتر آیتِ قرآنی یا اسکی مثل آیت لاتے ہیں۔

محلِ غور یہ ہے کہ قرآن تو بوعدہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ محفوظ ہے۔ ابتداء سے ابتک لاکھوں حافظ چلے آرہے ہیں، پھر کب اور کونسی آیت بھلائی گئی؟ قرآن شریف کی ایک آیت سے بہتر دوسری آیت لانے کے معنے سمجھنا بھی بالکل نامناسب ہے۔ لہٰذا اس کے صحیح معنے ہمارے خیال میں یہ ہیں، ہم اپنے آثارِ قدرت، اپنی نشانیاں اگر دور کرتے یا متغیر کرتے ہیں، یا امتدادِ زمانہ کی وجہ سے بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس کے برابر دوسرا نشان لاتے ہیں۔ دیکھو آثارِ قدرت کے تازہ بتازہ جلووں کا سلسلہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ اس ترجمہ پر کوئی غبار نہیں۔

یہ آیت مسئلہ ناسخ و منسوخ کی اصل ہے، جانی ہے۔ قرآن شریف کو دیکھئے، کہ آیت بمعنی آثارِ قدرت اور نشانی سے بھرا پڑا ہے۔ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا۔ فَاْتِ بِاٰيَةٍ۔ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ۔

ابن حزم ظاہری ثبوتِ نسخ میں فرماتے ہیں، کہ حضرت علیؓ کا گذر ایک قاضی کے پاس سے ہوا۔ آپ نے اس قاضی سے سوال فرمایا۔ کیا تم ناسخ کو منسوخ سے ممتاز کرتے اور سمجھتے ہو؟ قاضی نے کہا، جی نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، تم خود بھی ہلاک ہوئے، اور دوسروں کو بھی تم نے ہلاک کیا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ قدیم محاورہ میں نسخ کے معنے تغیر کے تھے جیسا کہ بیان کیا گیا پس حضرت علیؓ کے ارشاد کے معنے یہ ہیں، کہ کیا تم ان آیات کو جانتے ہو جس سے کسی عام آیت کی تخصیص ہوتی ہو، یا اس سے چند لوگ مستثنیٰ ہیں۔

آیت دوم کافرون کی سورت میں ہے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ

مَآ اَعْبُدُ ۝ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۝ اس کے یہ معنے لئے جاتے ہیں، کہ تم کو تمہارا مذہب مبارک، ہم کو ہمارا مذہب مبارک۔ نہ تم ہم کو تبلیغ کرو، نہ ہم تمکو تبلیغ کرتے ہیں۔ عیسٰی بدینِ خود، موسٰی بدینِ خود۔ اور پھر یہ کہتے ہیں کہ یہ آیت آیتِ سیف سے منسوخ ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسلام تو ہمیشہ تبلیغی مذہب رہا اور رہے گا۔ اسلام میں بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ہے۔ اسلام میں عدم تبلیغ کا حکم کبھی نہیں دیا گیا۔

دیکھئے، دین کے معنے اگر جزا کے لئے جائیں تو کوئی خرابی پیدا ہی نہ ہوگی۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ کے معنے مالک روز جزا کے ہیں۔ لہٰذا لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ کے معنے ہیں، تم کو تمہارے اعمال کی جزا اور ہم کو ہمارے اعمال کی جزا ضرور ملیگی۔ یہ حکم نہ کبھی منسوخ ہوا ہے نہ کبھی منسوخ ہوگا۔ پورے سورے کے معنے ہیں:۔

"اے پیغمبر! تم کہدو، اے منکرو تم جن کی پوجا کرتے ہو، میں اُنکی پوجا نہیں کرتا۔ اور میں جسکی عبادت کرتا ہوں، تم اسکی عبادت نہیں کرتے۔ میرا طریقہ عبادت جدا ہے، تمہاری پوجا کا طریقہ علیحدہ ہے۔ تم کو تمہارے اعمال کی سزا ضرور ملے گی، اور مجھ کو میرے اعمال کی جزا ضرور ملیگی۔

اب میں ان آیتوں سے بحث کرتا ہوں، جن کو حضرت شاہ ولی اللہؒ بھی منسوخ ماننے پر مجبور ہوئے:۔

(۱) کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرَا اِلْوَصِیَّةُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ ۝ فرض کیا گیا ہے تم پر جب تم میں سے کسی ایک کے پاس موت آجائے اگر کچھ مال چھوڑے، وصیت کرنا ماں باپ اور رشتہ داروں کیلئے مناسب طور پر، یہ حکم پرہیزگاروں پر لازم ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت حدیث لَا وَصِیَّةَ لِوَارِثٍ سے منسوخ ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ بھلا قرآن شریف کی آیت اِس خبر آحاد سے کیونکر منسوخ ہوگی۔ لہٰذا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ نہیں یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ (اللہ تم کو اولاد کے متعلق وصیت کرتا ہے) سے یہ آیت

منسوخ ہے۔ اور حدیث لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ اس نسخ کو بیان کرتی ہے۔ میں عرض کرتا ہوں، کہ اصل یہ ہے، کہ مختلف اقوام میں ترکہ کے متعلق مختلف احکام و وصیتیں ہوتی ہیں۔ بعض کے پاس مرنے والا جس کے لئے جو وصیت کرے قابل نفاذ ہے، بعض کے پاس صرف بڑا بیٹا وارث ہوتا ہے۔ بعض کے پاس ترکہ میں عورتوں کو کچھ حصہ نہیں ملتا۔ اللہ تعالیٰ پہلی آیت میں یہ تکلیفیں اٹھا کر جننے پالنے والے ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کو ظاہر کرتا ہے، کہ وہ بالکل محروم نہیں ہو سکتے۔ ان کے متعلق کچھ نہ کچھ وصیت کرنی ضرور ہے۔ گویا کہ یہ آیت آیت توریث کی تمہید ہے۔ پھر خدا تعالیٰ سب کے حصے مقرر فرماتا ہے۔ غیر وارث قرابتدار مثلاً پوتا، جس کا باپ مر گیا ہو بیٹے کے ہوتے محروم ہے۔ نواسہ یا نواسی جس کی ماں مر گئی ہو بیٹی کے ہوتے محروم ہے۔ ان کے لئے اور دیگر امور خیر کے لئے باپ بھی ثلث مال سے وصیت کر سکتا ہے۔ مگر جن کے حصے اللہ نے مقرر کئے ہیں، اللہ نے جن کے لئے وصیت کی ہے، ان کے لئے مرنے والوں کو وصیت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسمیں ناسخ و منسوخ کی بحث ہی کیا ہے۔ ایک آیت میں بعض رشتہ داروں کی اہمیت بتلائی گئی ہے، اور دوسری آیت میں ان کے حصے خود اللہ تعالےٰ نے متعین فرما دئے۔

(۲) اِنْ يَكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ اگر تم میں بیس صابر سپاہی ہوں تو وہ اپنے سے دہ گنے کافر دو سو پر غالب ہو جائیں گے۔ اگر تم میں سے سو ہوں تو ہزار کافروں پر غالب آ جائیں گے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت بعد کی آیت سے منسوخ ہے۔ بعد کی آیت یہ ہے۔ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ وَاِنْ يَّكُنْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۔ اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی اور جان لیا کہ تم میں ضعف ہے۔ اب اگر تم میں سے سو صابر ہوں تو دو سو پر غالب آ جائیں گے۔ اور ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب آ جائیں گے۔

میرے خیال میں پہلی آیت کے مخاطب وہ لوگ تھے جو فن سپہ گری میں ماہر تھے، ذاتی شجاعت

میں ممتاز تھے، دل میں جوش ایمان تھا، خدا پر اعتماد تھا۔ اس طرح انہیں ہر طرح کی قدرت تھی۔ اور دوسری آیت کے مخاطب بعد کے لوگ تھے، سابقین کا ایمان، انکی شجاعت، انکا فن سپہ گری بعد کے لوگوں میں کہاں تھی، لہذا بجائے دہ چند کے دو چند سے لڑنے کا حکم دیا گیا۔ آیت کا دارومدار ضعف و قوت پر ہے۔ اگر اب بھی دس مسلمان مشین گن اور بندوق سے مسلح ہوں، اور سو دشمن تلوار اور لٹ لیکر حملہ کر رہے ہوں، تو اس صورت میں مسلمان قوی ہیں، اور انکو سو دشمنوں سے لڑنے سے ہرگز منہ نہ پھیرنا چاہیئے۔ علت کے بدلنے سے حکم بدل رہا ہے۔ اعلیٰ قوت کے وقت دہ گنوں سے، کم قوت کے وقت دونے دشمن سے نہ بھاگنا چاہیئے۔ بس ناسخ منسوخ کی بحث ہی کب ہوتی ہے؟

(۳) اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ۔ جنگ کو نکل کھڑے ہو، خواہ ہلکے پھلکے ہوں یا گراں بار۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیت آیت لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ اور لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاۗءِ سے منسوخ ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مراد خِفَافًا سے یہ ہے کہ ضروریات جہاد مثلاً سواری، خادمین، سامان خورونوش کی مقدار کم از کم موجود ہو۔ اور ثِقَالًا سے مراد یہ کہ اشیاء وافر ہوں۔ اب نسخ نہیں رہا۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اِنْفِرُوْا کے مخاطب عام ہیں، ان سے معذورین مستثنیٰ ہیں، اور استثنا نسخ نہیں ہو سکتا۔

(۴) اَلزَّانِیْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ یا مشرکہ سے۔ اور زانیہ کو نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک۔ اور یہ تو حرام ہے ایمانداروں پر۔

مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت آیت وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (نکاح کر دو بے خاوند عورتوں کو) سے منسوخ ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں، امام احمد نے اس کے ظاہری معنیٰ پر حکم دیا، یعنی زناکار عورت سے مرد متقی کا نکاح حرام ہے، بلکہ زانی یا مشرک اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

میں عرض کرتا ہوں کہ مسلم عورت چاہے زانیہ ہی کیوں نہ ہو مشرک اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں، اور دوسرے ائمہ کے پاس اس کے یہ معنے ہیں، کہ مرتکب کبیرہ زانیہ ہی کا کفو

ہوسکتا ہے یعنی متقی عورت کا کفو زناکار مرد نہیں ہوسکتا۔ اگر کسی عورت نے غیر کفو سے نکاح کر لیا، تو رشتہ داروں کو نکاح فسخ کرا دینے کا حق ہے کیونکہ اس سے اِن کے خاندان کی ذلت ہوتی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ زانی سے نکاح کرنا مستحب نہیں ہے۔ (حُرِّمَ کے معنے مستحب نہیں کرنا کچھ دل کو نہیں لگتا) شاہ صاحب فرماتے ہیں ذٰلِكَ کا اشارہ نہ زنا اور شرک کیطرف ہے نہ کہ نکاح کیطرف۔ اِس تاویل پر نکاح زیر بحث ہی نہیں رہتا۔ فقیر کے خیال میں اس آیت سے کوئی حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ ظاہر کیا گیا کہ طبعی طور پر بدکار مرد بدکار عورت کی طرف ہی توجہ کرتا ہے۔ اگر حکم امتناعی ہوتا تو نہی ہوتی، اور لَا یَنْکِحْ آخر کے جزم کے ساتھ ہوتا۔ مگر قرآن شریف میں تو لَا یَنْکِحُ بضمۂ آخر ہے۔ نیز جو عورت تائب ہو جائے وہ لِمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ میں داخل ہو جاتی ہے، اور اس آیت کے مصداق سے نکل جاتی ہے۔ ہاں ایسی صورت سے جو اس پیشہ کو چھوڑنا نہیں چاہتی نکاح درست نہیں۔ کیونکہ یہ نکاح قلتبانی ہوگا۔ نعوذ باللہ۔ یا نکاح کے لغوی معنے لیں یعنی جماع۔ پس معنے یہ ہوں گے، کہ بدکار عورت سے ناجائز تعلقات بدکار مرد یا مشرک رکھ سکتا ہے۔ ایمانداروں کے پاس تو بدکاری حرام ہے۔ اسوقت ذٰلِكَ کا اشارہ زنا کی طرف ہوگا۔

(۵) یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ اے ایماندارو! جب تم سرگوشی کرنا چاہو رسول سے تو اس سرگوشی سے پہلے مسکینوں کی کچھ مالی مدد کرو۔ خیر خیرات کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہت بہتر، پاک تر ہے۔ اگر تم نادار ہو، دینے کے لئے کچھ نہیں پاتے تو اللہ غفور و رحیم ہے۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت بعد کی آیت سے منسوخ ہے۔

مَیں عرض کرتا ہوں کہ اس آیت سے خیرات کی فرضیت کب نکلتی ہے؟ اس میں تو خَیْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ہے۔ خیرات وطہارت صدقہ ناقابل نسخ ہے۔ اسمیں یہ بھی تو ہے کہ اگر تم نادار ہو تو اللہ غفور و رحیم ہے۔ حضرت کے زمانہ میں بعض نادان اپنی عزت اور بڑائی ثابت کرنے کو سرگوشی کیا کرتے،

اور بات کچھ اہم نہ ہوتی۔ تو حکم دیا گیا کہ مسلمانوں کی مالی امداد کر کے خود کو پہلے ہمدرد مسلمین تو ثابت کرو پھر پیغمبر سے سرگوشی کرنے کا ارادہ کرنا۔ پیسہ تو ہاتھ سے نہیں نکلتا اور راز کی باتیں پیغمبر کو سنانے کا دعویٰ۔ بعد کی آیت میں ہے کہ اگر پیسہ خیرات نہیں کرتے، تو نماز زکوٰۃ وغیرہ نیک کاموں سے اپنے نیک ہونے کا ثبوت دو، پھر پیغمبر سے سرگوشی کرنا۔

صاحبو! اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون کی تبلیغ کے متعلق فرمایا وَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا یعنی فرعون سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرو۔ اسی طرح حبیب خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ یعنی بہترین طریقے سے منکرین سے مناظرہ کرو، ان کو سمجھاؤ۔ ان مفسرین کے پاس آیت سیف اور یہ آیت اور ایسی آیتیں جو دشمنوں سے مراعات وحسنِ کلام پر دلالت کرتی ہیں سب منسوخ ہیں، انکو خیال کرنا چاہیئے کہ جنگ کا وقت اور ہوتا ہے، اور تبلیغ وتعلیم کا وقت جدا۔ حسنِ کلام وحسنِ سلوک کا حکم ہرگز منسوخ نہیں ہوسکتا۔ جنگ کرنا خلاف شرافت نہیں مگر بدگوئی بے شک خلاف تہذیب ہے، اسلام کو بدنام نہ کرو، اس کی تہذیب کو عیب نہ لگاؤ۔

اس سے زیادہ ظلم ان مفسرین کے پاس ایک اور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ بعض آیتیں تھیں تو قرآن کی، مگر انکے پڑھنے کا اب حکم نہیں۔ اور ایسی آیت کو ثابت الحکم اور منسوخ التلاوۃ کہتے ہیں۔ مثلاً اَلشَّيْخُ وَالشَّيْخَةُ اِذَا زَنَيَا فَارْجُمُوْهُمَا یعنی بوڑھا اور بڑھیا زنا کے مرتکب ہوں تو انکو سنگسار کردو محصن ومحصنہ یعنی شادی شدہ کی سنگساری کا حکم سابقہ مذاہب میں تھا۔ اسلام نے اسکو باقی رکھا، کوئی تازہ حکم نہیں دیا۔ مگر غیر شادی شدہ کے لئے حکم جَلْد یعنی دُرّے مارنے کا دیا۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ میں الف لام عہدی ہے۔ اس سے غیر محصن وغیر محصنہ مراد ہیں۔ قرآن کے غیر محفوظ ہونے کا الزام یہود اور ابنائے یہود کے دسائس سے ہے۔ اس چکر میں بعض سادہ دل علماء آجاتے ہیں۔ ذرا یہ بھی غور کرو، شیخ کے معنے بڈھے کے ہیں یا شادی شدہ کے؟ جوان بھی شادی شدہ

ہو سکتا ہے، اور بوڑھا بھی غیر شادی شدہ رہ سکتا ہے۔ پھر شیخ کے معنے شادی شدہ کے لینا زبردستی ہے۔ اچھا شیخ کا مونث عَجُوْزٌ ہے یا شَیْخَۃٌ۔ اَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا۔ شَیْخَۃ کا لفظ کسی شعر میں، کسی کتاب میں نہیں۔ میں اسکو قرآن شریف پر ظلم سمجھتا ہوں۔ قرآن شریف متواتر ہے۔ اس سے ایک لفظ زیادہ نہیں، ایک لفظ کم نہیں۔ فقیر کو قرآن مجید بروایت عاصم کوفی حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے جو سب کے سب حفاظ تھے، متواتر طریقہ پر پہنچا۔ اس مشہور و متواتر روایت کے خلاف فقیر ایک لفظ بھی غیر متواتر، آحاد کا سننا نہیں چاہتا۔ قرآن شریف کو ناقابل اعتبار بنانے کے لئے منافقوں نے یہ فتنہ پیدا کئے۔ مگر کوئی ان سے پوچھے کہ ایک روایت کی تو تصحیح کرو، متواتر تو کجا خبر آحاد سے بھی قرآن کے خلاف ایک حکم کا ثبوت ممکن نہیں۔ قرآن شریف محفوظ ہے ابتداء سے ابتک۔ حفاظ اور قراء اس کے تواتر کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس متواتر کے مقابلہ میں کوئی روایت، کوئی دعویٰ ناقابل اعتبار ہے۔ جس کی خدا حفاظت کرے، اسمیں کسی کی مقدور نہیں کہ کچھ تحریف کر سکے۔

اللہ تعالیٰ ان دسائس اور ان وساوس سے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین۔

وفاتِ مسیحؑ پر ایک نئے معترض

مولوی سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے اپنے رسالہ "ترجمان القرآن" میں "تفہیم القرآن" کے عنوان سے قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ اور مختصر تفسیری نوٹ شائع کرنے کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ اس کے تازہ پرچہ میں آپ نے سورہ آل عمران کے چھٹے رکوع کی آیت وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝ کا حسب ذیل ترجمہ کیا ہے:-

"جب اس نے کہا کہ اے عیسیٰ اب میں تجھے واپس لے لوں گا، اور تجھ کو اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ اور جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے (انکی معیت سے اور ان کے گندے ماحول میں ان کے ساتھ رہنے سے) تجھے پاک کر دوں گا اور تیری پیروی کرنیوالوں کو قیامت تک ان لوگوں پر بالادست رکھوں گا جنہوں نے تیرا انکار کیا ہے"

اور اس پر یہ نوٹ لکھا ہے:-

"اصل میں لفظ مُتَوَفِّيْكَ استعمال ہوا ہے۔ تَوَفِّيْ کے اصل معنے لینے اور وصول کرنے کے ہیں۔ "روح قبض کرنا" اس لفظ کا مجازی استعمال ہے نہ کہ اصل معنے موضوع لہٗ۔ یہاں یہ لفظ انگریزی لفظ recall کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی کسی عہدہ دار کو اس کے منصب سے واپس بلا لینا۔ چونکہ بنی اسرائیل صدیوں سے مسلسل نافرمانیاں کر رہے تھے، بار بار کی تنبیہوں اور فہمائشوں کے باوجود انکی قومی روش بگڑتی ہی چلی جا رہی تھی، پے در پے کئی انبیاء کو قتل کر چکے تھے، اور ہر اس بندۂ صالح کے خون کے پیاسے ہو جاتے تھے، جو نیکی اور راستی کی طرف انہیں دعوت دیتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر حجت تمام

کرنے اور انہیں آخری موقعہ دینے کے لئے حضرت عیسٰی اور یحییٰ علیہما السلام جیسے دو جلیل القدر پیغمبروں کو بیک وقت مبعوث کیا، جن کے ساتھ مامور من اللہ ہونے کی ایسی کھلی کھلی نشانیاں تھیں، کہ ان سے انکار صرف وہی لوگ کر سکتے تھے جو حق و صداقت سے انتہا درجہ کا عناد رکھتے ہوں اور حق کے مقابلہ میں جن کی جسارت و بیباکی حد کو پہنچ چکی ہو۔ مگر بنی اسرائیل نے اس آخری موقعہ کو بھی ہاتھ سے کھو دیا، اور صرف اتنا ہی نہ کیا کہ ان دونوں پیغمبروں کی دعوت رد کر دی، بلکہ ان کے ایک رئیس نے علی الاعلان حضرت یحییٰ جیسے بلند پایہ انسان کا سر ایک رقاصہ کی فرمائش پر قربان کر دیا۔ اور ان کے علماء و فقہاء نے سازش کر کے حضرت عیسیٰ کو رومی سلطنت سے سزائے موت دلوانے کی کوشش کی۔ اس کے بعد بنی اسرائیل کی فہمائش پر مزید وقت اور قوت صرف کرنا بالکل فضول تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو واپس بلا لیا، اور قیامت تک کے لئے بنی اسرائیل پر ذلت کی زندگی کا فیصلہ لکھ دیا۔

یہاں یہ بات اور سمجھ لینی چاہیئے کہ قرآن کی یہ پوری تقریر دراصل عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کی تردید و اصلاح کے لئے ہے، اور عیسائیوں میں اس عقیدہ کے پیدا ہونے کے اہم ترین سبب حضرت مسیح کی اعجازی ولادت اور ان کے صریح محسوس ہونے والے معجزات کے بعد ان کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا ہے، جس کا ذکر صاف الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ اگر عیسائیوں کی یہ روایت غلط ہوتی، تو ان کے عقیدۂ الوہیت کا اس سے بہتر کوئی رد نہ ہو سکتا تھا، کہ ان سے صاف الفاظ میں کہا جاتا، کہ جسے تم اِلٰہ اور ابن اللہ بناتے ہو وہ مر کر مٹی میں مل چکا ہے، مزید اطمینان چاہتے ہو تو فلاں مقام پر جا کر اس کی قبر دیکھ لو۔ لیکن ایسا کرنے کی بجائے قرآن صرف یہی نہیں کہ انکی موت کی تصریح نہیں کرتا، اور صرف یہی نہیں کہ ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جو زندہ اٹھائے جانے کے مفہوم کا کم از کم احتمال تو رکھتے ہی ہیں، بلکہ عیسائیوں کو الٹا یہ بتا دیتا ہے کہ مسیح سرے سے صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے، یعنی وہ جس نے آخری وقت میں "ایلی ایلی لما شبقتانی" کہا تھا اور وہ جس کی صلیب پر چڑھی ہوئی حالت کی تصویر تم لئے پھرتے

ہو وہ مسیح نہ تھا۔ مسیح کو تو اس سے پہلے ہی خدا نے اٹھا لیا تھا۔ اس پر بھی جو لوگ قرآن کی آیات سے مسیح کی وفات کا مفہوم نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ دراصل یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ میاں کو صاف سلجھی ہوئی عبارت میں اپنا مطلب ظاہر کرنے تک کا سلیقہ نہیں ہے۔ اعاذنا اللہ من ذٰلک۔"

جماعت احمدیہ نے گذشتہ پچاس سال کے عرصہ میں بسلسلہ مسئلہ وفات مسیحؑ لفظ توفّی کے معنوں کی جسقدر وضاحت کی ہے وہ طبقۂ اہل علم سے مخفی نہیں۔ یہی وہ لفظ ہے، جس پر حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کے عقیدہ کی بنیاد ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب کی اس سے ناواقفیت قابل تعجب ہے۔ اگر وہ اس سے واقف ہوتے، تو ہم سمجھتے ہیں کہ آیت یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ کا وہ ترجمہ اور تفسیر کبھی نہ لکھتے جو ہم نے اوپر نقل کی ہے۔

حضرت اقدس سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اس ضمن میں ایک انعامی اشتہار بھی مدت سے شائع شدہ ہے، جس میں حضورؑ نے چیلنج کیا ہے، کہ توفّی کے معنی قبض روح کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر ان معنوں کے علاوہ اس لفظ کے کوئی اور معنے ثابت کر دئے جائیں تو ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ وہ چیلنج اپنے اصل الفاظ میں یہ ہے:-

"تمام مسلمانوں پر واضح ہو کہ کمال صفائی سے قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو گیا ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام ... فوت ہو چکے ہیں ... باایں ہمہ بعض علماء وقت کو اس بات پر سخت غلو ہے کہ مسیح ابن مریم فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہی آسمان پر اٹھایا گیا۔ اور حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ آسمان پر موجود ہے۔ اور نہایت بے باکی اور شوخی کی راہ سے کہتے ہیں، کہ توفّی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیحؑ کی نسبت آیا ہے اس کے معنے وفات دینا نہیں ہے بلکہ پورا لینا ہے۔ یعنی یہ کہ روح کے ساتھ جسم کو بھی لے لینا۔ مگر ایسے معنے کرنا ان کا سراسر افترا ہے۔

قرآن کریم کا عموماً التزام کے ساتھ اس لفظ کے بارے میں یہ محاورہ ہے، کہ وہ لفظ قبض روح

اور وفات دینے کے معنوں پر ہر ایک جگہ اس کو استعمال کرتا ہے۔ یہی محاورہ تمام حدیثوں
اور جمیع اقوال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں پایا جاتا ہے۔ جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ
آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ
توفّی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو۔ بلکہ جہاں کہیں توفّی کے لفظ کو خدا تعالےٰ
کا فعل ٹھیرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے
معنے پر آیا ہے نہ قبض جسم کے معنوں میں۔ کوئی کتاب لغت کی اس کے مخالف نہیں۔ کوئی مثل
اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں۔ غرض ایک ذرّہ احتمال مخالف کی گنجایش نہیں اگر
کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یا اشعار و قصائد نظم
و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفّی کا لفظ خدا تعالےٰ کا فعل ہونے
کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو، وہ بجز قبض روح اور وفات
دینے کے کسی اور معنے پر اطلاق پا گیا ہے، یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے، تو
مَیں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت
کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا۔ اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور
قرآن دانی کا اقرار کر لوں گا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۷۵ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

ہم یہ چیلنج سالہا سال سے علماء عرب و عجم کے سامنے پیش کر رہے ہیں، مگر آج تک کسی کو اس کے
قبول کرنے کی جرأت نہیں ہو سکی۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ صاحب اگر پہلے اس چیلنج سے بیخبر تھے، تو امید
ہے کہ وہ اب اس پر توجہ فرمائیں گے، اور ان کا علمی دنیا پر بہت بڑا احسان ہوگا، اگر وہ مذکورہ بالا صورت
میں توفّی کے معنے قبض روح کے سوا کچھ اور ثابت کر دیں۔

قرآن مجید میں توفّی کا لفظ جس صورت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے استعمال ہوا ہے، اس میں
اس کے معنے سوائے قبض روح کے اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ یہ لفظ دو جگہ ان کے حق میں وارد ہوا ہے۔
ایک تو سورہ آل عمران کی اسی مندرجہ بالا آیت میں اور دوسرے سورہ مائدہ کے آخری رکوع کی آیت

فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ میں۔ اور ان دونوں مقامات میں یہ لفظ باب تفعّل سے ہے، اور اس کا فاعل اللہ تعالیٰ اور مفعول بہ انسان یعنی حضرت مسیح علیہ السلام ہیں۔ اور جہاں یہ صورت ہو وہاں اس لفظ کے معنے قبض روح کے سوا اور کچھ نہیں ہوتے۔ دنیا کی کسی لغت کو اُٹھا کر دیکھ لیجئے، اس میں تَوَفَّی اللّٰہُ فُلَانًا کے معنے قَبَضَ رُوْحَہٗ ہی لکھے ہوں گے، اس کے سوا اور کوئی معنے ہرگز نہ ہوں گے۔ پس توفّی کے معنے اور صورتوں میں خواہ کچھ ہوں، لیکن جس صورت میں یہ لفظ حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے استعمال ہوا ہے اس صورت میں اس کے معنے قبض روح کے سوا اور کچھ نہیں۔ اگر کچھ اور معنے بھی ہوتے، تو لغت عرب میں یہ لفظ کہیں ان معنوں میں بھی ضرور استعمال ہوا ہوتا لیکن واقعہ یہ ہے، کہ یہ لفظ قبض روح کے سوا کسی اور معنے میں کبھی استعمال نہیں ہوا پس کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ان دونوں مقامات میں لفظ توفّی کے معنے قبض روح کے سوا کچھ اور ہیں۔

یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینی اور یاد رکھنی چاہئے، کہ ہمیں توفّی کے معنی پورا لینے وغیرہ بھی ہونے سے انکار نہیں، جس بات سے ہمیں انکار ہے، وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں یہ لفظ حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے جس صورت میں واقع ہوا ہے (اور وہ صورت ہم اوپر ظاہر کر چکے ہیں) اس صورت میں اس کے معنی قبض روح کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتے ہوں۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ان دو مقامات کے علاوہ مذکورہ بالا صورت میں ۲۳ جگہ اور بھی وارد ہوا ہے، مگر کسی ایک جگہ بھی قبض روح کے سوا کسی اور معنے میں وارد نہیں ہوا۔ اسی طرح احادیث میں بھی یہ لفظ بڑی کثرت سے آیا ہے، اور ہر جگہ اس کے معنے قبض روح کے ہی کئے جاتے ہیں، کوئی اور معنے کہیں بھی نہیں کئے جاتے۔ پھر عربی زبان کی نظم و نثر میں بھی جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے، قبض روح ہی کے معنی میں آیا ہے، ایک جگہ بھی کسی اور معنی میں نہیں آیا۔ پس جب آیات قرآنیہ، احادیث شریفہ اور عربی زبان کی تمام نظم و نثر میں یہ لفظ قبض روح کے معنے میں استعمال ہوا ہے۔ ان کے سوا کسی اور معنی میں کبھی استعمال نہیں ہوا، تو حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں اس کے معنی قبض روح کے سوا کچھ اور کس طرح ہو سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام بخاری نے بھی اس لفظ کے یہی معنے کئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے چھٹے پارہ کی آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کی تفسیر کرتے ہوئے تیسرے پارہ

کی آیت یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ بھی نقل کی ہے، تا یہ ظاہر کریں کہ دونوں آیتوں کے الفاظ میں قبض روح ہی مراد ہے، اور پھر اسی پر بس نہ کرکے حضرت ابن عباسؓ کا قول مُتَوَفِّیْکَ مُمِیْتُکَ درج کر دیا ہے، تا اچھی طرح واضح ہو جائے کہ دونوں آیتوں یعنی فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ اور یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ سے جو انہوں نے قبض روح مراد لیا ہے، حضرت ابن عباسؓ کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر زیر تفسیر سورہ مائدہ) اور علامہ زمخشریؒ نے اپنی تفسیر کشاف میں زیر آیت یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ لکھا ہے، اِنِّیْ مُمِیْتُکَ حَتْفَ اَنْفِکَ یعنی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے معنے یہ ہیں کہ میں تجھے طبعی طور پر وفات دوں گا۔

سورۂ آل عمران میں اول تو حضرت مریم علیہا السلام کو ایک جلیل القدر فرزند یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارت دیئے جانے کا ذکر اور ان کے صفات و کمالات کا بیان کیا گیا ہے، پھر ان کے ظہور اور یہود کی ان سے مخالفت کا ذکر فرما کر یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح یہود نے اُن کو قتل کرنے کا منصوبہ کیا تھا، اور کس طرح اللہ تعالیٰ نے انکے منصوبہ کو خاک میں ملا دیا۔ اسی کے ضمن میں اُس وعدہ کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے یہود کی سازشِ قتل کے مقابلہ میں حضرت مسیح علیہ السلام سے کیا تھا کہ تیرے مخالف تجھ کو قتل نہیں کر سکیں گے، بلکہ میں تجھکو طبعی طور پر وفات دوں گا۔ اور سورۂ مائدہ میں اس وعدہ کے پورا ہونے کا ان الفاظ میں ذکر ہے، فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول اُس سوال کا جواب ہے جو سورۂ مائدہ کے اسی رکوعؑ آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ سے پہلے درج ہے کہ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰہَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عیسائیوں کو مجرم گرداننے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کرے گا کہ کیا تم نے ان لوگوں سے کہدیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بنا لو اللہ کے سوا؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سوال کے جواب میں عرض کریں گے، کہ میں نے تو ان سے ایسا نہیں کہا اور نہ میری زندگی میں انہوں نے یہ عقیدہ رکھا، میں انکی نگرانی کرتا رہا، یہ تجھی کو معبود سمجھتے تھے۔ لیکن جب تو نے اپنے وعدہ کے مطابق مجھے طبعی طور پر وفات دے دی،

تو پھر تو ہی ان کا نگران تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جواب سے ظاہر ہے کہ انکی وفات اُنکو اور اُن کی ماں کو معبود بنائے جانے سے پہلے حسب وعدہ الہٰی طبعی طور پر ہو چکی تھی، اور عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ اور اُن کی والدہ کو اللہ سمجھنے کا جو عقیدہ فی زمانناپھیلا ہوا ہے وہ حضرت عیسیٰ کی وفات کے بعد پیدا ہوا اور پھیلا ہے۔

پس آیت شریف فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي نص صریح ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی وفات پر۔ باایں ہمہ مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب فرماتے ہیں کہ "قرآن انکی موت کی تصریح نہیں کرتا" ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس سے زیادہ تصریح اور کس طرح کیجاتی ہے جتنی تصریح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا ذکر قرآن مجید میں ہے، اس سے زیادہ تصریح سے اور کس نبی کی وفات کا ذکر کیا گیا ہے؟ بہت سے انبیاء کی وفات کا تو ذکر ہی نہیں کیا گیا، نہ تصریح سے نہ بغیر تصریح کے، اور جن انبیاء کی وفات کا ذکر کیا گیا ہے، وہ صرف چند ہیں، اور انہیں سے ایک حضرت مسیح علیہ السلام بھی ہیں۔

مولانا ابوالاعلیٰ صاحب لفظ توفیٰ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:-

"اس لفظ کے معنے لینے اور وصول کرنے کے ہیں، روح قبض کرنا اس لفظ کا مجازی استعمال ہے نہ کہ اصلی معنی موضوع لہٗ، یہاں یہ لفظ انگریزی لفظ recalled کے معنی میں استعمال ہوا ہے، یعنی کسی عہدہ دار کو اس کے منصب سے واپس بلا لینا۔"

ہم لکھ چکے ہیں کہ ہم کو لفظ توفیٰ کے ان معنوں سے انکار نہیں۔ اور ہم پھر لکھتے ہیں کہ "توفیٰ" کے معنے لینے اور وصول کرنے کے بھی ہیں۔ جب کسی غیر ذی روح چیز کے لئے یہ لفظ استعمال کیا جائے تو اس کے معنے لینے کے بھی ہو سکتے ہیں، اور وصول کرنے کے بھی، لیکن یہ لفظ جب خدا کے فاعل اور کسی انسان کا نام لے کر اس کے مفعول بہ قرار دئے جانے کی حالت میں استعمال کیا گیا ہو تو پھر اس کے معنی موت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتے، اور لے لینے کا مفہوم اس حالت میں بھی مفقود نہیں ہو جاتا۔

کیونکہ موت کی حالت میں روح لے لیجاتی ہے اور جسم چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کتب لغت میں لکھا ہے۔ اَلتَّوَفِّیْ اَخْذُ الشَّیْءِ وَافِیًا وَالْمَوْتُ نَوْعٌ مِّنْہُ یعنی توفی کسی چیز کے پورا پورا لے لینے کو کہتے ہیں، اور موت اسکی ایک نوع ہے۔ اس لحاظ سے جب لفظ توفی کسی غیر ذی روح چیز کے لئے استعمال کیا گیا ہو، تو اس کے معنی ضرور پورا پورا لے لینے کے ہوں گے۔ لیکن جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں کسی انسان کا نام لے کر استعمال ہو تو پھر اس کے معنی موت کے ہوتے ہیں بجز موت کے اور کچھ نہیں ہوسکتے۔ ہاں پورا لئے جانے کا مفہوم موت کے معنے میں بھی برقرار رہتا ہے، کیونکہ انسان جسم و روح دو چیزوں سے مرکب ہے، موت کی حالت میں جسم یہیں رہ جاتا ہے، اور روح لے لیجاتی ہے۔ اور روح کے پورا پورا لے لئے جانے ہی کا دوسرا نام موت ہے۔

آیت شریفہ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰٓی اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ روحوں کو دو طرح قبض کیا کرتا ہے۔ ایک موت کے وقت، دوسرے سونے کے وقت۔ پھر جن روحوں کو موت کے وقت قبض کرتا ہے انکو تو روک لیتا ہے واپس نہیں کرتا۔ اس کا نام قبضِ تام یا پورا پورا لے لینا ہے۔ اور جن روحوں کو سونے کے وقت قبض کرتا ہے انکو واپس کر دیتا ہے۔ اور یہ قبض ناقص یا ادھورا لینا ہے۔ لیکن قبض تام ہو یا قبض ناقص دونوں صورتوں میں قبض کا تعلق صرف روح کے ساتھ ہوتا ہے۔ جسم کے ساتھ قطعاً نہیں ہوتا۔ یعنی صرف روح قبض کیجاتی ہے جسم ہرگز قبض نہیں کیا جاتا۔ ایک مثال بھی ایسی پیش نہیں کیجاسکتی جس میں یہ لفظ قبض جسم یا قبض جسم و روح دونوں کے لئے استعمال کیا گیا ہو۔ نہ قرآن مجید سے نہ حدیث شریف سے اور نہ کلام نثر و نظم قدیم و جدید عرب سے۔

مولانائے موصوف کا ارشاد ہے کہ روح کا قبض کرنا اس (لفظ توفّی) کا مجازی استعمال ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ مولانا اس استعمال کو مجازی کہہ لیں، لیکن یہ ایسا مجازی ہے کہ قرآن و حدیث میں کسی ایک جگہ بھی اسکو ترک کر کے مولانا کا اصل اور حقیقی استعمال اختیار نہیں کیا گیا۔ یعنی قرآن کریم اور احادیث شریفہ نے اس لفظ کے استعمال کو قبض روح کے معنے میں خاص کر لیا ہے۔ حتیٰ کہ ایک جگہ بھی کسی اور معنے میں استعمال

نہیں کیا۔ قرآن شریف میں علاوہ مقام متنازعہ کے ۲۳ جگہ یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ احادیث میں سینکڑوں جگہ پایا جاتا ہے لیکن کیا کوئی جگہ ایسی بھی ہے، کہ بصورت مذکورہ بالا یہ لفظ کسی اور معنی مثلاً قبض جسم یا قبض جسم مع الروح کے معنے میں استعمال کیا گیا ہو؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

ہم کو چاہیئے کہ کسی لفظ کے صحیح استعمال کا علم حاصل کرنے کے لئے قرآن و حدیث کو مقدم کریں۔ اللہ قرآن و حدیث نے کسی لفظ کو جن معنی میں استعمال کر لیا ہو، ایسا کہ اس کے سوا کسی اور معنی میں کبھی استعمال ہی نہ کیا ہو تو ہم ان معنوں کو قبول کر لیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو پھر بڑا فساد برپا ہوگا لیکن صرف یہی نہیں کہ قرآن و حدیث ہی نے لفظ توفی کو قبض روح کے معنے میں استعمال کیا ہے، بلکہ لغت میں بھی اس کے معنے جبکہ یہ لفظ خدا کا فعل ہونے کی حالت میں انسان کے لئے استعمال کیا گیا ہو، قبض روح کے ہی آتے ہیں۔ چنانچہ ہم اوپر دکھا چکے ہیں کہ صاحب کشاف علامہ زمخشری نے جو ماہر زبان عرب میں نہایت ممتاز درجہ رکھتا ہے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کی تفسیر میں اِنِّیْ مُمِیْتُکَ حَتْفَ اَنْفِکَ لکھ کر بتادیا ہے، کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے معنی یہ ہیں کہ میں تجھے طبعی موت دونگا۔ حَتْف لغت عرب میں موت کو کہتے ہیں اور اَنْف ناک کو۔ عرب میں قدیم سے یہ عقیدہ چلا آتا ہے کہ انسان کی جان ناک کی راہ سے نکلتی ہے۔ اس لئے طبعی موت کا نام انہوں نے حَتْف اَنْف رکھدیا۔ اور لسان العرب میں ہے۔ تُوُفِّیَ فُلَانٌ وَتَوَفَّاہُ اللّٰہُ اِذَا قَبَضَ نَفْسَہٗ۔ یعنی جب یہ بولا جائے کہ تُوُفِّیَ فُلَانٌ یا یہ کہا جائے کہ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ تو اس کے صرف یہی معنے ہوں گے کہ فلاں شخص کی جان قبض کر لی گئی۔ اور تاج العروس میں ہے تُوُفِّیَ فُلَانٌ اِذَا مَاتَ۔ یعنی تُوُفِّیَ فُلَانٌ کسی شخص کی نسبت اسوقت کہا جائے گا جب وہ مر جائیگا۔ اور لسان العرب میں یہ بھی لکھا ہے کہ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا قَبَضَ نَفْسَہٗ۔ یعنی یہ فقرہ کہ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اس مقام میں بولا جائے گا جب خدا کسی کی روح قبض کرے گا۔ اور صحاح میں ہے۔ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ قَبَضَ رُوْحَہٗ۔ یعنی تَوَفَّاہُ اللّٰہُ کے یہ معنی ہیں کہ فلاں شخص کی روح خدا نے قبض کر لی۔

ابکیا یہ تعجب میں ڈالنے والی بات نہیں کہ مولوی ابوالاعلیٰ صاحب نے توفی کے جن معنوں کے استعمال کو

مجازی استعمال قرار دیا ہے، قرآن مجید اور احادیث میں اول سے لیکر آخر تک ہر موقعہ اور ہر محل پر وہی استعمال پایا جاتا ہے۔ اور جن معنوں کو وہ اصلی اور حقیقی کہتے ہیں ان کے استعمال کا قرآن و حدیث میں کہیں نام و نشان بھی نہیں ملتا۔ اور پھر مستند لغات میں بھی توفّی کے معنے جبکہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لئے استعمال کیا گیا ہو قبض روح کے ہی لکھے ہیں۔ کیا قرآن و حدیث کے اس طریقِ عمل سے یہ ظاہر نہیں ہوجاتا کہ مولوی صاحب موصوف . . . . . خواہ اس کا نام مجازی استعمال رکھیں یا اور کچھ، مگر قرآن مجید اور حدیث شریف میں بصورت مذکورہ توفّی کا لفظ قبض روح کے سوا کسی اور معنی میں استعمال ہی نہیں کیا گیا۔

مولوی صاحب نے یہ تو تسلیم کیا ہے، کہ لفظ توفّی کا استعمال قبض روح کے معنوں میں ہوتا ہے، لیکن آپ نے اسکو مجازی کہہ کر یہ ظاہر کیا ہے کہ آیت شریفہ یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ الخ میں لفظ توفّی کو اس کے اصل معنوں میں استعمال کرنا چاہیئے، تا اس کا استعمال حقیقی استعمال بن جائے۔ آپ نے اس لفظ کے اصل معنے لینے اور وصول کرنے کے لکھے ہیں۔ اور ان معنوں کے لحاظ سے آیت موصوفہ کا ترجمہ یہ ہوتا ہے، کہ "اے عیسیٰ میں تجھ کو لوں گا اور تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا" یا "تجھ کو وصول کروں گا۔ اور تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا" اور چونکہ ترجمہ کی ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت خود آپ کو بھی دل نشین نظر نہ آئی، اس لئے آپ نے لفظ توفّی کا ایک انگریزی لفظ کے معنے میں مستعمل ہونا ظاہر فرمایا، جس کے معنے یہ بتائے کہ "کسی عہدہ دار کو اس کے منصب سے واپس بلا لینا" اور اس انگریزی لفظ کے معنوی سہارے سے آیت شریفہ کا ترجمہ یہ کیا، کہ "اے عیسیٰ! اب میں تجھ کو واپس لے لوں گا، اور تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا" مولوی صاحب نے لفظ توفّی کے استعمال کو حقیقی استعمال بنانے کے لئے جو کوشش فرمائی ہے، وہ بھی اہل نظر کے سامنے ہے، اور اس کوشش کے بعد آیت شریفہ کا جو ترجمہ کیا ہے، وہ بھی پیش نظر ہے۔

اگر جناب مولوی صاحب لفظ توفّی کا انگریزی لفظ Recall کے معنے میں استعمال کیا جانا بتائے بغیر آیت یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ کا ترجمہ لکھدیتے، تو پڑھنے والوں کو یہی خیال

ہوتا، کہ مُتَوَفِّیْکَ کا ترجمہ "واپس لے لوں گا" کرنے سے مولوی صاحب کی مراد یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر واپس بلا لینے کا وعدہ کیا تھا، اور اس وقت انکو یہ بات کھٹکتی، کہ آسمان پر واپس لے لینے کا وعدہ تو اُس حالت میں کیا جا سکتا تھا، جب کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نیچے بھی گئے ہوتے، لیکن وہ آسمان سے نہیں آئے تھے، اس لئے آسمان پر واپس لے لینے کا وعدہ درست نہیں ہو سکتا۔

پس مُتَوَفِّیْکَ کا یہ ترجمہ بھی کہ واپس لے لوں گا یہ درست نہیں۔ مگر مولوی صاحب نے یہ بتا کر کہ اللہ تعالیٰ نے مُتَوَفِّیْکَ میں لفظ توفی ایک انگریزی لفظ کے معنے میں استعمال کیا ہے، جس کے معنی کسی عہدہ دار کو اس کے منصب سے واپس بُلا لینے کے ہیں، بات بالکل صاف کر دی ہے، اور اس سے بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر ہو گیا، کہ مُتَوَفِّیْکَ کا ترجمہ واپس لے لوں گا کرنے سے آپ کی یہ مراد نہیں کہ الفاظ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں حضرت عیسیٰؑ سے آسمان پر واپس لے لئے جانے کا وعدہ کیا گیا تھا، بلکہ مراد یہ ہے، کہ انکو ان کے منصب سے واپس لے لینے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ قطع نظر اس سے کہ یہ مراد ایک انگریزی لفظ کے معنے کا سہارا لے کر یعنی اللہ تعالیٰ کو لفظ توفی کا اس انگریزی لفظ کے معنے میں استعمال کرنے والا قرار دے کر ظاہر کی گئی ہے، اور قطع نظر اس سے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا منشاء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن کے منصب سے واپس لے لینے کا تھا، تو کیا یہ منشاء ظاہر کرنے کے لئے عربی زبان میں کوئی اور الفاظ نہیں تھے، کہ اس نے توفّی کا لفظ استعمال کیا جو قبض رُوح اور وفات دینے کے سوا کسی اور معنی میں استعمال ہی نہیں ہوتا، اور پھر جناب مولوی صاحب کو یہ بتانے کی ضرورت پیش آئی، کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ توفی ایک انگریزی لفظ کے معنے میں استعمال کیا ہے، مولوی صاحب کے ترجمہ سے ایک مشکل پیدا ہو گئی ہے، کہ کسی کو اس کے منصب سے واپس لے لینے کا مطلب تو یہ ہوتا ہے، کہ وہ اس منصب پر برقرار نہیں رکھا گیا، اور ظاہر ہے، کہ حضرت مسیح علیہ السلام منصب نبوّت پر قائم تھے، تو کیا توفی کے بعد وہ منصب نبوت سے واپس لے لئے گئے اور نبی نہیں رہے؟

موجودہ زمانہ کے علماء لفظ توفی کے معنے بھر پور لینے اور پورا پورا لے لینے کے کرتے رہے ہیں تا حضرت عیسیٰؑ کی روح و جسم دونوں کا لیا جانا ظاہر ہو، اور اس سے انکی زندگی پائی جائے لیکن

مولانا ابو الاعلیٰ صاحب کے معنوں سے معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک ان علماء کے معنی صحیح نہیں تھے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے الفاظ میں حضرت عیسیٰ ؑ سے بھرپور لینے یا پورا پورا لینے کا وعدہ نہ کیا تھا، بلکہ ان الفاظ میں تو انکو ان کے منصب سے واپس لے لینے کا وعدہ کیا تھا، اور الفاظ رَافِعُکَ اِلَیَّ میں مع جسم زندہ آسمان پر اٹھا لینے کا۔

منصب سے واپس لے لینے کے متعلق تو مختصر ہم اوپر لکھ چکے ہیں، اور زندہ مع جسم آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق سردست اتنا ہی کہدینا کافی سمجھتے ہیں، کہ رَافِعُکَ اِلَیَّ کے الفاظ سے زندہ مع جسم آسمان پر اٹھا لینے کا مفہوم پیدا کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ رَافِعُکَ اِلَیَّ صرف دو لفظ ہیں اور ان کے معنے صرف یہ ہیں، کہ اٹھا لوں گا تجھے اپنی طرف۔ چنانچہ مولوی صاحب نے بھی ان الفاظ کا ترجمہ یہی کیا ہے، لیکن تفسیری نوٹ میں وہ حضرت عیسیٰ ؑ کے زندہ مع جسم آسمان پر اٹھائے جانے کا خیال بھی ظاہر کرتے ہیں۔ بحالیکہ ان دو الفاظ سے یہ مفہوم نکلنا تو درکنار پوری آیت شریفہ میں بھی ایسے الفاظ موجود نہیں، جن کے معنے زندہ اور مع جسم اور آسمان پر کئے جا سکتے ہوں۔ بلکہ مُتَوَفِّیْکَ کے بعد رَافِعُکَ اِلَیَّ کے الفاظ نہایت صراحت و وضاحت سے ظاہر کر رہے ہیں، کہ اس آیت میں حضرت عیسیٰ ؑ کے اُسی رفع کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے مقدس بندوں کا بعد وفات اس کی طرف علیٰ قدر مراتب ہوا کرتا ہے، نہ اُس موہوم رفع کا جو زندہ مع جسم آسمان پر ہوا۔ کیونکہ آیت میں اِلَیَّ کا لفظ ہے نہ اِلَی السَّمَآءِ کا۔ اور اِلَیَّ کے معنے اپنی طرف کے ہیں نہ کہ آسمان کی طرف کے۔ اور اللہ کی طرف اٹھائے جانے کا مطلب کبھی زندہ مع جسم آسمان پر اٹھایا جانا نہیں ہوا کرتا، بلکہ فوت ہو کر حسب مراتب قرب الٰہی پانا ہوتا ہے۔

اول تو آیت میں سماء کا لفظ موجود نہیں جو آسمان پر اٹھائے جانے کا وہم پیدا ہو سکے، لیکن اگر سماء کا لفظ موجود بھی ہوتا، تو بھی معنے زندہ آسمان پر اٹھا لئے جانے کے نہیں ہو سکتے تھے۔ کیونکہ جہاں آسمان پر اٹھا لئے جانے کا ذکر ہو وہاں بھی کسی کا زندہ مع جسم آسمان پر چلا جانا مراد نہیں ہوتا، بلکہ درجہ و مرتبہ پانا ہی مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے، کہ

مَا تَوَاضَعَ اَحَدٌ لِلّٰهِ اِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ (مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ مصری) یعنی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جھکتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو اٹھاتا ہے۔ اور ایک حدیث میں رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَةِ بھی آتا ہے لیکن اس میں باوجود ساتویں آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر کئے جانے کے اس سے زندہ مع جسم آسمان پر اٹھا لیا جانا کوئی بھی نہیں سمجھتا۔ پس جبکہ حضرت عیسٰیؑ کے رفع کا ذکر کرنے سے پہلے یہ ذکر نہیں کہ زندہ ہونے کی حالت میں ان کا رفع ہوگا، بلکہ وفات پاکر رفع ہونے کا ذکر ہے۔ اور ان کے رفع کا ذکر کرنے کے بعد آسمان کی طرف رفع ہونے کا ذکر نہیں، بلکہ خدا کی طرف رفع ہونے کا ذکر ہے، تو کس طرح یہ سمجھا جا سکتا ہے، کہ وہ زندہ مع جسم آسمان پر چلے گئے، بلکہ یہی سمجھا جائے گا، کہ وفات پاکر اللہ کی طرف ان کا رفع ہوا ہے۔

مولوی صاحب نے اپنے تفسیری نوٹ میں یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ قرآن کی یہ پوری تقریر (جو آیات متذکرہ بالا میں کی گئی ہے) دراصل عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کی تردید و اصلاح کے لئے ہے۔ پھر آپ نے عیسائیوں میں اس عقیدہ کے پیدا ہونے کا اہم ترین سبب حضرت مسیح کی اعجازی ولادت اور ان کے صریح محسوس ہونے والے معجزات! اور سب سے آخر میں اُن کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے واقعہ کو قرار دے کر بتایا ہے، کہ ان امور کا ذکر عیسائیوں کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یہ تحریر فرمایا ہے، کہ "اگر عیسائیوں کی یہ روایت غلط ہوتی، تو ان کے عقیدہ الوہیت کا اس سے بہتر کوئی رد نہ ہو سکتا تھا، کہ ان سے صاف الفاظ میں کہا جاتا، کہ جسے تم إلٰہ اور ابن اللہ بنا رہے ہو وہ مر کر مٹی میں مل چکا ہے۔ مزید اطمینان چاہتے ہو تو فلاں مقام پر جا کر اس کی قبر دیکھ لو۔ لیکن ایسا کرنے کے بجائے قرآن صرف یہی نہیں کہ ان کی موت کی تصریح نہیں کرتا، اور صرف یہی نہیں کہ ایسے الفاظ استعمال کرتا ہے جو زندہ اٹھائے جانیکے مفہوم کا کم از کم احتمال تو رکھتے ہیں، بلکہ عیسائیوں کو اُلٹا یہ بتا دیتا ہے کہ مسیح سرے سے صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے۔ یعنی وہ جس نے آخری وقت میں "ایلی ایلی لما سبقتانی" کہا تھا، اور وہ جس کی صلیب پر چڑھی ہوئی حالت کی تصویر تم لئے پھرتے

ہو، وہ مسیح نہ تھا مسیح کو تو اس سے پہلے ہی خدا نے اٹھا لیا تھا۔ اس پر بھی جو لوگ قرآن کی آیات سے مسیح کی وفات کا مفہوم نکالنے کی کوشش کرتے ہیں، وہ دراصل یہ ثابت کرتے ہیں کہ اللہ میاں کو صاف سلجھی ہوئی عبارت میں اپنا مطلب ظاہر کرنے تک کا سلیقہ نہیں ہے۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔"

مولوی صاحب کی اس تحریر کے متعلق ہم یہ کہتے ہیں، کہ آپ نے قرآن مجید کی جس تقریر کو صرف عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کی تردید و اصلاح میں محدود کیا ہے وہ درحقیقت اسی ایک مسئلہ الوہیت مسیح کی تردید و اصلاح تک محدود نہیں، بلکہ اس کے علاوہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق اور غلط فہمیوں اور یہود و نصاریٰ کے باہمی اختلافات عظیمہ کے فیصلہ پر بھی حاوی ہے، جو بحیثیت حَکَم ہونے کے قرآن کریم کا ایک اہم بالشان کارنامہ ہے۔

جناب مولوی صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر صاف الفاظ میں عیسائیوں کی کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ بالکل صحیح ہے درحقیقت حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے قائل عیسائی ہی ہیں، اور کسی قدر فرق کے ساتھ یہ مسئلہ عیسائیوں ہی سے مسلمانوں میں آیا ہے۔

جناب مولوی صاحب نے یہ بھی تسلیم کیا ہے، کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق عیسائیوں کی روایت غلط تھی، تو الوہیت مسیح کے عقیدہ کا رد اس سے بہتر ہو ہی نہیں سکتا تھا، کہ انکو وفات مسیح منوائی، اور حضرت کی قبر بتادی جاتی۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی بالکل درست ہے، عقیدہ الوہیت مسیح کا ردّ واقعی اس سے بہتر ہرگز نہیں ہوسکتا تھا، کہ وفات مسیح ثابت کیجاتی۔ اور ہم مولوی صاحب کو مژدہ سناتے ہیں، کہ قرآن حکیم نے یہی ردّ عیسائیوں کے سامنے پیش بھی کیا ہے، لیکن اس طریقہ سے نہیں جس طریقہ سے مولوی صاحب نے خواہش ظاہر کی ہے۔ بلکہ اس طریقہ سے جو قرآن حکیم کی شان کے شایاں تھا۔ آپ کی خواہش تو یہ تھی کہ عیسائیوں کو قائل موت مسیح بنانے کے لئے بالآخر ان کی قبر بتادی جاتی۔ مگر اس کی مطلق ضرورت نہیں تھی۔ اوّل اس لئے کہ کسی کو فوت شدہ ثابت کرنا اس کی قبر بتا دینے پر منحصر نہیں۔ کیا جن بے شمار

انبیاء علیہم السلام کی قبروں کا کچھ پتہ نہیں کہ کہاں ہیں، وہ زندہ مانے جاتے ہیں؟ دوسرے اس امر کو عیسائیوں کو حضرت مسیح کی قبر دکھا کر انکی موت کا قائل کرنا تو ایک فعل عبث تھا، کیونکہ حضرت مسیح کی موت اور ان کا قبر میں رہنا تو عیسائیوں کو خود ہی تسلیم تھا، اور انکی موت کی تصریح اور قبر کا ذکر آجتک بھی انجیل میں موجود ہے۔ قرآن حکیم نے الوہیت مسیح کے عقیدہ کو رد کرنے کے لئے حضرت مسیح کی وفات ہی کو پیش کیا ہے۔ مگر اس طرح کہ اس عقیدہ کے بطلان کے ساتھ ہی یہودیوں اور عیسائیوں کے اختلاف کا بھی فیصلہ ہو جائے، اور یہ بھی ظاہر ہو جائے کہ حقیقت الامر کیا ہے۔ چنانچہ ان سب امور کو ملحوظ رکھ کر فرمایا۔ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ یعنی پہلے حضرت مسیح کی طبعی موت ہوئی اور پھر ان کا رفع ہوا۔ اور یہ رفع جو موت کے بعد ہوتا ہے، جسم سمیت نہیں ہوا کرتا، بلکہ صرف روح کا رفع ہوتا ہے، جیسا کہ تمام دیگر انبیاء کا ہوا ہے۔

یہودیوں کا دعویٰ تھا، کہ ہم نے مسیح کو صلیب دے کر مار دیا، اور وہ اس سے نعوذ باللہ حضرت مسیح کے ملعون ہونے کا نتیجہ نکالتے تھے، کیونکہ توریت میں لکھا تھا، کہ جو صلیب کے ذریعہ مارا جائے، وہ ملعون ہوتا ہے۔ عیسائیوں کو یہ قدرت نہیں تھی کہ وہ یہودیوں کے اس دعوے کی تردید کر سکیں، کہ انہوں نے حضرت مسیح کو صلیب کے ذریعہ مار دیا ہے، کیونکہ ان کا صلیب پر چڑھایا جانا ایک ایسا واقعہ تھا جس سے انکار کی گنجائش نہیں تھی۔ اگر عیسائیوں کو حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے سے انکار کی ذرا بھی گنجائش ہوتی، تو وہ بغیر کسی ادنیٰ سے تامل کے پکار اٹھتے کہ مسیح کے صلیب پر چڑھا کر مارے جانے کا دعویٰ ہی غلط ہے۔ پھر ان کا ملعون ہونا کیسا؟ لیکن چونکہ یہ ایک حقیقت ثابتہ تھی کہ یہود نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا تھا، اس لئے وہ اس سے انکار نہ کر سکے، اور انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ حضرت مسیح صلیب کے ذریعہ موت پا کر ملعون تو ہوئے لیکن صرف تین دن کے لئے۔ اس کے بعد زندہ ہو کر مع جسم آسمان پر چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان خیالات کی تردید کے لئے اول مسیح علیہ السلام کے حق میں مُتَوَفِّیْکَ کا لفظ استعمال فرما کر انکی صلیبی موت کی نفی فرمائی۔ اور بتایا کہ جب یہود نے انہیں صلیب پر چڑھا کر مارنے کی کوشش کی، تو ہم نے ان سے وعدہ کیا، کہ ہم تمہیں طبعی طور پر وفات دیں گے۔ اور پھر رَافِعُکَ اِلَیَّ

فرما کر ملعون ہونے کی تردید فرمائی۔ کیونکہ لعنت اور رفع روحانی کے مفہوم آپس میں متضاد ہیں۔ اور مُتَوَفِّيكَ کے بعد رَافِعُكَ اِلَيَّ رکھ کر ان کے جسمانی رفع کی تردید فرمائی۔ گویا نہایت مختصر الفاظ میں ایک طرف حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات کا ذکر کر کے انکی الوہیت کا ابطال کیا، اور دوسری طرف یہود و نصاریٰ کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ فرما دیا۔ اب اہل نظر غور فرمائیں کہ ان سب باتوں کو بیان کرنے کے لئے اس سے زیادہ "سلجھی ہوئی عبارت" کیا ہو سکتی تھی، جو قرآن مجید نے استعمال فرمائی ہے۔

سید ابوالاعلیٰ صاحب نے رَافِعُكَ اِلَيَّ سے حضرت مسیح علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے کا جو احتمال نکالا ہے، وہ اس صورت میں کہ توفی کے معنے قبض روح ثابت ہو جائیں ہرگز قائم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں، قبض روح کے بعد رفع جسمانی نہیں بلکہ رفع روحانی ہوا کرتا ہے۔ پس اصل امر تنقیح طلب اس مسئلہ میں لفظ توفی کے معنے ہیں ہم اپنے اس دعویٰ کو بڑے زور سے پیش کرتے ہیں، کہ توفی کے معنے بجز قبض روح اور کوئی نہیں۔ اگر کوئی شخص ہمارے اس دعویٰ کو صحیح نہیں سمجھتا تو وہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ بالا چیلنج کا جواب دے، اور اپنی علمی فضیلت کا ثبوت پیش کرے۔

توفّی کے معنی کی وضاحت کے بعد وفات مسیح کا مسئلہ اتنا صاف ہو جاتا ہے کہ کوئی طالب حق اور انصاف پسند شخص حضرت مسیح علیہ السلام کی جسم عنصری کے ساتھ زندگی کا قائل نہیں رہ سکتا۔ اور اب تو عرب و مصر کے بڑے بڑے علماء بھی ان دلائل کی صحت کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں، جو جماعت احمدیہ وفات مسیح کے ثبوت میں پیش کرتی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں علماء ازہر میں سے ایک بہت بڑے عالم جناب علامہ محمود شلتوت نے علی الاعلان اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے، اور ایک مفصل بیان میں یہ تسلیم کیا ہے، کہ قرآن مجید میں حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے توفی کا جو لفظ وارد ہوا ہے، اس کے پیش نظر اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا، کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب کو غالباً ان امور پر اس سے قبل کبھی غور کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اب ان سب باتوں کو پیش کر کے ہم امید رکھتے ہیں، کہ آپ اپنے بیان پر نظر ثانی فرمائیں گے۔ علماء حق کا یہی دستور ہے کہ جب کسی مسئلہ

میں انہیں اپنی رائے کی غلطی کا علم ہوجائے، تو وہ فوراً اس سے رجوع کر لیتے ہیں۔ اور اگر یہ نہیں تو ہم ان سے درخواست کرتے ہیں، کہ وہ اپنی "سلجھی ہوئی عبارت" میں توفی کے معنے بجز قبض روح کے کوئی اور بتائیں۔

اب جناب سید صاحب کی صرف ایک بات قابل جواب رہ گئی ہے، اور وہ یہ کہ آپ نے اپنے تفسیری نوٹ میں یہ ارشاد بھی فرمایا ہے، کہ خدا نے قرآن مجید میں عیسائیوں کو یہ بتایا ہے، کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے ہی نہیں گئے، بلکہ ان کے بجائے کوئی اور شخص صلیب پر چڑھایا گیا تھا مگر اس کا کوئی ثبوت آپ نے پیش نہیں فرمایا۔ دوسرے علماء تو آیت شُبِّہَ لَھُم سے اس کا استدلال کرتے ہیں۔ اگر آپ کا استدلال بھی اسی آیت سے ہے، تو ہم عرض کریں گے کہ اپنا استدلال ذرا موجہ بیان فرمائیں۔ چونکہ آپکی طرف سے اس کی کوئی وضاحت نہیں ہوئی، اس لئے فی الحال اس پر کچھ مزید کہنا قبل از وقت ہے۔ ہاں اتنی گذارش ضرور کریں گے، کہ اگر یہی آیت آپکے پیش نظر ہے، تو اس آیت کے معنے کرتے ہوئے اسکی ترکیب نحوی کو نظر انداز نہ فرمائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

ذکرِ حبیبؑ

چند ایمان افروز واقعات

مرتبہ جناب ملک گل محمد صاحب پنشنر ریڈر حال قادیان

(بتوسط صیغہ تالیف و تصنیف)

---

(۱) ایک دفعہ قادیان میں جلسہ سالانہ کے ایام میں خاکسار کو رسالدار خدا داد خان صاحب مرحوم ساکن جالی کے مکان پر ٹھیرنے کا موقعہ ملا۔ حضرت اقدسؑ کے متعلق ان سے باتیں ہوتی رہیں۔ انہوں نے ذکر کیا، کہ ایک روز وہ حضرت صاحب کے ہمراہ سیر کو اُس جانب گئے جہاں اب تعلیم الاسلام ہائی سکول کی عمارت ہے۔ اَور بھی چند دوست ہمراہ تھے۔ حضرت صاحب جب بورڈنگ ہائی سکول کی جگہ کے بالکل سامنے پہنچے (جہاں اس وقت سب زمین خالی پڑی تھی اور جنگل ہی جنگل تھا)، تو کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے، کہ ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ یہ سلسلہ تباہ ہو جائے گا، مگر مجھے ہر شب خدا دکھاتا ہے کہ یہاں بلند مناروں والے مکانات بنے ہوئے ہیں، اور وہ مکان مرجع الخلائق بن رہے ہیں۔ رسالدار صاحب یہ بات بیان کر کے کہنے لگے کہ اب اُسی جگہ پر سکول اور بورڈنگ کی شاندار عمارات ہیں۔ اور اسی جگہ جلسہ سالانہ کے لئے ہزارہا نفوس جمع ہوتے ہیں، اور حضورؑ کی پیشگوئی ہر سال بڑی شان سے پوری ہوتی ہے۔

(۲) رسالدار خدا داد خاں صاحب مرحوم نے انہی ایام جلسہ سالانہ میں ذکر کیا، کہ ایک دن میں اور چند اَور دوست حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہمراہ احمدیہ چوک کے شمال والی گلی میں سے جا رہے تھے، کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز مع ایک خادم کے رومی ٹوپی پہنے ہوئے اور آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تشریف لا رہے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام قریب پہنچے، تو آپ نے دریافت فرمایا۔ محمود! آنکھوں کا کیا حال ہے؟ آپ نے کچھ جواب دیا جو یاد نہیں رہا۔ اِسپر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا، کہ جس محمود کی مجھے اللہ تعالیٰ نے اطلاع دی ہے، اگر تم وہی محمود ہو تو اللہ تعالیٰ خود تمہیں پڑھا دے گا، اتنی محنت کی ضرورت نہیں۔

(۴۳) ۱۹۲۱ء میں خاکسار سب ڈویژنل مجسٹریٹ خوشاب کا مثل خوان تھا۔ مسمی لالہ جواہر لال پٹواری ساکن کھبکی حال خوشاب نے مجھ سے ذکر کیا، کہ میری بیوی مرض بواسیر سے سخت نڈھال ہو گئی۔ ہر قسم کے ڈاکٹری و دیسی علاج کیے گئے۔ کوئی آرام نہ ہوا۔ آخر سب کی طرف سے مایوس ہو کر قادیان میں حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا واقعہ ہے۔ میں حضرت حکیم مولوی صاحب رضؓ کے ہمراہ حضرت اقدسؑ کی خدمت میں مسجد مبارک میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ حضرت صاحبؑ سے حضرت مولوی صاحب رضؓ نے ملاقات کرائی، اور قادیان میں تین یا چار روز ٹھیرا رہا۔ ہر روز حضور کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہو کر زیارت کیا کرتا تھا، اور صحبت کا لطف اٹھاتا تھا۔ جب ملتا حضرت صاحب دریافت فرماتے، لالہ صاحب کھانا اچھا ملتا ہے؟ ہر روز میرے کھانے کے لئے ایک ہندو کے گھر سے تین چار قسم کا سالن پکا ہوا آیا کرتا تھا۔ میں حضرت کے دریافت کرنے پر عرض کرتا تھا، کہ حضور! میں نے تو ایسا عمدہ کھانا گھر میں بھی کبھی نہیں کھایا۔ اور جب میں حاضر خدمت عالیہ ہوتا حضور بکمال شفقت مجھ سے مزاج پرسی فرمایا کرتے۔ مجھے قادیان آئے دن زیادہ ہو گئے۔ میں اپنی اہلیہ کو نہایت کمزور چھوڑ آیا تھا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ میری غیر حاضری میں مر ہی نہ جائے۔ میں نے حضور کے روبرو حضرت مولوی صاحب سے کہا، کہ مجھے میری اہلیہ کے لئے دوائی عنایت فرمائیں۔ انہوں نے دو انچ سوا ایک چھوٹا سا پرزہ کاغذ کا لے کر اس پر تین ماشہ تارا میرا گائے کے دہی کے مٹھے کے ساتھ کھانے کی ہدایت لکھ دی۔ جب وہ پرچہ میں نے پڑھا، تو اسکو معمولی چیز سمجھ کر تمسخر سمجھا، کیونکہ حضرت مولوی صاحب مجھ سے بہت بے تکلف تھے۔ اور کمال محبت و شفقت سے پیش آیا کرتے تھے۔ نیز میں حضرت اقدسؑ کی مجلس میں بیٹھ کر آپکی ذرہ نوازی سے بے تکلف ہو گیا تھا۔ وہ پرچہ میں نے حضور کی خدمت میں پیش کیا، اور حضرت مولوی صاحب کی شکایت کی، کہ میں اتنی دور سے لاچار ہو کر علاج کے لئے آیا ہوں،

اور حضرت مولوی صاحب نے مجھ سے یہ تمسخر کیا ہے۔ آپ نے پرچہ پر سے وہ دوائی پڑھ کر فرمایا لالہ صاحب
مولوی صاحب تمسخر نہیں کیا کرتے آپ دوائی اپنی اہلیہ کو کھلائیں ہم دعا کریں گے، آپ گھبرائیں نہیں،
وہ انشاء اللہ اچھی ہو جائیں گی۔ میں اسی روز قادیان سے روانہ ہو گیا، اور گھر پہنچکر بیوی کو دوائی دینی
شروع کی۔ دوسرے یا تیسرے روز بواسیر سے بالکل آرام ہو گیا، اور ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ گویا کبھی
بیمار ہی نہیں ہوئی۔

جناب لالہ صاحب نے یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا تھا، انکی عمر ۶۰ سال کے قریب معلوم ہوتی تھی۔
وہ حضرت مسیح موعودؑ سے نہایت محبت و اخلاص کا اظہار کیا کرتے تھے۔ مجھ سے حضور کا فوٹو لے گئے،
اور گھر میں لٹکا کر اپنی برادری کے لوگوں کو دکھایا کرتے تھے۔ جن ایام میں میں خوشاب متعین تھا وہ ہمارے
جلسوں میں آیا کرتے تھے، اور مخالفین میں یہ واقعہ بیان کیا کرتے تھے۔ حضورؑ کے مستجاب الدعوات
ہونے اور اعلیٰ اخلاق کا ان پر بڑا گہرا اثر تھا۔

(۴) ایک دفعہ لالہ جواہر لال پٹواری مذکور نے مجھ سے بیان کیا، کہ رؤیا میں مجھے حضرت مسیح موعودؑ
کی زیارت ہوئی ہے، آپ نے مجھے فرمایا ہے، کہ لالہ صاحب ہم نے آپکو مینیجر بنا دیا ہے۔ رؤیا ہی میں میں نے
عرض کیا کہ مجھے موتیا بند کی وجہ سے نظر کچھ نہیں آتا۔ آپ نے فرمایا، نظر درست ہو جاوے گی۔ پھر
اس رؤیا سے چھ ماہ کے بعد لالہ جواہر لال صاحب نے آکر بیان کیا، کہ میں حضورؑ کی اطلاع کے مطابق
مینیجر ہو گیا ہوں۔ میں نے پوچھا کہ کس طرح؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے خاندان کا ایک آدمی فوت ہو گیا
تھا، اس کا بہت سا روپیہ جمع تھا اور بچے نابالغ تھے۔ برادری نے مل کر فیصلہ کیا، اور مجھے ان
نابالغ بچوں کا حساب کتاب دیکر روپیہ سونپ دیا۔ اب میری نظر بھی اچھی ہے۔ اور میں ان کا
حساب کتاب لکھا کرتا ہوں۔

خاکسار کو یاد ہے، کہ لالہ جواہر لال صاحب کو موتیا بند ہو جانے کی وجہ سے انعام دے کر
ملازمت سے فارغ کر دیا گیا تھا۔ مگر کئی سالوں کے بعد انکی نظر حضور کی دعا سے پھر درست ہو گئی۔
اور جو کچھ رؤیا میں حضور نے انکو فرمایا تھا، وہ لفظاً لفظاً پورا ہو گیا۔

(۵) چوہدری محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ ای۔ اے۔ سی سرگودھا میں کالونی اسسٹنٹ تھے۔ میں انکے دفتر میں اہلمد تقسیم اراضیات تھا۔ انہوں نے ایک روز ذکر کیا، کہ ہم چند آدمی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ملاقات کے لئے قادیان گئے، شام کی نماز کے لئے مسجد مبارک میں جمع تھے، حضور کی تشریف آوری کا انتظار تھا۔ مؤذن نے اذان کہی مگر لوگ باتیں کرتے رہے۔ ہم چونکہ نووارد تھے، ہم نے انکی باتوں کو برا محسوس کیا، کہ خاموش ہوکر انہوں نے اذان کیوں نہیں سنی۔ اتنے میں حضرت صاحب تشریف لائے، اور آتے ہی ایک تقریر اس امر کے متعلق بیان فرمائی، کہ اذان میں دینی باتیں کرنی جائز ہیں۔ ہم سب حیران ہوئے، کہ حضرت کو ہمارے دلی خیالات کا کس طرح علم ہوگیا؟

(۶) حکیم عطا محمد صاحب مرحوم ساکن گودھ پور ضلع سیالکوٹ نے بیان کیا۔ گرمیوں کا موسم تھا، میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کے لئے گورداسپور گیا، حضور گورداسپور میں مولوی کرم دین کے مقدمہ کی پیروی کے لئے ٹھیرے ہوئے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ سیالکوٹی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ہم سب نماز عصر یا شام ادا کرنے کے لئے موجود تھے۔ میں اور میرے ساتھی آپس میں ذکر کر رہے تھے، کہ حضرت صاحب نے کبھی نماز نہیں پڑھائی، معلوم نہیں کیا وجہ ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت تشریف لے آئے اور سیدھے محراب میں جاکر کھڑے ہوگئے، اور نماز خود پڑھائی۔ میں اور میرے ہمراہی حیران تھے، کہ حضور نے ہماری دلی خواہش کو کس طرح معلوم کرلیا؟ اور خوشی بھی تھی کہ حضور کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا موقعہ ملا۔

(۷) حکیم عطا محمد صاحب نے ایکدفعہ خاکسار سے ذکر کیا، کہ ۱۹۰۴ء میں حضرت مسیح موعودؑ کا لیکچر سیالکوٹ میں ہوا۔ ان دنوں میں چھاونی سیالکوٹ میں ملازم تھا۔ جب لیکچر کا اعلان ہوا، تو مولویوں نے شہر میں اسقدر شور مچایا، کہ ڈپٹی کمشنر نے چھاونی کے فوجی کرنیل سے انتظام کرنے میں امداد چاہی۔ اتفاق ایسا ہوا، کہ ایک انگریز لفٹیننٹ جو متعصب عیسائی تھا اور حضرت صاحب سے نفار رکھتا تھا، اسی کو قیام امن دانتظام کے لئے حکم ہوا۔ وہ اپنے سپاہیوں کو

ہمراہ لے کر حضور کی جائے قیام پر پہنچا، اور پھر حضور کی بند گاڑی کے ساتھ ساتھ جلسہ گاہ تک پہنچا۔ عوام مکانوں کی چھتوں سے راکھ اور پتھر پھینکتے تھے، اور وہ لفٹیننٹ نہایت غصہ سے انکی طرف دوڑتا اور انکو روکتا تھا۔ حضرت صاحب جلسہ گاہ میں پہنچکر بیٹھ گئے، اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے لیکچر پڑھنا شروع کیا۔ جب مولوی صاحب اس مقام پر پہنچے، کہ میں ہی وہ کرشن اوتار بھی ہوں جس کا انتظار ہو رہا ہے، تو مسلمان جلسہ گاہ سے اٹھنے شروع ہو گئے۔ وہ لفٹیننٹ انگریز ایک ایک کے پاس جاتا، اور انکو یہ کہہ کر بٹھاتا تھا، کہ دیکھو مرزا صاحب تو اسلام کی تعریف کر رہے ہیں۔ اور عیسائیوں کے خلاف بھی کہہ رہے ہیں، مگر ہم شوق سے سُن رہے ہیں، آپ اپنے مذہب کی تعریف کیوں نہیں سُن سکتے؟ بیٹھ کر آرام سے سنو۔

(۸) سنہ ۱۹۳۶ء کا ذکر ہے، خاکسار سب ڈویژنل مجسٹریٹ خوشاب کے ہمراہ علاقہ سون تحصیل خوشاب میں دورہ پر گیا۔ ہمارا مقام موضع بیگل میں تھا کہ مجھے ایک آدمی نے اطلاع دی، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پرانے صحابی مولوی احمد الدین صاحب موضع منارہ تحصیل پنڈ دادنخان میں ہیں، اور مولوی ظہور شاہ واعظ کی اشتعال انگیزی کیوجہ سے باشندگانِ دیہہ انکو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ کچہری کے برخاست ہونے کے بعد خاکسار نے افسر موصوف سے اجازت لی، اور دو اَور آدمیوں کو ہمراہ لے کر موضع منارہ ملک غوث محمد صاحب نمبردار کے مکان پر ٹھیرا، اور مولوی احمد الدین صاحب کا ان سے پتہ لیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ وہ اس تمام علاقہ کے استاد تھے، اور لوگ انکی بوجہ نیکی و تقویٰ وعلم بڑی عزت کیا کرتے تھے، اور گاؤں میں وہی امام مسجد تھے۔ لیکن جب سے انہوں نے مرزا صاحب کی بیعت کی ہے، لوگوں نے انکو مسجد سے نکال دیا ہے اور ان کے پیچھے نماز ترک کر دی ہے۔ وہ بہت عرصہ سے اپنے گھر میں نماز ادا کرتے ہیں اور بہت ضعیف ہیں۔ میں گاؤں کے چند دیگر آدمیوں کے ہمراہ مولوی صاحب موصوف کے مکان پر گیا، اور انکی زیارت کی۔ انکی عمر اُس وقت ۸۰ سال کے قریب تھی مگر نظر درست تھی۔ میں انکو اپنے ہمراہ ملک غوث محمد صاحب کے مکان پر لے آیا، اور وہیں ہم سب نے مل کر کھانا کھایا۔ عشاء کی نماز مسجد میں خاکسار نے اور باقی تمام غیر احمدیوں نے مولوی

احمد الدین صاحب کی اقتدار میں پڑھی۔ لوگوں کو مولوی صاحب کے متعلق سمجھایا گیا، کہ ان کی حفاظت کریں، اور ظہور شاہ کو شرارت سے روکیں۔

میں نے مولوی صاحب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات دریافت کئے۔ انہوں نے ذکر کیا، کہ میں حضرت اقدسؑ کے دعویٰ کے ابتدائی ایام میں قادیان گیا تھا اور بیعت کی تھی۔ اُس وقت لوگوں کا رجوع بہت تھوڑا تھا۔ حضور حافظ حامد علی صاحب کو ساتھ لے کر باہر سیر کو تشریف لیجایا کرتے تھے۔ ایک روز آپ موضع بُٹر کی طرف تشریف لے گئے۔ حافظ حامد علی صاحبؓ اور میں حضورؑ کے ہمراہ تھے۔ بُٹر کے قریب جاکر حضور ٹھیر گئے، اور زمین پر بیٹھنے لگے، میں نے چادر بچھانی چاہی، مگر آپ نے فرمایا، زمین صاف ہے، چادر بچھانے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ زمین پر ہی بیٹھ گئے، اور حافظ حامد علی صاحب سے فرمایا، کہ قرآن سنائیں۔ حافظ صاحب نے قرآن سنانا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں کے ایک سکھ جو مسلمان ہو چکے تھے، ان کا نام غالباً سردار عبد الرحیم یا عبد الرحمٰن تھا، وہ ایک تھال میں تین پیالیاں چائے کی لے آئے۔ حافظ صاحب نے چائے دیکھ کر کہا کہ اسمیں گڑ ڈالا ہے، حضرت صاحب نے فوراً پیالی اٹھائی اور چائے پینی شروع کی، اور فرمایا خوب میٹھی ہے۔ ہم نے بھی پیالیاں اٹھالیں اور پینے لگے۔ جب حضرت صاحب پی چکے، تو آپ نے اپنی جیب سے ایک روپیہ نکالا، پھر حافظ صاحب کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا، کہ کیا آپ کے پاس دو روپے ہیں؟ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ حضور نہیں۔ اس پر میں نے دو روپے پیش کئے۔ حضرت صاحب نے اپنا روپیہ ڈال کر اور تین روپے تھال میں رکھ کر سردار صاحب کو فرمایا، کہ آپ اٹھالیں، مگر انہوں نے تین روپیہ لینے سے انکار کیا۔ حضرت صاحب نے پھر فرمایا، کہ اٹھالیں۔ سردار صاحب نے انکار پر اصرار کیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا، کہ اگر آپ انکار کریں گے تو بیعت ٹوٹ جائے گی۔ اس پر سردار صاحب نے تھال اٹھالیا اور روپے بھی لے لئے۔ پھر حضرت صاحب واپس تشریف لے آئے۔

(۹) پیر سیدن شاہ سربراہ گدی نشین چوہا سیدن شاہ تحصیل پنڈ دادنخاں نے مجھ سے بیان کیا، کہ وہ تپدق سے بیمار ہو گئے، اور اطبّاء و ڈاکٹروں کے علاج سے مایوس ہو کر آخر حضرت

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی خدمت میں برلئے علاج قادیان آئے۔ اُن دنوں سردار محمد علی خاں صاحب رئیس کوٹ فتح خاں ضلع کیمل پور بھی اسی بیماری میں مبتلا ہوکر علاج کے لئے حضرت خلیفۃ اول رضؓ کی خدمت میں قادیان آئے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ زندہ تھے۔ سردار صاحب موصوف احمدیت سے بہت ہی بدگمان تھے۔ اور علماء نے یہانتک انکو بدظن کر رکھا تھا، کہ قادیان کا پانی بھی نہ پیتے تھے، بلکہ باہر سے کسی گاؤں سے پانی منگا کر پیا کرتے تھے۔ پیر سیدن شاہ صاحب بیان کرتے تھے کہ میں بھی حضرت خلیفۃ اول رضؓ کے ہمراہ حضور کی خدمت میں مسجد مبارک میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ حضرت خلیفۃ اول رضؓ نے میری ملاقات حضور سے کرائی تھی۔ میں کچھ روز قادیان رہا، اور ادویات وغیرہ لے کر واپس چوہا سیدن شاہ آگیا۔ واپسی کے وقت میں نے حضور سے درخواست دعا کی۔ آپ نے مجھے گلے لگایا اور فرمایا، ہم دعا کریں گے، آپ انشاء اللہ اچھے ہوجائیں گے۔ اس سے مجھے اسقدر یقین کامل ہوا، کہ کبھی دوائی کھاتا اور کبھی نہ کھاتا تھا، مگر میں خدا کے فضل سے چند روز میں شفایاب ہوگیا۔

پیر سیدن شاہ صاحب تو دنوں آجتک بیعت نہیں کی، مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اعلیٰ اخلاق اور قبولیت دعا کے بہت قائل ہیں۔ حضور کا ذکر ہمیشہ محبت اور عزت سے کرتے ہیں اور کبھی مخالفوں کی ہاں میں ہاں نہیں ملاتے۔

(۵۱) مستری محمد دین صاحب ساکن خوشاب نے جو حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ میں سے تھے مجھ سے بیان کیا، کہ حضرت اقدسؑ کی زندگی میں میں اکثر قادیان جاکر کئی کئی دن ٹھیرا کرتا تھا، اور حضرت صاحب کے مکان کے اندر صحن میں بیٹھ کر لکڑی وغیرہ کا کام کیا کرتا تھا۔ اور گھر میں جو ضرورت ہوتی (مثلاً الماریاں بنانا یا کوئی لکڑی کا کام) میں اندر بیٹھ کر کرتا رہتا تھا۔ حضرت صاحب اکثر کچھ دیر کے لئے میرے پاس تشریف لاتے، اور محبت بھری باتیں کرتے رہتے۔ ایکدن میں چھت پر ڈالنے کے لئے کڑیوں کو رندہ سے صاف کر رہا تھا، کہ حضور تشریف لائے اور دریافت فرمایا، کہ مستری صاحب کیا کر رہے ہو؟ میں نے عرض کیا، حضور! چھت کی کڑیوں کو رندہ سے صاف کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا، کہ اس

تکلیف کی کیا ضرورت ہے اسی طرح چھت پر ڈال دو۔ لکڑی مضبوط رہے گی، اور وقت بھی ضائع نہ ہوگا۔ پھر فرمایا مستری صاحب ہم نے آپ کے لئے ایک کتاب جو تازہ چھپی ہے، رکھی ہوئی ہے، پھر حضور مکان کے اندر تشریف لے گئے، اور مجھے حقیقۃ الوحی لا کر دی۔ یہ کتاب اُن کے گھر میں ابتک موجود ہے۔

(۱۱) ملک ہدایت اللہ صاحب احمدی ساکن خوشاب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں کنسٹیبل پولیس تھا اور لاہور پولیس لائن میں متعین تھا، ہم نے سنا کہ حضرت مسیح موعودؑ لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں، اور آپ کی تقریر ہوگی۔ ہمارا ہیڈ کنسٹیبل پشاور کا ایک پٹھان تھا۔ شاید انہوں نے محمد اکرام نام بتلایا تھا، وہ سلسلہ عالیہ کا سخت مخالف تھا۔ ہم ڈرتے ڈرتے پولیس لائن سے حضرت صاحب کی زیارت کے لئے گئے، اور تقریر سننے کے لئے جلسہ گاہ کی طرف چلے گئے، حضرت صاحب تقریر فرما کر بیٹھے ہی تھے، کہ وہ پٹھان ہیڈ کانسٹیبل تانگہ پر سوار وہاں آ پہنچا، ہمیں خوف ہوا کہ کہیں یہاں ہم کو بے عزت یا کوئی اور خرابی نہ کرے، مگر وہ آ کر خاموشی سے بیٹھ گیا پھر تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں بیعت کی درخواست کی، حضور نے اسے بیعت کیا۔ تب ہماری تسلی ہوئی۔ جلسہ برخاست ہونے کے بعد ہم لائن پولیس کو روانہ ہوتے، تو دیکھا کہ سڑک پر اس پٹھان ہیڈ کانسٹیبل نے تانگہ والے کو گرایا ہوا ہے اور اسے مار رہا ہے، اور کہہ رہا ہے کہ ہمارے پیر کو گالی دیتا ہے؟ ہم نے حقیقت دریافت کی، تو بیان کیا، کہ میں تانگہ پر واپس آ رہا تھا کہ تانگہ والے نے حضرت کو گالیاں دینا شروع کر دیا۔ اس پر مجھے غصہ آیا اور میں نے اس کو مارا ہے۔ ہم حیران تھے کہ یہ سخت دشمن تھا، اللہ تعالیٰ نے کس طرح اس کے دل کو پھیر دیا، اور عداوت کے بجائے اس کے دل میں حضور کی محبت بھر دی۔

(۱۲) ۱۹۰۶ء کا ذکر ہے، خاکسار تحصیل شاہ پور میں ناظر تحصیل تھا۔ ہمارا مقام ایک گاؤں بونگہ بلوچاں واقع تحصیل شاہ پور میں ہوا۔ وہاں کا ایک سردار جہان خان نام شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا اور دائم المرض تھا۔ قادیان میں حضرت خلیفہ اول رضؓ کے پاس علاج کے لئے آیا تھا۔ خاکسار نے اُس سے قادیان اور حضرت اقدس کا حال دریافت کیا، کیونکہ قادیان جانے سے پہلے وہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کا دشمن تھا، اور حضرت اقدس سے مخالفانہ رنگ رکھتا تھا، میرے دریافت کرنے پر اُس نے کہا، کہ میں نے

حضرت مرزا صاحب کو دیکھا ہے، وہ بہت ہی نورانی شخص ہیں، اور کوئی انکو دیکھ کر جھوٹا ہونے کا گمان بھی نہیں کرسکتا، اسکے بعد وہ بالکل خاموش ہوگیا، اور حضرت اقدسؑ کے خلاف کبھی کچھ نہیں کہتا تھا۔

(۱۳) ۱۹۳۳ء میں ہماری جماعت اور غیر احمدیوں کے علماء کا بمقام مسلانوالی تحصیل سرگودہا میں مناظرہ تھا۔ فساد کے اندیشہ سے پولیس کا انتظام تھا۔ مناظرہ میں آخری تقریر ہماری تھی، جب غیر احمدی مولوی جواب دے چکا، تو ایک احمدی دوست نے یہ اعلان کیا، کہ ہمارے مولوی صاحب کی آخری تقریر ہے، دوست نہایت آرام و اطمینان سے سنیں۔ اس پر مخالفین کھڑے ہوگئے اور لوگوں کو کہنے لگے کہ تقریر سننے کی ضرورت نہیں۔ مخالفین میں ایک گدی نشین کا بھائی تھا، بہت سے لوگ اس کے زیر اثر تھے۔ انہوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ سب انسپکٹر پولیس بھی اس شور کو بند نہ کرسکا۔ ایک شخص ہندو مسمی جوالا سہائے ساکن عنصور پور تحصیل بھیرہ کھڑا ہوا، اور تمام لوگوں کو زور سے پکار کر کہا، کہ میں ہندو ہوں، اور میرا تعلق بحث مباحثہ سے کچھ نہیں۔ ذرا ٹھیر جاؤ اور میری بات سنو! اس پر لوگ ٹھیر گئے۔ لالہ جوالا سہائے نے بلند آواز سے کہا، دوستو! میں بیمار ہوکر علاج کے لئے مولوی نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں قادیان گیا تھا، وہ ہمارے شہر بھیرہ کے رہنے والے تھے۔ اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب زندہ تھے، میں نے وہاں ان کے درشن کئے تھے۔ مجھے معلوم نہیں کہ تم لوگ جو اس بزرگ کے متعلق بحث مباحثہ کر رہے ہو، تم میں سے کسی نے اُن کا درشن کیا ہے یا نہیں۔ مگر میں نے درشن کیا تھا۔ وہ ایسا نورانی اور مہاتما شکل کا تھا، کہ اس کے درشن کرنے سے تسلی اور شانتی ہو جاتی تھی۔ اور کوئی شخص اُس کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا تھا۔

یہ الفاظ سن کر مخالف شرمندہ ہوئے۔ ایک ہندو کی اس نہایت علی شہادت سے عوام پر بڑا اثر ہوا۔

وصیـــــــــــتیں

نوٹ :۔ وصایا منظوری سے پہلے اس لئے شائع کیجاتی ہیں کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو وہ دفتر کو اطلاع دے۔

نمبر ۶۴۳۰ منکہ شریفہ بیگم بنت میاں عبدالرحیم عرف پولا قوم کشمیری پیشہ تجارت عمر ۱۸ سال پیدائشی بیعت ساکن دارالرحمت قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۸ ماہ تبلیغ مطابق ۸ فروری ۱۹۴۲ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے وقت جسقدر میری جائداد ہو اس کے ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائے گی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ نقد ۱۰۰ روپیہ۔ الامۃ شریفہ بیگم بقلم خود۔ گواہ شد عبدالرحیم بحروف گورمکھی۔ گواہ شد قمرالدین مولوی فاضل قادیان۔

نمبر ۶۴۳۱ منکہ جمعدار عزیز احمد ولد عبدالرحمن صاحب قوم گوجر پیشہ ملازمت عمر ۴۱ سال پیدائشی احمدی ساکن کھاریاں ضلع گجرات بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۴/۱۲/۴۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے میری ماہوار آمد مبلغ ۵۰ روپے ہیں اس کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میری ماہوار آمد کی کمی یا بیشی جو بھی ہوگی اس کے بھی ⅒ حصہ کی ادائیگی انجمن مذکور کو کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے کے بعد جو بھی جائداد ثابت ہو اس کے بھی ⅒ حصہ کی وصیت مذکور انجمن کے حق میں کرتا ہوں۔ العبد جمعدار عزیز احمد ۱/۱۵ پنجاب رجمنٹ جہلم کیمپ سندھ۔ گواہ شد شیر ولی صوبیدار ۱۵ پنجاب رجمنٹ جہلم۔ گواہ شد جمعدار محمد اشرف مارٹر پلاٹون کمانڈر ۱/۱۵ پنجاب رجمنٹ۔ جہلم کیمپ سندھ۔

نمبر ۶۴۳۲ منکہ عائشہ بیگم زوجہ میاں عزیز اللہ صاحب قوم مغل پیشہ خانہ داری پیدائشی احمدی ساکن نارووال ضلع سیالکوٹ حال جمشید پور ٹاٹا نگر بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۴/۱/۴۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے اس کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ حق مہر بذمہ خاوند ۲۸۶ روپے۔ زیور طلائی ۵۰ روپے کل ۳۳۶ روپے اس ساری رقم کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میں کوئی رقم اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کرونگی تو وہ رقم حصہ وصیت سے منہا کر دیجائے گی نیز یہ بھی وصیت کرتی ہوں کہ اگر میری کوئی وفات پر جائداد ثابت ہو تو اس کے ⅒ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ عائشہ بیگم بقلم خود۔ گواہ شد عزیز اللہ بقلم خود گورنمنٹ میٹل جیکل انسپکٹریٹ ٹاٹا نگر۔ بی۔ این ریلوے۔ گواہ شد چوہدری عبداللہ خان بقلم خود سیکرٹری وصایا انجمن احمدیہ جمشید پور گورنمنٹ بنگلہ ۳ ٹاٹا نگر۔

نمبر ۶۴۳۳ منکہ خیر دین ولد عمر دین قوم راجپوت پیشہ دکانداری عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۵ء ساکن چک ۴۷/4.R ڈاکخانہ چک ۶۲/4.R

ضلع منٹگمری بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت کوئی جائداد نہیں ہے صرف دوکان کا راس المال ہے۔ جو اندازاً ۱۰۰ روپیہ ہے اور دوکانداری کی آمد اندازاً ۱۰ روپے ماہوار ہے میں اس جائداد اور آمدنی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد خیر الدین بقلم خود۔

نمبر ۶۳۱۶ - منکہ رشیدہ بیگم زوجہ نذیر احمد صاحب ڈار قوم بٹ عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن دارالرحمت حال دارالسلام افریقہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اسوقت میری مندرجہ ذیل جائداد ہے۔ ایک عدد ہار طلائی۔ ایک جوڑی نفیسیاں طلائی۔ ایک جوڑی کانٹے طلائی۔ ایک جوڑی کلپ طلائی۔ ایک عدد سوئی طلائی۔ چار عدد انگوٹھیاں طلائی۔ جس کا کل وزن ۱۱ تولہ ہے۔ جسکی موجودہ قیمت ۱۲۰ شلنگ تولہ کے حساب سے ۱۳۲۰ شلنگ بنتی ہے۔ اس کے علاوہ ۱۲۰۰ شلنگ حق مہر ہے جو ابھی میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔ یعنی کل رقم ۲۵۲۰ شلنگ بنتی ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اور اگر کوئی اور منقولہ یا غیر منقولہ جائداد میرے مرنے کے وقت ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اور اگر کوئی رقم میں اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کردوں تو وہ رقم میرے مرنے کے بعد وصیت شدہ جائداد سے منہا ہوگی۔ اس وقت میری کوئی آمد نہیں ہے لیکن میرا گذارہ میرے خاوند کی آمدنی پر ہے۔ الامۃ رشیدہ بیگم بقلم خود موصیہ۔ (نوٹ) میں تصدیق کرتا ہوں کہ موصیہ رشیدہ بیگم کا حق مہر مبلغ ۱۲۰۰ شلنگ میرے ذمہ واجب الادا ہے۔ گواہ شد عبد الکریم ڈار۔ گواہ شد فضل کریم لون۔ گواہ شد نذیر احمد ڈار سب انسپکٹر پولیس دارالسلام بقلم خود۔

نمبر ۶۳۲۸ - منکہ فضل کریم ولد محمد بخش صاحب قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۳۲ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۲۶ء ساکن کھروڑہ ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے (۱) ۵ بیگھہ ۷ مرلہ بارانی قیمتی مبلغ ۵۰۰ روپے ہے۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی جائداد نہیں ہے۔ (۲) میری سالانہ آمدنی ۲۴۰ روپے ہے۔ میں اسکی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان ۱/۱۰ حصہ کی کرتا ہوں۔ اور اس کے علاوہ میری اور کوئی جائداد یا آمدن ہوئی تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کو اطلاع دیتا رہوں گا۔ نیز میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد فضل کریم بقلم خود۔ گواہ شد عبد العزیز پریزیڈنٹ انجمن احمدیہ کھروڑہ ضلع سیالکوٹ۔ گواہ شد۔ بقلم خود محمد حسین۔

نمبر ۶۳۵۱ - منکہ اللہ جوائی بیوہ غلام محمد صاحب مرحوم قوم گوجر پیشہ کاشتکاری عمر تخمیناً ۷۰ سال تاریخ بیعت دسمبر سنہ ۱۹۳۱ء ساکن کھاریاں ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد ۶ کنال زمین مزروعہ واقع موضع کھاریاں ہے جو مجھے اپنے مرحوم خاوند کے ورثہ میں ملی ہے۔ اس کے علاوہ میری کوئی اور جائداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں۔ کیونکہ

میرے خاوند کو ۱۴ سال فوت ہوئے گذر گئے ہیں اور حق مہر کا فیصلہ ان کی زندگی میں ہو چکا تھا۔ اور جو زیورات تھے وہ میں اپنی لڑکیوں کو انکی شادیوں پر دے چکی ہوں۔ زمین مذکور کی قیمت مقامی نرخ کے لحاظ سے ۳۰۰ روپیہ ہے۔ میں ان کے تیسرے حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز وصیت کرتی ہوں کہ میرے مرنے پر جس قدر جائداد ثابت ہو صدر انجمن احمدیہ قادیان میرے سارے ترکہ کے ۱/۳ حصہ کی مالک ہوگی۔ الامۃ اللہ جوائی موصیہ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد عبداللہ خان سیکرٹری مال انجمن احمدیہ کھاریاں۔ گواہ شد غلام مصطفیٰ پسر موصیہ نشان انگوٹھا۔

نمبر ۶۳۹۹ منکہ عبدالوہاب خان ولد محمد حسین خان صاحب قوم مہمند افغان پیشہ ملازمت عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۸/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے صرف اس وقت میری تنخواہ ۶۵ روپے ہے جس کے نصف ۳۲ روپے مہر ہوتے ہیں جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اگر میرے مرنے پر کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی آمد کی کمی و بیشی کی اطلاع بھی دیتا رہوں گا۔ العبد عبدالوہاب خان پسر محمد حسین خان ٹیلر ماسٹر محلہ دارالرحمت۔ گواہ شد محمد شریف مالک لاہور ہاؤس۔ دارالعلوم۔ گواہ شد عبدالحکیم محلہ دارالعلوم۔

نمبر ۶۴۰۰ منکہ حبیبہ بیگم زوجہ خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب قوم قریشی عمر ۳۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۸/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ بُندے طلائی ۲ جوڑی وزنی اندازاً ایک تولہ۔ سُوئی طلائی ایک عدد وزنی اندازاً ۳ ماشہ۔ انگوٹھی طلائی ایک عدد وزنی اندازاً ۳ ماشہ۔ کل قیمتی اندازاً ۱۰۰ روپیہ۔ حق مہر مبلغ ۵۰۰ روپے بذمہ خاوند واجب الادا ہے۔ کل میزان ۶۰۰ روپیہ۔ میں اپنی کل جائداد کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور یہ بھی وصیت کرتی ہوں کہ اگر میری وفات کے بعد میری کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۳ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ حبیبہ بیگم بقلم خود۔ گواہ شد مسعود احمد قریشی برادر موصیہ آف میک ورکس قادیان۔ گواہ شد محمد اسمٰعیل احمدی بقلم خود معرفت پیر ضیاء احمد صاحب ہاشمی محلہ دارالعلوم۔

نمبر ۶۴۰۱ منکہ جان بی بی زوجہ جھنڈے خان قوم راجپوت پیشہ ترکھان عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت خلافت اولیٰ ساکن بگول ڈاکخانہ گھوڑے واہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد سوائے مہر مبلغ ۱۰۰ روپیہ کے اور کوئی نہیں ہے۔ کوئی زیور نہیں ہے۔ میں اس جائداد مذکورہ بالا کے ۱/۳ حصہ کی وصیت کرتی ہوں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۳ حصہ کی مالک وصیت کے طور پر صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میرا مہر ابھی تک میرے خاوند کے ذمہ ہے۔ الامۃ جان بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد جھنڈے خان نشان انگوٹھا۔ گواہ شد بقلم خود مستری ناظر دین۔

نمبر ۶۴۰۲ منکہ ملک محمد حسین ولد

ملک شیر بہادر خان صاحب قوم اعوان پیشہ طالب علم عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری کوئی جائداد اس وقت منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے
اور نہ ہی کوئی آمدنی ہے۔ مجھے صرف ۵ روپے ماہوار بطور جیب خرچ کے والدین کی طرف سے ملتے ہیں۔ پس اس
کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر بعد میں میری کوئی جائداد یا آمدنی پیدا ہوگئی تو
اس کا دسواں حصہ بھی انجمن مذکور کو ادا کر دوں گا۔ العبد ملک محمد حسین مولوی فاضل موصی دارالبرکات قادیان۔
گواہ شد ملک شیر بہادر خان والد موصی۔ گواہ شد حاجی محمد اسمٰعیل نائب صدر محلہ دارالبرکات **نمبر ۶۴۰۵**
منکہ منصورہ بیگم بنت ملک شیر بہادر خان صاحب پیشہ طالب علم عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش
و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ
نہیں ہے اور نہ ہی کوئی آمدنی ہے۔ مجھے صرف ۵ روپے ماہوار بطور جیب خرچ کے والدین کی طرف سے ملتے ہیں
پس اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اگر بعد میں میری کوئی آمدنی یا جائداد پیدا
ہوگئی تو اس کا بھی دسواں حصہ انجمن مذکور کو ادا کر دوں گی۔ الامۃ منصورہ بیگم موصیہ دارالبرکات۔ گواہ شد ملک شیر بہادر
خان والد موصیہ۔ گواہ شد حاجی محمد اسمٰعیل نائب صدر محلہ دارالبرکات قادیان۔ **نمبر ۶۴۰۶** منکہ امۃ القیوم
زوجہ عبد القدیر بدوملوی قوم دھامی عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج
بتاریخ ۱/۲۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد حسب ذیل ہے۔ سنگار پٹی طلائی ایک عدد۔ کلپ طلائی ۴ عدد
نکلس طلائی ایک عدد۔ انگوٹھی طلائی ۴ عدد۔ کانٹے طلائی ۲ عدد۔ سوئی طلائی ایک عدد۔ توڑے نقرئی ۲ عدد۔ کل
قیمت مبلغ ۶۲۵ روپیہ ہے۔ اس نیز بعد میں میرا مہر مبلغ ۵۰۰ روپیہ شامل ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن
احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ یعنی اسوقت ۶۲ روپے ۸ ر صدر انجمن قادیان کو آہستہ آہستہ ادا کر دوں گی۔ اس کے علاوہ میرے
مرنے کے وقت اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی ادائیگی کے میرے ورثاء پابند ہوں گے۔
الامۃ امۃ القیوم موصیہ۔ گواہ شد عبد الحق خسر موصیہ۔ گواہ شد کریم بخش والد موصیہ **نمبر ۶۴۰۷** منکہ
سعادت بیگم زوجہ ملک عبد الحمید صاحب قوم ککے زئی عمر ۲۰ سال ساکن قادیان دارالفضل بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و
اکراہ آج بتاریخ ۱۱/۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد حسب ذیل ہے۔ زیور طلائی وزنی ۷ تولہ قیمتی ۳۰۴ روپے
۸ ر۔ پٹڑیاں نقرئی وزن ۳۰ تولہ ذیل قیمتی ۱۶ روپے ۱۴ ر۔ کل ۳۲۱ روپے ۶ ر۔ مہر ایک ہزار روپیہ جو ابھی میرے خاوند کے ذمہ
ہے۔ اس جائداد مذکورہ بالا کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز میری وفات پر اگر اس کے
علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ تفصیل زیورات :۔
نفیسیاں ایک جوڑی۔ گلوبند ایک۔ کانٹے ایک جوڑی۔ سوئی ایک عدد۔ مندریاں ۲ عدد۔ پٹڑیاں ایک جوڑی۔

الامۃ سعادت بیگم موصیہ۔ گواہ شد ظفر حسن صوبیدار میجر۔ گواہ شد عبد الحمید خاوند موصیہ **نمبر ۶۴۰۸** منکہ زینب بیگم
بنت میاں عبد العزیز قوم کھوکھر راجپوت عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ
۲۸ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد بصورت حسب ذیل ہے۔ نکلس طلائی ایک عدد۔ چوڑیاں طلائی ۲ عدد۔
طلائی ایک عدد۔ کانٹے طلائی ۲ عدد۔ کلپ طلائی ۲ عدد۔ سوئی طلائی ۱ عدد۔ ڈنڈی جھمکی طلائی ۲ عدد۔ انگوٹھی طلائی
ایک عدد۔ پازیب نقرئی ۲ عدد۔ کل قیمت ۰۰ روپے ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی یعنی مبلغ ۰ روپیہ کی وصیت بحق صدر انجمن
احمدیہ کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کی ادائیگی کے میرے ورثاء پابند
ہوں گے۔ الامۃ زینب بیگم بنت عبد العزیز موصیہ۔ گواہ شد عبد الحق خسر موصیہ۔ گواہ شد محمد ایوب سابق اسٹیشن
ماسٹر محلہ دار الرحمت قادیان **نمبر ۶۴۱۰** منکہ محبوب احمد ولد چوہدری محمد ابراہیم صاحب قوم راجپوت احمدی
پیشہ تجارت عمر ۲۹ سال پیدائشی احمدی سکنہ قادیان محلہ دار الشکر بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۷
حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا مکان بیوی کے نام مہر میں ہے۔ میری اس وقت
ماہوار آمدنی ۴۰ روپے ہے اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے جو بھی کاروبار میں یا اور کوئی آمدنی
ہوگی اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ بمد وصیت داخل صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور جو جائداد میرے مرنے کے وقت ہوگی
اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد محبوب احمد بقلم خود حال وارد مالیر کوٹلہ۔ گواہ شد
عبد اللہ خان بقلم خود مالیر کوٹلہ۔ گواہ شد خیر دین سیکرٹری مال انجمن احمدیہ مالیر کوٹلہ **نمبر ۶۴۱۱** منکہ نعمت اللہ ثروت
زوجہ میاں عبد الرحیم صاحب قوم ککے زئی عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن دار الفضل قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر
واکراہ آج بتاریخ ۲۰ صلح ۱۳۲۲ ہش حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد بصورت طلائی چودہ تولہ اور زیور
نقرئی ۴۰ تولہ ہے اور مہر ایک ہزار روپیہ واجب الوصول ہے۔ نیز میرے پاس ایک صد روپیہ نقد بھی ہے۔ میں
اس کے نویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ جو رقم میں اپنی زندگی میں ادا کر کے رسید حاصل
کر لوں گی وہ منہا سمجھی جائے گی۔ اور اگر میری وفات پر مزید کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۹ حصہ کی بھی صدر انجمن
احمدیہ قادیان وارث ہوگی۔ انشاء اللہ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ الامۃ خاکسارہ نعمت اللہ ثروت بقلم خود
گواہ شد ملک صلاح الدین لیکچرار جامعہ احمدیہ قادیان۔ گواہ شد عبد الرحیم میاں ایگریکلچرل ریسرچ اسسٹنٹ کھم وٹ
ضلع ورنگل دکن خاوند موصیہ **نمبر ۶۴۱۲** منکہ مسعودہ بیگم زوجہ چوہدری نبی احمد صاحب پیشہ خانہ داری۔
قوم جٹ عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن چھور چک نمبر ۱۱ ڈاک خانہ سانگلہ ہل ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش وحواس
بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۰ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائداد اس وقت ۱۱ تولہ سونا ہے جس کی
مالیت تقریباً ۶۹۵ روپے ہے اور ایک سلائی کی مشین ہے جس کی قیمت خرید ۱۴۰ روپے ہے۔ اس کے علاوہ ۰۰ روپے

میرے پاس نقد موجود ہیں۔ گویا میری کل جائداد مبلغ ۷۵۳ روپے کی ہے۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائداد نہیں ہے اور حق مہر مبلغ ۱۰۰۰ روپیہ مجھے اپنے خاوند سے وصول ہو چکا ہے۔ میں اپنی کل جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میں اپنی زندگی میں کوئی رقم ادا کر دوں تو وہ حصہ وصیت سے منہا کر دی جائے گی۔ نیز میری وفات پر میری جس قدر جائداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میں اپنی سالانہ آمد کا اگر کوئی ہو ۱/۱۰ حصہ تا زیست ادا کرتی رہونگی۔ الامۃ مسعودہ بیگم۔ گواہ شد چوہدری نبی احمد خاوند موصیہ۔ گواہ شد مسعود احمد بقلم خود۔

نمبر ۶۴۱۳ منکہ بیگم بی بی زوجہ عزیز دین صاحب قوم ارائیں عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۶ء ساکن ننگل باغباناں ڈاک خانہ قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۲/۴۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد حسب ذیل ہے۔ مہر ۳۲ روپے۔ ۶۸ روپیہ نقد موجود ہیں۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ نشان انگوٹھا بیگم بی بی موصیہ۔ گواہ شد نشان انگوٹھا عزیز دین خاوند موصیہ۔ گواہ شد اللہ دتا ولد دین محمد سیکرٹری جماعت احمدیہ ننگل باغباناں۔

نمبر ۶۴۱۴ منکہ نذیرہ بیگم زوجہ محمد شریف صاحب عمر ۱۸ سال ساکن کوٹلہ ڈاک خانہ بھومہ ضلع گورداسپور۔ پیدائشی احمدی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۲/۴۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد حسب ذیل ہے۔ مہر ۵۰ روپیہ۔ زیور سونا ۲½ تولہ قیمتی ۱۵۰ روپیہ بحساب ۶۰ روپیہ فی تولہ۔ اور چاندی کا زیور ۵۶ روپے کا وزن ۵۶ تولہ اور نقد ۵۰ روپیہ موجود ہیں۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ نذیرہ بیگم موصیہ نشان انگوٹھا۔ گواہ شد محمد شریف نشان انگوٹھا۔ گواہ شد اللہ دتا ولد دین محمد صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ ننگل باغباناں۔

نمبر ۶۴۱۵ منکہ عبد الرحمٰن ولد کریم الدین صاحب احمدی قوم احمدی پیشہ کمپازیٹر عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن مغلپورہ گنج (لاہور) ڈاک خانہ مغلپورہ ضلع لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ ۲۶/۲/۴۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائداد نہیں۔ میرے والدین بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں۔ میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو اس وقت ۲۵ روپے ہے۔ میں اپنی آمد کا ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ نیز میرے مرنے پر اگر کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ پر بھی انجمن کو حق ہے۔ العبد عبد الرحمٰن بقلم خود۔ گواہ شد جلال الدین پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ گنج۔ گواہ شد نور محمد بقلم خود۔

نمبر ۶۴۱۶ منکہ غلام محمد ولد میاں مسلم صاحب قوم نارو راجپوت عمر ۹۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۸ء ساکن [illegible] ڈاک خانہ خاص

ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۲/۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے۔ میرا لڑکا محمد یعقوب مجھے ۱۰ روپیہ ماہوار دیتا ہے۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر میرے مرنے پر میری کوئی جائداد ثابت ہوئی تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد غلام محمد بقلم خود۔ گواہ شد۔ سید محمد اسحٰق ناظر ضیافت گواہ شد حقیقی فرزند محمد یعقوب۔ گواہ شد علی محمد اجمیری ❊ **نمبر ۶۴۳۳**۔ منکہ کرم بی بی زوجہ ستار محمد خان صاحب قوم کشمیری عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳ ماہ امان ۱۳۲۲ہش حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میں اپنا مہر اپنے خاوند سے لے چکی ہوں جو ۵۰۰ روپیہ تھا۔ اس میں سے ۲۰۰ روپیہ نقد بچا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی جائداد نہیں ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس مذکورہ بالا رقم کے علاوہ میری اور کوئی جائداد بوقت وفات ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ حصہ وصیت میں انشاء اللہ اپنی زندگی میں ادا کردوں گی۔ الامۃ کرم بی بی بقلم خود موصیہ۔ گواہ شد ستار محمد خاوند موصیہ۔ گواہ شد محمد عبد اللہ اعجاز قادیان (کاتب الحروف) **نمبر ۶۴۳۴**۔ منکہ حاکم بی بی زوجہ چوہدری خیر الدین صاحب قوم بلگن جٹ پیشہ خانہ داری عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت ۲۴/۲/۲ ساکن چک ۵۲/۴-R ڈاکخانہ چک ۵۲/۴-R ضلع منٹگمری بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۲/۱۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت منقولہ یا غیر منقولہ جائداد کوئی نہیں۔ میرا مہر یک صد روپیہ بذمہ خاوند بطور قرضہ ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر ہو سکا تو ۱۰ روپے جلد ادا کردوں گی۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ حاکم بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد سردار عبد الرحمٰن بی۔ اے (مہر سنگھ) قادیان۔ گواہ شد خیر الدین خاوند موصیہ ❊ **نمبر ۶۴۳۵** منکہ محمد عبد اللہ خان ولد صاحبزادہ سلطان بخش قوم ککے زئی افغان پیشہ زمینداری عمر ۵۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۵ء ساکن تھہ غلام نبی ڈاکخانہ ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ فروری حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائداد حسب ذیل ہے۔ اراضی زرعی ۱۱ کنال ۱۱ مرلہ مالیتی تقریباً ۱۱۰۰ روپے واقع تھہ غلام نبی لیکن اس میں سے ۸ کنال ۵ مرلہ بعوض مبلغ ۳۱۵ روپے رہن ہے۔ اس کے علاوہ ایک مکان خام رہائشی و حویلی قیمتی مبلغ ۵۰۰ روپے ہے دو عدد بھینسیں قیمتی مبلغ ۱۴۰ روپے ہے۔ میرے ذمہ بنک کا قرضہ ۲۴۰ روپے ہے۔ میں اس جملہ جائداد کی وصیت بعد منہائی قرضہ مذکورہ بالا ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرے مرنے پر اس کے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد محمد عبد اللہ خان موصی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد محمد عبد اللہ

اپر ڈویژن اسسٹنٹ ای منلے۔ اد۔ سی حال وارد محلہ غلام نبی۔ گواہ شد محمد فضل کریم پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ محلہ غلام نبی۔

نمبر ۶۴۳۶ منکہ غلام فاطمہ زوجہ عبد العزیز خاں قوم ککے زئی افغان عمر تخمیناً ۴۴ سال پیدایشی احمدی ساکن محلہ غلام نبی ڈاکخانہ ڈیریوالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۲/۴۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائداد حسب ذیل ہے۔ مہر مبلغ ۲۰۰ روپے جو بذمہ شوہر ہے۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی جائداد نہیں ہے بجز ایک جوڑا کانٹے طلائی کے جو کہ مہر میں شامل ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میرے مرنیکے بعد اگر میری کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میں کوشش کرونگی کہ ۱/۱۰ حصہ کی رقم مبلغ ۲۰ روپے اپنی زندگی میں داخل خزانہ کر دوں ورنہ میرا شوہر اسکی ادائیگی کا ذمہ وار ہے۔ الامۃ نشان انگوٹھا غلام فاطمہ موصیہ۔ گواہ شد محمد عبد اللہ اپر ڈویژن اسسٹنٹ ای۔ اے۔ اد۔ سی حال وارد محلہ غلام نبی۔ گواہ شد محمد فضل کریم پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ محلہ غلام نبی۔ گواہ شد عبد العزیز خاوند موصیہ۔

نمبر ۶۴۳۷ منکہ محمد یوسف آفندی ولد میاں جلال دین قوم بھٹی راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۱ سال پیدایشی احمدی ساکن دار البرکات قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۲/۴۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری فی الحال کوئی جائداد نہیں ہے کیونکہ میرے والد صاحب بزرگوار زندہ موجود ہیں۔ میرا گذارہ موجودہ حالات میں ماہوار آمد پر ہے جو کہ فی الحال ۲۰ روپے ماہوار ہے زیادتی ہونے پر اطلاع کرونگا میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن قادیان کرتا ہوں نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اگر میرے مرنے پر کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس کے علاوہ آمد کی کمی و بیشی کی اطلاع بھی دیتا رہوں گا۔ نیز میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھے اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔ العبد محمد یوسف آفندی مولوی فاضل کلرک مقبرہ بہشتی قادیان۔ گواہ شد فقیر علی ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر محلہ دار البرکات۔ گواہ شد بشیر احمد سیالکوٹی محلہ دار الرحمت قادیان۔

نمبر ۶۴۳۸ منکہ محمد عبد الحمید ولد سالکین قوم مسلمان پیشہ طالب علم عمر ۲۲ سال تاریخ بیعت مئی ۱۹۲۹ء ساکن سنگاپور حال قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷/۲/۴۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائداد نہیں ہے۔ میری ۴۰ روپے ماہوار آمدنی ہے میں انشاء اللہ العزیز اس کا دسواں حصہ ماہ بماہ باقاعدہ ادا کرونگا۔ وباللہ التوفیق۔ اور کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت میرا جسقدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط العبد محمد عبد الحمید سنگاپوری۔ گواہ شد محمد سلیمان قریشی حلقہ مسجد مبارک۔ گواہ شد محمد زہدی (ملایا)

نمبر ۶۴۳۹ منکہ قدسیہ بیگم بنت خان عبد اللہ خان قوم پٹھان عمر ۱۵ سال پیدایشی احمدی ساکن دار السلام قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷/۲/۴۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اسوقت میری کوئی منقولہ و غیر منقولہ جائداد نہیں مجھے میرے والد صاحب کیطرف سے ۱۵ روپے ماہوار جیب خرچ ملتا ہے میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں نیز میرے مرنیکے بعد جو بھی منقولہ و غیر منقولہ جائداد ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز اردو

(ترجمہ)

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۴۲ | بابت ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۶۲ھ مطابق ماہ اپریل سنہ ۱۹۴۳ء | عدد ۴

فہرست مضامین

حضرت بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام

اور

حضرت احمد قادیانیؑ

(از جناب پروفیسر محمد اسلم صاحب ایم ۔ اے گورنمنٹ کالج لاہور)

[جناب پروفیسر صاحب موصوف نے مندرجہ ذیل تقریر جلسہ پیشوایان مذاہب میں بمقام لاہور فرمائی ۔ ایڈیٹر]

میرے مضمون کے دو حصے ہیں ۔ پہلے حصہ میں حضرت بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ طیبہ کے بعض حالات اور آپکی تعلیم کا کچھ بیان ہوگا ۔ اور دوسرے حصہ میں آپ کے فرزند روحانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر، جو آپ سے وہی تعلق رکھتے ہیں ، جو شاخ اپنے درخت اور ظل اپنے اصل سے ۔

حضرت نبی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالاتِ حیات اوراقِ تاریخ میں اس طرح روشن ہیں ، جس طرح آسمان پر آفتاب عالم تاب ۔ اہل علم جانتے ہیں ، کہ آپ مذہبی تاریخ کے آخری دور کے سر پر مبعوث ہوئے تھے ۔ آپ سے پہلے بکثرت انبیاء اور بہت سی تعلیمیں خدا کی طرف سے آچکی تھیں ۔ بلحاظ تعلیم آپ آخری نبی تھے ، اور آپکی تعلیم آخری تعلیم ہے ۔ اور اب تک کہ قریباً ڈیڑھ ہزار سال آپکی آمد پر گذر چکے ہیں ، کوئی تعلیم ایسی نہیں آئی ، جس سے آپکی تعلیم منسوخ ہوگئی ہو ، یا جسے ایسی مقبولیت حاصل ہوئی ہو ، جس کو دیکھکر دل پکار اٹھیں ، کہ اب خدا نے ایک نئی تعلیم بھیجدی ہے ۔ پس آپ کا آخری دور تاریخ مذہبی کے سر پر آنا ثابت ہے ، اور قیاس کے لحاظ اور تاریخ کے اعتبار سے آپ ہی کی تعلیم آخری تعلیم ہے ۔ یہ تاریخی مقام جو نبی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکی لائی ہوئی تعلیم یعنی قرآن مجید کو حاصل ہے ، ایک زبردست

حقیقت ہے، اور اس سے روحانی دنیا میں آپ اور آپکی تعلیم کو وہ مقام حاصل ہوجاتا ہے، جو جسمانی دنیا میں ارتقاء کے لحاظ سے نسل انسانی کو حاصل ہے جس طرح نسل انسانی کئی دوروں میں سے گذرتی ہوئی آخر آدم اور اس کی ذریت میں پایۂ تکمیل کو پہنچی ہے، ہم کہہ سکتے ہیں، کہ اسی طرح ہدایت کا درخت جس کا بیج نسل انسانی کی تخلیق کے ساتھ ہی خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے بویا گیا تھا، اور جس کو ہر زمانہ میں وہ خود سیراب کرتا رہا تھا، آخر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود اور آپ کی تعلیم سے کمال تام تک پہنچ گیا۔ آپ کے بعد دنیا میں کوئی جدید تعلیم نہیں آئی۔ ہاں آپکی لائی ہوئی تعلیم کے ظاہری ومعنوی سامان حفاظت موجود رہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح نسل انسانی کے کامل ہوجانے کے بعد کسی اور ایسی نسل کے پیدا ہونے کا امکان ختم ہوگیا، جو اس انسانی نسل سے بہتر اور اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے صفات کی مظہر بن سکتی ہو۔ ہاں نسل انسانی کے قیام و دوام کے سامان دنیا میں موجود رہے، اور جس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے گا موجود رہیں گے۔

جب ہم آپکے حالاتِ زندگی پر غور کرتے ہیں، تو ہمیں صاف معلوم ہوتا ہے، کہ واقعی آپ روحانی ارتقاء کے انتہائی کمالات دے کر بھیجے گئے تھے۔ نادان کہتے ہیں، یہ دنیا بے معنی ہے۔ اور وہ پوچھتے ہیں، آخر کائنات کی پیدائش کا کیا مقصد ہوسکتا ہے؟ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے، کہ انسانی کمالات میں خدا کے حسن کی جھلک نظر آتی ہے۔ اور جب وہی کمالات اپنی انتہا کو جا پہنچتے ہیں، تو وہ خدا کے حسن کو (جہانتک اسے انسانی نظر کے سامنے جلوہ گر کرنے کا امکان ہے) پورے طور پر جلوہ گر کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا پیدا کی، تو اسی لیئے کی، کہ اسمیں اس کو پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے وجود بھی پیدا کرنا تھا۔ اسی لیئے اس نے فرمایا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم کو دنیا میں آنا نہ ہوتا، تو میں دنیا ہی کو پیدا نہ کرتا۔

آپ کے ذریعہ انسانی کمالات اس طرح ظاہر ہوئے، کہ آپکو تریسٹھ برس زندگی عطا کی گئی، جس میں سے پہلے ۴۰ برس تو آپ نے اپنی قوم میں گذارے، اور اس لمبے عرصہ میں اپنے اخلاق اپنی راستگوئی، اپنی دانائی، اپنے ایفائے عہد اور دوسروں کے لئے جذبۂ قربانی کا وہ اعلیٰ

نمونہ دکھایا، کہ آپکی قوم کی زبان اور دل و دماغ سے تپے گواہی دی، کہ آپ ایک ایسے پاک باز اور خدا ترس انسان ہیں، جن کی جان نسل انسانی کی ہمدردی میں گھل رہی ہے

اب وقت آگیا تھا، کہ اللہ تعالیٰ کا وہ ازلی ارادہ پورا ہو، جو اسنے اپنی ہدایت کو ایک دور کامل کر دینے کے متعلق کر رکھا تھا، اور جس کے پورا ہونے کے لئے ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے جان باز فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے سرزمین حجاز میں دنیا کے ابدی مرکز کعبہ کی بنیاد درست کرتے وقت دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی تھی۔ اسی ازلی ارادۂ الٰہی اور دعائے ابراہیمی کے نتیجہ نے سیدنا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث کئے جانیکی صورت میں ظہور کیا۔

دنیا کے دنوں میں سے وہ بڑا ہی مبارک دن تھا، جب غار حرا میں، جہاں آپ عبادت الٰہی میں محو ہوا کرتے تھے، روح الامین نے آپکو پیغام الٰہی پہنچانے کی اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ کے کلمات طیبات سے ابتدا کی۔ چونکہ حکمت الٰہیہ نے ابھی حقیقت پیغام آپ پر ظاہر نہیں ہونے دی تھی۔ اس لئے آپ غار حرا سے ترساں و لرزاں واپس ہوئے، اور اپنی رفیقۂ حیات (حضرت خدیجہؓ) سے یہ تمام واقعہ بیان فرمایا۔ وہ آپ کے عادات و اخلاق سے اچھی طرح واقف تھیں، جیسا کہ ہر بیوی اپنے شوہر کے عادات و اخلاق سے واقف ہوا کرتی ہے، انہوں نے آپکو تسلی دینے کے لئے عرض کیا، کہ اللہ تعالیٰ آپکو ضائع نہیں کرے گا، آپ رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک سے پیش آتے ہیں محتاجوں کی مدد فرماتے ہیں، مہمانوں کی خاطر مدارات کا خیال رکھتے ہیں، مصیبت زدہ مخلوق کا ساتھ دیتے ہیں، اور آپ سے وہ اخلاق ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں سے ظاہر نہیں ہوتے۔ غرض کہ آپ کی بی بی صاحبہ نے نہایت سادہ زبان سے اور بے تکلف الفاظ میں انسانی اخلاق فاضلہ کی ایک فہرست پیش کر دی مطلب یہ تھا، کہ ایسے اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ رکھنے والا کہاں ضائع ہو سکتا ہے۔ پھر وہ آپکو اپنے چچیرے بھائی اور معمر راہب ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، جو کتب عتیق کے بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے آپ کی زبان مبارک سے غار حرا کا واقعہ سُنکر کہا، کہ آپ سے کلام کرنے والا وہی ناموس اکبر ہے جس نے

موسیٰ سے کلام کیا تھا، آپ خدا کے نبی ہیں۔ اور کچھ دنوں میں آپ کی قوم آپکو یہاں سے نکل جانے پر مجبور کرے گی۔ محمد رسول اللہؐ نے جو ابھی عشق الٰہی کی ابتدائی منزل میں تھے متعجب ہوکر فرمایا، کہ کیا میری قوم مجھے نکال دیگی؟ یہ تعجب اس لئے تھا، کہ آپ اپنی قوم کے پورے ہمدرد اور دلی خیر خواہ تھے اور اس وقت تمام قوم بھی آپکو نہایت عزیز رکھتی تھی۔ بوڑھے راہب ورقہ نے بتایا، کہ ایسا شخص کوئی نہیں گذرا، جو آپکی طرح پیغام الٰہی لایا ہو، اور اسکی قوم نے اس کے ساتھ بے رحمی کا سلوک نہ کیا ہو۔

واقعات شاہد ہیں، کہ ورقہ بن نوفل کا قول بالکل صحیح تھا۔ مامور من اللہ ہونے کے بعد آپکو اپنی قوم کیطرف سے تیرہ برس تک مسلسل ایذائیں پہنچائیں، اور طرح طرح کی تکلیفیں دیگئیں۔ یہانتک کہ آپکو اپنے وطن سے نکل جانے پر مجبور ہو جانا پڑا۔ اور کہہ سکتے ہیں، کہ ہجرت کے بعد آپکی زندگی کے باقی دس سال بھی دشمنوں کی ایذائیں سہنے اور بدعہدیوں کے جھیلتے ہی میں گذرے۔

جب آپ (نعوذ باللہ) کاذب، جادوگر اور مجنون کہہ کر پکارے جانے لگے، تو آپ پکارنے والوں کو وہ زمانہ یاد دلاتے تھے۔ جو آپ نے انہیں گذارا تھا، اور جس کے تمام روز و شب انکی نظر اور علم اور مطالعہ ہی میں بسر ہوئے تھے۔ آپ ان سے فرماتے تھے، کہ میں نے دعوئ رسالت سے پہلے اپنی عمر کا سارا وقت تو تمہیں میں گذارا، اور تم نے کبھی کوئی عیب میری طرف منسوب نہیں کیا، بلکہ مجھے صادق اور امین سمجھتے اور کہتے رہے۔ پس جب میں نے چالیس برس کی عمر تک کسی انسان کے متعلق بھی جھوٹ نہیں بولا، تو کیا اب میں اللہ تعالیٰ کے متعلق جھوٹ بول سکتا ہوں؟

دشمنوں کے ساتھ ساتھ آپ کے دوستوں کا حلقہ بھی وسیع ہونے لگا۔ اور دوستوں کی جاں نثاری آپ کی صداقت پر ایک محکم دلیل بن کر ظاہر ہونے لگی۔ ایسے دوستوں کی جاں نثاری جو اپنے لئے کچھ نہ چاہتے تھے، نہ مال نہ عزت نہ کسی قسم کی سرداری، بلکہ وہ صرف اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت میں سرشار تھے، اور یہی دونوں محبتیں انکی تمام جاں بازیوں کی محرک تھیں، اور انہی کیوجہ سے وہ اپنے اموال لٹاتے اور اپنے سر کٹانے کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔

آپ نے بیکسی و بےبسی کا زمانہ بھی دیکھا، اور ترقی و کامیابی و کامرانی کا زمانہ بھی۔ خدا نے آپکی زندگی میں یہ دونوں دور جمع کرکے اور پھر ان دونوں دوروں میں آپ کے ذریعہ کمالات انسانی کا اظہار کرکے آپکو دونوں قسموں کے اخلاق کا مظہر بنادیا۔ یعنی وہ اخلاق جو بےبسی و مظلومی کی حالت میں صبر اور استقلال کی صورت میں ظاہر ہوسکتے ہیں، اور وہ اخلاق بھی جو طاقت اور حکومت کیحالت میں دشمنوں اور کمزوروں سے نرمی اور نیکی کے ساتھ پیش آنے کی صورت میں ظاہر ہوسکتے ہیں۔ اپنے اپنے موقعوں پر ان دونوں قسموں کے اخلاق ظاہر ہوکر ثابت کردیا، کہ آپ انسانیت کیلئے ایک کامل نمونہ ہیں۔ اور یہ تو اجمال ہے۔ اگر ہم اسکی تفصیل دیکھنا چاہیں، تو ہمیں آسانی سے معلوم ہوسکتا ہے، کہ انسانی زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں، جس میں انسانوں کو ہدایت اور نمونے کی ضرورت ہو، اور آپکی ذات بابرکات میں اس کا نمونہ نہ ہو۔

آپ بےکس اور یتیم تھے، آپکو بڑے رشتہ داروں نے پالا تھا۔ اور آپ نے عسرو تہیدستی اور فاقہ کشی کا زمانہ بھی دیکھا، اور دولت و فراخ دستی اور کشائشِ رزق کا زمانہ بھی۔ آپ محکوم بھی رہے اور حاکم بھی، آپکو جنگوں میں بھی وقت گزارنا پڑا، اور امن قائم فرمانے میں بھی، جنگوں میں شکست بھی دیکھی، اور فتوحات بھی حاصل کیں۔ آپ نے ایسا وقت بھی پایا، جب آپ بالکل اکیلے تھے۔ اور آپ کے لئے ایسا وقت بھی آیا، کہ لاکھوں جاں نثار آپ کے ساتھ تھے۔ پچیس ۲۵ برس کی عمر تک آپ بغیر شادی کے رہے، اور پھر آپ نے شادی بھی کی، معمر بیوائیں بھی آپکی زوجیت میں داخل ہوئیں، اور ایک کم عمر بھی۔ آپ نے ایک بی بی کے ساتھ بھی زندگی بسر کی، اور متعدد بیبیوں کے ساتھ بھی۔ آپ نے بیماری بھی دیکھی اور تندرستی بھی، اولاد بھی دیکھی اور اولاد کا فوت ہونا بھی، ملازمت بھی کی اور تجارت بھی، بیع و شراء قرض و رہن وغیرہ کے سے معاملات بھی کئے، اور کئی قسم کے معاہدات بھی، آپ خلوت میں بھی رہے اور جلوت میں بھی، غیر مشہور بھی رہے اور شہرۂ آفاق بھی، آپ نے انسانی عمر کے مختلف مدارج بچپن، لڑکپن، شباب، کہولت اور پیرانہ سالی سب طے فرمائے، آپ نے مقنن، جج، جرنیل، فاتح اور بادشاہ کے مراتب حاصل کئے۔ گو آپ قتل تو نہیں ہوئے، لیکن کئی مواقع ایسے آئے کہ حالت قتل

ہونیکے قریب پہنچ گئی۔ ان تمام بے شمار حالات میں آپ نے اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا، اور رہتی دنیا تک انسانوں کے لئے ایک نہایت روشن لائحہ عمل تیار کر دیا جس میں انسانی عمر کا کوئی پہلو اور اسکی کوئی ضرورت ایسی باقی نہیں چھوڑی گئی جس کے متعلق ہدایات موجود نہ ہوں۔

آپ کی تعلیم جو قرآن اور بے شمار قابل اطمینان روایات میں بیان ہوئی ہے، آپکے پاکیزہ اخلاق اور مقدس اعمال کا مرقع ہے۔ آپ ہر بات میں خدا کو مقدم رکھتے تھے۔ آپ انسانی زندگی کا ماحصل یہی سمجھتے تھے کہ انسان خدا کی معرفت کا مرتبہ پائے، اور اپنے پیدا کرنیوالے کو پہچانے، اور اسکی مرضی کو اپنی مرضی بنائے۔ آپ غیر خدا کو کہیں بھی جگہ نہ دیتے تھے، نہ الفاظ میں، نہ کسی چھوٹے سے چھوٹے عمل میں، نہ خیالات میں، نہ جذبات میں۔ آپ چونکہ خدا کو کامل معنوں میں ایک سمجھتے اور ایک بتاتے تھے، اس لئے آپکو تمام بنی نوع انسان سے گہری محبت تھی، کیونکہ آپ سب کو ایک ہی خدا کی مخلوق سمجھتے تھے۔ آپ نے عبادات کے ذریعہ، مساجد کے ذریعہ، مساجد میں امراء اور غرباء کو دن میں پانچ دفعہ سادگی سے جمع کر کے ایک مخصوص تمدن کے ذریعہ، اپنی خاص تلقینوں اور ہدایتوں کے ذریعہ اور اپنے زندہ جاوید نمونے کے ذریعہ انسانوں کو مساوات کا سبق سکھایا، اور بار بار یہ بات ذہن نشین کرائی کہ دیکھو خدا کسی ایک قوم کا خدا نہیں، وہ سب کا خدا ہے، اور سب کی ہدایت کا سامان کرتا ہے۔ یہ بھی سمجھایا، کہ خدا نے سب نبیوں کے نام قرآن میں بیان نہیں کئے، کئی ایسے نبی بھی گذرے ہیں جن کا قرآن شریف میں ذکر نہیں، اور کوئی قوم ایسی نہیں گذری، جس میں خدا کیطرف سے کوئی مامور نہ بھیجا گیا ہو، اس لئے آپ نے کل نبیوں پر ایمان لانا اپنے ماننے والوں کے لئے ضروری قرار دیا۔ اور ہر اس شخص کا جسکو خدا نے کسی وجہ سے عزت دی ہو، ادب و احترام کرنا لازم ٹھیرایا۔

آپ کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ کو ایران کے نبی زرتشت کا علم تھا، اور ہندوستان کے نبی کرشن سے بھی آپ واقف تھے۔ اور اس طرح آپ نے نسل انسانی کو متحد کرنے والا یہ اصل بیان فرمایا کہ اگرچہ مختلف انبیاء کی تعلیمات اب کچھ کی کچھ ہوگئی ہیں، مگر وہ اپنی ابتداء اور اپنے منبع کے لحاظ سے سچی ہیں، کیونکہ یہ سب خدا کی طرف سے تھیں۔

آپ نے اپنی زندگی میں جنگیں بھی کیں، مگر آپ کی جنگیں استعمار پسندوں کی طرح دنیاوی اقتدار اور مال و دولت کے حصول کے لئے نہ تھیں، بلکہ نسل انسانی کی ضمیر کی آزادی کے قیام کے لئے تھیں۔ مذہبی لحاظ سے صرف ایک ہی بات ہے جو جنگ کا جائز کرتی ہے، وہ یہ کہ کوئی انسانی ضمیر یعنی انسانی خیالات اور انکی مناسب اشاعت کے حق کو جبر اور زور سے سلب کرنا یا دبانا چاہے، تو اس سے جنگ کیجائے۔ خیالات اور انکی مناسب اشاعت کی آزادی تمام آزادیوں کی جڑ ہے۔ ہر ترقی کسی نئے خیال کے ماتحت پیدا ہوتی ہے، اور نہیں کہا جا سکتا کہ کس خیال سے دنیا کو حقیقی فائدہ پہنچے گا۔ اس لئے خیالات اور انکی اشاعت کی آزادی انسانیت کا بنیادی حق ہے۔ اور جب کبھی اس حق کو چھیننے کے لئے کوئی آمادہ ہو تو اس کا مقابلہ فرض ہوجاتا ہے۔ آپ نے اسی حق کی تائید میں تلوار کھینچی لیکن وہ بھی تیرہ سال تک جور و ستم سہنے اور صبر و استقلال دکھانے کے بعد اس وقت جبکہ دشمن شمشیر بکف ہو کر میدان میں آ گیا، لیکن جہاں یہ حق تسلیم کر لیا گیا، وہاں فوراً آپ نے تلوار نیام میں کر لی۔ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھیڑوں اور بکریوں کیطرح سر کٹوانا بھی اسی حق کی تائید میں تھا۔

آپ نے تمدن کو مذہب میں شامل کیا۔ نادان کہتے ہیں کہ مذہب کا کیا حق ہے کہ تمدن میں دخل دے؟ بحالیکہ جو ظلم تمدن کے ذریعہ انسان انسان پر کرتا اور کر سکتا ہے، اسکو روکنے کے لئے ضروری ہے، کہ تمدن بھی مذہب کی ہدایتوں اور اسکی عائد کردہ پابندیوں کے ماتحت ہو، اور تمدنی معاملات لوگوں کی اچھی نیتوں کے گمان پر نہ چھوڑے جائیں، بلکہ ان کے متعلق مناسب و مفید قانون بنا دئے جائیں، تا سوسائٹی ظلم اور گند سے محفوظ رہے۔

پس آپ نے تمدنی قانون بھی بیان کئے، اور ایسے بیان کئے، کہ ان سے انسانوں کی آزادی بھی قائم رہتی ہے، ہر شخص الگ طور پر خدا کے سامنے اور اپنے سامنے ذمہ وار بھی رہتا ہے، اور ظلموں اور گندوں سے خود بھی بچا رہتا ہے، اور دوسروں کو بھی بچا سکتا ہے۔

اس کے بعد میں احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات عرض کرتا ہوں۔ آپ ہمارے

زمانے اور ہمارے ملک میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام مرزا **غلام احمدؑ** تھا، لیکن مرزا کا لفظ آپ کے نام کا جزو نہیں بلکہ محض قومی لقب تھا۔ اور غلام آپ کے خاندان کے ناموں میں ایک مشترک لفظ تھا۔ آپ کے والد ماجد کا نام غلام مرتضیٰ اور بڑے بھائی کا نام غلام قادر تھا۔ پس آپ کا نام بھی اسی خاندانی طرز پر غلام احمدؑ تھا۔ ورنہ اگر خاندانی ناموں کا مشترک لفظ بلحاظ نام کہا جائے، تو آپ کا ذاتی نام احمد رہ جاتا ہے، اور یہ ایک گونہ دلچسپی کا باعث ہے، کیونکہ اس زمانہ کے مامور کو پرانی کتابوں میں زیادہ تر احمد ہی کہا گیا ہے۔ ایسی پیشگوئیوں کے پورا ہونے سے مذہبی امور اور تاریخ کے مختلف بابوں میں ایک زبردست نظام کا ثبوت ملتا ہے۔

ایک ایسی تقریر میں جو زیادہ تر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے، حضرت احمدؑ قادیانی کا ذکر نہایت مناسب اور موزوں ہے، اور ضرورت ہے کہ اسی تقریر میں ذکر آنحضرتؐ کے بعد فوراً ہی حضرت احمدؑ کا بھی ذکر آئے، کیونکہ غلام آقا سے جدا نہیں ہو سکتا: نہ شاگرد استاد سے اور نہ شاخ اپنی جڑ سے۔

میں نے کہا تھا کہ تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری و معنوی حفاظت کے سامان موجود ہیں ظاہری حفاظت تو قرآن شریف کے متن یعنی اس کے اصلی عربی ٹیکسٹ کی حفاظت کے ذریعہ ہمارے سامنے موجود ہے، جس کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا، حتیٰ کہ ان لوگوں کا بھی یہ اقرار ہے، جنہوں نے کوشش کی کہ قرآن شریف کے متن میں کسی قسم کی تبدیلی کا سراغ نکال سکیں۔ انکو کہنا پڑا ہے، کہ ہم ایسا سراغ نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکے، اور یہ حفاظت بھی اس بات کا ثبوت ہے، کہ قرآن شریف ابدالآباد کے لئے ایک کتاب ہے۔ معنوی حفاظت ان بزرگوں کے طفیل ہوتی رہی جو خدا کی طرف سے آکر اس کی مدد سے قرآن شریف کے مفہوم کو تازہ کرتے اور ہر زمانہ میں قرآنی ہدایت لوگوں تک پہنچاتے رہے۔ اس زمانے کے بے نظیر مفاسد کے پیش نظر ایک عظیم المرتبت بزرگ جو قرآن شریف کی تعلیم سے فیضیاب اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں داخل، اور آپ کی غلامی سے ممتاز اور آپکی محبت میں سرشار تھا، اس زمانہ میں مبعوث ہوا، تا زمانہ کے بُعد، اور دشمنوں کی دشمنی اور دوستوں کی نادانی

سے جو داغ اسلامی تعلیم کی سفید چادر پر لگ گئے ہیں انکو مٹا دے، اور اسلام کی خوبصورت تعلیم اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خوبصورت نمونہ کو از سرنو روشن کردے۔ ایسے بزرگ کو تلوار کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس زمانہ میں تلوار کا حربہ حریت ضمیر کے خلاف نہیں چلایا جاتا تھا۔ سو وہ بغیر تلوار کے بھیجا گیا۔ اور ضروری تھا کہ وہ تلوار کے بغیر ہی بھیجا جاتا۔ چونکہ اسلام اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہت بڑا اعتراض جو نادانوں نے تراشا تھا وہ یہی تھا، کہ یہ مذہب اور یہ تعلیم تلوار کے ذریعہ کامیاب بنائی گئی ہے بس خدا نے اس زمانہ میں اسلام کے اس پہلوان کو بغیر تلوار کے بھیجکر کامیاب عطا فرمائی، تا ہر شخص یہ سمجھ لینے کا موقعہ پائے، کہ اگر اب یہ تعلیم بغیر تلوار کے پھیل سکتی ہے، تو پہلے بھی اسکو تلوار کی کوئی حاجت نہیں تھی۔

نادانوں کے اعتراض کا کیا ٹھکانا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اکیلے اور بے بس تھے، اُن کے متعلق کہا گیا، کہ یہ تو اپنے آپکو بھی بچا نہیں سکتا پھر دوسروں کو کیا بچائے گا؟ حضرت بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس تک دشمنوں کے نرغہ جور و ستم میں گھرے رہے۔ دشمن للکارتے تھے، کہ کہاں ہے تیرے خدا کا وہ وعدہ جو اس نے ہماری ناکامی اور تیری کامیابی کے متعلق تجھ سے کیا تھا، یہانتک کہ انہوں نے حضور کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اس پر بھی بس نہ کرکے آپکی جائے ہجرت مدینہ پر لشکر کشی کی، اور تلوار کے ذریعہ اسلام کو مٹا دینا چاہا۔ لیکن جب اسپر خدا کی قہری تجلی شروع ہوئی، تو چیخ اٹھے، کہ یہ تو بڑا ہی ظلم ہے جو ہم پر ہو رہا ہے۔ بعد میں آنیوالوں نے ان واقعات صحیحہ کو نظرانداز کرکے اور صرف مدافعانہ اسلامی جنگوں کو ملحوظ رکھ کر یہ افسانہ گھڑ لیا، کہ اسلام کی ترقی تلوار کے ذریعہ ہوئی ہے۔

غرضیکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نائب کو خدا نے بغیر تلوار کے بھیجا، تا حضور کا وہ روحانی مرتبہ جو لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا، از سرنو پیش نظر ہو جاتے۔ لیکن چونکہ آپ خدا کی طرف سے آئے تھے، اس لئے ضروری تھا، کہ آپکو بھی وہی حالات پیش آئیں، جو آپ سے پہلے خدا کی طرف سے آنیوالوں کو پیش آئے تھے۔ آپکی بھی اسی طرح مخالفت ہو جس طرح آپ سے پہلے

ناموروں کی ہوئی تھی، اور آپ سے بھی ویسی ہی محبت کیجائے جیسی آپ جیسے پہلے تمام راستبازوں سے کی گئی ہے۔ آپ سے پہلے مرسلین الٰہی کو دشمن بھی ایسے ملے تھے جو اپنی ستم آرائیوں سے رو کے نہ رُکتے تھے اور تھامے نہ تھمتے تھے، اور دوست بھی ایسے ملے تھے جن کی وفا وصدق وصفا کا نمونہ دنیاوی تعلقات میں نہیں مل سکتا۔ حسب حالات سابقین آپکو بھی جہاں دشمن ملے وہاں دوست بھی ملے، اور جہاں دشمنوں نے دشمنی انتہا تک پہنچا دی، وہاں دوستوں نے محبت اور جاں نثاری کی بھی حد ہی کر دی۔ جن لوگوں نے آپکو دیکھا، اور آپکی صحبت میں رہے، انمیں سے ابھی سینکڑوں ہزاروں زندہ ہیں۔ انمیں سے کسی ایک سے آپ بات کرکے دیکھ لیں، آپکو معلوم ہو جائے گا، کہ کیسی کشش اور کیسی صفات حمیدہ والا وہ وجود با جود تھا، جس کے خدام کا یہ حال ہے۔

حضرت مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ بھیرہ کے ایک نامور طبیب اور روحانی پیشوا تھے۔ ایک دنیا آپ کے علم اور آپ کے اخلاق اور آپکے تعلق باللہ کی قائل تھی۔ حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کا تعارف خط وکتابت سے ہو چکا تھا۔ آپ بھیرہ میں اپنا ایک بہت بڑا ہسپتال بنوا رہے تھے۔ آپکو لاہور ایک کام کے لئے آنا پڑا۔ خیال آیا، کہ قادیان جا کر اس بزرگ کو بھی دیکھ لیں جس کی تحریر دل پر دل قربان ہو چکا ہے۔ قادیان آئے، اور حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ ایک زینہ کی سیڑھیوں سے اُترتے نظر آئے۔ حضرت مولانا المعظم رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں، کہ حضرت اقدسؑ پر میری نظر پڑتی تھی۔ کہ دل سے بے اختیار آواز نکلی، کاش! میں اس شخص پر قربان ہو جاؤں۔ بحالیکہ حضرت مولانا رضی اللہ عنہ کی خود یہ شان تھی، کہ اہل نظر آپ پر قربان ہونے کو تیار رہتے۔

حضرت مولانا رضی اللہ عنہ کو سیدنا حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روئے مبارک دلکش نے وہ جلوہ دکھایا، کہ آپ اپنے وطن کو واپس نہ ہو سکے، قادیان ہی میں رہے، اور قادیان ہی میں فوت ہوئے۔ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ۔

حضرت احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے دوست بھی ملے، جو اپنی زندگی کے ہر ایک لمحہ کو آپکی

ہدایت کے مطابق خدا کے لئے خرچ کرتے رہے۔ اور ضرورت پیش آئی، توجان بھی آپ پر قربان کر دیتے۔ ایسے دوست بھی ملے، جنہوں نے موقعہ آجانے پر جان قربان کر بھی دی۔ خدا نے آپکی مدد کے لئے لوگوں کو خود بھیجا، اور اس طرح آپ کا پیغام اس ملک سے نکل کر دنیا کے کناروں تک پہنچ گیا۔ آپ کا پیغام بلحاظ حقیقت کوئی نیا پیغام نہیں تھا، بلکہ وہی پیغام تھا جو ہر ماموریں اللہ کا ہوتا رہا ہے یعنی خدا زندہ اور موجود ہے۔ وہ تمہیں نہیں بھولا۔ لیکن تم اسے بھول گئے ہو، اسے یاد کرو، اس سے اپنا رشتہ استوار کرو، کہ سب خیر اسی میں ہے۔ آپ نے بے دینوں اور بے عملوں کو بھی پکارا، اور انکو بھی جو کسی نہ کسی دین کے جوئے کو اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے ہیں۔ آپ نے سب کو پیغام دیا، کہ دیکھو خدا کو دور نہ سمجھو، خدا قریب ہے، ویسا ہی قریب ہے جیسا کہ وہ ہر زمانہ میں رہا ہے وہ رسمی عبادتوں اور رسمی اظہار محبت سے خوش نہیں ہوتا، بلکہ سچے طور پر اور سادگی سے اسکی طرف جھکو تو وہ تمہاری طرف دوڑ کر آئیگا۔ اور آپ نے اس زمانہ کی بدعملیوں کے گندے نتائج کی خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ :-

"اے یورپ! تو بھی امن میں نہیں، اور اے ایشیا! تو بھی محفوظ نہیں، اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں، اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ الخ"[1]

اس تباہی کی خبر تمام پرانی کتابوں میں موجود تھی لیکن ضرور تھا، کہ جب اس تباہی عظیم کا زمانہ قریب آئے، جسکی نظیر ابتدائے دنیا سے نہیں پائی جاتی، تو از سرنو دنیا متنبہ اور ہوشیار کر دیجائے۔ پس خدا کے اس مامور نے ساری دنیا کو ڈرا کر ہوشیار کیا، اور خدا سے اپنے ٹوٹتے ہوئے رشتہ کو جوڑنے کا پیغام دیا۔

آپ کے پیغام میں آپکے جان نثاروں کی جماعت ہمیشہ شامل رہتی تھی، اور آپکو انکی ہر وقت فکر رہتی تھی، اور آپ ان سے کہتے رہتے تھے :-

---

[1] حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۷۔

"یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے، اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔ دیکھو میں یہ کہہ کر فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں، کہ گناہ ایک زہر ہے، اس کو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے، اس سے بچو۔ دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا، بجز وعدہ کی مستثنیات کے، وہ میری جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا، وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے، اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا، وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا، وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی کو اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے، قمار بازی سے، بدنظری سے اور خیانت سے اور رشوت سے، اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا، وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا، وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا، اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا، وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص بد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے، وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

آپ کئی اور اسی قسم کی کمزوریاں گنوا کر فرماتے ہیں :-

"یہ سب زہریں ہیں، تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے، اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے، اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے، وہ اس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے۔ کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں، اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں، اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں، کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے، کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا۔ وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔"

حضرت مرزا صاحبؑ کی تعلیم کا خلاصہ اور لب لباب یہی ہے کہ خدا کی ذات پر ایمان پیدا کرو، اور آپ کی ساری ماموریانہ زندگی اسی ایمان کو دنیا میں قائم کرنے پر صرف ہوئی۔ اللّٰھم صل علی محمد و آل محمد و علی عبدک المسیح الموعود و بارک و سلم انک حمید مجید۔

تبصرہ بر انجیل برنباس

(از حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

اپے کرفا اپے کرفا اُن انجیلوں کا نام ہے، جو ابتدائی عیسوی صدیوں میں متبرک اور الہامی کتابیں مانی جاتی تھیں۔ مگر جب تیسری صدی کی کونسل نے اناجیل کو ایک کتابی صورت میں جمع کیا، تو اِن کو مشتبہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ اپے کرفا میں دو قسم کی کتابیں شامل ہیں۔ ایک وہ جو پہلے اس درجہ کی الہامی مانی جاتی تھیں کہ دوسری انجیلوں کی طرح گرجاؤں میں انکی تلاوت کی جاتی تھی انہی میں انجیل برنباس شامل ہے۔ دوسری وہ جو گرجاؤں میں کبھی پڑھی نہ گئیں۔

انجیل برنباس الہامی ہے اناجیل کے متعلق جن بزرگ علماء نے تحقیق کی ہے۔ امیں سے کیمنس، اوریجن، یوسی بی ایس جی کا یہ قول ہے: کہ انجیل برنباس اصلی اور الہامی ہے۔ یہ سب بزرگ متقدمین میں سے ہیں۔ متاخرین میں سے ڈوڈ ویلس، کبتال، کلارک، وسٹن، ہیمن ہاتم اور بعض دیگر علماء نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے، کہ انجیل برنباس اصلی اور الہامی ہے۔ ملاحظہ ہو دیباچہ برنباس مطبوعہ ولیم ہون لنڈن سنہ ۱۹۲۳ء صفحہ ۱۴۳۔

یہ انجیل کس طرح ملی پوپ سیکس ٹس جو سولہویں صدی میں ہوا ہے، اس کے زمانہ کا ایک مشہور قصہ ہے، کہ ایک راہب فرامرینو نامی اس کے یہاں مہمان تھا۔ اور اسنے پوپ کی لائبریری میں، برنباس کی انجیل دیکھی اور اسکو اُڑا کر لے گیا، اور اپنی خلوت میں اس کا مطالعہ کیا۔ جب اس میں اسنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی دیکھی تو وہ مشرف باسلام ہوگیا۔ یہ قصہ اس انجیل کے ہسپانی نسخہ میں بھی درج ہے۔ یہ نسخہ اطالوی زبان میں ہے۔ اور اب اس کا ترجمہ انگریزی اور دیگر مختلف زبانوں میں ہوچکا ہے۔

یہ انجیل مسیح کا کلام ہے اس انجیل کے پڑھنے والے سب اقرار کرتے ہیں، کہ اسمیں حکمت کی اسقدر باتیں مندرج ہیں، کہ پڑھنے والے پر لامحالہ یہ اثر ہوتا ہے، کہ یہ کلام یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا

جنکی طرف نہیں منسوب کیا گیا ہے۔ قرآن شریف میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق فرمایا ہے۔

یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحؑ ناصری کو کتاب و حکمت، توراۃ اور

لفظ برنباس یہ حکمتِ الٰہی ہے، کہ اس ولی اللہ کے نام میں بھی یہ بات مضمر ہے کہ اس نے اپنی کتاب میں دوہری نبوت کی، ایک تو حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں پیشگوئی فرمائی، اور دوسری آخری زمانہ میں اس جنگ کے متعلق خبر دی جو آجکل دنیا میں تباہی مچا رہی ہے، اور جس میں لاکھوں عیسائی خود عیسائیوں کے ہاتھوں سے تباہ ہو رہے ہیں۔ اسی کے متعلق برنباس میں یہ لکھا تھا۔ خداوند آخری دنوں میں مسیح کی چراگاہ کی بھیڑوں اور بھیڑوں کے گلوں کو اور انکے مینار کو تباہ کرے گا۔

لفظ برنباس دراصل عبرانی الفاظ میں بارنبوہ ہے، جس کے معنے ہیں نبوت کا بیٹا۔ اگرچہ برنباس نبی تھا اور نہ اسنے کوئی ایسا دعویٰ کیا، لیکن میرا خیال ہے، کہ اسکو یہ نام پہلے سے اسواسطے دیا گیا، کہ اسے الہام الٰہی سے ایسی پیشگوئیاں کرنی تھیں جو آخری زمانہ میں پوری ہونیوالی تھیں۔ برنباس کا ذکر اناجیل اربعہ اور دیگر کتب مشتمل بر انجیل مروجہ میں کئی جگہ آیا ہے۔

برنباس کب ہوا؟ برنباس مسیح کا حواری تھا، اور سب نے تسلیم کیا ہے، کہ برنباس، پولوس رسول کا رفیق اور اسکا ہمعصر تھا، اور اسکی انجیل مسیح سے قریباً ایکسو سال بعد لکھی گئی تھی۔ یہ وہی زمانہ ہے جس میں متی کی انجیل کا لکھا جانا محققین نے بیان کیا ہے۔ برنباس پولوس کا نہ صرف ہمعصر تھا، بلکہ اسکا خاص دوست اور ہمسفر بھی تھا۔ جزیرہ قبرس میں یہ دونوں اکٹھے تبلیغ کے واسطے جاتے رہے۔

انجیل برنباس کا درجہ اگرچہ برنباس کی انجیل موجودہ مروجہ اناجیل میں شامل نہیں ہے لیکن انجیل کے بعض پرانے قلمی نسخوں میں بالخصوص اسمیں جسکو ڈیکس ٹی لے آئی گس کہتے ہیں، شامل تھی قدیم عیسائی مؤرخین نے اپنی کتابوں میں اسکا ذکر کیا ہے، کہ بعض عیسائی گرجوں میں الہامی کتابوں کے درمیان، انجیل برنباس بھی رکھی اور پڑھی جاتی تھی۔ مسیح موعود کی آمد ثانی کے متعلق برنباس نے بھی یہ خیال ظاہر کیا تھا، کہ اسکی سلطنت اور عروج ساتویں ہزار سال میں ہوگا۔ (ملاحظہ ہو کتاب انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا جلد ۱۶۔ صفحہ ۳۱۶)۔

پادری البرٹ صاحب جو لنڈن سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے، انہوں نے بھی یہ بات لکھی ہے، کہ برنباس کی انجیل اسی زمانہ میں لکھی گئی، جس میں کہ متی کی انجیل لکھی گئی تھی، ملاحظہ ہو کتاب انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا طبع نہم جلد ۱۰ لفظ گاسپل۔

یہ انجیل کسی مسلمان نے نہیں لکھی، انجیل برنباس میں مسیحی تعلیم ایسے گہرے رنگ میں بیان کی گئی ہے کہ کوئی مسلمان اس طرح نہیں لکھ سکتا، اور نہ ایسی کتاب تصنیف کر سکتا ہے۔ مستشرق ڈاکٹر

مسٹر جی لوٹ بھی تسلیم کرتا ہے، کہ انجیل برنباس کسی مسلمان کی تصنیف نہیں ہے۔

برنباس حضرت مسیح کے اُن خاص حواریوں میں سے تھے، جن کو مقتدایانِ کلیسا رسول کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے، اور پولوس رسول کے وہ خاص رفیق تھے، اور ہر دو مل کر عموماً تبلیغ کے واسطے لمبے سفر کرتے تھے۔

اس انجیل کے اصلی ہونے کے دلائل

جن مسیحی بزرگوں اور اولیاء نے یہ رائے قائم کی ہے، کہ انجیل برنباس اصلی اور الہامی اور شریعت کی ایک کتاب ہے۔ انہوں نے اپنی رائے کی بنیاد مفصلہ ذیل واقعات پر رکھی ہے:۔

اوّل۔ انجیل برنباس ابتدائی زمانہ عیسویت میں دوسرے الہامی صحائف کیطرح سکندریہ کے گرجا میں، اور بعض دیگر گرجوں میں اسی طرح رکھی اور پڑھی جاتی تھی، جیسا کہ دیگر الہامی کتب۔

دوم۔ چھٹی صدی میں پوپ نے جب ان کتابوں کی فہرست شائع کی، جن کے پڑھنے سے اس نے رومن کیتھالک فرقہ کے عیسائیوں کو منع کر دیا تو اس فہرست میں انجیل برنباس کا نام بھی درج کیا۔ اس سے ظاہر ہے، کہ چھٹی صدی سے قبل انجیل برنباس موجود تھی۔ اگر یہ کسی مسلمان کی تصنیف ہوتی، جیسا کہ بعض عیسائی پادریوں کا خیال ہے، تو چھٹی صدی میں اس کا وجود ہی نہ ہوتا۔ کیونکہ اسلام کی تو ابتداء ساتویں صدی عیسوی میں ہوئی، اور مسلمانوں کو اسپین پہنچنے تک اس کے بعد بہت عرصہ گذرا۔ اسپین کا ہم نے اس واسطے ذکر کیا ہے، کہ بعض عیسائی علماء نے فرضی طور پر یہ قیاس کیا ہے، کہ اہل اسلام کے غلبہ کے وقت کوئی فاضل عیسائی مسلمان ہو گیا ہوگا، اور اس نے مسلمانوں کو خوش کرنے کے لئے یہ جعلی انجیل بنائی ہوگی۔ یہ سب ان کے فاسد توہمات ہیں، جن کا وہ کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔

سوم۔ اس کتاب میں روحانیت کے ایسے باریک معارف ہیں، کہ خود عیسائی صاحبان بھی اس امر کا اظہار کرتے ہیں، کہ ایسے باریک معارف اور روحانی حقائق کوئی شخص بغیر امداد روح القدس کے نہیں لکھ سکتا۔

چہارم۔ مسیحیت کی ابتدائی صدیوں میں جو مصنف گذرے ہیں، انہوں نے اپنی تحریروں میں اس انجیل برنباس کا ذکر کیا ہے، اور بعض عیسائی محققین کی رائے ہے، کہ یہ کتاب پہلی صدی عیسوی میں تصنیف ہوئی، مگر بعد میں گم ہو گئی، اور پھر آخری صدیوں میں اسکا ترجمہ لاطینی میں ملا، جس سے اب انگریزی اور اردو میں ترجمے ہوئے۔ (باقی)

اسلامی خلافت

(اور)

شیعہ کتب

(از جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائل پوری)

شیعہ صاحبان کو جب احمدیت کا پیغام اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو قبول کرنیکی دعوت دیجاتی ہے، تو وہ خلافت کی پرانی بحث چھیڑ دیتے ہیں، کہ چونکہ حضرت اقدس مرزا صاحب حضرت ابوبکرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بلافصل مانتے ہیں، اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق خلفاء تسلیم کرتے ہیں، اس لئے ہم انکے دعویٰ کی طرف کوئی توجہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد خلافت بلافصل کے لیے حضرت علیؓ کے حق میں وصیت فرمائی تھی، جسے اصحاب ثلاثہ نے مدنظر نہ رکھا، اور حضرت علیؓ کا حق خلافت غصب کرکے خود خلیفہ بن بیٹھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ یہ درست ہے، کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے قائل ہیں، اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو بھی برحق خلیفے مانتے ہیں۔ مگر اس عقیدہ کی صحت پر ہمارے پاس خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایسے زبردست دلائل ہیں، جن کا کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے ثبوت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "سرّ الخلافہ" لکھکر شیعہ صاحبان پر اتمام حجت فرمادی ہے، اور وہ ابتک اس کتاب کے جواب سے عاجز ہیں، اور

ہمیشہ انشاء اللہ غالب رہیں گے۔

میں نے اس مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیش کردہ دلائل قرآنی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بات کا بھی التزام رکھا ہے، کہ شیعوں کی مسلمہ اور مستند کتب کے حوالجات سے ان کے عقائد کو غلط ثابت کر کے ان پر اتمام حجت کیجائے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ وَھُوَ نِعْمَ الْمَوْلیٰ وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔

حضرت علیؓ کی خلافت بلافصل کی کوئی وصیت موجود نہیں

سب سے پہلے میں اس امر کو لیتا ہوں، کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلافصل ہونے کے متعلق کوئی وصیت فرمائی؟ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کے حق میں خلافت بلافصل کے لئے کوئی وصیت ہی نہیں فرمائی، تو شیعہ مذہب کی بنیاد ہی اکھڑ جاتی ہے۔

شیعہ صاحبان کہتے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی پر خم غدیر کے مقام پر لوگوں کو جمع کر کے فرمایا، کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ یعنی جس کا میں مولیٰ ہوں، علی بھی اسی کا مولیٰ ہے۔ شیعوں کے نزدیک یہ فقرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل پر دال ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس جگہ مولیٰ کے معنے حاکم اور متصرف فی الامور کے ہیں۔ بحالیکہ اگر یہ بات درست ہو، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی حاکم اور متصرف فی الامور تسلیم کرنا پڑے گا۔ مگر یہ امر خود شیعہ صاحبان بھی تسلیم نہیں کرتے۔

ماسوا اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول میں یہ تو نہیں فرمایا، کہ علیؓ میرے بعد بلافصل مولا ہونگے، اگر آپ ایسا فرماتے، تو بے شک شیعوں کا استدلال درست ہوتا۔ مگر جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے، اس سے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا استدلال تارِ عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ اس حدیث کو اگر احادیث صحیحہ میں سے شمار کر لیا جائے، تب بھی اس کا مفہوم زیادہ سے زیادہ یہ لیا جا سکتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا، کہ جس کا میں محبوب ہوں

پیارا ہوں، علی بھی اس کا محبوب اور پیارا ہے۔ یعنی اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کوئی بغض و عداوت نہیں رکھنی چاہیئے۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ یہ قول خوارج کے خلاف پیش ہو سکتا ہے، جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عداوت رکھتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک اُن کی خلافت بلا فصل کی وصیت نہیں کی گئی

جو معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے شیعہ صاحبان لے رہے ہیں، یہ معنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے دماغوں میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات تک نہ آئے تھے۔ چنانچہ اس کا نہایت روشن اور واضح ثبوت یہ ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الموت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا:۔

"فَانْطَلِقْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاذْکُرْ لَہٗ ھٰذَا الْاَمْرَاِنْ کَانَ فِیْنَا اَعْلَمَنَا وَاِنْ کَانَ فِیْ غَیْرِنَا اَوْصٰی بِنَا فَقَالَ لَا اَفْعَلُ اِنْ مَنَعَنَا الْیَوْمَ لَا یُؤْتِیْنَاہُ النَّاسُ مِنْ بَعْدِہٖ" (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی جلد ۱ جزو ثانی صفحہ ۷۵)۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاؤ۔ اور آپ سے اس امر (خلافت) کا ذکر کرو، کہ اگر وہ ہم میں ہے تو ہمیں بتا دیں، اور اگر ہمارے غیر میں ہے تو ہمارے متعلق وصیت فرما دیں اس پر حضرت علی نے کہا، میں ایسا نہیں کرونگا کیونکہ اگر آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (خلافت سے) روک دیا، تو لوگ اس کے بعد یہ کبھی ہمارے سپرد نہیں کریں گے۔

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خم غدیر پر میری خلافت بلا فصل کی وصیت فرما چکے ہیں، تو وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ جواب کیوں دیتے، کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نہیں جاؤں گا، کیونکہ اگر آپ نے ہمارے سپرد خلافت نہ کی، تو پھر ہمیں کبھی یہ مقام پانے کا موقعہ نہیں ملے گا۔

نیز اگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ خم غدیر والی وصیت سے یہ سمجھتے تھے، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت بلافصل کی وصیت فرما چکے ہوئے ہیں، تو پھر انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دینے کی کیا ضرورت تھی؟ کہ وہ جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے مرض الموت میں خلافت کے متعلق فیصلہ کرالیں اور اگر ان کے غیر کو خلافت ملنے والی ہو تب بھی اپنے متعلق وصیت کرالیں۔

روایت کی تائید مندرجہ بالا روایت کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے، کہ ایک موقعہ پر بعد میں حضرت عباس رض نے حضرت علی رض سے کہا:-

"یا ابن اخی قد امرتک علیک فی مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تسألہ فان کان الامر فینا اعلمنا وان کان فی غیرنا اوصی بنا فقلت اخشی ان منعنا لا یعطیناہ احد ابدا" (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد اول جز ثانی صفحہ ۶۰)۔

اے میرے بھائی کے بیٹے! میں نے آپ سے کہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری میں کہ حضور سے دریافت کرو اگر امر (خلافت) ہم میں ہو تو ہمیں بتادیں اور اگر ہمارے غیر میں ہو، تو ہمارے متعلق وصیت فرما دیں۔ اس پر آپ نے کہا تھا کہ میں ڈرتا ہوں، اگر آپ نے ہمیں اس سے روک دیا تو پھر ہمیں کوئی خلافت سپرد نہیں کرے گا۔

صحابہ کرام رض کی شان علاوہ ازیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خم غدیر کے موقعہ پر اپنے بعد حضرت علی رض کی خلافت بلافصل کی وصیت فرمائی ہوتی تو یہ کیسے ممکن تھا کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ کی سند دی ہے، وہ سب اس وصیت کو پس پشت ڈال دیتے؟ چنانچہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رض کی شان میں سورۃ توبہ رکوع ۱۳ میں فرماتا ہے:-

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ

مہاجرین میں سے سابقون اولون اور انصار اور جن لوگوں نے انکی پیروی کی ہے نیکی کے ساتھ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہیں اور اسنے تیار

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔	کئے ہیں اُن کے لئے باغ، جن میں نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

نیز فرماتا ہے:۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ ۔ (فتح ع)	بے شک اللہ راضی ہوا ان مومنوں سے جبکہ وہ اے نبی! تیری بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے۔

پس اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ ایسے بزرگ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کو پس پشت ڈال کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کر لیا، تو خدا کی اس سند کی کیا قیمت رہی جو اس نے ان کے متعلق رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کے الفاظ میں دی ہے، اور اس صورت میں اس کے ان وعدوں کی بھی تخلیف تسلیم کرنا پڑے گا، جو اس نے صحابہ کرام رضی کی کامیابیوں کے متعلق فرمائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قوت قدسیہ پر بھی حرف آئیگا، اور آپکی نبوت بھی مشتبہ ہوجائے گی۔ نعوذ باللہ من ذالک ۔

شیعوں کے نزدیک صحابہؓ کی حیثیت

مگر شیعہ صاحبان کو ان سب باتوں کی کوئی پروا نہیں، اور وہ بڑی بیباکی سے ان صحابہؓ کو فاسق اور بے دین قرار دیدیتے ہیں۔ چنانچہ ایک شیعہ مصنف حسن بن عبد الرزاق سیفی اپنی کتاب تعیب المومنین صفحہ ۲۴۴ میں لکھتا ہے:۔

"اکثر امت از بعد آنحضرت (علی رض) نے نبوند واعوان و انصار او زیادہ از پنج کس نبودند چنانکہ جناب اسد فرمودہ اِنْ وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ وَّاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِیْنَ ۔ وبتفصیل ایں بیان شدہ و خیر امت یعنے ازیں امت اند کہ از بیت نبوت اندکہ بالاتفاق آمر بالمعروف و ناہی از منکر اند نہ ہمہ کہ پے خلافت منافقین مرتدین ناکثین و مارقین و قاسطین از جملہ ایں امت اند بیشک ایشاں را خیر امت

نتواں گفت و خاذلین حضرت امیرالمومنین داخل ایشانند۔"

شیعہ استدلال کی تردید یہ مصنف حضرت علیؓ کی زبان سے اکثر صحابہؓ کو فاسق قرار دیتا ہے، اور صرف پانچ مومن تسلیم کرتا ہے۔ حالانکہ جو آیت وہ معرض استدلال میں حضرت علیؓ کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اس کا اصحابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ثُمَّ بَعَثْنَا مُوسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ (سورہ اعراف ع۱۲) اس کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف اپنے نشانات کے ساتھ بھیجا۔ پس اِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ مِّنْ عَهْدٍ کا تعلق تو کسی ایسی قوم سے ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی پہلے گذر چکی تھی۔ مگر حسن بن عبدالرزاق شیعی اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرتد اور فاسق ہونے کے ثبوت میں پیش کر رہا ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سرالخلافہ میں تحریر فرمایا ہے، کہ شیعوں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت سے انکار کر کے صحابہ کرامؓ کو مرتد اور فاسق ماننا پڑا۔ چنانچہ حسن بن عبدالرزاق کی یہ تحریر اس بات کا کافی ثبوت ہے۔

پس مندرجہ بالا تمام وجوہات اور دلائل کی بناء پر ایک سچا مومن کبھی یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خم غدیر کے مقام پر یا کسی وقت بھی اپنی زندگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے لئے کوئی وصیت فرمائی۔

قیام خلافت کا اصل الاصول دوسرا امر جو ہم میں اور شیعوں میں مختلف فیہ ہے، وہ یہ ہے کہ خلافت انتخاب مشورہ سے قائم ہوتی ہے یا محض وصیت سے؟ جب یہ امر صاف ہو گیا، کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام لوگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافتِ بلافصل کے لئے کوئی وصیت نہیں فرمائی، تو یہ امر خود بخود حل ہو جاتا ہے کہ آپ نے خلافت کو خدا تعالیٰ اور مسلمانوں کے مشورہ و انتخاب پر چھوڑ دیا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتے ہوئے انہیں خلیفۃ الرسولؐ

منتخب کیا۔ اور اس انتخاب سے خدا تعالیٰ کا وہ وعدہ پورا ہو گیا جو اس نے امر خلافت کے متعلق ان الفاظ میں فرمایا تھا، کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا ۔ (سورۃ نور۔ ع ۷) یعنی اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایمان لانیوالوں اور نیکوکاروں سے یہ وعدہ کیا ہے، کہ وہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا، جیسے کہ اسنے ان لوگوں کو خلیفہ بنایا، جو اُن سے پہلے گزر چکے ہیں، اور ان کے لئے بالضرور ان کے دین کو جو اس نے انکے لئے پسند فرمایا ہے مضبوط کرے گا، اور انکے خوف کو ضرور امن سے بدل دیگا، اور یہ خلفاء میرے عابد بندے ہوں گے، اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھیرائیں گے۔

امانت خلافت کے متعلق خدائی حکم

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین صالحین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ قرار دے کر امر خلافت کا انتخاب بالواسطہ ان کے سپرد کر دیا ہے۔ یہ خلافت چونکہ قوم کے ہر فرد کے پاس نبی کی وفات یا خلیفہ کی وفات کے بعد ایک امانت الٰہی ہوتی ہے، اس لئے خدا تعالیٰ نے مومنوں کو اس امانت کے متعلق یہ حکم دیا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۔ (سورۃ نساء۔ ع ۸) کہ خدا تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے، کہ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کرو۔ اس آیت میں خلافت کا بار امانت قوم کے ایسے افراد کے سپرد کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جو اس بار کو اٹھانے کے اہل ہوں۔ پھر اس کے بعد خلیفہ منتخب ہونے والے کو حکم دیا۔ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۔ (سورۃ نساء۔ ع ۸) کہ جب تم لوگوں کے درمیان حکم بنجاؤ، تو انمیں عدل و انصاف سے فیصلہ کرو۔ اس کے بعد پھر مومنوں کو انکی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ کہ اے مومنو! اطاعت کرو اللہ اور رسول کی اور انکی جو تم میں سے اولی الامر ہوں۔

وَرَكِبْتُ بِكُمْ مَا أَعْلَمُ وَلَمْ أُصْغِ إِلَى قَوْلِ الْقَائِلِ وَعَتْبِ الْعَاتِبِ وَإِنْ تَرَكْتُمُونِي فَأَنَا كَأَحَدِكُمْ وَلَعَلِّي أَسْمَعُكُمْ وَأَطْوَعُكُمْ لِمَنْ وَلَّيْتُمُوهُ أَمْرَكُمْ وَأَنَا لَكُمْ وَزِيرًا خَيْرٌ لَكُمْ مِنِّي أَمِيرًا۔ (نہج البلاغہ مطبوعہ ...)

...چکی ہے، اور جان لو کہ اگر میں تمہاری بات (خلیفہ منتخب ہونا) قبول کر لوں تو تمہیں ایسے امور برداشت کرنے پڑیں گے جنہیں میں جانتا ہوں اور پھر میں کسی کہنے والے کی بات پر کان نہیں دھروں گا اور نہ کسی ناراض ہونے والے کی ناراضگی کی پروا کروں گا۔ اور اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں تمہارے جیسا ہی ایک فرد ہوں گا اور شاید کہ تم سے بڑھ کر اس شخص کا فرمانبردار اور اطاعت گذار ہوں جسے تم اپنے امر (خلافت) کا والی مقرر کرو اور میرا تمہارے لئے وزیر ہونا بہتر ہے بہ نسبت میرے تمہارا امیر ہونے کے۔

اس خطبہ سے صاف ثابت ہے، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلافت کے لئے اپنے دل میں کوئی خواہش نہیں رکھتے تھے، اور کمال بے نفس انسان تھے۔ اور انتخاب کے طریق پر مسلمان ان کے علاوہ جسے بھی خلیفہ منتخب کر لیتے اس کی سب سے بڑھ کر اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے تیار تھے۔ کیونکہ آپ اپنے تئیں اُمت محمدیہ کے افراد میں سے انہی کی طرح کا ایک فرد خیال کرتے تھے، یہ نہیں کہ خود کو خلیفہ بلافصل جانتے تھے، جیسا کہ شیعہ انہیں خلیفہ بلافصل قرار دیتے ہیں۔

شیعوں کی غلط توجیہہ

سید ذاکر حسین صاحب شیعی مترجم نہج البلاغہ اپنے ترجمہ "تیر نگ فصاحت" میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس خطبہ میں صرف بیعت سے انکار فرمایا، نہ کہ خلافت سے۔ خلیفہ تو آپ مطابق نصوص تھے ہی، مگر ظاہری بیعت، حرص و طمع کا موجب سمجھتے تھے۔

لیکن اس پر سوال یہ ہے کہ اگر ظاہری بیعت کو آپ حرص و طمع کا موجب ہی سمجھتے تھے، تو پھر آخر آپ نے انتخاب کے طریق پر خلیفہ بننا منظور کر کے بیعت کیوں قبول فرمائی؟ پس سید ذاکر حسین صاحب کی توجیہہ سراسر باطل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دل میں واقعی خلافت کی کوئی خواہش نہ تھی۔ چنانچہ اس کا نہایت واضح اور روشن ثبوت یہ بھی ہے، کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

اپنے ایک دوسرے خطبہ میں فرماتے ہیں۔ وَاللّٰہِ مَا کَانَتْ لِیْ فِی الْخِلَافَۃِ رَغْبَۃٌ وَلَا فِی الْوِلَایَۃِ اِرْبَۃٌ وَلٰکِنْ دَعَوْتُمُوْنِیْ اِلَیْھَا وَحَمَلْتُمُوْنِیْ عَلَیْھَا (نہج البلاغہ مطبوعہ مصر ۱۶۱) ترجمہ۔ خدا کی قسم مجھے خلافت کیلئے کوئی رغبت نہ تھی اور نہ ولایت کی کوئی حاجت لیکن تم لوگوں نے مجھے اس کی دعوت دی اور اصرار کرکے مجھے اس کی قبولیت پر آمادہ کیا۔

پس صاف ظاہر ہے، کہ حضرت علیؓ اپنے دل میں خلافت کی کوئی خواہش نہیں رکھتے تھے، اور آپنے صرف لوگوں کے اس اصرار پر کہ آپ ہی خلیفہ ہوں، اپنی خلافت انتخاب کے طریق پر قبول فرما کر اس بات پر مہر تصدیق ثبت فرما دی کہ آپکے نزدیک بھی خلافت کے متعلق صحیح اصول مشورہ اور انتخاب ہی تھا، اور آپ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت بلا فصل کے دل سے قائل تھے، نہ یہ کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے تئیں خلافت بلا فصل آنحضرت صلعم کا وصی خیال فرماتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کی خلافت بلافصل کے دلائل

خلافت کے متعلق ان اصولی باتوں پر بحث کے بعد اب میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت بلا فصل کے دلائل پیش کرتا ہوں۔

دلیل اول۔ اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں جو اس سے پہلے سورۂ نور کے حوالہ سے پیش کیجا چکی ہے، نیکوکار مسلمانوں کو خلافت کی نعمت عطا کرنیکا وعدہ فرمایا ہے، اور اس کے مقاصد یہ بتائے ہیں کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دین کو مضبوط کیا جائیگا، اور انکے خوف کو امن سے تبدیل کیا جائے گا۔

یہ آیت حضرت ابوبکرؓ کی خلافت بلا فصل کیلئے نص قطعی ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خلافت کے زمانہ میں یہ سب باتیں علیٰ وجہ الاتم والاکمل ظہور میں آئی ہیں۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر عرب میں فتنۂ ارتداد اٹھا، اور مدعیان نبوت کاذبہ کھڑے ہوئے، اور اسلام پر ایک زلزلہ کی حالت طاری ہو گئی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے اس بدامنی کے زمانہ میں حضرت صدیقؓ کو کھڑا کرکے انکے ہاتھ سے ان فتنوں کا استیصال کیا، اور دین کو کمال تمکین عطا فرمائی، اور مسلمانوں کے خوف کو امن سے بدلدیا۔ اور اس طرح خدا تعالیٰ نے اپنی فعلی شہادت سے اس بات کی گواہی دیدی، کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ بلافصل اور آپکے معاً بعد اس آیت کے اتم و اکمل مصداق ہیں۔

شیعوں کی معتبر کتاب "کافی" کتاب الحجۃ باب اِنَّ الائمۃ علیہم السلام خلفاء اللہ فی ارضہ میں یہ آیت ...

بالتکمیل ثبوت میں پیش کی گئی ہے، کہ ائمہ کرام زمین میں خدا تعالیٰ کے خلفاء ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاً بعد وہ کونسا امام و خلیفہ ہے جس کے زمانہ کے شروع میں بدامنی کا فتنہ برپا ہوا اور پھر اس فتنہ کا اس خلیفہ کے ہاتھ سے کلی استیصال ہو گیا، اور مسلمان اس فتنہ سے بالکل محفوظ ہو گئے۔ خدا تعالیٰ کی جو فعلی شہادت موجود ہے وہ تو یہ بتا رہی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے معاً بعد حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت پر ہی تمام باتیں صادق آتی ہیں۔

حضرت علیؓ کو بے شک ہم برحق خلیفہ مانتے ہیں، لیکن حالاتِ زمانہ کی شہادت جو خدا کی فعلی شہادت ہے وہ بتا رہی ہے، کہ انکی خلافت کا زمانہ نسبتاً بدامنی اور فتنہ و ابتلا کا زمانہ ہی رہا ہے۔ اور ان کے زمانہ میں مسلمانوں کو کماحقہٗ امن وچین کی زندگی نصیب نہیں ہوئی۔ سو ہم خدا تعالیٰ کی اس فعلی شہادت کی بناء پر کہہ سکتے ہیں، کہ ان کا زمانہ خلافت آیتِ استخلاف کی بشارتِ امن کا اتم اور اکمل مصداق نہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ دلیل سِرّ الخلافہ میں پیش فرمائی ہے، مگر شیعہ آجتک اس کے مقابلہ میں لاجواب ہیں۔

ہاں وہ دبی زبان سے یہ کہہ دیا کرتے ہیں، کہ حضرت علیؓ کی خلافت روحانی تھی۔ لیکن اگر انکی یہ بات درست ہے، کہ حضرت علیؓ نظامی خلافت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی نہ تھے، تو پھر شیعہ صاحبان حضرت ابوبکرؓ پر حضرت علیؓ کی خلافت غصب کرنے کا الزام کیوں لگاتے ہیں؟ کیا حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ کی روحانیت کو غصب کر لیا تھا؟ روحانیت تو ایسی چیز نہیں جسے حضرت علیؓ جیسے باکمال مومن اور متقی سے کوئی غصب کر سکتا۔

پس حق بات یہی ہے کہ شیعہ درحقیقت خلافت کو امرِ نظامی بھی مانتے ہیں۔ اسی لئے وہ حضرت ابوبکرؓ کو غصبِ خلافت کا الزام دیتے ہیں۔ کیونکہ نظامِ امت ان کے ہاتھ میں آگیا تھا۔ اور یہ در اصل شیعوں کا خدا کی اس فعلی شہادت کا نادانستہ اعتراف ہے، جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافتِ بلافصل کی تائید میں خدا کی طرف سے ظاہر ہوئی۔

دلیل دوم: اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ

اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی۔ وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا۔ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔ (سورۃ توبہ ع ۶) ترجمہ۔ اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدد نہ دو گے تو اللہ تعالیٰ نے تو بیشک اسے مدد دی ہے۔ جبکہ کافروں نے اسے نکالا اس حال میں کہ وہ دو میں سے دوسرا تھا۔ جبکہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہتا تھا کہ تو غم نہ کر۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور اس کے ساتھی پر تسلی اتاری۔ اور انکی ایسے لشکروں سے تائید کی جسے تم لوگوں نے نہیں دیکھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے منکرین کی بات کو نیچا دکھایا۔ اور اپنی بات کو بلند کر دیا۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں اس لئے غمگین تھے کہ کہیں دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مطلع نہو جائیں۔ انکے اس حزن و ملال کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی تسلی کے لئے نہایت پیارے الفاظ میں فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یعنی اس کی تائید و نصرت کی معیت کا جیسے میرے متعلق وعدہ ہے ویسے اسکی تائید و نصرت کا تمہارے متعلق بھی وعدہ ہے۔

اب ملاحظہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کی صداقت کہ جس رنگ میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید فرمائی۔ اور آپکو قتل ہونے سے بچا کر حکومت کے مقام تک پہنچایا۔ ویسے ہی اس نے حضرت ابوبکرؓ کو بھی قتل ہونے سے محفوظ رکھ کر خلافت اور حکومت کے مقام پر فائز کیا۔

اس آیت میں اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا میں سَکِیْنَتَہٗ اور اَیَّدَہٗ کی واحد مذکر غائب کی دونوں ضمیروں کا مرجع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دونوں ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اسجگہ حضرت ابوبکرؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت نیابت اور

ان کے فنافی الرسول کے مقام کو ظاہر کرنے کے لئے ایک ہی فرد کے حکم میں کہ کر ضمیر واحد غائب استعمال فرمائی ہے، اور نائب اور منیب دونوں کے لئے ضمیر واحد کے استعمال کا طریق خدا تعالیٰ کے کلام سے ثابت ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو اسکے خلیفہ اور کامل طور پر اسکی ذات میں فنا تھے ضمیر واحد غائب ہی استعمال فرمائی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ (سورہ توبہ ع) کہ اللہ اور اس کا رسول دونوں اس بات کے سب سے بڑھ کر حقدار ہیں کہ وہ اسے (یعنی ان دونوں کو) راضی کریں۔

نیز فرماتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ (سورۃ انفال ع) یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ اور رسول کی، اور اس سے (یعنی اللہ اور رسول سے) نہ پھرو۔ ان دونوں آیتوں میں يُرْضُوْهُ اور عَنْهُ کی ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں دو ایسے وجودوں کا ذکر ہو جنمیں سے ایک دوسرے میں فنا ہو چکا ہو، تو ان دونوں کو ایک کا حکم دے کر انکے لئے تثنیہ کی بجائے واحد کا صیغہ لایا جا سکتا ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فنافی الرسول ہونے کا ثبوت خود شیعہ روایات میں موجود ہے چنانچہ امام حسن عسکری رض امام باقر رض سے روایت کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ اَوْحٰى اِلَيْهِ يَا مُحَمَّدُ اِنَّ الْعَلِيَّ الْاَعْلٰى يَقْرَءُ عَلَيْكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ لَكَ اِنَّ اَبَا جَهْلٍ وَّ الْمَلَاَ مِنْ قُرَيْشٍ قَدْ دَبَّرُوْا عَلَيْكَ قَتْلَكَ ..... وَاٰمُرُكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّهٗ اِنْ اٰنَسَكَ وَسَاعَدَكَ وَوَازَرَكَ وَثَبَتَ عَلٰى تَعَاهُدِكَ وَتَعَاقُدِكَ كَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رُفَقَائِكَ وَفِيْ غُرُفَاتِهَا مِنْ خُلَصَائِكَ ..... قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِيْ بَكْرٍ اَرَضِيْتَ اَنْ تَكُوْنَ مَعِيَ يَا اَبَا بَكْرٍ تُطْلَبُ كَمَا اُطْلَبُ وَتُعْرَفُ بِاَنَّكَ اَنْتَ الَّذِيْ تَحْمِلُنِيْ عَلٰى مَا اَدَّعِيْهِ فَتَحْمِلُ عَنِّيْ اَنْوَاعَ الْعَذَابِ۔ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَمَّا اَنَا لَوْ عِشْتُ عُمُرَ الدُّنْيَا اُعَذَّبُ فِيْ جَمِيْعِهَا اَشَدَّ عَذَابٍ لَا يَنْزِلُ عَلَيَّ مَوْتٌ مُرِيْحٌ وَّلَا فَرَجٌ مُتِيْحٌ وَكَانَ ذٰلِكَ فِيْ مَحَبَّتِكَ لَكَانَ ذٰلِكَ اَحَبَّ

اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَتَنَعَّمَ فِیْھَا وَاَنَا مَالِکٌ لِجَمِیْعِ مَمَالِکِ مُلُوْکِھَا فِیْ مُخَالَفَتِکَ وَ مَا اَھْلِیْ وَوُلْدِیْ اِلَّا فِدَائُکَ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَاجَرَمَ اِنِ اطَّلَعَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِکَ وَوَجَدَ مَافِیْہِ مُوَافِقًا لِمَا جَرٰی عَلٰی لِسَانِکَ جَعَلَکَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَبِمَنْزِلَۃِ الرُّوْحِ مِنَ الْبَدَنِ۔ (تفسیر حسن عسکری ص۱۴۱ ۔۔۔ جعفری باہتمام مرزا محمد مہدی) ترجمہ۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کیطرف وحی کی، کہ خدا نے بلند و برتر تمہیں سلام کہتا ہے، اور تمہیں کہتا ہے، کہ ابوجہل اور کئی سرداران قریش نے تمہارے قتل کی تدبیر کی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور خدا نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم ساتھ لے لو ابوبکر کو، پس اگر تمہاری موافقت کرے اور تمہاری مدد کرے اور تمہیں قوت دے اور تمہارے عہد و پیمان پر ثابت رہے، تو وہ جنت میں تمہارے رفیقوں میں سے ہوگا، اور اس کے بالاخانوں میں تمہارے مخلصین میں سے ہوگا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ سے دریافت فرمایا، کیا تم راضی ہو کہ تم میرے ساتھ چلو اے ابوبکرؓ؟ تلاش کئے جاؤ جیسے میں تلاش کیا جاؤں گا، اور پہچانے جاؤ کہ تم ہی وہ شخص ہو جو مجھ سے وہ بات کہلوا رہے ہو جس کا میں مدعی ہوں پس تم اٹھاؤ میری وجہ سے طرح طرح کا عذاب۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ اے رسول اللہ! اگر میں تمام دنیا کی عمر پاؤں، اور اس سب عمر میں سخت عذاب دیا جاؤں، نہ مجھ پر راحت دینے والی موت نازل ہو، اور نہ کبھی کشائش۔ اور یہ سب کچھ آپکی محبت میں ہو، تو یہ امر مجھے زیادہ محبوب ہے اس بات سے، کہ میں اس دنیا میں نعمت دیا جاؤں، اور میں مالک بنوں اس کے بادشاہوں کے تمام ملکوں کا آپ کی مخالفت میں۔ اور نہیں ہیں میرے اہل و اولاد مگر آپ پر قربان ہیں پس کہا رسول اللہ نے، بالضرور اگر اللہ تعالیٰ نے اطلاع پائی ہے تمہارے دل پر، اور پایا ہے جو کچھ اس میں ہے موافق اس کے جو تمہاری زبان پر جاری ہوا ہے، تو بنا دیا ہے اس نے تجھے مجھ سے بمنزلہ کان اور آنکھوں اور سر کے جسم سے، اور بمنزلہ روح کے بدن سے۔

اس روایت سے ظاہر ہے، کہ ہجرت کی نہایت نازک گھڑیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق بنانے کے اللہ تعالیٰ کی نظر انتخاب حضرت ابوبکر صدیقؓ پر ہی پڑی۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ

نے اللہ تعالیٰ کے انتخاب کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کا حق جان نثاری اور کامل جذبہ سے ادا کیا، اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمودہ "جَعَلَكَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّأْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَبِمَنْزِلَةِ الرُّوحِ مِنَ الْبَدَنِ" کے مطابق فنا فی الرسول کے اس مقام پر فائز ہو گئے، جو جسم اور اس کے سر اور آنکھوں میں بلکہ جو روح اور بدن میں ہوتا ہے، گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ دونوں ایک ہی وجود بن گئے اور ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری ،

کا مصداق ہو گئے۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فنائیت اور آپ کی خلافت کا موعود ہونے کے لحاظ سے قرآن مجید کی آیت فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا میں ان دونوں کے لئے ضمیر واحد استعمال کی۔

اگر قرینہ کے لحاظ سے بھی اس آیت پر غور کیا جائے، تو ظاہر ہے، کہ تسلی کی ضرورت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم تو پہلے ہی سے تسلی یافتہ تھے، تبھی تو آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کہہ کر تسلی دی۔ پس اس لحاظ سے فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ کا مرجع حضرت ابوبکر صدیقؓ کو قرار دینا پڑتا ہے۔ گو میرے نزدیک پہلے معنے زیادہ پسندیدہ ہیں، انمیں کوئی تکلف نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کہنے سے پہلے تسلی دے رکھی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کے دل میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے بعد خدا تعالیٰ نے تسلی نازل فرما دی۔ ان دونوں کے دلوں میں اس نے جو تسلی نازل فرمائی فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ میں اس کا ذکر فرما دیا۔ (باقی)

نئی کتابوں پر تبصرہ

مرکز احمدیت قادیان :- یہ کتاب اخی المکرم جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی ایڈیٹر "الحکم" کی تازہ تصنیف ہے، جو آپ نے گذشتہ جلسہ سالانہ پر شائع فرمائی۔ پوری کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد پڑھنے والا اس نتیجہ پر پہنچتا ہے، کہ ایک علمی چیز میں جز ملزم کو نہایت خوبی سے سمو یا گیا ہے اور احمدیت اور مرکز احمدیت کو غیروں میں بڑی کامیابی سے روشناس کرایا گیا ہے۔

کتاب $\frac{20 \times 30}{16}$ سائز کے ۴۶۵ صفحات پر تمام ہوئی ہے۔ اور آخری حصہ کے مضامین بسبب شدید اختصار کے تشنہ رہ گئے ہیں۔ بلکہ بقول مصنف اس حصہ میں انہوں نے کتاب کا اچھی طرح سے گلا گھونٹا ہے۔ اس لئے جس زوردار طریق پر کتاب کا آغاز ہوا تھا، اتنا شاندار اس کا اختتام نہیں۔ شروع کے ۷۰ صفحات میں قادیان کی بنیادی تعمیر اور اس کے بانیوں کی تاریخ بیان کی گئی ہے، اور قدیم قادیان کے حالات کے متعلق جناب بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی، جناب میاں امام الدین صاحب سیکھوانی، حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی، پنڈت موہن لعل صاحب اور خود مصنف کی چشم دید شہادتیں درج کی گئی ہیں۔

جس طرح قادیان کی تعمیر مرزا ہادی بیگ کے ہاتھوں سے ہوئی اسی طرح اس کے دورِ جدید کا آغاز اس زمانہ کے ہادی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہوا۔ اس نسبت سے مصنف نے دورِ جدید کے بیان کی ابتدا حضور علیہ السلام کے ذکر سے کی ہے، اور اس تذکرہ کی وسعت کو سوا صد صفحات میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے تئیں فارسی الاصل قرار دیا ہے، اور اپنی تصنیف "حقیقۃ الوحی" میں لکھا ہے، کہ "اس عاجز کا خاندان دراصل فارسی ہے..... معلوم

کس غلطی سے مغلیہ خاندان کے ساتھ مشہور ہوگیا" حضرت اقدس کا یہ دعویٰ دراصل الہام الٰہی پر مبنی ہے، جیسا کہ حضور نے کتاب البریہ میں لکھا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس دعویٰ پر تاریخ کی روشنی ڈالی جاتی، اور اس صداقت کی تائید میں تاریخی شواہد مہیا کئے جاتے۔ جماعت میں ابھی تک اس طرف توجہ پیدا نہیں ہوئی۔ مکرم مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے نے اپنے ایک دلچسپ اور علمی مضمون میں اس بحث کو اٹھایا ہے، لیکن پھر بھی ابھی تک یہ مضمون تشنہ ہے، اور پوری طرح اس غلطی کا سراغ نہیں لگایا جاسکا، کہ آپ کا خاندان جو دراصل فارسی ہے کیونکر مغل مشہور ہوگیا۔ خیال تھا کہ بانیان قادیان کی تاریخ میں فاضل مصنف اس بحث کو اٹھائیں گے لیکن انہوں نے بھی اس تذکرہ کو چھوڑ دیا ہے۔ کتاب کا جو انداز انہوں نے پیش نظر رکھا ہے، اسکی بنا پر شاید اس بحث کو انہوں نے اپنی تصنیف کے دائرہ سے باہر رکھا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تاریخ پیدائش اور اس کے ساتھ آپ کی عمر کا مسئلہ دیر سے زیر بحث چلا آتا ہے، لیکن اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے کی تحقیق کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عمر کا مسئلہ طے شدہ سمجھنا چاہیئے، اور یہی قرار دینا چاہیئے، کہ آپکی پیدائش ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء مطابق ۱۴ شوال ۱۲۵۰ ہجری بروز جمعہ بوقت نماز فجر ہوئی۔ لیکن عمر کے ساتھ آپ کے سوانح کے متعلق یہ مسئلہ بھی اختلافی بنجاتا ہے، کہ آپکی پہلی شادی کس عمر میں ہوئی۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لاہوری نے بھی ایک کتاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت اور سلسلہ کی تاریخ کے متعلق "مجدد اعظم" کے نام سے لکھی ہے۔ اسمیں انہوں نے پہلی شادی کے وقت کی عمر ۱۹ سال بیان کی ہے۔ مگر یہ بیان درست نہیں معلوم ہوتا۔ صحیح حقیقت وہی ہے جو عرفانی صاحب نے بیان کی ہے، کہ آپکی پہلی شادی ۱۸۴۹ء میں ہوئی، جبکہ آپکی عمر قریباً ۱۵ برس کی تھی۔

کسی مصنف کی ذہنی کاوشوں کے امتحان کا وقت وہ ہوتا ہے، جب اسے کسی واقعہ کے پس منظر کو تلاش کرنا پڑتا ہے، اور اسے علل و وجوہ کی تلاش ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نکاح ثانی کو روحانی، تاریخی اور عمرانی جہت سے زبردست اہمیت حاصل ہے۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

لاہوریوں کی پرواز خیال صرف یہیں تک آکر رک گئی، کہ حضرت اقدسؑ کو چونکہ مامور کے منصب پر فائز کیا جانا تھا، اس لئے ضروری تھا، کہ آپ کے گھر میں مہمانوں کی خاطر و مدارات کے لئے، اور اس لئے کہ ایک مجرد آدمی کے گھر میں خواہ وہ کتنا ہی متقی کیوں نہ ہو مستورات نہیں آسکتیں، آپ نکاح ثانی کرتے۔ حالانکہ اس سے مقدم وجہ وہ ہے، جس تک عرفانی صاحب کی نظر پہنچی ہے، اور جس کا ذکر آپ نے اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵ میں "آپکی دوسری شادی" اور صفحہ ۲۲۴ میں " ذریت طیبہ" کے زیر عنوان کیا ہے۔ حضرت ام المومنینؓ کے بطن سے جو اولاد پیدا ہوئی، اسکی تفصیل دینے میں عرفانی صاحب سے کسی قدر تسامح ہوا ہے۔ آپ نے کل نو بچے گنائے ہیں، بحالیکہ کل بچے دس تھے۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کے بعد صاحبزادی امۃ النصیر کا نام چھوٹ گیا ہے، جنکی پیدائش ۱۹۰۳ء میں ہوئی۔ یہ صاحبزادی صاحبزادہ مبارک احمد سے چھوٹی اور صاحبزادی سیدہ امۃ الحفیظ بیگم سے بڑی تھی، اور پیدائش کے سال ہی میں فوت ہوگئی۔ اسی قسم کی ایک فروگذاشت حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کے بچوں کے شمار میں بھی ہوئی ہے۔ اسمیں مرزا رفیع احمد کا نام چھوٹ گیا ہے، جو حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کی حرم سیدہ سارہ بیگم مرحومہ کی نشانی ہے۔

کتاب کے صفحہ ۲۵۷ کا عنوان "خلافت اولیٰ" ہے۔ اس کے بعد صفحہ ۲۵۸ سے شروع کر کے صفحہ ۲۶۴ پر اسے ختم کر دیا ہے، گویا قدرت ثانیہ کا پہلا ظہور جو اس وجود سے ہوا جس کے علو شان کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہاں تک لکھ دیا ؎ چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے۔ اس کے تذکرہ کے لئے صرف ۳½ ورق خرچ کئے ہیں، اور ہمیں اعتراف کرنا چاہیئے کہ اس جہت سے کتاب بہت حد تک تشنہ ہے۔ یہ درست ہے، کہ کتاب کی محدود وسعت میں سلسلہ کی نصف صدی پر پھیلی ہوئی تاریخ کو سمیٹنا تھا لیکن جب مصنف نے جماعت کے بعض افراد کے تذکرہ کیلئے نو نو دس دس صفحات خرچ کر دئے ہیں، تو اس زریں دور کا تذکرہ اس درجہ اختصار سے کرنا کتاب کے توازن پر دھبہ اور مصنف کی قوت انتخاب پر اعتراض کا موجب ہے۔

صفحہ ۲۶۶ سے خلافت ثانیہ کا تذکرہ شروع ہوتا ہے، اور ۳۰ صفحات میں اس دور خلافت پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالتے ہوئے اسے صفحہ ۲۹۶ پر ختم کر دیا ہے۔ اس کے بعد کتاب نے تاریخ سے ہٹ کر براہ راست سیرت کا

رنگ اختیار کر لیا ہے، اور صفحہ ۴۴ تک اسکی یہی کیفیت چلی گئی ہے۔ اس حصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ، سلسلہ کی خواتین، اور جماعت کے شہدا کا تذکرہ ہے پھر قادیان کی مادی ترقی، احمدیہ جوبلی اور سلسلہ کے مرکزی نظام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ بعدہٗ سلسلہ کے مصنفین اور صحافیین کا تذکرہ بھی بہت دلچسپ ہے۔ اس تذکرہ میں ہمارے لئے زیادہ دلچسپی کی چیز یہ ہے، کہ اسمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سلطان القلم ہونے کے ایک دوسرے پہلو کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یقیناً خود حضور کو قلم پر پورا اقتدار حاصل تھا۔ اور ہر وہ شخص جو ذوقِ ادب سے ناآشنا نہیں، حضور کے رشحاتِ قلم کی برگزیدگی کا اعتراف کرنے پر مجبور ہے، اور اس وجہ سے بلاشبہ آپ سلطان القلم تھے لیکن اس خطاب عزت کے مفہوم کا وہ پہلو بھی بہت لطیف ہے، جسکی طرف قابل مصنف نے اشارہ کیا ہے یعنی یہ کہ اصحاب قلم کی سرداری اور انپر سلطنت اور اقتدار آپکو حاصل ہوگا، اور اہل قلم کا ایک جرار لشکر آپکو عطا کیا جائے گا۔

سلسلہ کے اخبارات و رسائل کے ذکر میں انگریزی رسالہ البشریٰ کا تذکرہ ضروری تھا جو قادیان سے جاری ہوا تھا۔ اسی طرح صحافیین کے تحت جناب ملک غلام فرید صاحب ایم اے کا ذکر نہیں کیا گیا، حالانکہ آپ کئی سال تک ریویو آف ریلیجنز انگریزی اور سن رائز کے ایڈیٹر رہے ہیں۔

سلسلہ احمدیہ کی ترقی کے لئے کچھ خاص تحریکوں کے ذکر کے بعد صفحہ ۲۵۲ کے آخر پر پہنچکر کتاب تمام ہوجاتی ہے، اور انسان سلسلہ کی تاریخ اور اس کے متعلق عام معلومات کے کئی پہلو اپنے دماغ میں سمیٹ کر اپنے دماغ کو تھکائے بغیر کتاب کو ختم کر دیتا ہے۔

ایک دوست نے پوچھا، کہ کتاب تو مرکز احمدیت قادیان کے متعلق تھی لیکن اسمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم، آپکے نشانات، آپکی ذریت طیبہ اور دوست احباب کے تذکروں کو شامل کیا گیا ہے، حالانکہ ہم سمجھتے تھے، کہ یہ قادیان گائیڈ کی سی کوئی چیز ہوگی لیکن ہم سمجھتے ہیں، کہ فرق صرف نقطۂ نگاہ کا ہے۔ اور اس کا جواب انہیں خود مصنف کے ان الفاظ میں مل جائیگا کہ "قادیان جدید آج میرے نزدیک کسی بستی کا نام ہی نہیں رہا۔ بلکہ اس مقصد اور مغز کا نام ہوگیا ہے جو مقصد اور مغز مسیح موعود کے

آنے میں پنہاں تھا۔ جب ہم قادیان کا نام بولیں گے، تو اس کے پیچھے ایک شخص پنہاں ہے جو مسیح موعود ہے، اور ایک تعلیم پنہاں ہے جو آپ لائے۔"

گو ہم نے کتاب کا مختصر تجزیہ کرتے ہوئے اس کے بعض مسامحات کا بھی ذکر کیا ہے، جو ہم سمجھتے ہیں محض جلدی میں اشاعت کیوجہ سے اسمیں راہ پا گئیں، ورنہ کتاب اپنی ذات میں مختلف اعتبارات سے بہت قابل چسپ، مؤثر اور قابل قدر ہے۔ اور ہماری شدید خواہش ہے، کہ دوست اسکی خریداری اس حد تک بڑھا دیں، کہ مصنف بہت جلد یہ اعلان کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ کہ فروخت کے لئے کوئی نسخہ اب انکے پاس موجود نہیں۔

کتاب مجلد ہے، اور اسکی قیمت دو روپے چار آنے ہے، جو کاغذ کی موجودہ گرانی کے زمانہ میں نہایت ہی اچھی ہے۔ مینیجر صاحب دفتر "الحکم" سے طلب کیجائے۔

چشمۂ ہدایت :- انسانی حقوق و واجبات اپنے اندر سہ گانہ پہلو رکھتے ہیں۔ ان کا ایک پہلو اخلاق و روحانیت کی بلندیوں کو طے کرتا ہوا ذات باری تعالی سے جا ملتا ہے۔ اس سے اتر کر سب سے پہلے لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ کے مطابق انسان کی اپنی ذات سامنے آتی ہے، اور اس سے گذر کر انسان حقوق العباد تک پہنچ جاتا ہے، گویا یہ تکون لاہوتی اور ناسوتی تمام حقوق و فرائض کی حدبندی کرکے انہیں اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ اسی بات کے پیش نظر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک کتاب تعلیم لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، اور لکھا تھا :-

"میں چاہتا ہوں ایک کتاب تعلیم لکھوں ...... اس کے تین حصے ہوں گے، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمارے کیا فرائض ہیں، اور دوسرے یہ کہ اپنے نفس کے کیا حقوق ہم پر ہیں، اور تیسرے یہ کہ بنی نوع انسان کے ہم پر کیا حقوق ہیں۔" (ملفوظات صفحہ ۲۲)

اس کے بعد گو حضور تمام عمر حقوق اللہ اور حقوق العباد ہی کے مضامین بیان فرماتے رہے، لیکن معین شکل میں حضور کے قلم سے یہ کتاب نہ نکلی۔ ممکن ہے، اسکی وجہ یہ ہو کہ حضور کو اس کی تصنیف کا موقعہ ہی نہ ملا ہو، یا آپ نے اپنی بعد کی تصانیف میں اس مقصد کی تکمیلی شان کو پالیا ہو۔ بہرحال آپ نے

کوئی علیحدہ کتاب اس نام سے تصنیف نہ فرمائی۔ اب مکرمی مولوی عبدالرحمن صاحب مبشر نے حضورؑ کے اس ارادہ کی ظاہری تکمیل کے لئے "چشمۂ ہدایت" کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں حضرت اقدسؑ کا وہ مقدس کلام جمع کیا ہے، جو "انسانی پیدائش کے مقصد اور اس کے حصول کے ذرائع کو واضح کرتا اور تزکیۂ نفس، تقویٰ، طہارت، اعلیٰ اخلاق، عمدہ تربیت صحیح اعتقاد، سچا ایمان، بدیوں سے بچنے کے طریق اور نیکیوں کی طرف رغبت پیدا کرنے والے اصول پر مشتمل ہے۔"

مؤلف نے کتاب کو مندرجہ ذیل گیارہ ابواب میں تقسیم کیا ہے:۔

(۱) انسانی پیدائش کی غرض۔ (۲) ضرورتِ مذہب (۳) اسلام (۴) ایمانیات۔
(۵) وحی و رسالت (۶) قرآن مجید (۷) حقوق باری تعالیٰ (۸) حقوق العباد (۹) اخلاقِ فاضلہ
(۱۰) بعث بعد الموت (۱۱) حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ اور غرض بعثت۔

اور اس طرح ایک تصنیف کے متعلق حضرت اقدسؑ کی ایک خواہش کو حضورؑ ہی کے رشحاتِ قلم کے ذریعہ پورا کرنے کی سعادت مبشر صاحب نے حاصل کی ہے۔

مؤلف نے اس اعتبار سے کہ اس میں ہدایت کے تشنہ کاموں کی سیرابی کا سامان پیدا کیا گیا ہے کتاب کا نام چشمۂ ہدایت رکھا ہے، اور علیحدہ علیحدہ مضامین کو گیارہ بابوں میں تقسیم کر دیا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کتاب کا نام کتاب التعلیم تجویز فرمایا تھا، اور ارادہ تھا کہ اسے تین حصوں میں شائع کیا جائے۔ اس لئے مناسب تھا کہ مبشر صاحب کتاب کے اس نام کو برقرار رکھتے، اور اصل تجویز کے مطابق اگر اسے تین حصوں میں شائع نہیں کر سکتے تھے، تو کم از کم تین باب ہی قائم کر دیتے، اور باقی تقسیم کو فصلوں کی شکل میں قائم کر دیتے۔

نفس مضمون کے بارہ میں صرف یہ کہدینا کافی ہے، کہ یہ اس عظیم الشان وجود کا کلام ہے جس کا قلم سحر تھا، اور زبان جادو، اور جسے خود خدا تعالیٰ نے سلطان القلم کے خطاب سے سرفراز فرمایا، اور جس کے قلم کا لوہا غیروں نے بھی مانا ہے۔ البتہ جہانتک انتخاب اور ترتیب کا سوال ہے، ہمارے نزدیک یہ دونوں چیزیں اس معین شکل کو کما حقہٗ پورا نہیں کرتیں، جن کے پیش نظر

حضرت نے ایک علیحدہ کتاب لکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔ نہ کتاب کا وہ نام ہے جو حضورؑ نے تجویز فرمایا تھا، نہ یہ تین حصوں میں شائع ہوئی ہے، اور نہ اقتباسات اس عین مقصد کو پوری طرح واضح کرتے ہیں۔ ترتیب بھی موجودہ ترتیب سے بہتر ہو سکتی تھی۔ تاہم مؤلف نے حضرت اقدسؑ کے ایک ارادہ کی تکمیل کو مدنظر رکھا ہے، اور وہ بہت حد تک اس میں کامیاب ہوئے ہیں، اور اس طرح اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کے مطابق اپنے نامۂ اعمال میں ایک اور سعادت کا اضافہ کر لیا ہے۔ اس سے قبل بھی آپ نے ایک ایسی ہی سعادت حاصل کی تھی، یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق حضور کی صداقت پر بہت سے لوگوں کے کشوف اور رؤیاء کا ایک مجموعہ شائع کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، اور ایسی اور بھی نیکیاں حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کتاب $\frac{20 \times 30}{16}$ سائز کے ۲۴۴ صفحات میں تمام ہوئی ہے۔ کتابت، طباعت عمدہ ہے۔ کاغذ بھی اعلیٰ ہے۔ قیمت فی نسخہ سوا روپیہ۔ ملنے کا پتہ دفتر بشارات رحمانیہ قادیان۔

گذشتہ و موجودہ جنگ کے متعلق پیشگوئیاں

مندرجہ بالا عنوان سے جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لنڈن نے ایک بلند پایہ رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ اس میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی گذشتہ اور موجودہ جنگ کے متعلق اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی موجودہ جنگ کے متعلق پیشگوئیاں بیان کی گئی ہیں ساتھ ہی موجودہ جنگ کے بارے میں انگلستان کے نجومیوں اور سپرچولسٹوں یعنی روحانیت کے مدعیوں کی پیشگوئیوں کی حقیقت بھی بیان کی گئی ہے کہ وہ کس طرح ہر مرحلہ پر جھوٹی نکلیں۔ یہ بہت اچھا علمی تقابل ہے، اور رسالہ کی اشاعت تبلیغی لحاظ سے بہت مفید ہے۔ یہ رسالہ زیر طبع ہے، کاغذ کی گرانی کے باعث نہایت محدود تعداد میں چھپوایا جائیگا، اس لئے آپ دس آنے (۱۰/) کے ٹکٹ بھیجکر اس کی ایک کاپی محفوظ کرا لیں۔

پتہ:- مینجر مکتبہ احمدیہ قادیان

وصیتیں

[illegible] کل ... اللہ ... [illegible] ہو کر ... الادہ کرتے ... بہشتی مقبرہ

[illegible] صاحب ... قوم ... پیشہ زمیندار عمر ۲۳ سال

[illegible] ضلع ... بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ... حسب

[illegible] ... اندازاً ۱۰ بیگہ ہے جس میں سے ۲ بیگہ ...

[illegible] ... ہے اس کے علاوہ میری اور کوئی جائیداد نہیں ہے میرا گذارہ ...

[illegible] ... جائیداد ... کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اسکے

[illegible] ... مجھے حاصل ہوگی۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ فقط مرقومہ ...

[illegible] ... گواہ شد ... سیکرٹری مال انجمن احمدیہ ادرحال ... ضلع سرگودہا۔

[illegible] ... ادرحال ... ضلع سرگودہا۔

[illegible] ... ولد ... عبدالکریم صاحب قوم قریشی پیشہ زراعت عمر ۱۸ سال تاریخ بیعت

[illegible] ... قادیان ... ضلع ... بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ... حسب

[illegible] میری جائیداد ایک مکان مشترکہ جس میں ہم دو بھائی ایک بہن شریک ہیں۔ اس کے علاوہ میری

[illegible] ... اس جائیداد اور آمد کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان

[illegible] ... وفات پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ

[illegible] ... کی ... دستخط ہونگے۔ العبد ... سعید احمد موصی۔ گواہ شد ... عطاء محمد ... موصی

[illegible] ... عبدالرحمن ... موصی۔

[illegible] ... ولد چوہدری صالح محمد صاحب قوم ... پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال تاریخ

[illegible] ... ضلع سرگودہا بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ... حسب

[illegible] میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ غیر منقولہ موضع ادرحال تحصیل بھلوال ضلع سرگودہا میں ... کنال

[illegible] ... کنال ... قیمت تخمیناً ... روپیہ ... مکان موضع ادرحال ... قیمتی

[illegible] ... قادیان ... اندازاً ۳۰۰۰ روپیہ کل مبلغ ... روپے قیمت

[illegible] ... میری ماہوار آمد بصورت ... روپیہ ماہوار ہے۔ اس تمام جائیداد و آمد ماہوار کے

[illegible] ... کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر میری کوئی مزید آمد بصورت ملازمت

[illegible] ... وصیت کرتا ہوں۔ العبد ... ولد صالح محمد ... موصی

گواہ شد: محمد[illegible] ولد [illegible] گواہ شد: [illegible]

نمبر ۶۴۶۸: منکہ مریم بی بی زوجہ ماسٹر محمد الدین منشی فاضل قوم قریشی صدیقی [illegible] بعمر [illegible]

بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان محلہ دارالفضل ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج [illegible]

حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرا زیور مالیتی ڈیڑھ سو روپیہ اور مبلغ ۱۵ پچاس روپے [illegible] حق مہر [illegible]

محمد الدین منشی فاضل محلہ دارالفضل کے ذمہ ہیں۔ گویا میری جائیداد کل تین صد روپیہ ہے جس میں [illegible]

مبلغ تیس روپیہ کی وصیت کرتی ہوں۔ نیز اقرار کرتی ہوں کہ میری وفات کے بعد مندرجہ بالا جائیداد کے [illegible]

اور میری ذاتی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی [illegible]

بقائمی ہوش و حواس روبرو گواہان درج کر دیئے ہیں تا کہ سند ہوں۔ تفصیل زیورات حسب ذیل ہے۔ ایک جوڑی [illegible]

[illegible] وزنی [illegible] ماشہ ۴ رتی [illegible] قیمت ۱۱۱ روپے ۲ آنے۔ ایک جوڑی چھوٹے کانٹے وزنی [illegible] ماشہ [illegible] رتی [illegible]

۲ آنے ۶ پائی کل ۱۴۹ روپے ۴ آنے ۶ پائی۔ العبد: بقلم خود مریم بی بی۔ گواہ شد: [illegible]

ہائی سکول قادیان۔ گواہ شد: محمد دین منشی فاضل خاوند موصیہ بقلم خود

نمبر ۶۴۶۹: منکہ محمد اکبر خان ولد زردادخان صاحب قوم علی زئی افغان پیشہ ملازمت عمر قریباً ۳۰ سال [illegible]

بوقت خلافت اولیٰ ساکن کھم میٹ ڈاکخانہ خاص ضلع ورنگل ریاست حیدرآباد دکن بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج

بتاریخ ۲۰ فروری ۱۹۲۳ء بروز جمعہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں۔ میری [illegible]

دس روپے ماہوار ہے۔ میں اس کے دسویں حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ نیز اگر آئندہ

میں کوئی جائیداد پیدا کروں۔ تو اس کے دسویں حصہ کے لینے کا بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان کو حق ہوگا۔ اگر [illegible]

جائیداد کو پیدا کر کے اس کے کسی حصہ کی ادائیگی کر کے رسید حاصل کر لوں تو اسے منہا سمجھا جائیگا۔ [illegible]

[illegible] باللہ العلی العظیم۔ العبد: محمد اکبر خان معرفت عبدالرحیم میاں رئیسرچ ایگریکلچرل [illegible]

(دکن) گواہ شد: محمد فضل داد ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان۔ گواہ شد: عبدالغنی والد عبدالرحیم میاں [illegible]

نمبر ۶۴۶۷: منکہ کریم بی بی بیوہ غلام رسول صاحب مرحوم قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر [illegible] سال [illegible]

[illegible] ۱۹۲۲ء ساکن موضع بھگلانہ ڈاکخانہ خاص ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج [illegible]

فروری ۱۹۲۳ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد صرف مبلغ [illegible] روپے [illegible]

ماموں چودھری شیر و خان کو قرض حسنہ دیئے ہوئے ہیں یعنی کل جائیداد مبلغ [illegible] روپیہ [illegible]

پچاس روپیہ ہوتے ہیں جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ [illegible]

مذکورہ حصہ اپنی زندگی ہی میں [illegible]

[illegible] ۱۹۲۳ [illegible]

[illegible] رسول گواہ شد ۔

[illegible]

[illegible] صاحب قوم [illegible] پیشہ خانہ داری عمر [illegible] سال [illegible]

[illegible] بلا جبر و اکراہ آج [illegible] ۱۹۲۳

[illegible] میری جائیداد ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن

[illegible] کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت

[illegible] یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی

[illegible] روپیہ میں نے وصول کر لیا ہے جس میں سے میرے

[illegible] مبلغ دو صد روپیہ میرا خاوند ہے۔ العبد: مالکہ بی بی

[illegible] گواہ شد: عبدالکریم بقلم خود خاوند موصیہ ۔ گواہ شد: عبداللہ

[illegible] سکول قادیان ۔

[illegible] بنت ڈاکٹر غلام علی صاحب مرحوم قوم ہاشمی قریشی پیشہ طالب علم عمر سترہ سال

[illegible] بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۳ ۱۸ حسب ذیل

[illegible] کوئی جائیداد نہیں صرف یکصد روپیہ میرے پاس نقد ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت

[illegible] قادیان کرتی ہوں۔ اس وقت میری کوئی آمد نہیں۔ میرے مرنے پر اگر کوئی جائیداد وغیرہ ثابت

[illegible] صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ اگر کوئی اضافہ آمد ہوئی۔ تو اطلاع دیتی رہوں گی۔ الراقمہ

[illegible] ڈاکٹر غلام علی صاحب مرحوم محلہ دار الفضل قادیان۔ گواہ شد: محمود احمد [illegible] اسمٰعیل

[illegible] میاں عبدالخالق سیالکوٹی محلہ دار الفضل قادیان ۔

[illegible] مولوی محمد الدین صاحب قوم [illegible] پیشہ خانہ داری عمر [illegible] سال ۔

[illegible] بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳/۲۴ حسب ذیل وصیت

[illegible] روپے نقد ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں

[illegible] جائیداد کے علاوہ اگر اور میری ذاتی جائیداد ثابت ہو تو اس کے

[illegible] قادیان ہوگی۔ [illegible] یہ الفاظ بقائمی ہوش و حواس بدیں گواہان درج کرتے ہیں تاکہ

[illegible] تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان۔ گواہ شد: [illegible]

[illegible] تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان۔

وصیت نمبر ۹۲۶۲: منکہ [illegible] بیگم بنت [illegible] زوجہ [illegible] احمد [illegible] قوم [illegible] پیشہ [illegible] عمر [illegible] سال تاریخ بیعت [illegible] ساکن قادیان [illegible] بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ [illegible] حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت کوئی غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے۔ البتہ میرا حق مہر مبلغ پانچ صد روپیہ بطور زیور [illegible] جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اور میرا جیب خرچ ایک صد روپیہ ہے جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی میری جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی [illegible] حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ الامۃ: (نشان انگوٹھا) فاطمہ بیگم زوجہ خلیل احمد [illegible] قادیان۔ گواہ شد: خلیل احمد [illegible] قادیان ولد [illegible]۔ گواہ شد: عبدالرحیم احمدیہ [illegible]

وصیت نمبر ۹۲۵۹: منکہ ملک خیر دین ولد کرم دین صاحب قوم ملک پیشہ تجارت عمر ۶۵ سال تاریخ بیعت [illegible] ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵ مارچ ۱۹۲۳ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری غیر منقولہ جائیداد اس وقت کوئی نہیں ہے۔ البتہ دس مرلہ زمین واقعہ محلہ دارالیسر قادیان میری خرید کردہ ملکیت ہے جو کہ نشیب میں واقعہ ہونے کی وجہ سے مبلغ یکصد روپیہ ہے۔ اس کے علاوہ میرے پاس ایک گھوڑا [illegible] ہے۔ اور میرے اثاث البیت کی مجموعی قیمت مبلغ ۴۱ روپے ہے۔ کہ کل رقم [illegible] میری ماہوار آمد اس وقت مبلغ پانچ روپے ہے۔ میں اپنی غیر منقولہ جائیداد یعنی [illegible] اور اپنی ماہوار آمد یعنی پانچ روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان بقائمی ہوش و حواس اور خوشنودی قلب سے کرتا ہوں۔ میری وفات پر مذکورہ بالا جائیداد کا ۱/۱۰ حصہ لے لیا جائے۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں اس رقم واجب الادا میں سے کچھ حصہ ادا کر دوں تو وہ میری وصیت کی رقم میں مجرا کر لیا جائے۔ نیز میری وفات پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد: (نشان انگوٹھا) خیر دین موصی۔ گواہ شد: محمد اللہ داد ریٹائرڈ مدرس محلہ دارالعلوم۔ گواہ شد: محمد فضل داد عفی عنہ ٹیچر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان۔

وصیت نمبر ۹۲۵۷: منکہ نواب دین سقہ ولد کاکا قوم لودی افغان پیشہ [illegible] عمر [illegible] سال تاریخ بیعت [illegible] احمدی ساکن سیکھواں ڈاکخانہ [illegible] ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ [illegible] حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری اور کوئی جائیداد نہیں ہے۔ سوائے ایک رہائشی مکان [illegible] کے۔ مکان پختہ نہیں ہے بلکہ خام ہے جس کی قیمت صرف [illegible] روپے ملکیت رکھتا ہے [illegible] لگائی گئی ہے۔ جملہ جائیداد یکصد روپیہ تک ہے۔ سو اس یکصد روپیہ کی وصیت [illegible]

[illegible] ادا کرنے کی اگر [illegible] میری وفات کے وقت

[illegible] وصیت [illegible] کی مستحق [illegible] کے حقدار ہوں گی۔ اگر وہ

[illegible] حصہ کی مالک ہوگی۔ العبد: نواب دین

[illegible] گواہ شد: مہر سلطان احمد ولد [illegible]

[illegible] ولد اکبر [illegible] صاحب قوم افغان (بیعت ...) پیشہ ملازمت عمر [illegible] سال

[illegible] صدر [illegible] قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج

[illegible] حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں۔ میں طالب علمی کی حیثیت

[illegible] ماہوار [illegible] اس کے دسویں حصہ کی بھی وصیت کرتا ہوں جو ہمیشہ باقاعدہ

[illegible] وفات پر اگر میری کوئی جائیداد ہو۔ تو اس کے دسویں حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ مالک ہوگی

[illegible] جنرل محلہ دارالعلوم قادیان۔ گواہ شد: عبد الحمید ریلوے آڈیٹر لاہور حال قادیان

[illegible] دارالعلوم قادیان۔

[illegible] غلام ہاجرہ بیگم زوجہ کرم دین قوم [illegible] پیشہ خانہ داری عمر ۲۸ سال پیدائشی احمدی ساکن

[illegible] ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲ رمضان ۱۳۴۲ھ مطابق [illegible]

[illegible] میری جائیداد مندرجہ ذیل ہے۔ نقدی ۶۰ روپے۔ زیور چوڑیاں طلائی دو عدد وزن ۲ تولہ

[illegible] طلائی ایک تولہ کل ۳½ تولہ بحساب ۲۰ روپے فی تولہ کل ۲۲۳ روپے ۸ آنے۔ پازیب

[illegible] ۱۵ روپے کل میزان نقد و زیورات ۹۹۷ روپے ۸ آنے۔ اس رقم کے ۱/۱۰ حصہ کی یعنی ۹۹ روپے

[illegible] کی صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت

[illegible] میرے ورثاء پابند ہوں گے۔ الامۃ: غلام ہاجرہ بیگم۔ گواہ شد: کرم دین احمدی خاوند

[illegible] اقبال احمد قریشی جنرل محصل بیت المال قادیان۔

[illegible] عبد العزیز ولد میاں غلام غوث صاحب قوم گوجر پیشہ طالب علمی عمر ۲۳ سال تاریخ

[illegible] حال دارالبرکات قادیان ڈاکخانہ دھوریہ ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس

[illegible] حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری ذاتی جائیداد اسوقت منقولہ یا غیر

[illegible] کی طرف سے [illegible] روپے ماہوار بطور جیب خرچ ملتے ہیں۔ میں اس کے

[illegible] کرتا ہوں۔ اگر بعد میں میری کوئی آمدنی یا جائیداد پیدا ہوگی۔

[illegible] ہوگا۔ میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں۔ کہ اگر میری وفات

کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ [illegible]

[illegible] وصیت سمجھے جاویں۔ العبد۔ میاں عبد الرحیم دار البرکات قادیان۔ گواہ شد۔ شیخ فضل حق [illegible]

نمبر ۲۲۵۲ ۔ منکہ محمد جمیل احمدی افریقی ولد میاں میراں بخش صاحب مرحوم قوم آرائیں پیشہ [illegible]

تاریخ بیعت [illegible] ساکن شنگل باغبانان ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ

آج بتاریخ [illegible] حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری منقولہ و غیر منقولہ جائیداد [illegible]

اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم [illegible]

خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بعد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی

قیمت وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی دسویں حصہ

کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے: (۱) قیمت حویلی [illegible]

(۲) قیمت حصہ مکان رہائشی ۵۰۰ روپے (۳) قیمت ملکیت زمین کھاتہ خود مع کھاتہ زمین وغیرہ [illegible]

(۴) قیمت خرید زمین قادیان برائے دوکان و مکان وغیرہ ۔۔۔ روپے۔ کل میزان [illegible] روپے۔ العبد

بقلم خود محمد جمیل احمدی افریقی ساکن شنگل باغبانان۔ گواہ شد: عزیز الدین برادر محمد جمیل۔ گواہ شد: [illegible]

نمبر ۲۲۵۳ ۔ منکہ محمد احمد ولد مولوی محمد اسمٰعیل صاحب فاضل مرحوم قوم [illegible] پیشہ وقف زندگی عمر [illegible]

پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ [illegible] حسب ذیل

وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری جائیداد ایک مکان پختہ واقعہ محلہ دار الفضل ہے جس کے ۱/۴ حصہ کا میں مالک ہوں اس کے

علاوہ کوئی جائیداد نہیں۔ اور میرا گذارہ صرف [illegible] ماہوار الاؤنس پر ہے جو دفتر تحریک جدید سے ملتا ہے۔ میں اپنی اس

جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت صدر انجمن احمدیہ کے نام پر کرتا ہوں۔ اگر کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی

بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میری آمد میں اضافہ ہوا تو اس میں سے بھی ۱/۱۰ حصہ ماہوار ادا کرتا رہوں گا۔ اگر میں

جائیداد میں سے کوئی حصہ زندگی میں ادا کر دوں تو اسے منہا سمجھا جائیگا۔ العبد: محمد احمد [illegible] واقف زندگی [illegible]

دار المجاہدین قادیان۔ گواہ شد: مشتاق احمد بقلم خود دار المجاہدین قادیان۔ گواہ شد: عبد اللطیف [illegible]

نمبر ۲۲۵۴ ۔ منکہ عبد الرحیم ولد مولا بخش قوم قریشی پیشہ طبابت عمر [illegible] سال تاریخ بیعت [illegible]

بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ فروری ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری [illegible]

جو کچھ ماہواری آمدنی ہوا کریگی اسکا دسواں حصہ ادا کرتا رہا کرونگا۔ اور اسوقت کسی قسم کی جائیداد نہیں [illegible]

کے بعد جو بھی کسی قسم کی جائیداد ثابت ہو اسکے بھی دسویں حصہ کی صدر انجمن احمدیہ مالک ہوگی۔ [illegible]

[illegible] العبد: ڈاکٹر عبد الرحیم [illegible] دار الفضل قادیان۔ گواہ شد: [illegible]

[illegible] قادیان [illegible] نمبر ۹۷۴ منکہ عطاء اللہ ولد محمد بخش قوم [illegible]

[illegible] سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۳/۱/۱۳

[illegible] میری کوئی جائیداد اس وقت کوئی نہیں میری ماہوار آمد مبلغ ۱۵ روپیہ اور سوا دو روپے فیصد

[illegible] آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا نیز میرے مرنے کے بعد اگر

[illegible] جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی العبد

[illegible] بقلم خود عبد الحق - گواہ شد حکیم اللہ دتا بقلم خود - نمبر ۹۷۵ - منکہ سید

[illegible] ولد مولوی سید محمد عبد الواحد صاحب قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن

[illegible] قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ یکم تبلیغ ۱۳۲۲ ہش

[illegible] اس وقت کوئی جائیداد نہیں میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ مبلغ [illegible] روپے ہے میں اپنی آمد

[illegible] وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں - اور اقرار کرتا ہوں کہ تا زیست اپنی آمد کا دسواں حصہ

[illegible] قادیان کو ادا کرتا رہونگا نیز میرے مرنے کے بعد اگر میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو

[illegible] حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی - العبد : سید اعجاز احمد مولوی فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ قادیان

[illegible] مولوی فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان - گواہ شد :- ابو الہاشم خان چودھری

[illegible] منکہ آمنہ بیگم بنت میاں جلال الدین صاحب قوم سٹھی راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۲۳ سال پیدائشی

زوجہ میاں عبد الغنی صاحب

[illegible] ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۳/۱/۴

[illegible] میری اس وقت کوئی جائیداد غیر منقولہ و منقولہ نہیں ہے - صرف مہر مبلغ ۱۰۰ روپے

[illegible] واجب الادا ہے پس اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اسکے

[illegible] کوئی نہیں ہے - اس مہر کا ۱/۱۰ حصہ میں اپنی زندگی میں ادا کر دونگی - اگر نہ کر سکوں تو اسکے ذمہ دار

[illegible] اگر مجھے مرنے پر کوئی میری جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ

[illegible] (نشان انگوٹھا) آمنہ بیگم زوجہ عبد الغنی صاحب - گواہ شد : محمد یوسف [illegible] برادر حقیقی موصیہ

[illegible] نمبر ۹۷۶ - منکہ حافظ مبارک احمد ولد مولوی عبد الرحمن صاحب قوم گوندل

[illegible] پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۳/۲/۲۳ حسب

[illegible] کوئی جائیداد نہیں - صرف ملازمت ہے - ماہانہ تنخواہ ۰۰ روپے ملتی ہے - اس تنخواہ کے

[illegible] مرنے کے بعد اگر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک

[illegible] کلیم الرحمن بقلم خود - گواہ شد فضل کریم [illegible]

نمبر ۱۲۷۸ - [illegible] احمد صاحب ولد [illegible] صاحب قوم [illegible]

[illegible] ساکن [illegible] قادیان [illegible] ہوش و حواس [illegible] آج بتاریخ [illegible]

[illegible] ہے میرا گذارہ [illegible] کا ہے [illegible]

کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں - اور یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ جو جائیداد میرے

[illegible] ثابت ہو - اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی - العبد [illegible]

گواہ شد - محمد احمد ثاقب دارالرحمت قادیان - گواہ شد - ڈاکٹر [illegible] بخش قوم خود - **نمبر ۱۲۷۹** - [illegible] بی بی زوجہ

مولوی صدر الدین قوم کھوکھر عمر ۲۷ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۳ء ساکن مونگ ضلع گجرات پنجاب بقائمی ہوش و حواس [illegible]

و اکراہ آج بتاریخ [illegible] حسب ذیل وصیت کرتی ہوں - میری جائیداد صرف حق مہر ہے - جو مبلغ [illegible] روپے ہے

میں نے اپنے خاوند سے نقد وصول پا لیا ہے - اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں

(۲) اس رقم کا ۱/۱۰ حصہ - [illegible] ہے - جو میں اپنی زندگی میں ہی نقد داخل کرونگی اور رسید حاصل کرونگی - (۳) [illegible]

علاوہ میرے مرنے سے پہلے کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو - تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ

قادیان ہوگی - الامۃ : - نشان انگوٹھا [illegible] بی بی موصیہ از مونگ - گواہ شد - غلام رسول [illegible]

گواہ شد - صدر الدین خاوند موصیہ از مونگ ضلع گجرات پنجاب **نمبر ۱۲۸۰** - مسماۃ مہر [illegible] بیوہ غلام محی الدین

قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۸ء ساکن [illegible] ضلع ہوشیارپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر

و اکراہ آج بتاریخ یکم فروری ۱۹۲۳ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں - میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے [illegible]

جس کے نصف مبلغ پچاس روپے ہوتے ہیں میرے پاس جمع ہیں - اس کے سوا میرے پاس اور کوئی جائیداد نہیں ہے - [illegible]

رقم کے ۱/۹ حصہ کی وصیت میں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں - میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد میری ثابت

ہو - تو اس کے بھی ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی - یہ چند سطور لکھدیں تا سند رہے اور بوقت ضرورت

کام آوے - کاتب الحروف محمد شجاعت علی انسپکٹر بیت المال - الامۃ : - نشان انگوٹھا مہر [illegible] - گواہ شد -

خیرو خان پسر موصیہ (نشان انگوٹھا) گواہ شد : - (نشان انگوٹھا) فتح علی پسر موصیہ **نمبر ۱۲۸۲** - [illegible]

عزیز الدین صاحب قوم قاضی پیشہ ملازمت عمر ۲۹ سال تاریخ بیعت جنوری ۱۹۲۱ء ساکن [illegible] محلہ [illegible] ضلع گجرات بقائمی ہوش و

حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ [illegible] حسب ذیل وصیت کرتا ہوں - میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں [illegible]

ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا - اور اگر کوئی جائیداد [illegible]

کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا - اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی - نیز میرے مرنے کے وقت [illegible]

ترکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی - العبد [illegible]

[illegible]

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحید الاذہان

جلد ۴۲ | ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۲ھ مطابق مئی سنہ ۱۹۴۳ء | نمبر ۵

فہرست مضامین

ایک معزز خاتون کے نام تبلیغی خط

(از جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس امام مسجد لنڈن)

مندرجہ ذیل خط میں نے ایک معزز خاتون کو ۳ مارچ ۱۹۴۲ء کو لکھا تھا، جبکہ وہ لنڈن میں مقیم تھیں۔ اپریل میں انکے واپس ہندوستان جانیکی تیاری ہوگئی۔ لیکن پھر بعض وجوہات کی بناء پر انہوں نے اپنا سفر چندماہ کیلئے ملتوی کردیا۔ اس اثناء میں ان سے سلسلہ کے متعلق گفتگوئیں بھی ہوئیں۔ اور انہوں نے "تحفۂ امیر کابل" "کشتی نوح" وغیرہ کتب کا مطالعہ بھی کیا، اور جب اللہ تعالیٰ نے ان پر احمدیت کی صداقت ظاہر کردی، تو انہوں نے احمدیت قبول کرلی۔ اللہ تعالیٰ انہیں استقامت عطا فرمائے۔ پہلی چند سطور چھوڑکر مکتوب کا مضمون مندرجہ ذیل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا کی مثال ایک پل سے دی ہے، یعنی جیسے مسافر ایک پل پرسے گزرکر اپنی منزل مقصود کے راستہ پر چلا جاتا ہے، اور پل کو اپنا اصل مقصود قرار نہیں دیتا، اسی طرح ایک انسان جو اس دنیا میں آتا ہے، اس کی مثال بھی ایک مسافر کی سی ہے، جو اس دنیا میں چندروز ٹھیرکر دار آخرت کو چلا جاتا ہے۔ یا اسکی مثال اس مسافر کی سی ہے، جو ایک سایہ دار درخت کے نیچے سانس لیکر پھر اپنا سفر شروع کردیتا ہے۔ غرض دنیا ایک عارضی چیز ہے، جسے ہرحال انسان کو ایک نہ ایک دن چھوڑنا پڑتا۔

اور آخرت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ جب دوزخی دوزخ میں ڈالے جائینگے اور جنتی جنت میں چلے جائیں گے، اسوقت موت کو ایک بکرے کی صورت میں لایا جائے گا، اور اسے ذبح کردیا جائیگا، اور دوزخیوں سے کہدیا جائے گا، کہ اب موت نہیں ہوگی۔ اور جنتیوں سے بھی کہا جائیگا کہ اب مرنا نہیں ہوگا، یہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، کہ اس وقت

دوزخی اس قدر غمگین ہوں گے، کہ اگر موت ہوتی تو غم سے مرجاتے، اور جنتی اسقدر خوش ہوں گے کہ اگر موت ہوتی، تو وہ خوشی سے مرجاتے۔ سو یہ دنیا کی زندگی اس ہمیشہ کی زندگی کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ دنیا کی بے ثباتی کا کوئی عقلمند انکار نہیں کرسکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

عیش دنیائے دوں دمے چند است — آخرش کار با خداوند است
ایں سرائے زوال و موت و فنا است — ہر کہ بنشست اندریں برخاست
یکدمے رو بسوئے گورستاں — از خموشاں آں بپرس نشاں
کہ مآل حیات دنیا چیست — ہر کہ پیدا شد است تا کے زیست
دولت عمر دمبدم بزوال — تو پریشاں بفکر دولت و مال
خویش و قوم و قبیلہ پُر ز دغا — تو بریدہ برائے شاں ز خدا
ہست آخر باں خدا کارت — نہ تو یارے کسے نہ کس یارت

پس جب انسان دین کے متعلق تحقیقات کرے، تو اسے دنیا کو ایک طرف رکھ کر غور کرنا چاہیئے۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری باتوں کو جو میں لکھوں گا، اسی اصل کے ماتحت پڑھیں گی، اور انپر غور فرمائینگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ کا دعویٰ یہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔ اور یہ دعویٰ ایسا نہیں اجسے نظر انداز کر دیا جائے کیونکہ اگر وہ واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں، تو ان کا ماننا دنیا کے ہر فرد پر فرض ہے۔ اور اگر وہ سچے نہیں، بلکہ نعوذ باللہ انہوں نے خدا پر جھوٹ باندھا تھا، تو پھر لازمی طور پر وہ خدا تعالیٰ کے ایک مجرم ہوں گے۔ اس لئے ہر عقلمند انسان کا یہ فرض ہے، کہ وہ ان کے دعویٰ پر سنجیدگی سے غور کرے، اور دیکھے کہ آیا وہ اپنے دعویٰ میں سچے تھے یا جھوٹے۔ اس مرحلہ پر مخالفوں کی طرف سے سب سے پہلے یہ سوال اٹھایا جاتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، یعنی آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، لہذا ہمیں

کسی مدعی کے دعویٰ کی نسبت غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔

پہلا جواب اس سوال کا یہ ہے، کہ یہ عقیدہ کہ خدا تعالیٰ کوئی نبی نہیں بھیجیگا، اور کسی سے کلام نہیں کرے گا، پہلے لوگوں کا بھی تھا۔ چنانچہ اصول فقہ کی کتاب مسلّم الثبوت میں لکھا ہے کہ یہودیوں کا بھی یہ عقیدہ ہو گیا تھا، کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا انکی زندگی میں انکار کیا گیا حَتّٰٓی اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا یعنی وہ مر گئے تو پھر تم نے کہدیا، کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کوئی رسول نہیں بھیجیگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی لوگوں کا یہ عقیدہ تھا، کہ خدا تعالیٰ کسی کو مبعوث نہیں کرے گا جیسا کہ سورہ جن میں مذکور ہے۔ پس یہ کہدینا کہ چونکہ کوئی نبی نہیں آئیگا، لہذا ہمیں غور کرنے کی ضرورت نہیں، درست نہیں۔ کیونکہ ایسا ہی عقیدہ رکھنے سے پہلی قومیں رسولوں کے انکار کر دینے کی وجہ سے تباہ ہو گئیں۔ ہندوؤں نے صرف اپنے پہلے چار رشیوں کے بعد کسی نبی کی نبوت کو تسلیم نہ کیا۔ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے بعد کسی رسول کا آنا تسلیم نہ کیا۔ یہود نے بھی بنی اسرائیل سے باہر کسی نبی کا وجود نہ مانا۔

دوسرا جواب تمام مسلمانوں کا آجتک یہ عقیدہ رہا ہے، کہ حضرت عیسیٰؑ دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ نبی تھے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فی الواقعہ ایسے نبی تھے، کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو حضرت عیسیٰؑ کیسے آسکتے تھے؟ لیکن ان کے متعلق تمام مسلمانوں کا عقیدہ رہا ہے، کہ وہ آئیں گے اور نبی ہونگے۔ اب فرق صرف اتنا رہ جاتا ہے، کہ ہم کہتے ہیں، اگر کوئی نبی آسکتا ہے، تو وہ اسی امت یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں سے ہو سکتا ہے، باہر سے نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہمارے مخالف کہتے ہیں، کہ نیا نبی تو نہیں آسکتا، لیکن پرانا آسکتا ہے۔ جس کے یہ معنے ہیں، کہ امت اسقدر بگڑ جائے گی اور دنیا میں اسقدر گمراہی پھیل جائے گی، کہ اس کے لئے نبی کی ضرورت تو ہوگی، لیکن چونکہ امت محمدیہ بوجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہونے کے اس لائق نہیں رہی، کہ اس کے کسی فرد کو نبوت کے مقام پر پہنچایا جائے لہذا حضرت عیسیٰؑ ہی کو دوبارہ بھیجا جائے گا۔ مگر ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت محمدیہ کے

روحانی طور پر باپ ہیں۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ تمام انبیاء بھائی بھائی ہیں، اور یہ کہ حضرت عیسیٰؑ بھی آپکے بھائی ہیں۔ لہٰذا وہ امت محمدیہ کے روحانی طور پر چچا ہوئے۔ اور امت محمدیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد ہے، اسکی موجودگی میں آنحضرت صلعم کے روحانی ورثہ کا وارث چچا کیونکر ہوسکتا ہے، جب کہ عقلاً، شرعاً، قانوناً اور رواجاً ہمیشہ اولاد وارث ہوتی ہے۔ ہاں اولاد اگر بے وقوف ہو، تو چچا وغیرہ کو ان کا گارڈین مقرر کیا جاتا ہے۔ لیکن امت محمدیہ کے متعلق تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ یعنی امت محمدیہ سب امتوں سے بہتر امت ہے۔ اس لئے یہ کیونکر ہوسکتا ہے، کہ اولاد کی موجودگی میں آنحضرتؐ کے روحانی ورثہ کا وارث چچا ہو۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آنے کے تو غیر احمدی بھی قائل ہیں اور ہم بھی۔ فرق صرف اتنا ہے، کہ وہ سمجھتے ہیں کہ امت اسقدر نالائق ہے، کہ وہ یہود اور عیسائیوں کی برائیوں کی تو وارث ہوسکتی ہے، لیکن خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی انکی طرح وارث نہیں ہوسکتی۔ اور ظاہر ہے کہ اس میں صریح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی توہین اور ہتک ہے۔ اور یہ خودداری کے بھی خلاف ہے۔ یہود نے آنحضرتؐ کی نبوت کا اس لئے انکار کر دیا، کہ آپ بنی اسرائیل سے نہ تھے، بلکہ اسمٰعیلی تھے۔ اور انہوں نے کہا کہ اگر نبوت کے انعام کا کوئی مستحق ہوسکتا ہے، تو وہ صرف بنی اسرائیلی ہیں، بنی اسمٰعیلی نہیں ہوسکتے۔ لیکن اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کو امت میں سے بھیجا، تو مسلمانوں نے کہدیا، آنا ہرا بول، بھلا ایک امتی نبوت کے مقام کو کب پہنچ سکتا ہے؟ یہ تو بنی اسرائیل ہی کا حصہ ہے۔ لہٰذا انہوں نے مسیح موعود کا انکار اس بناء پر کر دیا، کہ وہ اسرائیلی نہیں، بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت سے ہیں۔

تیسرا جواب۔ خاتم النبیین کے معانی پر غور نہیں کیا گیا۔ بھلا یہ کیونکر ہوسکتا تھا، کہ ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد ایک نبی مسیح کے آنے کی پیشگوئی کریں، اور دوسری طرف خاتم النبیین کے الفاظ کی بناء پر یہ عقیدہ بھی رکھیں، کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس لئے میں مختصر طور پر خاتم النبیین کی صحیح تفسیر بیان کرتا ہوں۔

قرآن مجید میں خاتَم تا کی زبر سے لکھا ہے، جس کے معنے مُہر کے ہیں۔ دوسری قرأت خاتِم ہے، جس کے معنے مہر لگانے والا ہے۔ اور مُہر کے لگانے سے غرض تصدیق کرنا ہوتی ہے۔ اس صورت میں خاتم النبیین کے معنے یہ ہوئے، کہ آپ سب نبیوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ یعنی کسی نبی کی نبوت اس وقت تک ثابت نہیں ہوسکتی، اور نہ کسی کو کوئی روحانی کمال حاصل ہوسکتا ہے، جبتک کہ آپکی مہر (تصدیق) اس کے ساتھ نہ ہو۔ چنانچہ مولوی آل حسن صاحب نے اپنی کتاب استفسار میں لکھا ہے۔

"کہ انبیائے بنی اسرئیل پر ایمان لانے کی بجز تصدیق حضرت خاتم النبیین کے اور کوئی سبیل باقی نہیں رہی۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اور وہ (یعنی آنحضرت صلعم) خاتم الانبیاء بنے، مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ ان سے کوئی روحانی فیض نہیں ملیگا۔ بلکہ ان معنوں سے کہ وہ صاحب خاتم ہے۔ بجز اس کی مُہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور اس کی امت کے لئے قیامت تک مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوگا، اور بجز اس کے کوئی نبی صاحب خاتم نہیں۔ ایک وہی ہے جس کی مُہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔ اور اس کی ہمت اور ہمدردی نے امت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا۔ اور ان پر وحی کا دروازہ جو حصول معرفت کی اصل جڑ ہے، بند رہنا گوارا نہیں کیا۔ ہاں اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا، کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے۔ اور جو شخص امتی نہ ہو، اس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو۔ سو خدا نے ان معنوں سے آپکو خاتم الانبیاء ٹھیرایا۔" (حقیقۃ الوحی صـ۲۷)

نیز فرماتے ہیں:۔

"اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نہ ہوتا، اور آپکی پیروی نہ کرتا۔ تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے، تو پھر بھی میں کبھی شرف مکالمہ

مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔ کیونکہ اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا، اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے، مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔"
(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۲۵)۔

غرض ان معنوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور آپ کا سردار دوجہان اور افضل الانبیاء ہونا ظاہر ہوتا ہے، اور جس قسم کی نبوت کو ہم آپ کے بعد جاری مانتے ہیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے ملتی ہے، اور صرف اسی کو مل سکتی ہے، جو امتی ہو، اور غیر مذاہب والے جب تک کہ وہ اسلام میں داخل نہ ہوں، وحی کی نعمت سے محروم ہیں۔ اور ان معنوں کے لحاظ سے کسی ولی اور کسی مسلم عالم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آنے سے انکار نہیں کیا۔

پھر ہمیں دیکھنا چاہیئے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے کیا معنے سمجھے؟ سو واضح ہو کہ آیت خاتم النبیین سنہ ۵ھ میں نازل ہوئی، اور حضور کے فرزند ابراہیم سنہ ۸ھ میں پیدا ہوئے اور ربیع الاول سنہ ۱۰ھ کو بروز منگلوار وفات پا گئے۔ انکی وفات پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا۔ یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا، تو ضرور صدیق نبی ہوتا۔ پس آیت خاتم النبیین کے نزول پر پانچ سال گذر جانے کے بعد حضورؐ کا یہ فرمانا ثابت کرتا ہے، کہ حضورؐ نے آیت خاتم النبیین سے نبوت کو بکلی بند نہیں سمجھا تھا۔ نیز حضورؐ نے آنے والے مسیح کو نبی اللہ بتایا۔ نیز فرمایا کہ اَبُوْبَكْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ نَبِيٌّ۔ کہ ابوبکرؓ اس امت میں سب سے افضل ہیں، مگر یہ کہ کوئی نبی ہو۔ یعنی اگر امت میں سے کوئی نبی ہوا تو وہ حضرت ابوبکرؓ سے افضل ہوگا۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا، کہ آنے والا نبی اسی امت میں سے ہونا چاہیئے نہ کہ باہر سے۔

اس کے بعد یہ دیکھیئے کہ صحابہؓ اور سلف صالحین خاتم النبیین کے کیا معنے سمجھے؟ حضرت عائشہؓ کا رتبہ اہل علم سے مخفی نہیں۔ آپ قرآن مجید کے سمجھنے میں ید طولیٰ رکھتی تھیں۔ بڑے بڑے صحابہؓ آپ سے فتویٰ پوچھا کرتے تھے۔ آپ فرماتی ہیں۔ قُوْلُوْٓا خَاتَمُ الْاَنْبِيَآءِ وَلَا تَقُوْلُوْٓا

لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔ یعنی تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تو کہو، مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت عائشہ رضؓ کے اس قول سے ظاہر ہے کہ جو لوگ لفظ خاتم النبیین سے یہ سمجھے ہیں، کہ آپ کے بعد مطلقاً کوئی نبی نہیں آسکتا، وہ غلطی پر ہیں۔

۱۰۔ امام ملا علی قاری جو حنفی فرقہ کے ایک بہت بڑے امام گذرے ہیں، اپنی کتاب موضوعات کبیر میں یہ لکھ کر کہ اگر ابراہیم اور عمر زندہ رہتے اور نبی بن جاتے، تو وہ دونوں آپ کے پیرو ہوتے، فرماتے ہیں۔ فَلَا یُنَاقِضُ قَوْلَہٗ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ اِذِ الْمَعْنٰی اَنَّہٗ لَا یَاْتِیْ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ یَنْسَخُ مِلَّتَہٗ وَلَمْ یَکُنْ مِنْ اُمَّتِہٖ۔ خاتم النبیین کے یہ معنے ہیں، کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا، جو آپکی امت سے نہ ہو اور آپکی ملت اور شریعت کو منسوخ کرے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ایسا نبی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع اور امتی ہو، اور آپکی شریعت کو منسوخ نہ کرے۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے، آسکتا ہے۔ اور اس کا آنا خاتم النبیین کے منافی نہیں۔

۲۔ مولانا جلال الدین رومی مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

پیشہ اش اندر ظہور و در کموں — اِھْدِ قَوْمِیْ اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

باز گشتہ از دم او ہر دو باب — در دو عالم دعوت او مستجاب

بہر این خاتم شد است او کہ بجود — مثل او نے بود نے خواہند بود

چونکہ در صنعت برد استاد دست — نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

ترجمہ:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشہ مبارک خلوت و جلوت میں یہی تھا، کہ آپ خدا سے اپنی قوم کے لئے ہدایت طلب کرتے تھے۔ آپ کی تشریف آوری سے دین و دنیا کے دروازے کھل گئے، اور آپکی دعا دونوں جہان میں مقبول ہوئی۔ یعنی اس عالم میں بھی لوگوں کے لئے شفیع ٹھیرے، اور آخرت میں بھی۔ پس روحانی فیض کی سخاوت کی وجہ سے آپ خاتم ہوئے۔ نہ آپکی مثل پہلے کوئی کامل انسان اور کامل نبی روحانی فیض پہنچانے میں ہوا، اور نہ آیندہ ہوگا۔ اے دوست جب

کوئی شخص کسی صنعت میں دسترس حاصل کر کے کمال کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے، تو کیا تو اس کے متعلق یہ نہیں کہتا کہ اس پر کاریگری ختم ہے؟

۲. حضرت امام محمد طاہر نے تکملہ مجمع البحار میں حضرت عائشہؓ کا مذکورہ بالا قول نقل کر کے حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کے یہ معنے لکھے ہیں۔ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ۔ کہ آنحضرتؐ کی اس قول سے یہ مراد ہے، کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا، جو حضور علیہ السلام کی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔

۳. شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳ میں آنحضرتؐ کی حدیث کی تشریح میں صاف طور پر لکھا ہے، کہ آپ کے بعد ایسا نبی کوئی نہیں ہوگا جو آپکی شریعت کے مخالف ہو۔ بلکہ جب بھی ہوگا آپکی شریعت کے ماتحت ہوگا۔

۵. علامہ السید شریف محمد بن رسول الحسنی البرزنجی جن کا شمار مجددین میں کیا گیا ہے، اپنی کتاب الاشاعۃ لاشراط الساعۃ میں امام ملا علی قاری کا یہ قول نقل فرماتے ہیں:-

"اَمَّا حَدِیْثُ لَا وَحْیَ بَعْدِیْ فَبَاطِلٌ لَّا اَصْلَ لَہٗ نَعَمْ وَرَدَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَمَعْنَاہُ عِنْدَ الْعُلَمَآءِ لَا یَحْدُثُ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ بِشَرْعٍ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ۔"

یعنی یہ حدیث کہ میرے بعد وحی نہیں، باطل اور بے اصل ہے۔ ہاں لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ آیا ہے، جس کے معنے علماء کے نزدیک یہ ہیں، کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہ ہوگا، جو ایسی شریعت لائے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت منسوخ ہو جائے۔

پس جس قسم کی نبوت آنحضرتؐ کے بعد ہم مانتے ہیں، اس قسم کی نبوت کا امت محمدیہ میں پایا جانا قرآن مجید اور احادیث اور صحابہؓ اور سلف صالحین کے اقوال سے ثابت ہے۔ اور اس سے آنحضرت صلعم اور امت محمدیہ کی شان دوبالا ہوتی ہے۔

غرضیکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلعم ایسے عظیم الشان نبی ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا روحانی

انعام ایسا نہیں، جو پہلے کسی انسان پر ہوا ہو اور آپکی امت کو آپ کی پیروی کی برکت سے نہ مل سکتا ہو۔ اور جو مفہوم خاتم النبیین کا ہمارے مخالف پیش کرتے ہیں، اس سے آنحضرتؐ کی کوئی عظمت ظاہر نہیں ہوتی، بلکہ انکی اور امت محمدیہ کی تحقیر لازم آتی ہے۔

خاتم النبیین کے معنے بیان کرنے کے بعد میں قرآن مجید کی ایک دو آیتیں پیش کرتا ہوں، جن سے ثابت ہوتا ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے نبوت مل سکتی ہے۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ یعنی جو خدا اور اس رسول یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے، جن پر خدا کا انعام ہوا یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین سے

اس آیت سے صاف ظاہر ہے، کہ آنحضرتؐ کی اطاعت سے چار قسم کے لوگ پیدا ہونگے۔ نبی، صدیق، شہید اور صالح۔ اس آیت کے متعلق ہمارے مخالف کہتے ہیں، کہ اس میں تو مَعَ کا لفظ ہے، جس کے معنے ساتھ ہونے کے ہیں، نہ کہ انمیں سے ہونے کے۔ یعنی وہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے نہ کہ نبی ہوں گے۔ سو اس کا جواب یہ ہے، کہ مَعَ کے معنے عربی زبان میں مِنْ یعنی سے کے بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ایک جگہ ابلیس کے متعلق فرمایا۔ لَمْ يَكُنْ مَّعَ السّٰجِدِيْنَ اور دوسری جگہ فرمایا۔ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ۔ کہ وہ سجدہ کرنے والوں سے نہ ہوا۔ اسی طرح دعا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ کے ہرگز یہ معنے نہیں کہ جب ابرار نیک مریں، اسی روز ان کے ساتھ ہم بھی مرجائیں۔ بلکہ اس کے یہ معنے ہیں، کہ اے خدا ہمیں نیکوں میں سے بنا کے وفات دیجیو۔ اور اگر مَعَ کے معنے آیت میں ساتھ کے لیں، تو آیت کے یہ معنے ہوں گے، کہ "خدا اور اس رسول کی اطاعت کرنے والے ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا کا انعام ہوا۔" لیکن خود ان پر خدا کا انعام نہیں ہوگا۔ اور وہ منعم علیہم نہ ہوں گے۔ اب یہ کیسے غلط معنے ہیں، یعنی یہ کہ امت محمدیہ پر خدا کا انعام ہی نہیں ہوگا۔

پس اس آیت سے اللہ تعالیٰ کا منشاء یہی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نبی کا آنا بھی ممکن ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے، کہ کن پر خدا کا انعام ہوتا ہے، وہ چار قسم کے لوگ ہیں، نبی، صدیق، شہید اور صالح۔ اور سورہ فاتحہ میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھلائی، کہ ہمیں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے راستہ پر چلائے، جن پر اس کا انعام ہوا۔ تو اس میں بھی صاف اشارہ تھا، کہ امت محمدیہ پر تمام قسم کے انعامات ہوں گے۔ لیکن نبوت چونکہ ایسی نعمت ہے، جو قومی ہے، اور ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ عطا کیا کرتا ہے، اس لئے یہ ضروری نہیں تھا کہ حضرت مسیح موعود سے پہلے بھی امتی نبی آتے۔ پس اس آیت سے صاف ظاہر ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی نبوت کے مقام کو حاصل کر سکتا ہے۔

دوسری آیت سورہ اعراف کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ
فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

یعنی اے آدم کی اولاد اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں، جو تم پر میری آیات پڑھیں گے، تو جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اور اصلاح کرے گا، اس پر کوئی خوف اور حزن نہیں ہوگا۔

اس آیت میں بھی رسولوں کے بھیجنے کا وعدہ ہے۔ اس کے متعلق ہمارے مخالف کہتے ہیں، کہ اس میں آدم کی اولاد کو خطاب ہے۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم سب آدم کی اولاد ہیں، اور اس امر کا ثبوت کہ اس آیت میں بنی آدم سے مراد صحابہ اور آپ کے بعد کے آنے والے لوگ ہیں یہ ہے، کہ اس آیت سے پہلے ایک اور خطاب آدم کی اولاد کو ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

کہ اے آدم کی اولاد! تم اپنی زینت (یعنی عمدہ لباس) ہر مسجد میں رکھو۔ یعنی جب عبادت کرو، تو لباس پہن کر کرو۔ اور کھاؤ اور پیو، لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ اس کے متعلق حدیثوں میں آتا ہے، کہ چونکہ مشرکین کعبہ کا طواف ننگے کیا کرتے تھے، اس لئے یہ آیت اتری، کہ ایسا کرنا درست

نہیں، بلکہ لباس پہن کر طواف کرنا چاہیئے۔ پس یہ آیت بھی اس امر پر صاف دلالت کرتی ہے، کہ آنحضرت ؐ کے بعد رسول آسکتے ہیں۔

تیسری دلیل اس بات کی کہ نبی آسکتا ہے، ضرورت نبوت ہے۔ یعنی ان حالات کا پیدا ہو جانا جو نبی کے بھیجنے کا باعث ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلعم کی نبوت کی ضرورت کے اثبات کے لیئے فرماتا ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ یعنی دیکھو کہ خشکی اور تری میں یعنی عالموں اور جاہلوں، اور ان لوگوں میں جن کے پاس الہٰی کتاب تھی، اور جن کے پاس نہیں بھی، سب میں خرابی واقع ہو چکی ہے صحیح راستہ سے وہ ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں۔ اور اکثر انہیں سے مشرک ہیں۔ اور انواع واقسام کی تاریکیوں میں مبتلا ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی یاد سے بکلی غافل ہیں۔ نیز فرمایا۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بشارت دینے والے اور عذاب سے ڈرانے والے بنا کر بھیجا، اور انہیں کتاب بھی دی، تا وہ ان اختلافات کا فیصلہ کریں جو عام لوگوں میں پیدا ہو چکے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب لوگوں میں اختلاف رائے کثرت سے پایا جاتا ہے، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نبی بھیجکر ان مذہبی اختلافات کا فیصلہ کرواتا ہے۔ پھر کچھ مان لیتے ہیں اور کچھ انکار کر کے عذاب کے مستحق ہو جاتے ہیں پس ان دونوں آیات میں انبیاء کی آمد کی اغراض اور وجوہ اور اسباب بیان کیئے گئے ہیں۔ اب اگر یہ درست ہے، کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا، تو چاہیئے تھا، کہ وہ حالات بھی پیدا نہ ہوتے، جو نبیوں کی آمد کا باعث ہوا کرتے ہیں۔ فساد اور خرابی اور گمراہی کے پھیلنے کے متعلق حدیثوں میں صاف طور پر آتا ہے، کہ آخری زمانہ میں اس قدر سخت گمراہی پھیلے گی، جس کی نظیر پہلے کسی زمانہ میں نہیں پائی گئی، اور قسم قسم کی چیزیں دین سے دور ہٹانے والی نکل آئیں گی یہاں تک کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ اسلام نام کا رہ جائیگا، اور قرآن کا پڑھنا محض رسمی طور پر ہوگا۔ مسجدیں تو بڑی عالی شان بنی ہوئی ہونگی، لیکن ہدایت سے بالکل خالی اور ویران ہوں گی

اور عالموں کی یہ حالت ہوگی، کہ وہ بدترین ہوں گے۔ اور پھر فرمایا کہ اگر یہود اور عیسائی ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوئے، تو میری امت کے ۷۳ فرقے ہوں گے۔ یعنی اس قدر شدید اختلاف ہوگا، کہ ایک دوسرے کے جانی دشمن بنجائیں گے۔

پھر یہ باتیں ایسی نہیں جو صرف تھیوری کے رنگ میں ہوں، بلکہ فعلاً یہ سب باتیں موجود ہیں۔ آج دنیا میں شیطانی طاقتیں جس زور پر ہیں، اور جسقدر لوگ دین سے غافل اور بے پروا ہیں، کیا کسی پہلے زمانہ میں اس کی نظیر مل سکتی ہے؟ بیشک لندن کے چند ہندوستانی کہہ لیں، کہ مسلمانوں میں تو کوئی اختلاف نہیں، مگر وہ ہزارہا کتابیں جو پریس کے ذریعہ چھپ کر شائع ہو چکی ہیں، جن میں شیعوں نے سُنیّوں کو اور سُنیّوں نے شیعوں کو، پھر سنیّوں نے آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں اور ایک دوسرے پر کفر اور بائیکاٹ وغیرہ کے فتوے دئے ہوئے ہیں، وہ کہاں چھپائی جا سکتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے سے پہلے اگر کوئی وہابی سنیّوں کی مسجد میں داخل ہو جاتا، تو مسجد کو دھویا جاتا تھا۔ اور اگر مسجد کچی ہوتی تو وہاں سے مٹی کھود دی جاتی تھی۔ بہرحال میں اس کے متعلق اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا، اپنے دو مخالفوں کی گواہیاں پیش کر دیتا ہوں۔ ایک ڈاکٹر اقبال کی، دوسری مولانا ابوالکلام آزاد کی۔

ڈاکٹر اقبال اپنی کتاب جاوید نامہ میں یہ ذکر کرکے کہ مغرب کے فلاسفروں نے اپنی ابلیسانہ اور مزوّرانہ منطق و سائنس سے دنیا کو تاریک کر دیا ہے۔ اور امیر ہوں یا فقیر، عالم ہوں یا درویش سبھی اپنا کام جھوٹ، دغا، فریب سے نکالتے ہیں۔ لکھتے ہیں ؎

عالماں از علمِ قرآں بے نیاز — صوفیاں درّندہ گرگ و مُو دراز

گرچہ اندر خانقاہاں ہائے و ہوست — کو جوانمردے کہ در صہبا کدوست

ہم مسلمانانِ افرنگی مآب — چشمۂ کوثر بجویند از سراب

بے خبر از سِرّ دیں اند ایں ہمہ — اہلِ کیں اند اہلِ کیں اند ایں ہمہ ص۲۴۳

یعنی عالم علم قرآن سے لاپروا ہیں۔ اور صوفیوں نے لمبے بال چھوڑ رکھے ہیں، مگر سیرت

ورنہ یہ بھیڑیوں کی سی ہے۔ خانقاہوں میں ہائے و ہُو کا شور تو بہت ہے، اگر کسی کے پاس عرفان کی شراب نہیں۔ یورپ کے نقال سراب سے چشمۂ کوثر کے متلاشی ہیں۔ یہی دنیا کے اسرار سے بیخبر ہیں اور کینہ ور ہیں۔

پھر کہتے ہیں ؎

عقلہا بے باک و دلہا بے گداز   چشمہا بے شرم غرق اندر مجاز ص۲۱

یعنی عقلیں بے باک ہو گئی ہیں، اور دلوں میں گداز نہیں رہا۔ آنکھوں میں شرم و حیا نہیں اور مجازی عشق میں غرق ہیں۔

یہ تو ہوئی عالموں، صوفیا، اور بزرگوں کی حالت۔ اب سُنئے نوجوانوں کی حالت جن پر قوم کے مستقبل کا مدار ہوتا ہے ؎

نوجوانان تشنہ لب خالی ایاغ   شستہ رو، تاریک جاں، روشن دماغ

کم نگاہ و بے یقین و نا امید   چشم شاں اندر جہاں چیزے ندید ص۲۲

یعنی نوجوان تشنہ لب ہیں، مگر پیالہ خالی ہے۔ مُنہ تو دھلے ہوئے چمکیلے ہیں، مگر روح تاریک ہے۔ دماغ روشن ہیں مگر دور اندیش نہیں۔ دل یقین و امید سے خالی ہیں۔ اور انہوں نے دنیا میں کچھ نہیں دیکھا۔

پھر عالموں کے متعلق لکھتے ہیں، جن کا عام طبقہ پر اثر ہوتا ہے، اور وہ طبقہ ان کے ماتحت ہوتا ہے ؎

بے نصیب از حکمت دینِ نبیؐ   آسمانش تیرہ از بے کوکبی!

کم نگاہ و کور ذوق و ہرزہ گرد   ملت از قال و اقولش فرد فرد

مکتب و ملا و اسرار کتاب   کور مادر زاد و نور آفتاب،

یعنی ملا کو دین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ اور اس کے آسمان پر کوئی ستارہ نہیں چمکتا، بلکہ وہ تاریک و سیاہ ہے۔ نہ اسے عقل ہے نہ ذوق سلیم۔ فضول گو ہے۔ اور

لغو جھگڑوں سے قوم میں پھوٹ پڑ رہی ہے۔ ملّا اور اس کا مکتب کجا، اور کتاب اللہ کے اسرار کجا۔ کیا کسی مادر زاد اندھے کو نور دکھائی دیتا ہے؟ ملّا انوار روحانی کے لئے مادر زاد اندھے کی طرح ہے، جو کسی صورت میں بھی کتاب اللہ کے اسرار کو نہیں پا سکتا۔

پھر لکھتے ہیں ؎

چہ گویمت ز مسلمان نا مسلمانے   بجز ایں کہ پور خلیل است آذری داند

یعنی عصر حاضر کے مسلمانوں کی حالت کیا بتائی جائے۔ ہے تو فرزند توحید، مگر عمل میں بتوں کا پجاری ہے[1]

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں :-

"آج دنیا پھر تاریک ہے۔ وہ روشنی کے لئے پھر تشنہ ہے۔ وہ پھر سو گئی ہے جیسے بار بار اسے جگایا گیا تھا۔ اور پھر اسے بھول گئی ہے، جس کی تلاش میں بار بار نکلی تھی اس کا وہ پرانا دکھ جس کے علاج کے لئے خدا کے رسولوں نے آہ و زاری کی، اور جس کو چھٹی صدی عیسوی میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں سے آخری مرہم نصیب ہوا، آج پھر تازہ ہو گیا ہے۔ جو تاریکی چھٹی صدی عیسوی میں جہالت نے پھیلائی۔ جبکہ اسلام کا ظہور ہوا تھا، ویسی ہی تاریکی آج تہذیب و تمدن کے نام سے پھیلی ہے۔ جبکہ اسلام اپنی غربت اولیٰ میں مبتلا ہے۔ اگر اس زمانہ میں دنیا میں سب سے بڑی تاریکی دبت پرستی تھی، تو اس کی جگہ آج ہر طرف نفس پرستی چھا گئی ہے۔ اس وقت انسان پتھروں کے معبودوں کو پوجتا تھا، اب خود اپنے تئیں پوجتا ہے۔ خدا کی پرستش اس وقت بھی نہ تھی، اور اس کے پوجنے والے آج بھی نہیں ہیں۔ دنیا کی وہ کونسی بیماری ہے، جو آج پھر عود نہیں کر آئی ہے؟ جبکہ وہ بیمار تھی تو کیا اسکی حالت ایسی ہی نہ تھی، جیسی کہ آج ہے؟

---

[1] ڈاکٹر اقبال کے مذکورہ بالا اشعار میں نے ریویو آف ریلیجنز کے ایک مضمون سے لئے ہیں۔ شمس

پہلے وہ پتھر کی چٹان پر بیماری کی کروٹیں بدلتی ہوگی، اب چاندی سونے کے پلنگ پر لیٹ کر کراہتی ہے۔ لیکن بیماری کے بستر بدل جانے سے بیمار کی حالت نہیں بدل سکتی۔ انسان لہو ولعب، حیات اور غرور، زخارف دنیوی کے نشے سے شاید ہی کبھی اس درجہ مست ہوا ہوگا، جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے۔ اس کی معصیت پرستی قدیم ہے، اور شیطان اسی وقت سے موجود ہے جس وقت سے کہ انسان ہے۔ تاہم معصیت کی حکومت اتنی جابر و قاہر کبھی بھی نہ ہوئی تھی۔ اور شیطان کا تخت اس عظمت اور دبدبہ سے کبھی بھی زمین کی سطح پر نہیں بچھایا گیا تھا، جیسا کہ اب قائم و مسلط ہے۔" (الہلال جلد ۲ ص۲۷۴)

کیا اس صراحت کے بعد آپ خیال کر سکتی ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے بیماری تو پیدا ہونے دی، لیکن اس کے علاج کی کوئی صورت نہ پیدا کی۔ تاریکی تو چھا گئی، لیکن اس کے دور کرنے کے لئے نور نازل نہ کیا۔ پیاس سے لوگ مرنے لگے، لیکن اس رحیم خدا نے انہیں تڑپنے دیا، اور ان کے لئے پانی کی خوشگوار نہر جاری نہ کی۔ جن برائیوں کے دور کرنے کے لئے نبی آیا کرتے تھے، وہ برائیاں تو پیدا ہونے دیں، لیکن نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔ یہ خدائے رحیم و قدوس خدا پر افتراء ہے۔ وہ رحمٰن خدا کبھی ایسا نہیں کرتا، کہ زہر تو پھیلنے دے لیکن اس کے لئے تریاق کوئی نہ بنائے پس یہ اس خدائے قدوس پر ایک بدظنی ہے لیکن یہ قصور ہے تو اس بیمار کا، جو اپنی بیماری کا اعتراف کرتے ہوئے اس طبیب کی بات کو جو خدا نے بھیجا، ہذیان کہتا ہے۔

اس زمانہ کی بے نظیر ظلمت اور تاریکی کیا موجودہ مسلمانوں سے دور ہو سکتی ہے، جبکہ انکی اپنی حالت وہ ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اس حالت کو اس وقت پہنچے، جبکہ انہیں پہلے بعض نیک اور ہدایت دینے والے لوگ بھی موجود تھے، جو آہستہ آہستہ ان سے مفقود ہو گئے۔ اب یہ کہنا کہ یہ خود بخود راہ راست پر آجائیں گے، اور دوسروں کو ظلمت و تاریکی کے گڑھوں اور خندقوں سے باہر نکال لیں گے بالکل غلط خیال ہے۔ میں کہتا ہوں، آجکل عام مسلمانوں کی حالت آنحضرت ؐ کے زمانہ کے منافقوں جیسی

بھی نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ منافقوں کے متعلق فرماتا ہے۔ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝ یعنی وہ جب نماز کے لئے آتے ہیں، تو سستی کی حالت میں آتے ہیں۔ یعنی چستی اور بشاشت سے نماز ہی نہیں ادا کرتے اور وہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں لیکن خوشی سے نہیں۔ بلکہ دل سے وہ خرچ کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن آج کتنے مسلمان ہیں جو مسجدوں میں باجماعت نماز ادا کرتے ہیں؟ پس یہی وہ زمانہ تھا، اور یہی وہ وقت تھا، کہ آسمان سے کوئی شخص ظاہر ہوتا، اور وہ انکی روحانی بیماریوں کا علاج کرتا۔ سو اللہ تعالیٰ نے وہ طبیب اپنے وقت پر بھیجدیا۔ جس نے بہانگ بلند دنیا میں اعلان کر دیا ہے

قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب ۔۔۔ وادیٔ ظلمت میں کیوں بیٹھے ہو تم لیل و نہار
میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر ۔۔۔ میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

اور اس نے ان لوگوں کو جو کہتے تھے، کہ ہم میں سے نبی کوئی نہیں آسکتا۔ البتہ حدیثوں میں یہ وعدہ ہے، کہ تیس دجال ہم میں سے ہوں گے، کہا:۔

"اے بدقسمت قوم! کیا تمہارے حصہ میں دجال ہی رہ گئے؟ تم ہر ایک طرف سے اس طرح تباہ کئے گئے، جس طرح ایک کھیتی کو رات کے وقت کسی اجنبی کے مویشی تباہ کر دیتے ہیں۔ تمہاری اندرونی حالتیں بھی بہت خراب ہوگئیں، اور بیرونی حملے بھی انتہا کو پہنچ گئے۔ صدی کے سر پر جو مجدد آیا کرتے تھے، وہ بات شاید نعوذ باللہ خدا کو بھول گئی: کہ اب کی دفعہ اگر صدی کے سر بھی آیا تو بقول تمہارے ایک دجال آیا۔ تم خاک میں مل گئے، مگر خدا نے تمہاری خبر نہ لی۔ تم بدعات میں ڈوب گئے، مگر خدا نے تمہاری دستگیری نہ کی۔ تم میں سے روحانیت جاتی رہی۔ صدق وصفا کی بو نہ رہی۔ سچ کہو، اب تم میں روحانیت کہاں؟ خدا سے تعلقات کے نشان کہاں؟ دین تمہارے نزدیک کیا ہے؟ صرف زبان کی چالاکی اور شرارت آمیز جھگڑے، اور تعصب کے

جوش اور مذہبوں کی طرح جلے۔ خدا کی طرف سے ایک ستارہ نکلا، مگر تم نے اسکو شناخت نہ کیا۔ اور تم نے تاریکی کو اختیار کیا۔ اس لئے خدا نے تمہیں تاریکی میں ہی چھوڑ دیا۔ اس صورت میں تم میں اور غیر قوموں میں کیا فرق ہے؟ کیا ایک اندھا اندھوں میں بیٹھ کر کہہ سکتا ہے، کہ تمہاری حالت سے میری حالت بہتر ہے؟

اے نادان قوم! مَیں تمہیں کس سے مشابہت دوں۔ تم ان بدقسمتوں سے مشابہ ہو، جن کے گھر کے قریب ایک فیاض نے ایک باغ لگایا۔ اور اس میں ہر ایک قسم کا پھل دار درخت نصب کیا۔ اور اس کے اندر ایک شیریں نہر چھوڑ دی، جس کا پانی نہایت میٹھا تھا۔ اور اس باغ میں بڑے بڑے سایہ دار درخت لگائے، جو ہزاروں انسانوں کو دھوپ سے بچا سکتے تھے۔ تب اس قوم کو اُس فیاض نے دعوت کی، جو دھوپ میں جل رہی تھی، اور کوئی سایہ نہ تھا، اور نہ کوئی پھل تھا۔ اور نہ پانی تھا۔ تا وہ سایہ میں بیٹھیں، اور پھل کھا دیں، اور پانی پئیں۔ لیکن اس بدبخت قوم نے اس دعوت کو رد کیا۔ اور اس دھوپ میں بشدت گرمی اور پیاس اور بھوک سے مر گئے۔ اس لئے خدا فرماتا ہے، کہ انکی جگہ مَیں دوسری قوم کو لاؤں گا۔ جو ان درختوں کے ٹھنڈے سایہ میں بیٹھے گی، اور ان پھلوں کو کھائے گی، اور اس خوشگوار پانی کو پئے گی۔

خدا نے مثال کے طور پر قرآن شریف میں خوب فرمایا، کہ ذوالقرنین نے ایک قوم کو دھوپ میں جلتے ہوئے پایا۔ اور انہیں اور آفتاب میں کوئی اوٹ نہ تھی۔ اور اس قوم نے ذوالقرنین سے کوئی مدد نہ چاہی، اس لئے وہ اسی بلا میں مبتلا رہی لیکن ذوالقرنین کو ایک دوسری قوم ملی، جنہوں نے ذوالقرنین سے دشمن سے بچنے کے لئے مدد چاہی۔ سو ایک دیوار ان کے لئے بنائی گئی، اس لئے وہ دشمن کی دست برد سے بچ گئی۔

سو مَیں سچ سچ کہتا ہوں، کہ قرآن شریف کی آئندہ پیشگوئی کے مطابق وہ ذوالقرنین مَیں ہوں۔ جس نے ہر ایک قوم کی صدی کو پایا۔ اور دھوپ میں جلنے والے وہ لوگ ہیں،

جنہوں نے مسلمانوں میں سے مجھے قبول نہ کیا۔ اور کیچڑ کے چشمہ اور تاریکی میں بیٹھنے والے عیسائی ہیں، جنہوں نے آفتاب کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اور وہ قوم جن کے لئے دیوار بنائی گئی وہ میری جماعت ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں، کہ وہی ہیں جن کا دین دشمنوں کی دست برد سے بچیگا۔ ہر ایک بنیاد جو سست ہے، اسکو شرک اور دہریت کھا جائے گی۔ مگر اس جماعت کی بڑی عمر ہوگی، اور شیطان انپر غالب نہیں آئیگا۔ اور شیطانی گروہ ان پر غلبہ نہیں کرے گا۔ انکی حجت تلوار سے زیادہ تیز اور نیزے سے زیادہ گھسنے والی ہوگی۔ اور وہ قیامت تک ہر ایک مذہب پر غالب آتے رہیں گے۔

ہائے افسوس ان نادانوں پر جنہوں نے مجھے شناخت نہ کیا۔ وہ کیسی تیرہ و تاریک آنکھیں تھیں، جو سچائی کے نور کو دیکھ نہ سکیں۔ میں انکو نظر نہیں آسکتا، کیونکہ تعصب نے انکی آنکھوں کو تاریک کر دیا۔ دلوں پر زنگ ہیں، اور آنکھوں پر پردے۔ اگر وہ سچی تلاش میں لگ جائیں، اور اپنے دلوں کو کینہ سے پاک کر دیں۔ دن کو روزے رکھیں۔ اور راتوں کو اٹھ کر دعائیں کریں۔ اور روئیں، اور نعرے ماریں۔ تو امید ہے، کہ خدائے کریم ان پر ظاہر کر دے کہ میں کون ہوں۔ چاہیئے کہ خدا کے استغنائے ذاتی سے ڈریں" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۱۲)

پھر فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پاکر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کرکے مجھے بھیجا ہے، تاکہ وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے۔ اور تا اسلام کو ان لوگوں کے حملہ سے بچائے، جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے

ہیں " (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۵)۔

اب ایک دلیل میں قرآن مجید سے آپکی صداقت پر پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ ۔ یعنی اگر محمد صلعم خدا تعالیٰ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرتے یعنی دعوٰی وحی میں جھوٹے ہوتے، تو ہم انہیں دائیں بازو سے پکڑ کر اس کی شاہ رگ کاٹ دیتے۔ اور ہمیں ایسا کرنے سے تم میں سے کوئی یا دنیا کی کوئی اور طاقت نہیں روک سکتی تھی۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک اصل بیان فرمایا ہے، کہ جیسے گورنمنٹوں کے خلاف ایجی ٹیشن اور بغاوت پھیلانے والے پکڑے جاتے ہیں، اور انہیں سزا دیجاتی ہے۔ اسی طرح جو شخص خدا پر جھوٹ باندھتا ہے اور کہتا ہے، کہ مجھے یہ باتیں خدا نے بتائی ہیں۔ حالانکہ خدا نے اس سے کوئی بات نہ کہی ہو، تو ایسے شخص کی سزا یہ ہے، کہ وہ قتل کیا جاتا ہے۔ تباہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کا سلسلہ ہرگز نہیں چلتا۔

اب اس اصل کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کو پرکھا جا سکتا ہے۔ آپ نے تیس ۳۰ سال تک متواتر اپنے الہامات شائع کئے۔ اور فرمایا کہ مجھے یہ کلمات وحی کئے گئے ہیں۔ پس اگر آپ جھوٹے ہوتے، تو چاہیئے تھا کہ مذکورہ بالا اصل کے ماتحت آپ قتل کئے جاتے، تباہ کئے جاتے۔ اور آپ کا سلسلہ کٹ جاتا، اور آپ اپنے مدعا میں کامیاب نہ ہوتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى۔ یعنی جو شخص خدا پر افترا باندھتا ہے، وہ ہمیشہ ناکام ہوتا ہے، اور کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ بلکہ آپ نے تو اپنی وفات سے تقریباً تیس ۳۰ برس پہلے یہ کلمات بھی شائع کر دیئے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو خبر دی ہے، کہ آپکی عمر ۸۰ برس کے قریب ہوگی۔ اور یہ وعدہ دیا تھا۔ يَعْصِمُكَ اللّٰهُ مِنْ عِنْدِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَعْصِمْكَ النَّاسُ۔ یعنی اگرچہ لوگ تجھے نہ بچائیں، لیکن خدا تجھے ضرور بچائے گا۔ اور کوئی شخص تجھے قتل نہیں کر سکیگا۔ پس اس وعدہ کے

بعد جب آپ نے دعویٰ کیا، تو آپ کے ہلاک اور تباہ کرنے کے لئے کئی کئی منصوبے کئے گئے، آپ کے خلاف خون کے جھوٹے مقدمات بنائے گئے۔ کفر اور قتل کے فتوے لکھے گئے، قتل کرنے کے لئے خفیہ طور پر آدمی بھیجے گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔ آپ نے کس تحدی اور کس وثوق اور یقین سے فرمایا:۔

"میرے پر ایسی رات کوئی کم گذرتی ہے، جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی، کہ میں تیرے ساتھ ہوں، اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔ اگرچہ لوگ دل کے پاک ہیں، مرنیکے بعد خدا کو دیکھیں گے۔ لیکن مجھے اسی کے منہ کی قسم ہے، کہ میں اب بھی اسکو دیکھ رہا ہوں۔ دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی۔ لیکن وہ مجھے جانتا ہے، جس نے مجھے بھیجا ہے۔

یہ ان لوگوں کی غلطی ہے، اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں میں وہ درخت ہوں، جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔۔ جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے، اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں، کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲ و ۱۳)۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ مولویوں نے شور مچایا، کہ آپ نعوذ باللہ مفتری ہیں، کذاب تھے۔ خدا آپ کا دشمن تھا، اور وہ خود بھی آپ کے دشمن تھے۔ پھر آپ اکیلے ہو کر ان سب کے مقابلہ میں کامیاب ہو گئے۔ اگر خدا نے خلاف قانون مذکور انہیں قتل ہونے سے بچا لیا تھا، تو انکو کامیاب نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ اور بے شک ایسا ہی ہوتا، اگر ان کا دشمن خدا ہوتا۔ لیکن اصل بات یہی تھی، کہ دنیا اگرچہ مخالف تھی۔ مولوی مخالف تھے۔ آریہ سماجی مخالف تھے۔ عیسائی دشمن تھے۔ لیکن خدا آپ کے ساتھ تھا۔ وہی تھا جس نے آپ کے خلاف دشمنوں کے تمام منصوبوں اور تدبیروں کو خاک میں ملا دیا۔ اور اپنے بندہ کو ترقی دی۔

پھر آپ نے واضح الفاظ میں اپنے دشمنوں سے کہدیا، کہ تمہاری دعائیں بھی میرے خلاف

خدا تعالیٰ قبول نہیں کرے گا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :۔

"اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو، کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے، جو اخیر وقت تک میرے ساتھ وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے، سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہانتک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں، اور ہاتھ شل ہو جائیں۔ تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا، اور نہیں رُکے گا، جبتک وہ اپنے کام کو پورا نہ کرے۔"

نیز فرماتے ہیں :۔

"ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو، گالیاں دو جسقدر چاہو، اور ایذا اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جسقدر چاہو۔ اور میرے استیصال کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جسقدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا، کہ اس کا ہاتھ غالب ہے۔"

کیا یہ عجیب امر نہیں ہے، کہ مخالفوں کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا خدا بھی دشمن تھا، اور ان کا دوست تھا۔ لیکن خدا نے انکی دعائیں نہ سنیں، اور حضرت مسیح موعودؑ کو ترقی پر ترقی دی۔ اور آپ کی جماعت میں برکت ڈالی۔ پھر یہی نہیں، کہ ان سے کہا کہ تم بد دعائیں کرلو، بلکہ خود بھی اپنے متعلق یہ فرض کر کے کہ اگر آپ سچے نہیں بلکہ جھوٹے ہیں، خدا سے اپنی ہلاکت اور تباہی کے لئے بد دعائیں کیں، جو جھوٹا شخص کبھی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ۱۸۹۹ء میں آپ نے اپنی کتاب حقیقۃ المہدی میں لکھا ہے

اے قدیر و خالق ارض و سما اے رحیم و مہربان و رہنما!
اے کہ میداری تو بر دلہا نظر اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو مے بینی مرا پُر فسق و شر گر تو دید استی کہ ہستم بد گہر

پارہ پارہ کن منِ بدکار را ، شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
بر دلِ شاں ابرِ رحمت ہا ببار ہر مرادِ شاں بفضلِ خود برار
آتش افشاں بر درو دیوارِ من دشمنم باش و تبہ کن کارِ من
در مرا از بندگانت یافتی قبلۂ من آستانت یافتی
در دلِ من آں محبت دیدۂ کز جہاں آں راز را پوشیدۂ
با من از روئے محبت کار کن اندکے افشائے آں اسرار کن

یعنی اے قادر اور زمین و آسمان کے خالق خدا! اے رحیم و مہربان رہنمائی کرنے والے تو وہ ہستی ہے، جس کی دلوں پر نظر ہے۔ اور جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اگر تیری نگاہ میں میں فاسق و بدکار ہوں، اور تیرے علم میں میں بدگہر ہوں، تو تو مجھ بدکار کو پارہ پارہ کر دے۔ اور میرے دشمنوں کی جماعت کو میری ہلاکت سے خوش کر دے۔ اور ان کے دلوں پر رحمت کی بارش برسا۔ اور اپنے فضل سے انکی ہر مراد کو پورا کر دے۔ اور میرے در و دیوار پر آگ برسا۔ اور میرا دشمن ہو جا۔ اور میرا تمام کاروبار تباہ کر دے لیکن اگر تو جانتا ہے، کہ میں تیرا ہی بندہ ہوں اور میرا قبلہ تیرا آستانہ ہے۔ اور میرے دل میں جو تیری محبت ہے، جسے تو جانتا ہے، اور جس کا راز اس جہان سے پوشیدہ ہے، تو پھر تو مجھ سے محبت والا معاملہ کر، اور ان اسرار کو تھوڑا سا ظاہر کر۔

کیا ایسی بد دعا ایک جھوٹے اور مفتری شخص کے دل سے نکل سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ آیت لَوْ تَقَوَّلَ کے مطابق اللہ تعالیٰ کو خود ہی چاہیئے تھا، کہ آپکو تباہ کر دیتا، اور آپ کا سلسلہ چلنے نہ دیتا۔ لیکن اگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا، تو پھر آپ نے جب اپنے مخالفوں سے کہا، کہ وہ آپ کی ہلاکت کے واسطے بد دعائیں کر کے دیکھ لیں، تو انکی بد دعائیں قبول کر کے ہی ہلاک کر دیتا۔ اگر یہ بھی نہیں کیا تھا، تو آپ نے جب خود اپنی ہلاکت کے لئے خواہش کی تھی، اور بد دعائیں کی تھیں، تو انہی کے مطابق ہلاک کر دیتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپکو ہلاک کرنے کی بجائے آپ کے دشمنوں کو ان کے

تمام منصوبوں میں ناکام کیا، جو انہوں نے آپ کی تباہی کے لئے سوچے۔ اور آپ کو ترقی دی۔ مخلص جماعت عطا کی۔ اور آپ کے سلسلہ کو دنیا کے کونوں تک پھیلا دیا۔ اور جیسا کہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا، کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچا دوں گا، اس نے ایسا ہی کر دکھایا۔

اگر کوئی صدق و اخلاص اور بغیر تعصب کے آپکی تحریروں پر غور کرے۔ اور آپ کی صداقت کو ان معیاروں کے مطابق جو قرآن مجید میں دوسرے انبیاء کی صداقت کے بیان ہوئے ہیں، پرکھنا چاہے۔ تو آپ کی صداقت بآسانی معلوم کر سکتا ہے۔ آپ کے توکل علی اللہ اور اس یقین کامل کو دیکھا جائے، جو آپکو الٰہی وعدوں پر تھا، تو کبھی یہ خیال نہیں کیا جا سکتا، کہ آپ نعوذ باللہ مفتری یا جھوٹے تھے۔ چنانچہ اوائل دعویٰ میں آپ فرماتے ہیں:۔

"یہ عاجز اگرچہ ایسے کامل دوستوں کے وجود سے خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہے، لیکن باوجود اس کے یہ بھی ایمان ہے کہ اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے، اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں، تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میرے ساتھ ہے۔ اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں، اور ایک ذرہ سے بھی حقیر تر ہو جاؤں، اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں، تب بھی میں آخر فتحیاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا، مگر وہ میرے ساتھ ہے۔ میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں، اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل ہیں۔ اے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا، جو میں ضائع ہو جاؤں گا؟ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا؟ جو مجھے ہلاک کرے گا؟

یقیناً یاد رکھو، اور کان کھول کر سنو! کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے

آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پروا نہیں رکھتا۔ میں اکیلا تھا، اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ خدا مجھے چھوڑ دے گا؟ کبھی نہیں چھوڑے گا۔ کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا؟ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے، اور حاسد شرمندہ۔ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ ہوں، اور وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند نہیں توڑ سکتی۔ اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی قسم ہے، کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے کوئی چیز بھی پیاری نہیں، کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے۔ اس کا بول بالا ہو۔ کسی ابتلا سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں۔ اگرچہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ابتلا ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگلوں میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من آں منم کاندر میانِ خاک و خوں بینی سرے[۵]

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر مفصل بحث تحفۂ امیر کابل میں کی گئی ہے۔ اگر اسے مطالعہ فرمائیں، تو آپ کو اور بہت سی باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔

عزیزہ ہمشیرہ صاحبہ! میں نے یہ خط ایک قلبی تحریک کے ماتحت لکھا ہے، جو کئی دفعہ میرے دل میں پیدا ہوئی۔ آپ اسے ایسا ہی یقین فرمائیں، جیسے ایک بھائی اپنی نہایت عزیز چھوٹی ہمشیرہ کو کسی اہم امر کے متعلق لکھتا ہے، جس کے متعلق وہ سمجھتا ہے، کہ اس کے اختیار کرنے میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔ اور نقصان کچھ نہیں۔ اور اس کے قبول کرنے میں خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ جس کی طرف ہم سب نے آخر جانا ہے۔ جبکہ ہر کوئی اپنے نفس کی طرف سے خود ہی جوابدہ ہوگا۔ نہ باپ، نہ بیٹا، نہ بہن، نہ بھائی، نہ بیوی، نہ خاوند کوئی بھی کسی کی مدد نہیں کر سکیگا۔ لیکن ہدایت کو قبول کرنے کی توفیق پانا بھی اللہ تعالےٰ کی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ اللہ تعالےٰ سے بھی نہایت گریہ وزاری اور تضرع اور فروتنی اور عاجزی کے ساتھ دعا کریں، کہ اگر یہ سلسلہ اسی کی طرف سے ہے، اور یہ پودہ اسی کے اپنے ہاتھ کا لگایا ہوا ہے، تو اپنے فضل سے

آپ کو اس میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ کہ اے میرے رسول! جس کو تو چاہے تو اسے سیدھے راستے پر نہیں لاسکتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اسی کو ہدایت دیا کرتا ہے، جو ہدایت اختیار کرنا چاہتا ہے۔ ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور حضرت علی رضؓ کے والد جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی، اور گھر میں آپکو بچوں کی طرح رکھا، اور دعویٰ کے بعد بھی آپ کی ہر موقعہ پہ مدد کی، اور آپ کی خاطر دشمنوں کے طعنے سہے، گالیاں کھائیں، تکلیفیں اٹھائیں ظلم و ستم کا نشانہ بنا، اور آپ کی طرف سے دشمنوں کا ہر موقعہ پر مقابلہ کیا، لیکن اسے یہ توفیق نہ ملی، کہ وہ اسلام قبول کرنے کا اعلان کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بارہا ان کی ہدایت کے لئے گداز ہوکر آستانہ الٰہی پر گرا، دعائیں کیں، اور آخر ان کے مرنے سے پہلے بھی آنحضرت صلعم نے ان سے کہا، کہ وہ ایک دفعہ اپنی زبان سے لا الٰہ الّا اللہ کہدیں۔ لیکن انہوں نے اس خیال سے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ آخری وقت میں بڑھے نے اپنے بھتیجے کی بات مان لی، زبان سے نہ کہا۔ پس اس نے اپنے خالق خدا کا جس کے پاس وہ جارہا تھا خیال نہ کیا۔ بلکہ دنیوی عزت کو مقدم کیا۔ اسوقت آنحضرت صلعم کے شکر گذار دل کی جو کیفیت ہوئی ہوگی اسکا اندازہ لگانا کسی انسان کا کام نہیں، جو اس کے احسان کے عوض میں چاہتا تھا کہ اسکا محسن ہدایت پاجائے اور آسمانی عزت کا وارث ہو لیکن اسے یہ توفیق نہ ملی۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ابوطالب جہنم میں پاؤں تک آگ میں ہوگا۔ پس ہدایت کو پانا جبتک کہ فضل الٰہی شامل حال نہو بہت مشکل ہے۔ بیشک اہل دنیا اس کے دشمن ہوجاتے ہیں لیکن یقین جانئے ؎

کس بچشم یار صدیقے نشد تا بچشم غیر زندیقے نشد

کہ کوئی شخص اپنے محبوب خدا کی آنکھ میں صدیق نہیں ہوسکتا جبتک کہ وہ غیروں کی نظر میں زندیق نہ ہو۔ اس لئے آپ دعا بھی کریں اور نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ کو باربار پڑھا کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ والسلام

آپ کا بھائی

جلال الدین شمس

عقیدۂ نسخ فی القرآن

(از جناب مولانا ملک سیف الرحمٰن صاحب فاضل)

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ
آج کے دن ہم نے کامل کر دیا تمہارے لئے دین اور پوری کر دی تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا
لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا
تمہارے لئے اسلام کو دین۔

"ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں، کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے۔ اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام و اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا، اور نہ کم ہو سکتا ہے۔ اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام نہیں ہو سکتا، جو احکام قرآنی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغییر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے، تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج ملحد اور کافر ہے۔" (ازالہ اوہام ص۱۳۸ طبع اول)

"قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا آخری ہدایت نامہ ہے۔ وہ نسخ سے محفوظ ہے۔ اس کے اندر جو کچھ موجود ہے، مسلمانوں کے لئے قابل عمل ہے۔ اس کا کوئی حصہ نہیں جو دوسرے حصہ کے مخالف ہو، اور قابل نسخ سمجھا جائے۔ خدا خود اس کا محافظ ہے ..... اسمیں کوئی نسخ ماننا بھی غلط ہے۔ اور اس میں کوئی تغیر تسلیم کرنا بھی خواہ وہ کیسا ہی ادنیٰ ہو، اتہام ہے۔ وہ محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔" (دعوۃ الامیر ص۱۷۱)۔

یہ وہ آواز ہے جو اس زمانہ میں بلند ہوئی، جبکہ دنیائے اسلام کا قریباً ہر فرد اس بات پر

ایمان رکھتا تھا، کہ قرآن کریم کی ایک نہیں دو نہیں، بیسیوں آیتیں منسوخ ہیں، اور ان پر عمل کرنا جائز نہیں۔ انکی صرف تلاوت کرلینی چاہیئے۔ ان کے مطابق عمل نجات کا نہیں بلکہ سلب ایمان اور کفر کا باعث ہوگا۔ ان حالات میں یہ آواز کسقدر عجیب تھی۔ اس کی زبردست مخالفت ہوئی۔ مگر یہ وہ صداقت تھی، جس کے اظہار کے لئے مسیح موعودؑ کی بعثت ازل سے مقدر تھی۔ آخر یہ غالب آئی۔ اور لاکھوں دلوں میں اس نے اپنا گھر بنالیا۔ نسخ فی القرآن کا عنوان اسی صداقت کی وضاحت اس کی تشریح اور اسکی اہمیت کو مبرہن کرنے کا مقصد اپنے اندر رکھتا ہے۔

نسخ کی لغوی تحقیق نَسَخَتِ الشَّمْسُ الظِّلَّ اَیْ اَزَالَتْہُ وَحَلَّتْ مَحَلَّہٗ۔ دھوپ نے سایہ کو زائل کردیا، اور خود اس کی جگہ لے لی۔ نَسَخَتِ الرِّیْحُ اٰثَارَ الدِّیَارِ غَیَّرَتْھَا۔ ہوا نے گھر کے کھنڈرات کو متغیر کردیا۔ نَسَخَ الْکِتَابَ اِذَا نَقَلَہٗ وَاَتیٰ بِنُسْخَتِہٖ وَاکْتَتَبَہٗ حَرْفًا بِحَرْفٍ۔ یعنی اس نے کتاب نقل کی، اور اسکی لفظ بلفظ ایک دوسری کاپی کی۔ تَنَاسَخُوا الشَّیْءَ تَدَاوَلُوْہُ۔ کسی شے کو بدل بدل کر اختیار کیا۔ پس نسخ کے معنے ہوئے۔

(۱) ایک چیز ہٹادی اور اس کی جگہ دوسری چیز رکھدی۔ (۲) کسی چیز میں ایسی تبدیلی کردی کہ اس کی پہلی شکل نہ رہی، بلکہ ایک دوسری شکل پیدا ہوگئی۔ (۳) چیز میں تبدیلی تو کوئی نہ کیجائے لیکن اسے واضح اور ممتاز کردیا جائے۔ (۴) کسی چیز کو حالات کے ماتحت بدل بدل کر اختیار کیا جائے، یعنی ایک حالت میں ایک امر اختیار کیا جائے، اور جب وہ حالت نہ رہے، تو دوسرے امر کو اختیار کرلیا جائے، اور پھر جب پہلی حالت پیش آگئی، تو پھر پہلے امر کے مطابق عمل شروع کردیا جائے۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ للصفار نحوی ومنجد)۔

قرآن کریم میں نسخ کا لفظ قرآن کریم میں اس لفظ کے مشتقات چار صورتوں میں آئے ہیں۔ اول سورۃ بقرہ رکوع ۱۳ میں خداوند تعالےٰ فرماتا ہے:۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

یہ آیت ہمارے موضوع سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ اس کی توضیح و تشریح آگے آئیگی۔ دوسری آیت سورۃ اعراف رکوع ۱۹ میں ہے۔ فرمایا:۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ۝

یعنی جب موسٰی کا غصہ ٹھنڈا ہوا، تو آپ نے الواحِ توریت کو اٹھایا، جن کے نسخہ میں ہدایت اور رحمت (لکھی) تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ تیسری آیت سورۃ حج رکوع ۷ کی ہے۔ فرماتا ہے:۔

فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ الآیۃ اللہ تعالیٰ اس روک کو ہٹا دیتا ہے، جو شیطان پیدا کرتا ہے۔ پھر وہ اپنی آیات (پیشگوئیوں) کو نہایت مضبوط (ذرائع سے پورا) کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا اور بڑی حکمت سے کام لینے والا ہے۔ چوتھی آیت سورہ جاثیہ رکوع ۴ کی ہے۔ فرماتا ہے:۔

اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ جو کچھ تم کرتے تھے، وہ (سب) ہم لکھ لیا کرتے تھے۔

نسخ کے اصطلاحی معنے اَلنَّسْخُ عِنْدَ اَهْلِ الشَّرْعِ اَنْ يَّرِدَ دَلِيْلٌ شَرْعِيٌّ مُّتَرَاخِيًا عَنْ دَلِيْلٍ شَرْعِيٍّ مُّقْتَضِيًا خِلَافَ حُكْمِهٖ فَالدَّلِيْلُ الشَّرْعِيُّ الْمُتَاَخِّرُ يُسَمّٰى نَاسِخًا وَّالْمُتَقَدِّمُ يُسَمّٰى مَنْسُوْخًا (کشف الاصطلاحات صفحہ ۱۳۷۷) وَالْمُرَادُ بِخِلَافِ حُكْمِهٖ مَا يُدَافِعُهٗ وَيُنَافِيْهِ بِاَنْ كَانَ الشَّيْءُ حَلَالًا فَحُرِّمَ اَوْ كَانَ حَرَامًا فَيُحَلَّلُ اَوْ كَانَ مُطْلَقًا فَيُحْظَرُ اَوْ كَانَ مَحْظُوْرًا فَيُطْلَقُ اَوْ كَانَ مُبَاحًا فَيُمْنَعُ اَوْ مَمْنُوْعًا فَيُبَاحُ۔

(کتاب الناسخ والمنسوخ للصفار نحوی صفحہ ۹)۔

یعنی قائلین نسخ کی اصطلاح میں نسخ اسکو کہتے ہیں، کہ ایک شرعی دلیل کی بناء پر ایک حکم نافذ ہو پھر بعد میں ایک دوسری شرعی دلیل نازل ہو کر پہلے حکم کو منسوخ کر دے، جو اس دلیل کے خلاف ہے۔ پچھلی دلیل کو ناسخ اور پہلی دلیل کو منسوخ کہا جاتا ہے۔ خلاف سے مراد یہ ہے، کہ وہ حکم پہلے حکم کے

منافی ہو۔ مثلاً پہلے ایک چیز حلال تھی، اب حرام کر دی گئی۔ یا پہلے حرام تھی اب حلال ہوگئی۔ یا پہلے عام تھی اب مقید ہوگئی۔ یا پہلے مقید تھی اب عام ہوگئی۔ یا پہلے مباح تھی اب ممنوع ہوگئی یا پہلے ممنوع تھی اب مباح قرار دے دی گئی۔

نسخ کے مواقع قائلین نسخ کے نزدیک مندرجہ ذیل چیزوں میں نسخ ہو سکتا ہے:-

(۱) امر میں، یعنی پہلے ایک بات کا حکم دیا گیا تھا، اب اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔

(۲) نہی میں، یعنی پہلے ایک بات کے متعلق نہی تھی اب اس نہی کو اٹھا دیا گیا ہے۔

(۳) اطلاق میں، یعنی پہلے ایک حکم مطلق تھا، اب اُسے مقید کر دیا گیا ہے۔

(۴) مباح میں، یعنی پہلے ایک چیز مباح تھی، اب اسکی اباحت جاتی رہی۔

(۵) بعض کے نزدیک نسخ فی الاخبار بھی جائز ہے۔ مثلاً پہلے خبر دی گئی کہ فلاں واقعہ ہوا ہے اور پھر کہدیا، کہ پہلی خبر منسوخ ہے، واقعہ نہیں ہوا، جس کا دوسرے لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ یا خبر دیتے وقت علم نہ تھا، یا دیدہ و دانستہ جھوٹ بولا گیا۔ ونعوذ باللہ من ذالک۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ صـ۲)

نسخ کے ذرائع (۱) قرآن کریم کی ایک آیت کسی دوسری آیت کو منسوخ کر دے۔ (۲) قرآن کریم کی کسی آیت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث منسوخ کر دے۔ (۳) قرآن کریم کی کوئی آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کو منسوخ کر دے۔ (۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث حضور ؐ کی کسی دوسری حدیث کو منسوخ کر دے۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ)

لیکن جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا، یہ سب کہنے کی باتیں ہیں، ورنہ قرآن کریم کی کسی آیت میں یا حضور ؐ کی کسی مرفوع حدیث میں یہ نہیں آیا، کہ فلاں آیت منسوخ ہے۔

نسخ کے اقسام (۱) ایک آیت کے حکم کو باطل کر دینا، لیکن اس کی تلاوت کو برقرار رکھنا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ آیت کریمہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (دین میں جبر نہیں) منسوخ ہے۔ (۲) آیت کی تلاوت کو منسوخ قرار دینا لیکن اس کے حکم کو قائم رکھنا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں پہلے

رجم کی آیت تھی، مگر بعد میں اسے قرآن سے نکال دیا گیا، اور اس کے حکم کو قائم رکھا گیا۔ (۳) تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہو جانا۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ پہلے قرآن میں سورۃ توبہ کے برابر ایک سورۃ تھی، جو سب بھلا دی گئی، اور صرف یہ ایک آیت اس کی یاد رہ گئی، لَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِيَيْنِ مِنْ ذَهَبٍ لَّابْتَغٰى اِلَيْهِمَا ثَالِثًا وَلَوْ اَنَّ لَهٗ ثَالِثًا لَّابْتَغٰى اِلَيْهِ رَابِعًا وَّ لَا يَمْلَاُ جَوْفَ ابْنَ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ تَابَ ۔ اور یہ آیت بھی موجود قرآن مجید میں کہیں نہیں۔ اس کی اور بھی اس قسم کی مثالیں بیان کی جاتی ہیں، جن کا درج کرنا موجب طوالت ہے۔ (۴) تلاوت یا حکم کوئی بھی منسوخ نہ ہو، بلکہ کسی حدیث کے ذریعہ اس حکم میں کچھ زیادتی کر دی جائے۔ مثلاً موزوں اور جرابوں پر مسح کا حکم ہے۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ)

غرض اسوقت عامۃ الناس نسخ کے یہی چار معنے لیتے ہیں، لیکن ہمارے نزدیک یہ چاروں معنے غلط اور ناممکن الوقوع ہیں۔ اور انکو صحیح تسلیم کرنا اتنا ہی خطرناک اور خلاف واقعہ ہے، جتنا خطرناک اور خلاف واقعہ یہ عقیدہ ہے، کہ نعوذ باللہ قرآن کریم میں کمی بیشی کی گئی ہے، اور وہ محفوظ نہیں رہا ✣

عقیدۂ نسخ فی القرآن کیوں خطرناک ہے؟

(۱) نسخ فی القرآن کو صحیح تسلیم کرنے سے امان اٹھ جاتی ہے، اور قرآن کریم کا اعتبار ہی جاتا رہتا ہے۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے، کہ نہ قرآن کریم نے اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آیت کے متعلق بتایا ہے کہ وہ منسوخ اور ناقابل عمل ہو گئی ہے۔ اب معاملہ علماء کی سمجھ پر رہ گیا۔ لیکن ہر ایک کی سمجھ اور ہر ایک کا رجحان طبع الگ الگ ہوتا ہے۔ ایک کی سمجھ میں اگر ایک آیت منسوخ ہو گئی، تو دوسرے کی سمجھ میں وہ نہیں، بلکہ کوئی دوسری آیت منسوخ قرار دئے جانے کی مستحق قرار پائے گی۔ یہی وجہ ہے، کہ بعض ایسی آیات جن کا مفہوم واضح تھا، لیکن تھوڑے سے اشکال کی بناء پر انہیں منسوخ قرار دیا جاتا رہا۔ مثلاً آیۂ کریمہ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا[1] کو اس وجہ سے منسوخ قرار دیا گیا، کہ یہ آیت کریمہ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً[2] کے خلاف ہے، جس کے یہ معنے ہیں کہ اب لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آنا، ان

[1] و [2] دیکھو صفحہ ۳۴

سے نرم بات کرنا، حکمت و موعظت سے انکو سمجھانا سب ناجائز ہوگیا، اور تلوار اور درشت کلامی نے اس کی جگہ لے لی۔

غرض نسخ کی بنیاد علماء کی سمجھ پر رکھنا، کہ وہ جس آیت کو چاہیں منسوخ قرار دیدیں، اور جس کو چاہیں ناسخ بنا دیں، عمل بالقرآن کو ناممکن بنا دے گا۔ اور افتراق عمل کی یہ خلیج اتنی وسیع ہو جائیگی، کہ اس کا پر کرنا محال ہوگا۔ اور ایک ایسا فتنہ کھڑا ہوجائے گا، جس سے عہدہ برآ ہونا کسی کے بس میں نہیں رہے گا۔

میرے خیال میں مسلمانوں میں جو عملی تعطل پیدا ہوگیا ہے، اور اس وجہ سے جس نکبت و ادبار کے وہ شکار ہوتے ہوئے ہیں، اس کی بنیادی وجوہات میں سے ایک زبردست وجہ یہ عقیدہ بھی ہے۔ اور جبتک وہ اس عقیدہ سے تائب نہیں ہونگے، ان سے یہ نکبت و ادبار دور نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ عقیدہ اس بات کی دعوت دیتا ہے، کہ قرآن کے ایک حصہ پر عمل کیا جائے، اور اس کے ایک معتدبہ حصہ کو نعوذ باللہ بالکل ناکارہ اور نکما بنا دیا جائے، جس کا ہماری زندگی پر کوئی اثر نہ ہو۔ اور یہی وہ چیز ہے، جو دینی اور دنیوی خواری کا موجب بنجاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۚ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ٥ (بقرہ ع ۱۰)

ترجمہ: پس کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر (عملاً) ایمان لاتے ہو اور اس کے ایک حصہ کا (عملاً) انکار کرتے ہو، سو تم میں سے جو ایسا کرے گا اس کی جزا اس کے سوا نہیں کہ وہ اس زندگی میں بھی رسوا ہوگا، اور قیامت کے دن وہ اس سے بھی زیادہ سخت عذاب کی طرف لوٹایا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے جو تم کرتے ہو غافل نہیں۔

(حاشیہ متعلقہ ص ۲۳)

لہ اور لوگوں سے اچھی اور تہذیب کی بات کہو۔

لہ اور تمام محاربہ مشرکین سے جنگ کرو۔

(۲) علاوہ ازیں نسخ کی بنیاد اس بات پر ہے، کہ قرآن کریم میں بعض آیات ایسی ہیں، جو بعض دوسری آیات کے خلاف ہیں۔ اور یہ اس بات کا اقرار ہے، کہ قرآن کریم میں اختلاف پایا جاتا ہے، حالانکہ وہ خود فرماتا ہے۔ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝ (نساء رع ۱۱) یعنی کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔ اگر یہ غیر اللہ کی طرف سے ہوتا، تو وہ اس میں بہت بڑا اختلاف پاتے پس عقیدہ نسخ قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے سے انکار کا موجب ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

عقیدہ نسخ کے بطلان کے دلائل پہلی دلیل۔ قرآن کریم پر اگر ہم غور کریں، تو ہمیں سینکڑوں آیات ایسی ملیں گی، جو عقیدہ نسخ کی کھلی کھلی تردید کر رہی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ سورۃ ہود رکوع ۱ میں فرماتا ہے

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۝

خدائے علیم و خبیر نے یہ کتاب نازل کی ہے، جس کی سب آیات محکم اور ثابت الحکم ہیں۔ پھر انکی وضاحت بھی اسی حکیم و خبیر خدا کی طرف سے ہوئی ہے۔ سورہ سبا رع ۱ میں فرماتا ہے:-

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝

یعنی علم رکھنے والے سمجھتے ہیں، کہ جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے، وہ حق ہے، نہ وہ بدل سکتا ہے، اور نہ اس کا کوئی حصہ بلاضرورت اور ناقابل عمل ہے، وہ عزیز و حمید کے راستہ کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ سورہ بینہ رکوع ۱ میں فرمایا:-

فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝ اس پاک کلام کی ساری تعلیم اور ساری شریعت قائم رہنے والی اور نہ منسوخ ہونے والی ہے۔

دوسری دلیل نسخ کے باطل ہونے کی حفاظت قرآن کریم کا وعدہ ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (سورۃ حجر رع ۱) یعنی ہم نے ہی قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

اسجگہ قرآن کریم کا نام ذکر کرکے اس حقیقت کو واضح کیا، کہ اس کا ہر ایک حصہ یاد رکھا جائے گا، اور اس کی کوئی ایک آیت بھی عملاً بھلا دیئے جانے کے قابل نہیں۔ دوسری طرف اس کی حفاظت کا وعدہ فرما کر اس خیال کی تردید فرما دی، کہ اس میں ناسخ و منسوخ کا کام علماء کی سمجھ پر چھوڑ دیا گیا ہے، کہ وہ جس کو چاہیں منسوخ کہدیں اور جسکو چاہیں ناسخ بنادیں۔

تیسری دلیل نسخ کے بطلان کی یہ ہے، کہ سورہ نحل کے رکوع ۱۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝

یعنی اپنے من گھڑت اصولوں کی بناء پر یہ نہ کہو، کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ یہ اللہ پر تمہارا جھوٹا افترا ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایسا جھوٹا افترا کرنے والے کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ اور سورۃ یونس رکوع ۲ میں فرماتا ہے :-

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَاۗئِ نَفْسِيْ ۚ یعنی مجھے یہ حق نہیں پہنچتا، کہ میں اپنی طرف سے اسکو یا اس کے کسی حصہ کو بدل دوں۔

یہ آیتیں عقیدۂ نسخ کی بنیادیں ہلا دیتی ہیں۔ آخر کسی آیت کے منسوخ ہونے کا کون حکم لگاتا ہے؟ قرآن یا حدیث نے تو بتایا نہیں، کہ فلاں آیت منسوخ ہے اور فلاں منسوخ نہیں۔ اب رہ گئی علماء کی سمجھ، سو جو آیت کسی کی سمجھ میں نہ آئی، اس نے اسے منسوخ کہدیا۔ اور اس طرح ایک حلال کو حرام اور ایک حرام کو حلال کہنے کی جرأت کی۔ حالانکہ خداوند کریم فرماتا ہے، کہ اپنے خیالات کے ماتحت حلال حرام قرار دینے والا شخص مفتری ہے، اور اس کا نتیجہ ناکامی ہے۔

چوتھی دلیل بطلان نسخ کی یہ ہے، کہ اس عقیدہ کی کوئی تحقیقی بنیاد نہیں۔ جس کی سمجھ میں کوئی آیت نہ آئی، اس نے اسی کو منسوخ کہدیا۔ کسی کو آدھا قرآن سمجھ میں نہ آیا، اس کے نزدیک آدھا قرآن منسوخ ہوگیا۔ کسی کو ۵۰۰ آیتیں ناقابل فہم معلوم ہوئیں، کسی کو ۳۰۰۔ کسی نے اس تعداد کو گھٹا کر ۲۱ آیتیں

منسوخ قرار دیا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمؒ نے اس تعداد کو اور بھی کم کیا، اور صرف پانچ آیتیں منسوخ مانیں باقی سارا قرآن کریم ان کی سمجھ میں آگیا۔ جماعت احمدیہ نے خدا کے فضل سے ان پانچ آیتوں کو بھی حل کر دیا اور عقیدۂ نسخ کی عمارت دھڑام سے نیچے آگری۔ پس جس خیال کی بنیاد واہی ہے ثبات ہو، وہ کیونکر اس کتاب کی آیات کے لئے حکم قرار پا سکتا ہے، جس کتاب سے ٹکرا کر دنیا کے تمام اہب اور انسانوں کے تمام ذاتی خیالات پاش پاش ہو گئے۔ اور اس کا یہ دعویٰ کہ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ[1] اسی شان کے ساتھ قائم رہا، جس شان کے ساتھ یہ دعویٰ کیا گیا تھا۔

عقیدۂ نسخ کے اسباب اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ ناسخ و منسوخ کا عقیدہ جب اتنا ہی خطرناک اور خلاف واقع ہے، تو پھر علمائے سلف کو، جن میں بعض محقق بھی تھے، یہ غلطی کیوں لگی؟ اور کیوں انہوں نے اس بحث کو اٹھایا؟ اس کا جواب تاریخ اسلامی کے مختلف ادوار پر غور کرنے سے آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ علاوہ ازیں بعض اندرونی اسباب بھی ایسے پیدا ہو گئے۔ جن سے اس غلطی کو تقویت ملتی گئی۔ مثلاً آیت کا لفظ قرآن کریم میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ جن میں سے ایک معنے قرآنی آیات کے بھی ہیں۔ اس بناء پر بعد کے علماء نے مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنْسِهَا الآیۃ اور اسی قسم کی بعض دوسری آیات سے جن کی تفصیل بعد میں آئیگی یہ سمجھ لیا، کہ اس سے نسخ آیات قرآنی مراد ہے۔ حالانکہ جیسا کہ ہم بیان کریں گے، ان آیات کا مفہوم بالکل اور ہے۔ اور نسخ فی القرآن سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

دوسرا سبب اس غلط خیال کی تقویت کا یہ ہوا، کہ قرآن کریم کی بعض آیات محکم ہیں اور بعض متشابہ۔ متشابہ آیات میں کئی معنوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے، جو اپنی اپنی جگہ سب صحیح ہوتے ہیں۔ لیکن ایک گروہ

---

[1] یعنی گذشتہ باطل خیالات بانظام ہوں یا آیندہ پیدا ہونیوالے ہوں، کوئی اس کے قریب نہیں آسکیگا۔ یہ حکیم و حمید کا نازل کردہ کلام ہے۔

اور مشترک مفہوم ان سب میں پایا جاتا ہے۔ تشابہ کے صحیح مفہوم کو نہ سمجھنے اور وقتی استنباط کی وجہ سے علماء کو بعض روایات کی بناء پر بعض آیات کے متعلق غلطی لگی، کہ وہ منسوخ ہوگئی ہیں مثلاً آیۂ کریمہ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَالصَّلوٰۃِ الْوُسْطٰی[1] کی تفسیر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے، کہ صلوٰۃ الوسطیٰ کے بارے میں صلوٰۃ العصر کے الفاظ نازل ہوئے تھے۔ اس سے آپکی مراد یہ تھی، کہ صلوٰۃ الوسطیٰ کی الہامی تشریح اور تفسیر صلوٰۃ العصر (نماز عصر) ہے، جس سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود تھا کہ صلوٰۃ العصر کا نام صلوٰۃ الوسطیٰ کیوں رکھا گیا ہے۔ لیکن بعض دوسری روایات میں صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد اور وقت کی نمازیں بھی بیان ہوئی تھیں۔ اس لیے اس سے علماء نے یہ سمجھ لیا، کہ صلوٰۃ العصر قرآنی آیت تھی جو منسوخ ہوگئی ہے، اور صلوٰۃ الوسطیٰ کے معنے عام ہوگئے ہیں۔ حالانکہ یہ قرآنی آیت نہ تھی، بلکہ مدینہ کے حالات کے مطابق صلوٰۃ الوسطیٰ کی ایک الہامی تشریح تھی، جس سے یہ بتانا مقصود تھا، کہ صلوٰۃ الوسطیٰ ہر وہ نماز ہے جو کثرتِ اشتغال اور کام کاج کی بھیڑ اور مصروفیات کے ہجوم کے وقت میں آئے۔ (اور یہ ہر ملک، ہر زمانہ اور ہر شخص کے حالات کے مطابق مختلف ہے)۔

تیسرا سبب اس غلطی کا یہ ہوا کہ کئی جگہوں میں قوانین اور احکام کی اصل روح کو نظر انداز کر دیا گیا۔ قوانین مختص الوقت اور مختص المقام بھی ہوتے ہیں۔ حالات کے مطابق وہ بدل بدل کر نافذ ہوتے ہیں۔ ایک حالت میں ایک قانون نافذ کیا جاتا ہے، تو دوسری حالت میں دوسرا قانون اس کی جگہ لے لیتا ہے۔ پھر جب پہلی حالت عود کر آتی ہے، تو پہلا قانون واپس آجاتا ہے۔ مثلاً جنگ کے دنوں میں جو قوانین نافذ کئے جاتے ہیں، وہ امن کے زمانہ میں نہیں رہتے۔ اسی طرح محارب فریق کے متعلق جو احکام دئے جاتے ہیں، وہ اس وقت نہیں رہتے جب فریق محارب مغلوب ہوجائے یا صلح کرلے لیکن اس بات کو اُن قوانین کی منسوخی یا عدم منسوخی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

---

[1] نمازوں کی حفاظت کرو۔ خصوصاً درمیانی نماز کی (فوت نہونے پائے)۔

علماء نے اس ادل بدل کو نسخ سمجھ لیا، اور سینکڑوں آیات اس وجہ سے منسوخ قرار دیدیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ بعض ایسے امور کہ جن کے متعلق کوئی حکم نہ ہوتا، ان میں انبیاء سابق کے دستور و آئین کیمطابق عمل فرما لیا کرتے۔ بعد میں اس کے متعلق جب کوئی حکم آجاتا، تو پہلے طریق عمل کو ترک کر دیتے۔ مثلاً پہلے کچھ عرصہ تک حضور م بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ بعد میں خدا نے فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ[۱] کا حکم نازل فرما کر بیت اللہ کو قبلہ مقرر کر دیا۔ علماء نے اس سے یہ اندازہ لگایا، کہ پہلے کوئی حکم تھا جس کی بناء پر آپ ایسا کرتے رہے تھے۔ اب دوسرے حکم کے ذریعہ پہلے حکم کو منسوخ کر دیا گیا۔ حالانکہ اس تکلف کی کوئی ضرورت نہ تھی، نہ کوئی حکم نازل ہوا تھا اور نہ اسکی منسوخی کا کوئی سوال تھا۔

چوتھا سبب اس غلط فہمی کا یہ ہوا، کہ بعض اوقات ایک آیت نازل ہوتی، اور بعض سامعین غلطی سے اس کا ایک مفہوم سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتے، مگر مراد الٰہی کچھ اور ہوتی تھی، جس کی وضاحت بعد کی وحی میں کر دیجاتی۔ مثلاً جب روزے فرض ہوئے، تو بعض صحابہؓ نے خیال کیا، کہ شاید روزے رکھنے کا طریق وہی ہوگا جو اسوقت کے اہل کتاب میں رائج تھا جسکی بعض صحابہؓ مختلف روزوں میں پہلے بھی پابندی کرتے تھے۔ اس کے مطابق وہ رات کو جب ایک دفعہ سو جاتے، تو پھر اگلی شام تک نہ کچھ کھاتے اور نہ اس رات اپنی بیویوں کے پاس جاتے۔ لیکن الٰہی ارادہ یہ نہ تھا۔ اس لئے فرمان نازل ہوا۔ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ الآیۃ کہ رمضان کی راتوں میں تبیین فجر تک میاں بیوی کے تعلقات اور کھانا پینا جائز ہے۔ اس قسم کی غلط فہمی کے ازالہ اور وضاحتِ مراد کو بعض صحابہ نسخ سے تعبیر کرتے تھے۔ اور لغوی اعتبار سے اس میں کچھ حرج نہ تھا۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں :۔

"آنچہ از استقرائے کلام صحابہ و تابعین معلوم مے شود کہ ایشاں نسخ را استعمال میکردند

---

[۱] (نماز میں) اپنے چہرے اُس (مسجد حرام) کی طرف پھیرو۔

بازالۂ معنے لغوی کہ ازالہ چیزیست بہ چیزے نہ بازائے مصطلح اصولیاں۔" (الفوز الکبیر فی اصول التفسیر ص۱۹)۔

یعنی جو کچھ صحابہؓ اور تابعین کے کلام کے استقرا سے معلوم ہوتا ہے، وہ یہ ہے، کہ وہ نسخ کو لغوی معنی میں استعمال کرتے تھے۔ یعنی ایک چیز کے ذریعہ دوسری چیز کو ہٹانا۔ انکی مراد نسخ سے وہ معنے نہ تھے، جو آجکل علمائے اصول کے نزدیک اصطلاحی معنے ہیں۔ لیکن بعد کے علماء نے اس سے وہ حقیقی نسخ مراد لے لیا جس کے اقسام اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔

پانچواں سبب عقیدۂ نسخ کا یہ ہوا، کہ قرآن کریم کی طرز تربیت اور اس کے اسلوب بیان کی حکمتوں کو نظر انداز کر دیا گیا۔ بعض دفعہ ایک قانون کو دائمی شکل دینی ہوتی، لیکن حسن تربیت اور دوسری حکمتوں کے ماتحت اس میں آہستہ آہستہ سختی پیدا کیجاتی۔ پہلے اس کی خوبیوں پر زور دیا جاتا، پھر اس کے نہ نافذ کرنے کے نقصانات سامنے لائے جاتے، اور بتایا جاتا کہ وہ قانون کیوں ضروری ہے، اور آخر کار اسے رائج کر دیا جاتا مثلاً شراب کی ممانعت کرنی تھی۔ اس کے متعلق پہلے ایسی آیتیں نازل کی گئیں، جن میں مخاطبین کو توجہ دلائی گئی، کہ وہ شراب کی مضرتوں اور اس کے فائدوں کا موازنہ کریں۔ جیسے فرمایا۔ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۚ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۔ یعنی وہ تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ کہو ان میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے فائدے بھی ہیں۔ لیکن ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ ہے۔

پھر اس کا ایک سب سے بڑا نقصان بیان کیا گیا، کہ اسکی وجہ سے عبادت الٰہی نا ممکن ہو جاتی ہے۔ جیسے فرمایا۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى ۔ جب تم مدہوش ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ آخر میں ان وضاحتوں کے بعد آیت کریمہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ الآیہ کے ذریعہ اسے دائمی طور پر حرام قرار دیدیا۔ اس تدریجی تعلیم سے بعد کے مفسرین نے یہ خیال کیا، کہ پہلی دو آیتیں اس آخری آیت کیوجہ سے منسوخ ہو گئیں۔ حالانکہ انکی منسوخی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیا اس

آیت کے نزول کے بعد شراب کے نقصانات اور اس کے مخصوص دنیوی فائدے زائل ہوگئے؟ یا اس کے نزول کے بعد بدہوشی کی حالت میں نماز جائز ہوگئی؟ آخر کونسی چیز منسوخ ہوگئی، جو ان آیات کے مقاصد نزول میں شامل تھی؟

چھٹا سبب اس غلط عقیدہ کے رواج کا یہ ہوا، کہ اسلامی نظام خلافت کمزور ہوچکا تھا، اور منافقین جھوٹی روایات پھیلانے میں نڈر ہوگئے تھے۔ ہر شخص اپنی رائے کا مالک تھا۔ حالات پر وسیع نظر نہ تھی مختص الوقت اور مختص المقام احکام اور انکی ضرورتوں کا اندازہ نہ لگایا جاسکا اور انکو منافقین کی بعض روایات کی بناء پر ایک دوسرے کا مخالف قرار دے کر ناسخ و منسوخ کی تبر سے سینکڑوں آیات کو معمول یہ قرآن سے کاٹ دیا گیا۔ یہ سبب اس عقیدہ کی اصل جڑ ہی پہلے اسباب اس سبب کی تقویت کا موجب بنے۔ عقیدۂ نسخ کے رواج کا حقیقی موجب صرف یہی امر تھا۔ ایک آیت کا مفہوم بظاہر دوسری آیت کے مخالف نظر آیا۔ تطبیق کی توفیق نہ ملی۔ فوراً اس کی منسوخی کا خیال سامنے آگیا، اور فیصلہ صادر کر دیا کہ وہ منسوخ ہوگئی ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ آیات کے درمیان یوں جوں تطبیق کی توفیق ملتی گئی، منسوخ آیات کی تعداد گھٹتی گئی۔ ایک وہ زمانہ تھا، کہ صرف سورۃ بقرہ میں ۶۶ کے قریب آیات منسوخ قرار پائیں۔ (کتاب الناسخ والمنسوخ بحث سورۃ بقرہ) لیکن پھر ایک وہ زمانہ آیا کہ سارے قرآن میں صرف ۵ آیات منسوخ رہ گئیں۔ حالانکہ اگر وہ آیات منسوخ تھیں، اور خدا نے انہیں منسوخ کردیا تھا، تو پھر ان کا مفہوم ایک عالم کی سمجھ میں آجانے کی وجہ سے وہ غیر منسوخ کیسے بن گئیں؟ خدا تو انہیں منسوخ قرار دے، اور بعد میں ایک شخص اپنی سمجھ کی بناء پر انہیں غیر منسوخ بنا دے۔ یہ کس طرح جائز ہوسکتا ہے؟ اور اگر خدا نے انکو منسوخ نہیں کیا تھا، تو پھر انہیں منسوخ کہنا کس بناء پر جائز تھا؟ علاوہ ازیں اس بات کی کیا ضمانت ہے، کہ وہ پانچ آیات واقعہ میں ہی ایک دوسرے کے مخالف ہیں، اور کوئی نہیں جو انمیں تطبیق پیدا کر سکے؟ غرض اس بے بنیاد خیال کی بناء پر ہی اس عقیدہ کو رواج دیا گیا۔ ورنہ اس کی اصل حقیقت کچھ نہ تھی۔

قائلین نسخ کے دلائل | قائلین نسخ کی پہلی دلیل یہ ہے، کہ نسخ قرآن سے ثابت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ

فرماتا ہے۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ۔ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (بقرہ ع ۱۳) کہ ہم جب کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں، یا اُسے بھلا دیتے ہیں تو پھر اس سے اچھی یا اس کے برابر کی ایک اور آیت لے آتے ہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی طرح سورۃ نحل ع ۱۴ میں فرماتا ہے۔ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اور جب ہم ایک آیت کی جگہ کوئی دوسری آیت لے آتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس کا اچھی طرح علم ہے، جو وہ اتارتا ہے، تو وہ کہنے لگ جاتے ہیں، کہ تو مفتری ہے (تم تو مفتری نہیں) بلکہ وہ خود علم سے بے بہرہ ہیں۔

اسکا جواب یہ ہے، کہ قرآن کریم میں آیت کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ دلیل[۱]۔ نشان[۲]۔ معجزہ[۳]۔ قانون[۴] قدرت۔ سابقہ[۵] نظام۔ انقلاب[۶] اقوام۔ عذاب[۷] الٰہی۔ غرض کئی چیزیں ہیں جنہیں آیت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ[۱] دوسری جگہ فرمایا۔ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا[۲]۔ ایک اور جگہ فرمایا۔ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ[۳] غرض بیسیوں آیات ہیں جن میں آیت کے معنے قرآنی آیات کے نہیں، بلکہ اور معنے ہیں۔ اور پیش کردہ آیات کا سیاق و سباق اور خود ان کا اندرونی مضمون اس بات پر دلالت کرتا ہے، کہ یہاں آیت سے مراد قرآن کی آیت نہیں، بلکہ سابقہ مذاہب اور اقوام عالم کا نظام مراد ہے مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نظام قائم ہوتے رہے ہیں یا آیندہ قائم ہونگے اُن سب کے متعلق ایک قانون جاری ہے۔ اور وہ یہ ہے، کہ کبھی تو وہ اپنی ضرورت کو پورا کر چکے ہیں، اور اس قابل ہوتے ہیں، کہ انہیں ہٹا دیا جائے اور ان کی جگہ ایک نیا نظام آسمان سے

---

[۱] تو اور تیرا بھائی دونوں میری آیات لے کر جاؤ۔

[۲] اور ہم انہیں کوئی نشان نہیں دکھاتے مگر وہ دوسرے نشان سے بڑا ہوتا ہے۔

[۳] اور ان کے لئے مردہ زمین بھی نشان ہے۔

اتارا جائے، اور کبھی لوگ انہیں بھلا دیتے ہیں، اور صرف اس امر کی ضرورت ہوتی ہے، کہ جو نظام لوگوں کی غفلت کی وجہ سے الٰہی نظام کی جگہ قائم ہو گیا ہے، اسے مٹا کر پھر نئے سر سے وہی پہلا الٰہی نظام قائم کیا جائے، جب الٰہی نظام ہی اپنی ضرورت پوری کر کے مٹائے جانے کے قابل ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر نظام دنیا میں بھجوا دیتا ہے۔ اور جب وہ نظام تو صحیح ہو صرف لوگوں نے اسے بھلا دیا ہو، تو اللہ تعالیٰ اسی پہلے نظام کو بجنسہٖ پھر دنیا میں قائم کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ دونوں قدرتیں حاصل ہیں۔

پس اس آیت میں بتایا گیا ہے، کہ نظام الٰہی بھی ایک عرصہ کے بعد یا قابل عمل نہیں رہتا، یا لوگ اس پر عمل ترک کر دیتے ہیں۔ قابل عمل نہ رہنا دو طرح سے ہوتا ہے۔ لوگ اس میں ملاوٹ کر دیتے ہیں، یا زمانہ کے مطابق تعلیم نہیں رہتی۔ جب کلام ناقابل عمل ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اسی منسوخ کر دیتا ہے، اور اس سے بہتر تعلیم بھیج دیتا ہے۔ لیکن جب لوگ عمل ترک کر دیں اور تعلیم محفوظ ہو، تو اللہ تعالیٰ اسی کلام کو دُہرا دیتا ہے، اور اس کا مثل نازل کر دیتا ہے۔ یعنی اس تعلیم میں ایک نئی زندگی ڈال دیتا ہے۔ یہ جو فرمایا کہ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس میں اسی طرف اشارہ ہے، کہ ہر کلام جب آئے یا جب اسے دوبارہ زندہ کیا جائے، وہ ایک انقلاب چاہتا ہے۔ اور یہی امر لوگوں کے خیال میں ناممکن ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ ایسے انقلاب پر قادر ہے۔ خواہ نئے کلام کے ذریعہ سے وہ انقلاب پیدا کر دے، خواہ پرانے کلام کو ہی زندہ کر کے انقلاب پیدا کر دے۔ آیات قرآنی کے نسخ کا اس آیت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور نہ قرآنی آیات کے منسوخ ہونے سے قدرت الٰہی کے اظہار کا کوئی واسطہ ہے۔" (انقلاب حقیقی ص۲ و ۱۳)

دوسری دلیل قائلین نسخ کی طرف سے یہ پیش کی جاتی ہے، کہ بعض امور قرآن کریم میں اور طرح مذکور ہیں، اور احادیث میں ان کے متعلق اور حکم ہے۔ مثلاً قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے، کہ وضو کے وقت پاؤں بہرحال دھوئے جائیں۔ لیکن احادیث سے پتہ چلتا ہے، کہ موزوں اور جرابوں کی حالت میں مسح کر لینا کافی ہے۔ اسی طرح احادیث میں بعض چیزیں حرام بیان کی گئی ہیں۔ حالانکہ قرآن میں:

ان کے حرام ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔ پس اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ قرآن میں نسخ ممکن ہے، تو یہ زیادۃ علی القرآن کیونکر جائز ہوگی؟

اس کا جواب یہ ہے، کہ یہ خیال ہی بے بنیاد ہے، کہ قرآن کریم ساری مذہبی ضروریات کے اصول پر مشتمل نہیں۔ قرآن کریم جیسی جامع مانع کتاب تو دنیا بھر میں نہیں مل سکتی۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (انعام ع ۴) ہم نے قرآن میں کسی مذہبی ضرورت کی کمی نہیں رہنے دی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن کی طرف روانہ فرمایا تو ان سے دریافت کیا۔ بِمَا تَقْضِي يَا مُعَاذُ؟ یعنی اے معاذ تو کس پر فیصلہ کرے گا؟ تو انہوں نے عرض کی، اللہ تعالیٰ کی کتاب پر۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ؟ اگر تو اس کے متعلق کوئی حکم قرآن کریم میں نہ پائے تو پھر کیا کرے گا؟ انہوں نے عرض کی، پھر رسول اللہ کی سنت پر فیصلہ کروں گا۔ الحدیث (نور الانوار ملک) دیکھئے یہاں حضرت معاذ سے یہ نہیں پوچھا گیا، کہ اگر کسی چیز کے متعلق قرآن میں کوئی حکم نہ ہو تو کیا کرو گے، بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر اس میں کوئی حکم نہ پاؤ تو کیا کرو گے۔ اور ظاہر ہے کہ نہ پایا جانا نہونے کو مستلزم نہیں۔ غرض قرآن کریم میں تمام مذہبی اصول کا ذکر ہے۔ ہاں یہ الگ بات ہے، کہ کمی علم کی وجہ سے ہم ان سے استنباط نہ کر سکیں کیونکہ استخراج یا استنباط بجز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا اس شخص کے جو ظلی طور پر ان کمالات تک پہنچ گیا ہو، ہر ایک کا کام نہیں۔ (مباحثہ لودھیانہ ص۹ بمفہومہ)۔

تیسری دلیل قائلین نسخ یہ پیش کرتے ہیں، کہ قرآن کریم میں بہت سی آیات ایسی ہیں، جو دوسری آیات کے خلاف ہیں۔ اگر نسخ نہ مانا جائے، تو پھر انمیں تعارض پیدا ہو جائے گا، اور دونوں ساقط الاعتبار ہو جائیں گی۔ مثلاً فرماتا ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۨالْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ[۵] (البقرہ ع۲۲)

---

[۵] اور تم پر وصیت فرض کی گئی ہے، جب تم میں سے کسی کو موت آئے اگر اس نے کچھ مال چھوڑا ہو، والدین اور رشتہ داروں کے لئے دستور کے مطابق یہ متقیوں کے لئے ضروری حکم ہے۔

یہ آیت آیت میراث یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ (انفال ع ۱) اور حدیث لَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ کے خلاف ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ[1] الخ آیہ کریمہ اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰہُ عَنْکُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْکُمْ ضَعْفًا فَاِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ[2] الخ کے مخالف ہے۔ پس معلوم ہوا کہ آیت وصیت اور آیت اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ مقابل کی آیات کی وجہ سے منسوخ ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں اختلاف کا ادعا محض ناسمجھی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ خداوند تو فرماتا ہے۔ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا۔ پس اس صریح تردید کے بعد قرآن کریم میں اختلاف تسلیم کرنا اور اپنی سمجھ کا قصور باور نہ کرنا ایک مومن کے شان کے شایاں نہیں۔ اگر کوئی آیت بظاہر کسی دوسری آیت کے مخالف نظر آئے تو اس وجہ سے ایک کو منسوخ قرار دینے کی بجائے انمیں تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگر پھر بھی وہ حل نہ ہو تو توقف کرنا چاہیئے، یہانتک کہ کوئی دوسرا صاحب بصیرت آکر اس کو حل کر دے۔ اب ہم نمونہ کے طور پر انہی آیات کے معنے بیان کرتے ہیں، جو اختلاف کے ثبوت میں پیش کی گئی ہیں۔ اور قائلین نسخ کے نزدیک نسخ کے ثبوت کی ناقابل تردید دلیل ہیں۔

آیت وصیت کے الفاظ پر ہم اگر غور کریں، تو معلوم ہوگا، کہ اس آیت اور آیت میراث اور حدیث لَا وَصِیَّۃَ لِوَارِثٍ میں کوئی تضاد نہیں۔ آیت وصیت میں مرنے والے کو وصیت کرنے کا کوئی حکم نہیں دیا گیا، اور نہ اس کو اس وقت حکم دینے کے کچھ معنے ہیں۔ بلکہ غرغرے کی حالت کی وصیت کو تو قابل قبول ہی قرار نہیں دیا گیا۔ یہ خطاب قوم کو ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص مرے، تو تمہارا فرض

---

[1] اگر تم میں سے بیس صابر ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے۔

[2] اب اللہ نے تم سے تخفیف کر دی اور اسنے ظاہر کر دیا کہ تم میں کمزوری ہے پس اگر تم میں سے سو صابر ہوں گے تو وہ دوسو پر غالب آئیں گے۔

ہے، اگر تم اس مرنے والے کی جائداد کو شرعی احکام کے مطابق تقسیم کرواؤ۔ اَلْوَصِیَّۃ سے مراد اللہ کا وہی تاکیدی حکم ہے جس کا ذکر یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ میں کیا گیا ہے۔ یہ آیت تو آیتِ میراث کی تاکید ہے۔ یہ اس کے ذریعہ منسوخ کیونکر ہو گئی؟ پس اس جگہ ناسخ منسوخ کی بحث بالکل بے تعلق ہے اب رہا یہ سوال کہ پھر اگلی آیت فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَیْنَہُمْ[1] میں موصی سے کونسا موصی مراد ہے؟ اس کا جواب یہ ہے، کہ اگر ہم قرآن کریم کے طرزِ بیان پر غور کریں اور اس کی حکمتوں کو سمجھیں، تو یہ اشکال آسانی سے حل ہو جائے گا۔ قرآن کریم کا عام اسلوب بیان ہے کہ جب ایک بات کا حکم دیتا ہے، یا کوئی حقیقت بیان کرتا ہے، تو اس کے ان تمام پہلوؤں کو بھی واضح کر دیتا ہے، جو اس حکم یا حقیقت کے ساتھ وجہ اور سبب میں اشتراک رکھتے ہیں۔ مثلاً سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۴ میں وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَۃَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُہُمْ وَاِیَّاکُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَہُمْ کَانَ خِطْاً کَبِیْرًا۔ کے حکم کے ساتھ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ۭ وَسَآءَ سَبِیْلًا۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ۭ اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا۔ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّہٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَہْدِ ۚ اِنَّ الْعَہْدَ کَانَ مَسْـــُٔوْلًا۔ وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ۭ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۔[2] الآیات وغیرہ احکام بھی دیئے، جن کا بظاہر

---

[1] پس اگر تم میں سے کوئی موصی کے متعلق کجی یا گناہ کا خوف کرے اور انہیں اصلاح کرا دے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔

[2] اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے خوف سے مت قتل کرو۔ کیونکہ انکو اور تم کو بھی ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ یقیناً ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔ اور زنا کے قریب نہ جاؤ، کیونکہ یہ بےحیائی اور برائی کا راستہ ہے۔ (اور قتل نفس کے مرتکب ہو) اور اس نفس کو مت قتل کرو

آپس میں کوئی ایسا تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ جس کی وجہ سے انکو اکٹھا بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اگر اس بات پر غور کیا جائے کہ زنا بھی قتل نفس ہے، کیونکہ بدکاری کے نتیجہ میں اگر حمل نہیں ٹھیرا، تو نطفہ غیر محل میں ضائع ہوا۔ اگر حمل قرار پاگیا، تو اول تو خاندانی عزت کو بچانے کے لئے اسے پہلے ضائع کر دیا جائیگا۔ اور اگر کسی وجہ سے وہ کامل بھی ہوگیا تو پیدائش کے بعد اس ولد الحرام کی پرورش کا کون ذمہ لے گا؟ غرض اور خرابیوں کے علاوہ اس بدکاری میں قتل نفس کے کئی پہلو ہیں پس جب ہم اس وجہ پر غور کریں گے، تو ہمیں تمام احکام مذکورہ میں ایک خاص ربط اور ایک خاص جوڑ نظر آنے لگ جائے گا۔ اسی طرح آیت وصیت میں جب متعلقین کو احکام شرعی کی پابندی کا حکم دیا، تو اس کے ساتھ اس بات کو بھی واضح کر دیا۔ کہ اگر مرنے والا ثلث جائداد میں حق وصیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ناجائز رعایت کر جائے، یا اپنے حق سے زیادہ وصیت کر جائے، تو تمہارا فرض ہے، کہ اس کی بھی اصلاح کرو، اور اس کی تقسیم میں احکام شرعی کی پوری

(بقیہ ترجمہ حاشیہ صفحہ ۴۴) جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، سوائے اس کے کہ وہ قتل کا مستحق قرار پائے۔ اور جو بھی مظلومیت میں قتل کیا جائے گا اس کے ولی کو ہم نے قانونی حق اس کے بدلہ کا دیدیا ہے۔ پس قاتل کو قتل کرنے میں جائز حدود سے تجاوز نہ کرے، اسکو قانونی امداد حاصل ہے۔ اور یتیم کے مال سے ناجائز تعلق نہ رکھو، ہاں احسن طریق سے اسکی نگرانی کرسکتے ہو کیونکہ اس کے مال سے ناجائز فائدہ اٹھانا بھی ایک جان کو ضائع کرنے کا موجب ہوگا۔ اور اگر تم اس سے بالکل بے تعلق ہو جاؤ گے، اور اس کے مال کی جائز نگرانی نہ کرو گے، تو بھی اس کا مال ضائع ہوگا۔ اور اس سے وہ یتیم ضائع ہو جائے گا۔ اور اپنے عہدوں کو پورا کرو، کیونکہ عہدوں کے متعلق ضرور پوچھا جائے گا۔ اور جب تم ماپنے لگو تو پورا ماپ رکھو۔ ٹھیک ترازو سے تولو۔ یہی بہتر اور انجام کے لحاظ سے اچھا ہے۔ کیونکہ اگر تم ایسا نہ کروگے تو دنیا سے امن اٹھ جائیگا۔ اور فتنہ و فساد پیدا ہو جائیں گے، اور اسوجہ سے ہزاروں جانیں ضائع ہونگی۔

نگرانی کرو۔ یہ خیال نہ کرو کہ وہ مرنے والا آخر مال کا مالک تھا۔ اس نے بڑی محنت سے یہ مال کمایا تھا، اگر ہم اس کی وصیت کے مطابق عمل نہ کریں تو یہ شاید ظلم ہو۔ الٰہی احکام ظلم کو مٹاتے ہیں، اسے قائم نہیں کرتے۔

اسی طرح سورۃ انفال کی آیات میں بھی کوئی تضاد نہیں۔ یہ دونوں حکم الگ الگ حالات کے ماتحت ہیں۔ مثلاً جہاں قومی تباہی اور مذہبی بربادی کا زبردست سوال پیدا ہو جائے، وہاں پہلا حکم ہوگا۔ اور جہاں یہ حالات نہ ہوں، وہاں دوسرا حکم جاری ہوگا۔ اس میں جنگ کی حالت میں بھاگنے کا کوئی سوال نہیں۔ یہ شروع میں مقابلہ پر آمادگی کے وقت کی بات ہے۔ فنون جنگ میں مہارت، تیاری سامان کی تکمیل پہلے حکم کو چاہتی ہے۔ اور جہاں یہ صورت نہ ہو وہاں اسکی جگہ دوسرا حکم لے لیگا۔ غرض مختلف حالات میں احکام بھی مختلف ہوں گے۔ اور ان آیات میں حالات کے ماتحت کام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ قائد لشکر جس قسم کے حالات دیکھے، ان کے مطابق اپنی تجاویز کو عملی جامہ پہنائے۔ یہاں ناسخ و منسوخ کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

میں نے اس مضمون میں بعض تنبیہی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ میرا مقصد ان سے نکتہ چینی نہیں، اور نہ علمائے سلف پر الزام دھرنا مطلب ہے، بلکہ مراد صرف موضوع کی اہمیت کا اظہار اور موجودہ زمانہ کے ضدی طبع عوام کو متنبہ کرنا ہے۔ کُلُّ اَمْرٍ مَّرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهٖ کے مطابق ہر حقیقت کے انکشاف کا ایک وقت ہوتا ہے۔ یہ عظیم الشان انکشاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حصہ میں لکھا تھا۔ آپ نے جہاں اور اصلاحیں فرمائیں وہاں اس حقیقت کو بھی اظہر من الشمس کیا۔ علمائے سلف رضی اللہ عنہم بہرحال شکریہ کے مستحق ہیں۔ انہوں نے ہر قسم کے خیالات اور اقوال جمع کر دئے۔ آج ہمیں اگر وہ خیالات ملتے ہیں، جنہیں ہم غلط سمجھتے ہیں، تو وہ باتیں بھی ملتی ہیں جو ہمارے مقاصد کے ثبوت کی زبردست دلیل ہیں۔ اگر وہ یہ باتیں نہ لکھ جاتے تو ممکن تھا کہ ہم اپنے مقاصد کو اس طرح زبردست دلائل کے ساتھ ثابت نہ کر سکتے جس طرح کہ اب کرتے ہیں۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ‎

روایات حکیم دین محمد صاحب اکونٹنٹ

ذکرِ حبیبؑ

(بتوسط صیغہ تالیف و تصنیف)

۱۔ سردار فضل حق صاحب مرحوم جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے موضع دھرم کوٹ بگہ تحصیل بٹالہ کے رئیس تھے۔ ان کا سابق نام سردار سندر سنگھ تھا، اور والد کا نام سردار جیون سنگھ تھا۔ آپ پنجاب چیفس میں سے تھے۔ سر لیپل گریفن کی کتاب "پنجاب چیفس" میں آپکے خاندانی حالات درج ہیں۔ سردار صاحب مرحوم نے بیان کیا، کہ وہ جوان تھے اور مشن سکول بٹالہ میں تعلیم پاتے تھے انکے ہموطن مولوی فتح دین صاحب مرحوم کی حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے ملاقات رہتی تھی۔ سردار صاحب کے دل میں ان دنوں دہریت کے خیالات پیدا ہو رہے تھے، جن کا تذکرہ ایک دفعہ انہوں نے مولوی فتح دین صاحب مذکور سے کیا۔ انہوں نے وہ باتیں حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کر دیں۔ پھر انکے جواب میں جو کچھ حضرت اقدسؑ نے فرمایا وہ واپس لوٹ کر سردار صاحب کو سنا دیا۔ اسطرح کچھ عرصہ تک زبانی پیغامات کے ذریعہ تبلیغ ہوتی رہی مگر چونکہ سردار صاحب دھرم کوٹ بگہ کے رئیس زادہ تھے اور مولوی فتحدین صاحب ادنیٰ زمیندار تھے۔ مولوی فتحدین صاحب کا یا تو اثر نہ پڑتا تھا، یا وہ حضرت اقدسؑ کے زبانی دلائل کو پوری طرح ان تک پہنچا نہ سکتے تھے۔ اس لئے بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضروری سمجھا کہ خود ان سکھ رئیس زادوں کو تبلیغ کرنے کے لئے دھرم کوٹ بگہ تشریف لیجائیں۔ چنانچہ ایک دن حضور علیہ السلام اکیلے ہی موضع دھرم کوٹ میں مولوی فتحدین صاحب مرحوم کے مکان پر پہنچ گئے، اور سردار فضل حق اور آپکے بھائی نے ان کے والد سے مخفی رات کے وقت مولوی صاحب کے مکان پر ملاقات کی۔ حضورؑ نے ان سکھ نوجوانوں کے سامنے ہستی باریتعالیٰ کے متعلق ان کے فہم اور قابلیت کے مطابق دلائل بیان کئے۔ جن میں سے ایک دلیل یہ بھی تھی، کہ جو مکانات انسان بناتے ہیں جبتک ان کا کوئی نگران اور مرمت کرنیوالا نہ ہو، یہ قائم نہیں رہ سکتے۔ مگر زمین

چاند، سورج اور ستارے اپنے اپنے مفوضہ کام برابر باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔ آخر ان کی نگرانی کون کرتا ہے اور کون انکو قائم رکھے ہوئے ہے؟ وہی جو اُن کا خالق ہے۔ ان کا نگران بھی ہے۔ آپکی قدرت کاملہ سے یہ اپنا اپنا مفوضہ کام باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں۔ اگر ان کا کوئی نگران نہ ہو تو یہ دنیا درہم برہم ہو جائے۔ یا اور اسی قسم کے اور بھی کئی دلائل بیان کئے۔

سردار صاحب فرماتے تھے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت اقدس کا ابھی کوئی دعویٰ نہ تھا۔ نیز سردار صاحب نے فرمایا کہ حضرت اقدسؑ کی اس ملاقات کے بعد انکو اسلام اور دیگر مذاہب کے متعلق مطالعہ کا شوق پیدا ہوگیا۔ اور بعد ازاں حضرت اقدس بذریعہ ترسیل کتب اور خط و کتابت انکی مدد کرتے رہے۔ آخر سردار صاحب ایک طویل مدت گزر جانے پر قریباً ۴۰ برس کی عمر میں ۱۸۹۶ء میں مشرف باسلام ہوئے۔

۲۔ سردار صاحب نے بیان کیا، کہ میرے اسلام قبول کرنے سے کچھ عرصہ پیشتر حضرت اقدسؑ نے بھائی عبدالرحیم صاحب نومسلم سابق سردار جگت سنگھ (جو سردار فضل حق صاحب سے تین سال قبل مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے) کی معرفت پیغام بھیجا، کہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، جب صداقت کو آپنے پا لیا ہے تو اسکو دنیوی اغراض کے ماتحت کہاں تک چھپاؤ گے؟ جلد آئیں اور اسلام قبول کریں۔ یہ زندگی چند روزہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ صداقت کو معلوم کرکے بھی تہی دست رہ جائیں۔ اس کے جواب میں سردار صاحب نے کہلا بھیجا، کہ میں بہت جلد حاضر خدمت ہوتا ہوں۔ چنانچہ حسب وعدہ سردار صاحب قادیان حاضر ہوئے اور حضورؑ کے دست مبارک پر بیعت کرکے حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ سردار صاحب کے مسلمان ہونے کی خبر بجلی کی طرح اطراف میں پھیل گئی۔ اور اس سے علاقہ کے سکھ دیہات میں بڑا جوش پیدا ہوگیا۔

۳۔ سردار صاحب نے بیان کیا، کہ جب سکھوں میں جوش پیدا ہوگیا تو حضرت اقدس نے بنظر احتیاط سردار صاحب سے فرمایا، کہ آپ مسجد مبارک میں رہا کریں اور وہیں کھانا منگوا لیا کریں، اور قضاء حاجت کے لئے اطلاع دیکر ہمارے گھر کے اندر آجایا کریں۔ سردار صاحب کا بیان ہے کہ ضرورت پر وہ دادی مرحومہ (حضرت اقدسؑ کی ملازمہ) کو آواز دیتے۔ تب حضرت اقدسؑ پردہ کا انتظام کرکے سردار صاحب کو اندر بلا لیتے، اور حاجت ضروریہ میں جانے کی ہدایت فرماتے۔ اور خود لوٹا بھر کر پاخانہ کی دیوار پر رکھدیتے۔ سردار صاحب فرمایا کرتے تھے کہ وہ حضرت اقدسؑ کے اس کریمانہ سلوک پر بڑے پریشان ہوئے، اور آپ سے عرض کیا، کہ میں بڑا نادم اور شرمسار ہوں، کہ حضور میری خاطر لوٹا بھر کر لاتے ہیں۔ اسپر حضورؑ نے فرمایا، کہ سردار صاحب! میاں محمود احمدؓ کی طرح ہم آپکو بھی اپنا بیٹا ہی تصور کرتے ہیں۔ اس سے ہمیں کوئی تکلیف نہیں۔ اور نہ یہ آپکی طرف سے کوئی گستاخی ہے۔ تسلی رکھیں۔

[illegible]ین

[illegible] ذیل وصایا شائع کی جاتی ہیں تا اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو دفتر کو اطلاع کر دے۔ سیکرٹری بہشتی مقبرہ

[illegible] عبد الحق ملک کمیشن اے۔ پی۔ ایم۔ ایس ولد ڈاکٹر عبد الغنی مرحوم قوم اعوان پیشہ ملازمت عمر ۳۵ سال بیعت
[illegible] ساکن [illegible] شہر سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ [illegible] حسب ذیل وصیت کرتا
ہوں [illegible] حسب ذیل جائیداد ہے۔ (۱) قطعہ زمین ۲ کنال واقع محلہ دار الانوار قادیان نزد مسجد محلہ مذکورہ قیمت
[illegible] روپیہ اس کی قیمت کل ادا کر چکا ہوں مگر فی الحال قبضہ نہیں ملا۔ (۲) دو عدد قطعات زمین سفید واقع بطرف
[illegible] قیمت مبلغ ۲۱۰۰ روپیہ اس کی بھی قیمت ادا کر چکا ہوں مگر فی الحال قبضہ نہیں ملا۔ (۳) جدی
جائیداد [illegible] جہلم میں سفید زمین اور مکان کی صورت میں ہے۔ سفید زمین واقعہ اسلامیہ پارک پونچھ روڈ لاہور
[illegible] جہلم ہے۔ اس کی تقسیم ابھی مکمل طور پر نہیں ہوئی اور اس میں میرے ساتھ میری والدہ اور دیگر
[illegible] حصہ دار ہیں [illegible] جائیداد کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد
[illegible] پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس جائیداد پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی
[illegible] گزارہ اس جائیداد پر نہیں جس کی کوئی آمدنی نہیں بلکہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اسوقت ماہوار تنخواہ کے ہے۔
[illegible] روپیہ ہے۔ اس میں مبلغ ۷۴ روپے انکم ٹیکس منہا ہو جاتا ہے۔ باقی ۴۲۶ روپیہ ہے میں تا زیست اپنی
[illegible] دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت
کرتا ہوں کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر
[illegible] جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں۔ تو اس قدر
[illegible] قیمت سے منہا کر دیا جاوے۔ العبد: عبد الحق ملک۔ گواہ شد: سید عبد الرشید احمدی سب انسپکٹر
[illegible] شہر سیالکوٹ۔ گواہ شد: محمد شفیع سیکرٹری وصایا سیالکوٹ شہر۔ نمبر ۶۶۲۰: [illegible] چوہدری
[illegible] صاحب قوم جٹ باجوہ پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن [illegible]
[illegible] ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ [illegible] حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔
[illegible] جائیداد اسوقت کوئی نہیں کیونکہ میرے والد صاحب بفضل خدا زندہ موجود ہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد ۱۰۵ روپیہ
[illegible] تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے
[illegible] تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے
[illegible] ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: بقلم خود
[illegible] آفس انڈیا۔ گواہ شد: چوہدری

بشیر احمد کلرک دفتر محاسب صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ گواہ شد: چوہدری نذیر احمد خان جٹ دار الرحمت قادیان۔ نمبر ۶۵۹۵: منکہ برکت علی لائق ولد میاں امام بخش صاحب مرحوم قوم قریشی پیشہ گورنمنٹ پنشنر عمر ۵۵½ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۰۹ء ساکن لدھیانہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۸ ۳/۴۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد ایک پختہ مکان موسوم بہ دار الفضل واقعہ کوچہ مولوی برکت علی لائق قریشی لدھیانہ اور ایک مکان پختہ وخام واقعہ قصبہ دھرم کوٹ ضلع فیروزپور پر مشتمل ہے۔ جو مکان میرا لدھیانہ میں ہے۔ اسکی قیمت قریبًا پانچہزار روپیہ ہے۔ اور دھرم کوٹ والے مکان کی میرے حصہ کی قیمت قریبًا چارسو روپیہ ہے۔ گویا اسوقت میں ۵۴۰۰ روپیہ (پانچہزار چارسو) کی جائیداد کا مالک ہوں لیکن ایک ہزار روپیہ میری بیوی کا حق مہر مجھ پر قرض ہے۔ اس سے بعد منہائی ایک ہزار روپیہ مبلغ چار ہزار چارسو روپے (۴۴۰۰ روپے) میری جائیداد کی قیمت ہوئی جس کے دسویں حصہ یعنی ۱/۱۰ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز چار ہزار چارسو روپے کا ۱/۱۰ حصہ مبلغ چارسو چالیس روپے (۴۴۰ روپے) اپنی زندگی میں یکمشت یا بالاقساط ادا کر دونگا۔ علاوہ ازیں مجھے گورنمنٹ کی طرف سے ۱۵ روپے ۲ آنے بطور پنشن ملتے ہیں۔ میں اپنی پنشن کا ۱/۱۰ حصہ بھی ماہ بماہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتا رہونگا۔ اس کے علاوہ میری وفات پر اگر کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد: خاکسار برکت علی لائق امیر جماعت احمدیہ لدھیانہ۔ گواہ شد: عبد النبی قریشی پسر موصی دار الفضل لدھیانہ۔ گواہ شد: محمد اقبال احمد قریشی پسر موصی لدھیانہ

نمبر ۶۵۹۹: منکہ محمد عبد اللہ خان ولد مولوی غلام رسول صاحب قوم ککھی راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۴۲ سال پیدائشی احمدی ساکن بدوملہی ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ یکم اپریل سنہ ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت غیر منقولہ ومنقولہ جائیداد کچھ نہیں ہے۔ صرف آمدنی ماہوار ۶۵ روپے ہے جس پر میرا گذارہ ہے۔ گذشتہ دنوں کی تنخواہوں میں سے کچھ رقم بقایا میرے پاس نقد ۳۰۰ روپے موجود ہے۔ اس نقد جائیداد اور آمد ماہوار کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نقد رقم کا ۱/۱۰ مبلغ ۳۰ روپے نقد ادا کر دیئے ہیں۔ اور اقرار کرتا ہوں کہ اگر بوقت وفات میری کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو جس کے دسویں حصہ کی وصیت میں حین حیات میں ادا نہ کر سکا ہوں۔ تو اس کے دسویں حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ مالک ہوگی۔ میرے ورثاء کو کوئی اختیار ممانعت نہ ہوگا چند حروف بطور سند لکھ دیئے ہیں۔ المرقوم یکم اپریل سنہ ۱۹۴۳ء۔ العبد: بقلم خود محمد عبد اللہ خان ۱/۴/۴۳ گواہ شد: غلام احمد مولوی فاضل بدوملہی بقلم خود۔ گواہ شد: غلام رسول بقلم خود والد موصی۔

نمبر ۶۶۰۱: منکہ عبد الرزاق خان ولد سردار احمد خان قوم بلوچ پیشہ حال ملازمت عمر ۳۶ سال تاریخ بیعت دسمبر سنہ ۱۹۳۹ء ساکن ٹھٹھ بستی رانجھا چاہ وردوالا۔ ڈاکخانہ شادن لنڈ ضلع ڈیرہ غازی خان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۵ مارچ سنہ ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت جائیداد غیر منقولہ میں سے اپنے وطن ڈیرہ غازی خاں میں کچھ مزروعہ زمین

جو جائداد غیر احمدی رشتہ داروں میں مشترک اور متنازعہ فیہ ہے ۔ اسی طرح قادیان میں پانچ مرلہ زمین ہے جو مکان کے متعلق ہے ۔ اور محلہ دارالیسر میں ہے ۔ اس کے سوا اور کوئی جائیداد نہیں ۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں ۔ اور میرا گزارہ اس وقت ملازمت پر ہے جو کو ورکشاپ لاہور میں نو آنے روزانہ ملتے ہیں ۔ اس کے علاوہ قحط الاؤنس بھی ملتا ہے ۔ جو حالات کے لحاظ سے بڑھتا اور گھٹتا رہتا ہے ۔ اس وقت اوسطاً ۲۵ روپے ماہوار ملتے ہیں ۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں ۔ اگر میرے مرنے پر میری اور کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ مالک ہوگی ۔ العبد :۔ عبدالرزاق خان بقلم خود معرفت برادرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب مبشر محلہ دارالفضل قادیان دارالامان ۔ گواہ شد :۔ عبدالرحمٰن مبشر محلہ دارالفضل قادیان گواہ شد :۔ ایس عبدالرحمٰن عفی عنہ

نمبر ۹۶۰۳ :۔ مسماۃ ریشم بی بی زوجہ محمد رمضان قوم بھٹی عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲/۴/۴۳ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔ میری جائیداد صرف مہر مبلغ دو صد روپے کے سوا کچھ نہیں ہے ۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں ۔ میرے مرنے کے وقت اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو ۔ تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ الامۃ :۔ (نشان انگوٹھا) ریشم بی بی ۔ گواہ شد :۔ محمد رمضان خاوند موصیہ ۔ گواہ شد :۔ بقلم خود حکیم احمد دین محلہ دارالسعۃ موصی نمبر ۲۱۰۱

نمبر ۹۶۰۵ :۔ میں شیخ لعل محمد ولد شیخ منصب علی صاحب مرحوم قوم شیخ انصاری پیشہ پنشن عمر ۶۱ سال تاریخ بیعت ۲۴ رمئی ۱۹۱۳ء حال قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲/۴/۴۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ (۱) میری اسوقت جائیداد غیر منقولہ دو قطعہ مکان بلا شرکت غیری محلہ بشیرت گنج لکھنؤ میں ہے جس کی قیمت بوقت خرید ۳۲۵۰ روپیہ تھی ۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں ۔ (۲) میری ماہوار پنشن ۸۶ روپے ۱۳ آنے ہے ۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں جس کی ادائیگی ماہ صلح ۱۳۲۲ ہش مطابق جنوری ۱۹۴۳ء سے شروع کی جاتی ہے ۔ مجھے تین ماہ بعد پنشن ملتی ہے ۔ اس لئے ہر پنشن پر گذشتہ تین ماہ کا حصہ آمد ادا کرتا رہونگا ۔ جو ۲۶ روپے ایک آنہ بشرح آٹھ روپیہ گیارہ آنہ ماہوار ہوتے ہیں ۔ گذشتہ سہ ماہی (جنوری ۔ فروری ۔ مارچ ۱۹۴۳ء) کا چندہ اب ادا کرتا ہوں ۔ اس کے علاوہ اور کوئی میری جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے ۔ البتہ اگر میرے مرنے پر کوئی اور جائیداد ثابت ہو ۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ حقدار ہوگی ۔ العبد :۔ لعل محمد بقلم خود موصی دارالبرکات قادیان ۔ گواہ شد :۔ عظیم الرحمٰن بقلم خود کارکن نظارت امور عامہ قادیان ۔ گواہ شد فیض قادر بقلم خود محلہ دارالبرکات قادیان

نمبر ۹۶۰۷ :۔ مسماۃ برکت بی بی بیوہ محمد ابراہیم قوم راجپوت پیشہ زمینداری عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۹ء ساکن لاہوریاں ڈاکخانہ دولت نگر ضلع گجرات پنجاب ۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۶ رمارچ ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

کہ میں اپنے مرحوم شوہر کی جائیداد جو کہ ایک خام مکان قیمتی تین سو روپیہ اور پانچ بیگھہ زمین قیمتی ۲۷۰۰ روپے یعنی کل تین ہزار کی جائیداد کے ۱/۲ حصہ کی مالک ہوں۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور میرا حق مہر ۳۲ روپے ابھی تک شوہر مرحوم کے ذمہ واجب الادا ہے۔ جو کہ انکی جائیداد سے لیا جائیگا۔ اس کے بھی دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی جائیداد نہیں ہے، نہ منقولہ نہ غیر منقولہ۔ میری کوئی ماہوار آمدنی نہیں ہے۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائیداد ہو۔ تو اس کے دسویں حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ :۔ نشان انگوٹھا برکت بی بی موضع لاہوریاں ڈاکخانہ دولت نگر ضلع گجرات۔ گواہ شد :۔ عبد الحمید حوالدار کلرک ۹ انڈین فیلڈ رجمنٹ کوئٹہ حال موضع لاہوریاں۔ گواہ شد :۔ نقلم خود محمد حسین ولد خوشی محمد قوم راجپوت نامہ ساکن حال لاہوریاں ڈاکخانہ دولت نگر تحصیل و ضلع گجرات۔

نمبر ۶۶۱۱ :۔ میں فضل کریم ولد میاں محمد امین صاحب قوم پراچہ پیشہ وکالت عمر ۲۷ برس تاریخ بیعت سنہ ۱۹۰۴ء ساکن بھیرہ ضلع شاہ پور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹ را پریل سنہ ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت ماہوار آمدنی ۸۰ روپے ماہوار ہے۔ جسکا ۱/۱۰ حصہ ماہوار ادا کرتا رہونگا۔ نیز میرا اثاث البیت و کتب وغیرہ قریباً ایک ہزار ہوگا اور غیر منقولہ سکنی مکان واقعہ محلہ پراچگان بھیرہ مالیتی قریباً پانچہزار میں سے میرا حصہ شرعی قریباً ۱/۴ ہوتا ہے۔ اور اس مکان میں میری دو بہنیں اور ہم تین بھائی شریک ہیں۔ اس جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں اور اگر مذکورہ بالا جائیداد کے علاوہ کوئی اور جائیداد چھوڑوں تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ حقدار ہوگی ایسے ہی اگر میری موجودہ آمدنی میں ترقی ہوگی۔ تو اسی نسبت سے یعنی ۱/۱۰ حصہ اسکا ماہوار ادا کرتا رہونگا۔ مکان مذکورہ بالا کی کوئی آمدنی نہیں ہے۔ العبد :۔ فضل کریم وکیل قادیان۔ گواہ شد :۔ عظیم الرحمٰن بقلم خود کارکن نظارت امور عامہ گواہ شد :۔ جلال الدین کارکن نظارت امور عامہ قادیان

نمبر ۶۶۱۳ :۔ منکہ رقیہ خانم زوجہ سید مبارک علیشاہ قوم پٹھان پیشہ خانہ داری عمر ۴۴ سال تاریخ بیعت اکتوبر سنہ ۱۹۱۸ء ساکن لدھیانہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج ۲۴ تاریخ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری غیر منقولہ جائیداد کوئی نہیں۔ منقولہ جائیداد حق مہر مبلغ ایک ہزار روپیہ اور زیورات قیمتی دو سو روپے پر مشتمل ہے۔ میرا مہر مبلغ ایک ہزار روپیہ بذمہ شوہر ہے۔ جو ابھی تک میں نے وصول نہیں کیا۔ زیورات قیمتی دو صد روپے میرے خاوند نے مجھ سے قرض لیکر خانگی ضروریات میں خرچ کیا ہوا ہے۔ گویا ۱۲۰۰ روپے میرے شوہر کے ذمہ واجب الادا قرض ہیں۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام کرتی ہوں۔ اور اقرار کرتی ہوں۔ کہ اپنی منقولہ جائیداد کا ۱/۱۰ یعنی ایک سو بیس روپے یکمشت یا بالاقساط ادا کر دونگی۔ اگر خدانخواستہ میں یہ رقم اپنی حین حیات میں ادا نہ کرسکی۔ یا اس رقم کا کوئی حصہ میرے ذمہ واجب الادا رہ گیا۔ تو اسکی ادائیگی کا ذمہ دار میرا شوہر سید مبارک علی شاہ سکرٹری مال جماعت احمدیہ لدھیانہ ہوگا۔ اس کے علاوہ اگر بوقت وفات

میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ الامۃ:۔ نشان انگوٹھا رقیہ خانم۔ گواہ شد:۔
مبارک علی شاہ بقلم خود خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ سید محمد احمد باہری پسر موصیہ۔ گواہ شد:۔ برکت علی لائق امیر
جماعت احمدیہ لدھیانہ۔ نمبر ۹۶۱۷ :۔ منکہ احمد خان ولد شیر محمد صاحب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۰ سال
تاریخ بیعت سنہ ۳۰ء ساکن بھگول ڈاکخانہ گھموڑیواہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳/۴۴
حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اڑہائی گھماؤں زمین واقعہ موضع بھگول ہے۔ ایک مکان واقع موضع
بھگول جو ہم تین بھائیوں میں مشترک ہے جسمیں میرا ۱/۳ حصہ ہے۔ میری ماہوار تنخواہ مبلغ ۱۴ روپے ہے۔ میں
مذکورہ بالا جائیداد کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اپنی آمدنی کا دسواں حصہ
تا حیات داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ آمدنی کی کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہونگا۔ میرے مرنے
پر اگر کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد: نشان انگوٹھا
احمد خان موصی۔ گواہ شد عبد الغنی ہیڈ کلرک ۱۴/۳ ورکشاپ اینڈ پارک کمپنی۔ بی۔ اے آئی فورس ساکن موضع بھلیر
ڈاکخانہ گجرات پنجاب۔ گواہ شد:۔ Ghulam Sarwar Store Keeper 304 W/S & PK.
Coy. I.B. ساکن موضع چوہور ڈاکخانہ سانگلا ہل ضلع شیخوپورہ۔ نمبر ۹۶۱۸ :۔ منکہ فاطمہ زوجہ عبد المنان قوم
راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۱۹ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۲۰ء ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج
بتاریخ ۱۱/۴/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ زیورات نفیسیاں طلائی دو تولہ قیمت ایکسو چالیس ۱۴۰ روپے۔ کانٹے
طلائی نصف تولہ قیمت تیتیس روپے اور مہر مبلغ ایک ہزار روپیہ جو میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے اور دس روپے
جیب خرچ جو مجھے اپنے خاوند کی طرف سے ماہوار ملتا ہے۔ اس کے علاوہ میری اور کوئی کسی قسم کی جائیداد نہیں
ہے۔ میں اپنے زیورات۔ مہر اور جیب خرچ ماہوار سب کے آٹھویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان
کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے بعد جو میری جائیداد ثابت ہو۔ اس کے بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان آٹھویں حصہ
کی مالک ہوگی۔ الامۃ:۔ فاطمہ بقلم خود۔ گواہ شد:۔ مرزا عبد الکریم ریٹائرڈ محلہ دار العلوم قادیان۔ گواہ شد:۔
جمعدار عبد المنان ہیڈ کوارٹر پنجاب رجمنٹ انبالہ چھاؤنی۔ نمبر ۹۶۱۹ :۔ منکہ زینب زہرہ زوجہ چودہری نصیر احمد
قوم جٹ پیشہ خانہ داری عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان محلہ دار الرحمت بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ
آج بتاریخ ۸/۴/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد اسوقت حسب ذیل ہے۔ اس کے ۱/۳ حصہ کی
وصیت کرتی ہوں۔ سونا ساڑھے چھ تولہ بصورت زیورات جس کی موجودہ قیمت مبلغ ۵۰۰ روپے ہے۔ اس کے علاوہ میرا
حق مہر ۱۰۰۰ روپے ہے۔ جو ابھی میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔ اراضی دس مرلہ واقعہ محلہ دار الشکر قیمتی
۱۱۰ روپیہ قیمتی ہے۔ نقد مبلغ ۵۰۰ روپے۔ یعنی کل رقم ۲۱۱۰ روپے بنتے ہیں۔ میں اس کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بحق

صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور اگر کوئی منقول یا غیر منقولہ جائیداد میرے مرنے کے وقت ثابت ہو۔ تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیّت حاوی ہوگی۔ اور اگر کوئی رقم میں اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کردوں۔ تو وہ رقم میرے مرنے کے بعد ثابت شدہ جائیداد سے منہا ہوگی۔ اسوقت میری کوئی آمد نہیں ہے۔ لیکن میرا گذارہ میرے خاوند کی آمدنی پر ہے۔ العبدہ:۔ زینب زہرہ۔ گواہ شد۔ بشیر احمد برادر موصیہ کلرک صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ گواہ شد:۔ چودہری نصیر احمد۔ میں تصدیق کرتا ہوں کہ موصیہ زینب زہرہ کا حق مہر مبلغ ۱۰۰۰ روپیہ میرے ذمہ واجب الادا ہے۔ چودہری نصیر احمد جٹ باجوہ **نمبر ۶۶۲۲**:۔ منکہ شیر محمد احمدی ولد مہتاب قوم جٹ پیشہ زراعت عمر ۳۸ سال پیدائشی احمدی ساکن چک لوہٹ ڈاکخانہ بہلول پور ضلع لدھیانہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۹ ۳/۴۲ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ (۱) میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ جدی زرعی زمین وٹ بگیھہ پختہ اور زرخرید گیارہ بگیھہ پختہ جو کہ موضع چک لوہٹ اور قصبہ بہلول پور تحصیل سمرالہ ضلع لدھیانہ میں واقعہ ہے۔ کل زرعی زمین کہ قیمت موجودہ نرخ سے مبلغ چار ہزار روپیہ کے قریب ہے۔ اور اسی طرح مبلغ چار ہزار روپیہ میں مختلف دیہاتوں میں مختلف قطعات زمین میرے پاس رہن ہے۔ اسی طرح ایک مویشی خانہ اور ایک رہائشی مکان بھی میرے پاس ہے۔ جن کی موجودہ قیمت قریبًا ۴۰۰ روپے ہوگی۔ یعنی کل جائیداد قریبًا مبلغ آٹھ ہزار چار سو روپے کی ہوتی ہے۔ کہ نصف جن کے چار ہزار دو سو روپے بنتے ہیں۔ اس کے دسویں حصّہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی۔ (۳) اگر اس کے بعد کوئی جائیداد اور پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جسقدر میری جائیداد ہو۔ اس کے دسویں حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اللہ تعالےٰ اسے قبول فرمائے آمین۔ کاتب الحروف خاکسار محمد شجاعت علی احمدی انسپکٹر بیت المال قادیان۔ العبد:۔ شیر محمد بقلم خود سکرٹری مال چک لوہٹ (نشان انگوٹھا) گواہ شد:۔ محمد موسیٰ بقلم خود (نشان انگوٹھا) گواہ شد:۔ محمد اسمٰعیل پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ چک لوہٹ بقلم خود (نشان انگوٹھا)۔ گواہ شد:۔ ابراہیم احمدی نمبردار بقلم خود (نشان انگوٹھا)۔ **نمبر ۶۶۲۳**:۔ منکہ غلام محمد ولد میاں احمد دین صاحب قوم دنیوں پیشہ تجارت عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۶ء ساکن مدرسہ چٹھہ ڈاکخانہ کوٹ ہرا ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۲ ۳/۴۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے۔ میں دوکانداری کرتا ہوں۔ میری ماہوار آمد دوکان کی اوسطًا پندرہ روپے ماہوار ہے۔ جس کا ۱/۱۰ حصہ ہر ماہ میں بفضل خدا ادا کرتا رہونگا۔ اور اگر کم وبیش آمد ہوئی۔ اس کے حساب سے ۱/۱۰ حصہ ادا کروں گا۔ نیز اس کے علاوہ اگر کوئی میری جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میری زندگی میں یا مرنے کے بعد ثابت ہوگی۔

اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اگر کوئی حصہ اس جائیداد کا اپنی زندگی میں ادا کر دوں۔ تو وہ حصہ اس جائیداد سے مجرائی کر دیا جائیگا۔ اگر میں ادا نہ کر سکوں۔ تو میرے ورثاء اس کو ادا کریں گے۔ میرے پاس اس وقت ایک زیور کاسنٹھ طلائی قیمتی ۹۴ روپے ہیں جس کا ۱/۱۰ حصہ یعنی ۹ روپے ۵ آنے ادا کر دونگا۔ والسلام۔ خاکسار سید محمد لطیف انسپکٹر بیت المال کاتب الحروف ۳/۴۴ ۲۲۔ العبد: بقلم خود غلام محمد ولد احمد دین سکرٹری تبلیغ موضع مدرسہ چٹھہ ڈاکخانہ کوٹ ہرا ضلع گوجرانوالہ۔ گواہ شد: بقلم خود نواب دین سکرٹری مال جماعت احمدیہ مدرسہ چٹھہ ڈاکخانہ کوٹ ہرا ضلع گوجرانوالہ۔ گواہ شد: بقلم خود خوشی محمد احمدی موضع مدرسہ چٹھہ ڈاکخانہ کوٹ ہرا ضلع گوجرانوالہ **نمبر ۶۶۲۴**: منکہ سائرہ بیگم بنت قاضی حبیب اللہ صاحب قریشی قوم قریشی پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن شاہدرہ طبیہ کالج ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۳/۴۴ ۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اسوقت مبلغ پچیس ۲۵ روپیہ ماہوار تنخواہ ہے۔ اس کے علاوہ اور میری کوئی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ نہیں ہے۔ میں شاہدرہ گرلز کالج میں ملازم ہوں میں اپنی تنخواہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتی ہوں۔ اگر کوئی میری جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہوگی۔ یا میں آئندہ پیدا کروں یا تنخواہ میں ترقی ہوتی رہی۔ اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ ادا کر دوں گی۔ میرے مرنے کے بعد بھی جو میری جائیداد ثابت ہوگی۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میں نے اسوقت برائے اعلان وصیت ۳ روپے ۸ آنے ادا کر دیئے ہیں۔ الامۃ: سائرہ بیگم معلمہ طبیہ کالج شاہدرہ باغ ڈاکخانہ خاص ضلع شیخوپورہ۔ گواہ شد: سید محمد لطیف انسپکٹر بیت المال قادیان ضلع گورداسپور۔ گواہ شد: منصور احمد برادر موصیہ طبیہ کالج شاہدرہ ضلع شیخوپورہ **نمبر ۶۶۲۶**: منکہ سید محمود ولد میاں متولی قوم اعوان پیشہ تجارت عمر ۴۱ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۳ء ساکن لی مارکیٹ کراچی بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۸ ۳/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جدی جائیداد کوئی نہیں ہے۔ میں نے ایک مکان خام مبلغ ۲ صد روپے میں موضع نڈھی لبستی تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ میں خرید کیا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً انیس کنال زمین زیر کاشت میرے پاس مبلغ آٹھ صد روپیہ میں رہن ہے۔ اس میں سے چار کنال نڈھی لبستی میں واقع ہے۔ اور باقی گیارہ کنال اور چار کنال موضع سیہاں واکٹھا تحصیل ایبٹ آباد ضلع ہزارہ میں واقع ہے۔ اسوقت میرا گذارہ تجارت پر ہے۔ میں لی مارکیٹ کراچی میں بوٹ وسوڈا واٹر فیکٹری کا مالک ہوں۔ میری ماہوار آمد تقریباً ۸۰ روپے ہے۔ میں اس آمد کا ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں۔ کہ ماہ بماہ انشاء اللہ تعالیٰ ادا کرتا رہونگا۔ اور اپنی آمد کی کمی بیشی کی اطلاع باقاعدہ دیتا رہونگا۔ اور نیز میرے مرنے پر جو بھی میری جائیداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ العبد: سید محمود بقلم خود مالک سوڈا واٹر فیکٹری لی مارکیٹ کراچی۔ گواہ شد: فضل احمد پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کراچی۔ گواہ شد: امین الدین عباسی قائد مجلس خدام الاحمدیہ کراچی **نمبر ۶۶۲۷**: منکہ فاطمہ بی بی

زوجہ محمد اسحاق قوم کھوکھر عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن ملکھانوالہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج ۲۲/۴ ۵ کو حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری جائیداد نقد ۱۸۰ روپے اور ساڑھے تولہ چاندی قیمتی ۵۵ روپے سونا تین ماشہ قیمت پندرہ روپے کل اڑھائی سو روپیہ ہوتے ہیں۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اور آج ہی بذریعہ منی آرڈر مبلغ ۲۵ روپے جو کہ میری جائیداد کا دسواں حصہ ہے قادیان مرکز میں بھیج دئے ہیں۔ نیز مجھے پچیس ۲۵ روپے ماہوار میرے خاوند کی تنخواہ میں سے جو کہ آسام میں نہر کے کام پر ملازم ہیں ملتے ہیں۔ اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ ماہوار جب تک ملتے رہیں گے ادا کرتی رہوں گی۔ اور میرے مرنے کے وقت بھی جو میری منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد ثابت ہوگی۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ حقدار ہوگی۔ بقلم خود ملک سراج الدین احمدی پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ سیکھڑیال۔ الـمـوصـیـۃ: ۔ فاطمہ بی بی زوجہ محمد اسحاق۔ گواہ شد:۔ احمد دین راجپوت سیکھڑیال بقلم خود۔ گواہ شد:۔ خوشی محمد احمدی سکنہ ملکھانوالہ والد موصیہ۔ نمبر ۶۵۹۷:۔ منکہ امۃ السلام زوجہ ڈاکٹر عبدالحق ملک کیپٹن آئی۔ ایم۔ ایس قوم کشمیری بٹ عمر ۲۸ سال پیدائشی احمدی ساکن کشمیری محلہ سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲/۴ ۱۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ (۱) میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ زیورات طلائی کڑے گیارہ تولہ۔ گلوبند ۵ تولہ۔ نیکلس ۸ تولہ۔ نفیسیاں ۲ تولہ۔ بٹن ۳/۴ تولہ سنگار پٹی ۲ تولہ۔ انگوٹھیاں ۲ تولہ۔ کانٹے ۴ تولہ۔ کل زیورات کا وزن ۳/۴ ۳۵ تولہ۔ اس کے علاوہ مہر مبلغ دو ہزار روپیہ (۲۰۰۰ روپے) بذمہ خاوند ہے۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی بھی وصیت کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائیگی۔ اگر اس کے علاوہ کوئی جائیداد اور پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائیداد ہو اس کا ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الـمـوصـیـۃ۔ امۃ السلام۔ گواہ شد:۔ عبدالحق ملک خاوند موصیہ گواہ شد:۔ محمد شفیع سیکرٹری وصایا سیالکوٹ۔ نمبر ۹۵۶۷:۔ منکہ غلام رسول خان ولد مولوی میر ولی خان صاحب قوم اعظم آل پیشہ ملازمت عمر بیس سال پیدائشی احمدی ساکن میراں والی گلی۔ ڈاکخانہ پولئی ضلع ہزارہ حال منصورآباد ڈاکخانہ سمارو ضلع تھر پارکر سندھ بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۱/۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میرا گذارہ صرف اس تنخواہ پر ہے جو مجھے ایم۔ این سنڈیکیٹ سے ماہانہ مبلغ بیس روپے اور الاؤنس ۵ روپے ماہوار ایک من گندم ملتی ہے۔ اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں۔ کہ یہ وصیت ہر تنخواہ ملنے پر ادا کرتا رہوں گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ اگر کوئی کمی بیشی ہوئی۔ تو اس کے مطابق ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا ہوں گا اس کے علاوہ اگر میری زندگی میں یا مرنے کے بعد کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ ہوگی۔ العبد: غلام رسول ہزاروی ولد مولوی میر ولی خان صاحب [illegible]

لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ مُحمّد رسُول اللّٰہ

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز

اردو

یعنی

دنیا کے مذاہب پر تبصرہ اور اہل مذاہب کا تشحید الاذہان

جلد ۴۲	بابت ماہ جمادی الاوّل و جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ مطابق جون و جولائی ۱۹۴۳ء	عدد ۶ و ۷

فہرست مضامین

اسلامی خلافت

اور

شیعہ کتب

(از جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائل پوری)

۲

قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں، جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت حقہ کی مؤید ہیں۔ لیکن میں برعایت اختصار انہی دو قرآنی دلیلوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور اب اس کے بعد شیعہ کتب سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت حقہ کے ثبوت میں شہادات پیش کرتا ہوں۔ ان شہادات کے ضمن میں شیعوں کے اس خیال کی بھی خود بخود کامل بیخ کنی ہو جاتی ہے، کہ حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے حضرت علیؓ کی خلافت کو غصب کر لیا تھا۔

دلیل دوم۔ شرح نہج البلاغہ میں ایک روایت یوں درج ہے:-

قَالَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ مَا غَضِبْنَا إِلَّا فِي الْمَشْوَرَةِ وَإِنَّا لَنَرَى أَبَا بَكْرٍ أَحَقَّ النَّاسِ بِهَا وَإِنَّهُ لَصَاحِبُ الْغَارِ وَإِنَّا لَنَعْرِفُ لَهُ سُنَّةً وَلَقَدْ أَمَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ بِالصَّلٰوةِ بِالنَّاسِ وَهُوَ حَيٌّ۔ (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی۔ جلد ۱ جزو ۲ صفحہ ...)

کہا علیؓ اور زبیرؓ نے ہم نے صرف اسی امر کا فیصلہ کیا ہے جو مشورہ میں (ابوبکر کی خلافت کے بارہ میں) طے ہوا اور ہم پاتے ہیں ابوبکر کو سب لوگوں میں زیادہ حقدار (خلافت) کا کیونکہ وہ صاحب الغار ہیں اور ہم جانتے ہیں ابوبکر کے متعلق سنت نبوی اور بیشک انہیں حکم دیا رسول اللہ صلعم نے لوگوں کو نماز پڑھانے کا۔ اس حال میں کہ آپ زندہ تھے۔

حضرت علیؓ اور زبیرؓ نے اس قول میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو خلافت کا سب لوگوں سے زیادہ حقدار بتا کر ان کے فضائل بھی بیان فرمائے ہیں۔ اور ان فضائل کو آپ کی خلافت بلافصل کی اہلیت کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ ان میں سے ایک فضیلت آپکی یہ بیان فرمائی ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب الغار تھے۔ اوپر ہم نے حضرت ابوبکرؓ کے اذ ہما فی الغار ہونے کے ذکر پر مشتمل آیت کو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی طرف اشارہ کنندہ سمجھا ہے۔ اور حضرت علیؓ اور زبیرؓ نے بھی اس سے آپ کے احق بالخلافت ہونے پر استدلال کیا ہے۔

حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما کے اس قول سے یہ بھی ظاہر ہے، کہ ان کے نزدیک بھی قیام خلافت کے لئے اصل الاصول مشورہ ہی تھا۔ اسی لئے خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں میں وہی امر ڈالا، اور اس کے مطابق انہوں نے فیصلہ کیا۔ جو امر مشورہ کی مجلس میں طے ہوا تھا، یعنی حضرت ابوبکرؓ کے احق بالخلافۃ ہونے کا امر۔

دلیل چہارم۔ شرح نہج البلاغہ میں ایک اور روایت بھی حضرت ابوبکرؓ کے احق بالخلافۃ ہونے کی تائید میں موجود ہے۔ چنانچہ احمد بن عبد العزیز کی روایت سے لکھا ہے:۔

"قَالَ جَآءَ اَبُوْسُفْیَانَ اِلٰی عَلِیٍّ فَقَالَ غَلَبَکُمْ عَلٰی ھٰذَا الْاَمْرِ اَذَلُّ بَیْتٍ فِیْ قُرَیْشٍ اَنَا وَاللہِ لَوْ شِئْتَ لَاَمْلَاَنَّھَا عَلٰی اَبِیْ فُضَیْلٍ[1] خَیْلًا وَّرَجِلًا فَقَالَ عَلِیٌّ طَالَمَا غَشَشْتَ الْاِسْلَامَ وَاَھْلَہٗ فَمَا ضَرَرْتَھُمْ شَیْئًا۔

احمد نے کہا، آیا ابوسفیان علیؓ کی طرف۔ پس اس نے کہا، تمہارے خلاف ہے اس امر (خلافت) میں سب سے ذلیل گھرانہ قریش میں۔ اللہ کی قسم اگر تم چاہو تو میں بھر دوں اسے (گھر کو) ابی فضیل (ابوبکرؓ) پر سواروں اور پیادوں سے۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا۔ مدت تک تو فریب کرتا رہا اسلام اور اہل اسلام سے، پس نہ ضرر دے سکا تو انہیں کچھ بھی۔

له ابی فُضَیل سے مراد حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ ملاحظہ ہو کشکول مصنفہ حیدر علی آملی و مجالس المؤمنین

لَا حَاجَةَ لَنَا اِلٰی خَیْلِكَ وَ رَجِلِكَ لَوْلَا اَنَّا رَئَیْنَا اَبَا بَکْرٍ لَهَا اَھْلًا لَمَا تَرَکْنَاہُ۔ (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد ۱ جزو ۲ صفحہ ۱۳۰)

ہمیں کوئی حاجت نہیں تیرے سواروں اور تیرے پیادوں کی، اگر نہ پایا ہوتا ہم نے ابوبکر کو اس (خلافت) کا اہل، تو ہم اُسے نہ چھوڑتے۔

یہ روایت بھی اس امر پر روز روشن کی طرح دال ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضرت علیؓ خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے ابوسفیان کی مدد کو ٹھکرا دیا۔ اور ایسے رنگ میں اسے جواب دیا جس سے یہ ظاہر ہو، کہ ان کے نزدیک اس کی حضرت ابوبکرؓ کے خلاف منصوبہ سازی ایسی ہی ایک حرکت قبیحہ تھی جیسی حرکات قبیحہ وہ حمایت کفر میں اسلام کے خلاف کرتا رہا تھا۔ آپ نے بتا دیا کہ جس طرح اسلام کے خلاف اس کی کوئی منصوبہ سازی کارگر نہیں ہوئی تھی۔ اور وہ مسلمانوں کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکا تھا، اسی طرح وہ حضرت ابوبکرؓ کے خلاف کوئی منصوبہ سازی کر کے کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حضرت ابوبکرؓ خلافت کے مقام کے اہل ہیں۔

حضرت علیؓ کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا مرتبہ

دلیل پنجم ۔ حضرت علیؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی تعریف میں فرماتے ہیں:۔

لَعَمْرِیْ اِنَّ مَکَانَھُمَا فِی الْاِسْلَامِ لَعَظِیْمٌ وَ اِنَّ الْمُصَابَ بِھِمَا لَجُرْحٌ فِی الْاِسْلَامِ شَدِیْدٌ۔ فَرَحِمَھُمَا اللّٰہُ وَجَزٰھُمَا اَحْسَنَ مَا عَمِلَا۔ (شرح نہج البلاغہ جلد ۴ جزو ۱۵ صفحہ ۲۱۹)

مجھے اپنی عمر کی قسم کہ بیشک ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کا مرتبہ اسلام میں البتہ بہت ہی بڑا ہے اور بیشک ان دونوں کی وفات کی وجہ سے اسلام کو شدید زخم پہنچا ہے۔ اللہ ان دونوں پر رحم کرے اور انکو ان کے عمل کا بہتر سے بہتر بدلہ دے۔

(بقیہ حاشیہ) "فَسَمَّاہُ النَّبِیُّ مِنْ اَبِیْ فُضَیْلٍ اَبَا بَکْرٍ وَ مِنْ عَبْدِ الْعُزّٰی عَبْدَ اللّٰہِ" کہ ان کا نام نبی کریم نے ابوفضیل کی بجائے ابوبکر اور عبد العزیٰ کی جگہ عبد اللہ رکھا۔

حضرت علی رضؓ کے اس قول سے ظاہر ہے، کہ آپ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت حقہ کے قائل تھے، اور وہ ہر دو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے زمانہ خلافت میں بھی اسلام میں نہایت بلند مرتبت شخصیتیں یقین کرتے تھے، اور انکی وفات کو مسلمانوں کے لئے ایک سخت دینی اور قومی صدمہ سمجھتے تھے۔

ماسوا اس کے حضرت علی رضؓ نے اپنی عمر کی قسم کھا کر اپنے زمانہ حیات کو اس بات پر گواہ ٹھیرایا ہے، کہ ان ہر دو بزرگواروں کی خلافت کے زمانہ میں انکی اپنی زندگی کی روش گواہ ہے۔ کہ ان کے نزدیک یہ ہر دو بزرگ ہستیاں اسلام میں نہایت عظمت رکھنے والی ہیں، اسی لئے آپ نے ان کے خلاف اپنے زمانہ حیات میں کوئی بغاوت نہیں کی، بلکہ ان کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے انہیں اہم امور میں مشورہ دیتے رہے۔

امام جعفرؓ کے نزدیک حضرت ابوبکرؓ کی شان صدیقی

دلیل ششم۔ حضرت علی رضؓ کے علاوہ شیعوں کے دیگر ائمہ کرام بھی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خلافت حقہ کے قائل تھے۔ چنانچہ علی اردبیلی اپنی کتاب کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمہ میں ایک روایت یوں درج کرتے ہیں :-

"اِنَّہٗ سُئِلَ الْاِمَامُ اَبُوْجَعْفَرٍ عَنْ حِلْیَۃِ السَّیْفِ. ھَلْ یَجُوْزُ فَقَالَ نَعَمْ قَدْ حَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ الصِّدِّیْقُ سَیْفَہٗ بِالْفِضَّۃِ فَقَالَ الرَّاوِیْ اَتَقُوْلُ ھٰکَذَا فَوَثَبَ الْاِمَامُ عَنْ مَکَانِہٖ فَقَالَ نَعَمْ اَلصِّدِّیْقُ، نَعَمْ اَلصِّدِّیْقُ نَعَمْ اَلصِّدِّیْقُ۔ فَمَنْ لَمْ یَقُلْ لَہٗ الصِّدِّیْقَ فَلَا صَدَّقَ اللّٰہُ قَوْلَہٗ فِیْ

امام جعفرؓ سے پوچھا گیا تلوار کو مزین کرنے کے متعلق کہ کیا یہ جائز ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں۔ کیونکہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنی تلوار کو مزین کیا چاندی سے۔ پس راوی نے (جو شیعہ تھا) کہا آپ ایسا (ابوبکر کو صدیق) کہتے ہیں؟ اس پر امام صاحب (جوش میں) اچھل پڑے اپنی جگہ سے پس کہا، ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں ہاں وہ صدیق ہیں جو انہیں صدیق نہ کہے، خدا اسکی بات نہ سچی کرے

فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ۔ | دنیا اور آخرت میں۔

اس روایت سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے، کہ امام جعفر صادق رض حضرت ابوبکر رض کو صدیق مانتے تھے، اور آپکی سنت کو قابل تقلید یقین کرتے تھے۔ اسی لئے تو آپ نے اپنے جواب کی صحت کے ثبوت میں حضرت ابوبکر صدیق رض کے طرز عمل کو بطور نمونہ پیش کیا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبیوں کے بعد صدیقین کا ذکر بلا فصل کیا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:-
مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَ (سورہ نساء ع۹) کہ جو شخص اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرے گا، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، نبیوں سے، صدیقوں سے، شہیدوں سے اور صالحین سے۔

پس حضرت امام جعفر صادق رض کا حضرت ابوبکر رض کو الصدیق قرار دینا اس بات پر دال ہے، کہ آپ انکی خلافت بلافصل کے قائل تھے۔

آنحضرت صلعم کا حضرت ابوبکر رض کو صدیق قرار دینا

دلیل ہفتم۔ احتجاج طبرسی میں علامہ طبرسی حضرت امیرالمومنین علی رض سے سے یوں روایت کرتے ہیں:-

"کُنَّا مَعَہٗ عَلٰی جَبَلِ حَرَآءَ اِذْ تَحَرَّکَ الْجَبَلُ فَقَالَ لَہٗ قِرَّ فَاِنَّہٗ لَیْسَ عَلَیْکَ اِلَّا نَبِیٌّ وَ صِدِّیْقٌ وَ شَہِیْدٌ۔ | ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حرا پہاڑ پر، ناگاہ اس پہاڑ کو جنبش ہوئی۔ پس رسول اللہ نے اسے کہا (اے پہاڑ) قرار پکڑ، کیونکہ کوئی نہیں ہے تجھ پر سوائے ایک نبی اور ایک صدیق اور ایک شہید کے

اس قول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رض کے لئے صدیق اور حضرت علی رض کے لئے شہید کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اور نبی، صدیق، شہید کے الفاظ کو اسی قرآنی آیت کی ترتیب کے مطابق آگے پیچھے رکھ کر جس کا دلیل ششم میں ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر رض کی خلافت

بلافصل کے متعلق ایک اشارہ فرمایا ہے۔ کیونکہ نبی کے بعد صدیق کا ذکر قرآن مجید میں نبی کے بعد بلافصل ہے، اور شہید کا مرتبہ صدیق کے بعد ہے۔

پس جیسے خدا تعالیٰ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم صدیق قرار دے، اس کی خلافت بلافصل سے انکار شیعوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا دعویدار ہوتے ہوئے ہرگز زیبا نہیں۔

ابوبکرؓ و عمرؓ عادل امام

دلیل ہشتم۔ حضرت امام جعفر صادقؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی شان میں فرماتے ہیں:-

"هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ كَانَا عَلَى الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَيْهِ فَعَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" (رسالہ اولہ تقیہ فی ثبوت تقیہ)۔	وہ دونوں امام ہیں عادل انصاف کرنے والے وہ دونوں حق پر تھے اور حق پر فوت ہوئے۔ پس ان دونوں پر قیامت کے دن اللہ کی رحمت ہو۔

اس قول میں امام صادقؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو عادل امام قرار دیا ہے، اور انکی زندگی اور موت کو حق پر قرار دے کر انہیں دعائے خیر سے یاد فرمایا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ وہ ان ہر دو بزرگوں کی خلافت کو برحق تسلیم فرماتے ہیں۔

آنحضرت صلعم کی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی خلافت کی پیشگوئی!

دلیل نہم۔ شیعوں کی معتبر تفاسیر صافی، مجمع البیان، تفسیر علی القمی میں ایک روایت یوں درج ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام المومنین حفصہؓ سے فرمایا۔

"اِنَّ اَبَاكِ يَلِي الْخِلَافَةَ بَعْدَ اَبِيْ بَكْرٍ" بے شک تیرا باپ (عمرؓ) خلافت کا والی ہوگا بعد ابوبکرؓ کے۔

(تفاسیر مذکورہ در تفسیر سورۃ مریم)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ سے علم دیا جا چکا تھا، کہ آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ آپ کے خلیفہ بلافصل ہونگے اور ان کے بعد آپ کے دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ ہوں گے۔

اس شیعہ روایت میں حقیقت پر پردہ ڈالنے کے لئے اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ام المومنین حفصہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک سازش کا مرتکب قرار دیا گیا ہے جو سراسر افترا ہے۔ اگر یہ بزرگوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک ایسی ناپاک حرکت کا ارتکاب کرنے والے ہوتے، تو پھر حضرت علیؓ انکی یوں مدح سرائی کیوں کرتے؟ کہ اِنَّ مَکَانَھُمَا فِی الْاِسْلَامِ لَعَظِیْمٌ وَاِنَّ الْمُصَابَ بِھِمَا لَجُرْحٌ فِی الْاِسْلَامِ

ماسوا اس کے یہ خبر تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلق ایک خوشخبری پر مشتمل تھی۔ اس خبر پر اطلاع پانے کے بعد انکو (آنحضرتؐ) کے خلاف سازش کا ارتکاب کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ پس سازش کی یہ کہانی سراسر بعید از عقل ہے۔

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق خدا کی فعلی شہادت

دلیل دہم۔ حضرت ابوبکرؓ اور اسی طرح حضرت عمرؓ کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اتنا بلند تھا، کہ ان ہردو کو اللہ تعالیٰ نے وفات پانے پر روضہ نبوی میں دفن ہونے کی سعادت عطا فرما کر بھی اپنی فعلی شہادت سے اس بات پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے، کہ جس طرح یہ ہردو بزرگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کے رفیق تھے۔ ویسے ہی جنت میں بھی آپ کے رفیق ہیں۔ کیونکہ روضۂ نبوی کی شان میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے، مَا بَیْنَ قَبْرِیْ وَ مِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّةِ۔ کہ میری قبر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

اگر شیعوں میں کسی شیعہ کا کربلائے معلّٰی میں دفن ہونا اس کے لئے باعث سعادت سمجھا جاتا ہے، تو کیوں ان ہردو بزرگواروں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار میں اور آپ کے روضہ میں مدفون ہونا جو یقیناً روضۂ جنت ہے، ان کے لئے اس سے بڑھ کر باعث سعادت نہیں۔

اگر شیعہ اصحاب اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ان کے والد یا والدہ کی قبر دو ناپاک اور شریروں کی قبروں کے متصل ہو، تو خدا تعالیٰ کی غیرت جو انسانی غیرت سے بڑھ کر ہے، بلکہ

انسانی غیرت کو اس سے کوئی نسبت ہی نہیں، کیونکر برداشت کرسکتی تھی کہ سید الانبیاء و فخر المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ میں وہ کسی ناپاک فاسق اور مرتد کے دفن ہونے کو پسند کرے، اور اس کے دفن ہونے کا موقعہ پہنچنے دیں۔

پس شیعہ اصحاب اپنی جانوں پر بہت ظلم کر رہے ہیں کہ وہ ان ہر دو مقدس بزرگوں کو جو جنت میں خدا کے سایہ عاطفت کے ماتحت زندگی بسر کر رہے اور جن پر خدا تعالےٰ کی رضا کا مقام پانے کے متعلق خدا تعالیٰ کی قولی اور فعلی شہادتیں گواہ ہیں، برائی اور حقارت اور طعن آمیز اور مکروہ کلمات سے یاد کر کے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ انکی آنکھیں کھولے۔

فدک کا معاملہ خلافت ابوبکرؓ کی دلیل ہے

دلیل یازدہم۔ سب سے بڑا طعن جو شیعوں کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ پر کیا جاتا ہے، وہ فدک کے معاملہ میں ہے کہ آپ نے یہ باغ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو نہ دیا۔ حالانکہ شیعوں کی اپنی مستند کتاب شرح نہج البلاغہ لابن ہیثم بحرانی سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے باغ فدک سے حضرت فاطمہ رضؓ کا حصہ نہیں دیا تھا، اور حضرت فاطمہؓ آپ سے راضی ہوگئی تھیں۔ چنانچہ اس روایت میں لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا، کہ فدک مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ کیا ہوا ہے۔ تو آپ نے اس کے متعلق شہادت طلب فرمائی۔ اس پر حضرت علی، ام ایمن، حضرت عمر اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ رضی اللہ عنہم نے شہادت دی۔ یہ شہادت سننے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا:-

"صَدَقْتِ یَا ابْنَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ صَدَقَ عَلِیٌّ وَ اُمُّ اَیْمَنَ وَصَدَقَ عُمَرُ وَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ذٰلِكَ اِنَّ لَكِ مَا لِاَبِیْكِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَاْخُذُ مِنْ فِدَكَ قُوْتَكُمْ وَ یَقْسِمُ الْبَاقِیَ وَ یَحْمِلُ عَنْهُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَكِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ	"سچ کہا تم نے اے بیٹی رسول اللہؐ کی۔ اور سچ کہا علی نے اور ام ایمن نے، اور سچ کہا عمر اور عبد الرحمن نے، اور وہ یہ ہے کہ تمہارے لئے ہے جو تمہارے باپؐ کے لئے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک سے تمہاری خوراک لے لیتے تھے اور باقی تقسیم فرما دیتے تھے اور فی سبیل اللہ خرچ کر دیتے تھے اور میرا تم سے

آصْنَعُ بِهَا كَمَا كَانَ يَصْنَعُ فَرَضِيَتْ بِذٰلِكَ وَاَخَذَتِ الْعَهْدُ بِهِ وَكَانَ يَاْخُذُ غَلَّتَهَا فَيَدْفَعُ اِلَيْهِمْ مِنْهَا مَا تَكْفِيهِمْ ثُمَّ فَعَلَتِ الْخُلَفَاءُ بَعْدَهٗ كَذٰلِكَ ... الخ"	پختہ عہد ہے کہ میں بھی ایسا ہی کیا کروں گا جیسا کہ وہ کیا کرتے تھے پس حضرت فاطمہؓ اس پر راضی ہو گئیں اور ابوبکرؓ سے اسکے متعلق عہد لے لیا اور حضرت ابوبکرؓ اسکا غلہ لیکر انہیں دیدیا کرتے تھے جتنا انکے لئے کافی ہو پھر خلفاء اس کے بعد اسی طرح کرتے رہے۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جزو ۵ مطبوعہ ایران)

پس جب حضرت فاطمہؓ فدک کے معاملہ میں حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ سے راضی ہو گئیں، تو اب حضرت ابوبکرؓ کو فدک کے متعلق طعن یا اعتراض کا نشانہ بنانا ناجائز ہے۔ حضرت فاطمہؓ کا حضرت ابوبکرؓ کے پاس مقدمہ لے جانا اور ان سے اپنا حق لے لینا اس بات پر روشن دلیل ہے، کہ حضرت ابوبکرؓ کو وہ خلیفہ برحق تسلیم کرتی تھیں، اور طاغوت اور غاصب خلافت نہیں سمجھتی تھیں۔ کیونکہ عمر بن حنظلہ سے روایت ہے۔ اس نے کہا:۔

"سَاَلْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِنَا بَيْنَهُمَا مُنَازَعَةٌ فِيْ دَيْنٍ اَوْ مِيْرَاثٍ فَتَحَاكَمَا اِلَى السُّلْطَانِ وَاِلَى الْقُضَاةِ اَيَحِلُّ ذٰلِكَ قَالَ مَنْ تَحَاكَمَ اِلَيْهِمْ فِيْ حَقٍّ اَوْ بَاطِلٍ فَاِنَّمَا تَحَاكَمَ اِلَى الطَّاغُوْتِ وَمَا يَحْكُمُ لَهٗ فَاِنَّمَا يَاْخُذُ سُحْتًا وَاِنْ كَانَ حَقًّا ثَابِتًا لَهٗ لِاَنَّهٗ اَخَذَهٗ بِحُكْمِ الطَّاغُوْتِ"	"میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا دو آدمیوں کے بارہ میں اپنے اصحاب سے کہ انکے درمیان تنازع ہو قرض کے بارہ میں یا میراث میں پس وہ مقدمہ لیجائیں بادشاہ کی طرف اور قاضیوں کی طرف، کیا یہ حلال ہے؟ ابوعبداللہ نے کہا جو مقدمہ لیجائے انکی طرف حق یا باطل میں پس بیشک وہ مقدمہ لے گیا طاغوت کیطرف، اور جو اس کے لئے فیصلہ ہو گا پس بیشک وہ لیگا ناجائز طور پر اگرچہ وہ اس کا ثابت شدہ حق ہی کیوں نہ ہو اسنے اسے لیا ہے طاغوت کے حکم سے۔

(اصول کافی شہیدی ص ۳۲۵ و لکھنوی صفحہ ۳۸)

پس حضرت فاطمہؓ جیسی متقیہ، مومنہ قانتہ کا حضرت ابو بکرؓ کے پاس مقدمہ لیجانے اور پھر اُن سے اپنا حق لینے کا امر شیعوں کو اپنے اس مسلمہ اصل کے مطابق اسی صورت میں جائز ماننا پڑیگا کہ جبکہ وہ اس امر کو تسلیم کریں کہ حضرت فاطمہؓ کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ سلاطین طواغیت میں سے نہ تھے، بلکہ وہ انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلیفہ برحق یقین کرتی تھیں۔

پس فدک کا معاملہ بھی جسے شیعہ حضرت ابو بکرؓ کے خلاف طعن کی صورت میں پیش کیا کرتے ہیں، خدا کے فضل و کرم سے خود انکی مسلمہ کتب سے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے برحق ہونے کے ثبوت میں ایک زبردست دلیل کا کام دے رہا ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ کیا شیعہ صاحبان حضرت فاطمہؓ کا یہ عقیدہ پسند نہیں۔ [illegible] طعن دراز کرنے کے لئے تیار ہیں؟

حضرت ابو بکرؓ کی خلافتِ بلافصل ثابت ہو جانے سے حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کی خلافت خود بخود ثابت ہو جاتی ہے، کیونکہ حضرت ابو بکرؓ ہی اسلامی خلافت کی بنیادی اینٹ تھے۔ دوسرے خلیفے تو ان کے اتباع ہیں۔ تاہم میں مضمون کی ایک حد تک تکمیل کے لئے بعض دلائل حضرت عمرؓ کی خلافت کے ثبوت میں بھی پیش کر دینا چاہتا ہوں۔

حضرت عمرؓ کی خلافت پر دلائل

رشیم و فارس کی فتح کے وعدۂ الٰہی کا حضرت عمرؓ کے ذریعہ ایفاء ہوا

دلیل اوّل۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ (سورۃ مجادلہ ع ۳) کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آئیں گے۔ اس آیت کے شان نزول میں شیعوں کی معتبر تفسیر مجمع البیان میں لکھا ہے:

"رُوِيَ أَنَّ الْمُسْلِمِينَ قَالُوا لَمَّا رَأَوْا مَا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ الْقُرٰى لَيَفْتَحَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا الرُّوْمَ

روایت کی گئی ہے کہ مسلمانوں نے کہا، جب انہوں نے دیکھا اس بات کو کہ فتح کر رہا ہے انہیں اللہ بعض بستیوں پر ضرور اللہ تعالیٰ ہمیں فتح دیگا روم

وَ فَارِسَ فَقَالَ الْمُنَافِقُوْنَ اَتَظُنُّوْنَ اَنَّ فَارِسَ وَالرُّوْمَ کَبَعْضِ الْعُرٰی فَاَنْزَلَ اللّٰہُ ھٰذِہِ الْاٰیَۃَ۔" اور فارس کے ملکوں پر۔ اس پر منافقوں نے کہا کیا تم گمان کرتے ہو کہ فارس اور روم کے ملک بعض عام بستیوں کی طرح ہیں؟ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔

آیت مندرجہ بالا کے شان نزول سے یہ بات ظاہر ہے کہ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے روم اور فارس کے ملکوں کے فتح ہونے کی بشارت دی ہے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ وعدہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرؓ کی خلافت کے عہد میں پورا کیا۔ اور اس طرح اسنے اپنی فعلی شہادت سے حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام قرار دیا۔ پس جسے خدا تعالیٰ اپنی فعلی شہادت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام قرار دے رہا ہے، اس کی خلافت سے انکار کرنا دراصل خدائی وعدہ کی تکذیب ہے۔ کیونکہ اگر حضرت عمرؓ کو معاذاللہ غاصب خلافت قرار دیا جائے، تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو روم اور فارس کے ملکوں فتح کا وعدہ کیا، اسے پورا نہ کیا۔ حالانکہ خدا کی شان یہ ہے، کہ وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۔

ارض کنعان کی فتح کا وعدہ اور حضرت عمرؓ کے ذریعہ اس کا ایفاء

دلیل دوم۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (سورۃ انبیاء ع ۷) کہ بیشک ہم نے الذکر (تورات) کے بعد زبور میں لکھا ہے، کہ زمین موعودہ (کنعان) کے میرے صالح بندے وارث ہوں گے۔

چنانچہ تورات کتاب پیدائش ۱۷/۸ میں لکھا ہے:۔

"میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس پر تو پردیسی ہے دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لئے ملک ہو۔"

اور زبور ۳۷/۱۱ میں لکھا ہے:۔

"لیکن وہ جو دل کے حلیم ہیں، زمین کے وارث ہوں گے جن پر اس کی برکت ہے اور

جن پر اس کی لعنت ہے، کٹ جائیں گے۔"

اب اس موجودہ زمین کے وارث حسب وعدہ تورات و زبور و قرآن مجید حضرت عمرؓ اور ان کے اتباع و معتقدین ہی ہوئے ہیں۔ پس یہ بھی ایک آسمانی اور خدا کی فعلی شہادت ہے، جو حضرت عمرؓ کو عبد صالح قرار دے کر آپ کی خلافت برحق ہونے پر مُہر تصدیق ثبت کر رہی ہے۔

حضرت عمرؓ کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

دلیل سوم شیعوں کی معتبر کتاب البحار الانوار میں کتاب الاسماء والمعالم کے باب میں ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ:

"رَوَى الْعَيَّاشِيُّ عَنِ الْبَاقِرِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَوْ بِأَبِيْ جَهْلِ ابْنِ هِشَامٍ"

عیاشی نے امام باقر سے روایت کی ہے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ غلبہ دے عمر بن خطاب کے ذریعہ یا ابوجہل بن ہشام کے ذریعہ۔

یہی روایت تفسیر صافی جلد ۲ صفحہ ۷ مطبوعہ بمبئی پر بھی موجود ہے۔ نیز اسی قسم کی روایت شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید کی جزو اول صفحہ ۲۵ پر بھی موجود ہے، اور یہاں اس کے مطابق حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کا بھی ذکر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا کی قبولیت

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے مطابق حضرت عمرؓ اسلام میں داخل ہوئے، اور پھر اپنی ساری عمر اسلام کو غالب کرنے میں نہایت کوشش اور تندہی سے مصروف رہے۔ اور خدا تعالیٰ نے انکی اس سعی کو بار آور بھی کیا۔ اور اسلام کو آپکی خلافت کے زمانہ میں دیگر مِلل و اقوام کی عظیم الشان حکومتوں پر غلبہ عطا فرمایا۔ اب اگر حضرت عمرؓ کے زمانہ کی فتوحات اور انکی کامیابی کو اسلامی غلبہ کا موجب نہ سمجھا جائے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے متعلق تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ جناب الٰہی میں معاذ اللہ مقبول نہ ہوئی۔ اگر شیعہ صاحبان ہماری طرح یہ یقین رکھیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا حضرت عمرؓ کے حق میں قبول ہوگئی ہے، تو پھر انہیں حضرت عمرؓ کی خلافت کو برحق ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول ہو کر انکی خلافت کے برحق ہونے پر شاہد

تاطق ہے۔

حضرت علیؓ کا حضرت عمرؓ کی خلافت پر یقین

دلیل چہارم حضرت عمرؓ کی خلافت کو حضرت علیؓ بھی برحق تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علیؓ اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں۔ "لِلّٰهِ بِلَادُ فُلَانٍ لَقَدْ قَوَّمَ الْاَوَدَ وَدَاوَى الْعَمَلَ وَخَلَّفَ الْبِدْعَةَ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ قَلِيْلَ[1] الْعَيْبِ اَصَابَ خَيْرَهَا وَسَبَقَ شَرَّهَا اَدّٰى اِلَى اللّٰهِ طَاعَتَهٗ وَاتَّقَاهُ بِحَقِّهٖ" (نہج البلاغہ مشہدی صفحہ ۱۸۱ و ۱۸۲ و مطبوعہ طہران صفحہ ۱۷۵)۔

کیا ہی اچھی حکومت ہے فلاں شخص کی جس نے البتہ کجی کو سیدھا کیا اور روحانی بیماریوں کا علاج کیا اور بدعت کو پیچھے چھوڑا پاک لباس کے ساتھ بے عیب (دنیا سے) گیا، اس نے خلافت کا اچھا زمانہ پایا، اور اس بُرے زمانہ سے پہلے گذر گیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور اس کا تقویٰ اختیار کیا جیسا کہ تقویٰ کا حق تھا۔

اس خطبہ کے متعلق شیعہ شارحین میں اختلاف ہے۔ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ اسے حضرت عمرؓ کے حق میں قرار دیتے ہیں۔ مگر ابن میثم بحرانی اپنی شرح میں لکھتے ہیں:- اِنَّ اِرَادَتَهٗ لِاَبِیْ بَكْرٍ اَشْبَهُ مِنْ اِرَادَتِهٖ لِعُمَرَ۔ کہ حضرت علیؓ کی مراد لفظ فلاں سے ابوبکرؓ زیادہ مناسب ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ بہرحال فلاں کے لفظ سے مراد حضرت ابوبکرؓ ہوں یا حضرت عمرؓ۔ اس میں تو

---

[1] قَلِيْلُ الْعَيْبِ کے معنے میں نے بے عیب کئے ہیں مطابق محاورہ عرب اور برعایت قرینہ ذَهَبَ نَقِيَّ الثَّوْبِ کہ وہ پاک لباس کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے درست ہیں۔ حماسی ایک شعر اپنے دیوان میں لکھتا ہے جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے ؎ قليل التشكى للمهم يصيبه۔ اور شارحین قلیل التشکی سے یہ معنے لیتے ہیں کہ وہ بالکل شکایت نہیں کرتا۔ اگر قلیل العیب کے معنے کم عیب والا ہی لئے جائیں تو یہ قول حضرت علیؓ پر برعایت احتیاط ہوگا کیونکہ دراصل بے عیب تو خدا ہی کی ذات ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ اپنے متعلق بھی فرماتے ہیں۔ لَا تَكُفُّوْا عَنْ مُخَالَطَةٍ

کوئی کلام نہیں کہ اس خطبہ میں حضرت علیؓ نے انکی حکومت و خلافت کی بیحد تعریف فرمائی ہے۔ اور انہیں پورا متقی اور خدا تعالیٰ کا فرمانبردار قرار دیا ہے۔

شیعہ علماء چونکہ اس خطبہ کو اپنے موجودہ عقائد کے جن پر شیعوں کا اجماع ہے کے خلاف پاتے ہیں۔ اس لئے وہ اس کی توجیہات کے لئے بہت پریشان ہوتے ہیں۔ اور ابن میثم بحرانی نے شرح نہج البلاغہ میں اسکی یہ توجیہہ بھی لکھی ہے :-

"جَازَ اَنْ يَكُوْنَ ذٰلِكَ عَلٰى وَجْهِ اِسْتِصْلَاحِ مَنْ يَعْتَقِدُ خِلَافَةَ الشَّيْخَيْنِ وَاسْتِجْلَابِ قُلُوْبِهِمْ بِمِثْلِ هٰذَا الْكَلَامِ" کہ جائز ہے کہ یہ مدح خلاف شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے معتقدین کی صلح جوئی اور ان دونوں کو اس قسم کے کلام سے جذب کرنے کے لئے ہو۔

غلط توجیہہ کی تردید یہ توجیہہ پڑھ کر تو میرا بدن کانپ اٹھتا ہے کیونکہ یہ شیعہ عالم گویا ہمیں یہ بتا رہا ہے، کہ حضرت علیؓ نے اس خطبہ میں حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ کی دل سے تعریف نہیں کی، بلکہ محض ان کے معتقدین کی صلح جوئی اور جذب قلوب کی خاطر معاذ اللہ کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ حالانکہ جب حضرت علیؓ خود فرماتے ہیں، کہ جو شخص لوگوں میں دورخی اختیار کرتا ہے، اور انمیں دورنگی باتیں کرتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ملاحظہ ہو نہج البلاغہ مطبوعہ طہران ص۹۵ و ۹۹۔ تو اس کی موجودگی میں آپ خود کیسے دورنگی اختیار کر سکتے تھے۔

ایمان کی تعریف ماسوا اس کے حضرت علیؓ ایمان کی تعریف فرماتے ہیں :- اَلْاِيْمَانُ اَنْ تُؤْثِرَ الصِّدْقَ حَيْثُ يَضُرُّكَ عَلَى الْكَذِبِ حَيْثُ يَنْفَعُكَ (نہج البلاغہ طہرانی ص۔

(بقیہ حاشیہ) بِحَقٍّ اَوْ مَشُوْرَةٍ بِعَدْلٍ فَاِنِّیْ لَسْتُ بِفَوْقِ اَنْ اُخْطِئَ کہ تم مجھے سچ بات کہنے اور انصاف کے ساتھ مشورہ دینے سے نہ رکو کیونکہ میں خطا اور غلطی سے بالاتر نہیں ہوں (نہج البلاغہ طہرانی ص۱۶۹)۔

کہ ایمان یہ ہے، کہ تو راستبازی کو جو تجھے نقصان پہنچائے اس جھوٹ پر ترجیح دے جو تجھے نفع دے۔ تو آپ حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ کی جھوٹی تعریف کر کے کس طرح خلافِ ایمان فعل کا ارتکاب کر سکتے تھے۔ خصوصاً جبکہ شیعہ اصحاب انہیں امام معصوم بھی مانتے ہیں۔ کیا امام معصوم محض مصلحت جوئی اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی خاطر جھوٹ کو سچ پر ترجیح دے سکتا ہے۔ جبکہ وہ ایسے فعل کو خود خلافِ ایمان بھی سمجھتا ہو۔'

(نوٹ) میں نے چونکہ حضرت علیؓ کے اس خطبہ کو حضرت عمرؓ کے متعلق سمجھا ہے۔ اس لئے اسے انہی کے خلافت حقہ کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔

تفسیرِ سروری

یعنی جماعت احمدیہ کے مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی وہ تفسیر القرآن جو رسالہ ریویو آردو میں چھپتی رہی ہے اور جس میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ کی تفسیر بھی بیان ہوئی ہے اس کی گنتی کی جلدیں برائے فروخت دفتر میں موجود ہیں۔ یہ تفسیر شروع سے آٹھویں پارہ تک کی ہے مگر درحقیقت اس میں سارے قرآن مجید کے مشکل مقامات حل کئے گئے ہیں۔ یہ نہایت عام فہم تفسیر ہے اس کے پڑھنے سے حسب استعداد تفسیر القرآن کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ رسالہ ریویو کے سائز پر اس کے کل ۲ ہزار صفحے ہیں۔ پہلے اس کی قیمت ۱۵ روپیہ تھی، مگر اب بعض فوری ضروریات کی وجہ سے اس کی رعایتی قیمت صرف ۶ روپے رکھی گئی ہے۔ آج ہی بذریعہ منی آرڈر بنام مینیجر رسالہ ریویو (اردو) ارسال فرما کر اپنے لئے ایک جلد محفوظ کرا لیں۔ بعد میں یہ بیش بہا خزانہ کسی قیمت پر بھی نہ مل سکیگا۔ مجلد کی قیمت سات روپے آٹھ آنے ہے۔

ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ ریویو اُردو قادیان

تبصرہ بر انجیل برنباس

(از حضرت مفتی محمد صادق صاحب)

(۲)

اس انجیل کو پڑھ کر کون مسلمان ہوا اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ ضرور اس کے مطالعہ سے بہت سے عیسائی مسلمان ہوئے ہوں گے لیکن ایسی باتیں تاریخی تحریروں میں کم آئی ہیں۔ ابھی تک میری نگاہ میں کوئی ایسی تاریخی کتاب نہیں آئی جس میں ان باتوں کا ذکر ہو۔ بحیرہ راہب و نسطورہ رومی عیسائیوں کے متعلق میں نے بھی ایسا سنا ہے کہ وہ اس انجیل کو پڑھ کر مسلمان ہوئے تھے مگر اس کا مستند حوالہ کوئی مجھے نہیں ملا۔

تئیس اناجیل اس انجیل کے سوا اور تئیس انجیلیں ہیں جو غیر معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ مگر بظاہر ان میں نبوت محمدیہ کا کوئی ذکر نہیں۔ یہ اناجیل انگریزی زبان میں ملتی ہیں۔ انگریزی زبان میں یہ سب ایک کتاب کی صورت میں جمع کی گئی ہیں۔ اب پہلے ہم ان صحیفوں کے نام درج کرتے ہیں، جو پرانے عہدنامہ کا ایپاکرفا کہلاتے ہیں اور وہ تعداد میں ۱۴ ہیں۔

پرانے عہدنامہ کا ایپاکرفا	کتنے باب ہیں	بحروف اردو	بحروف انگریزی	نمبر شمار
	۹	ایسدراس اول	I. Esdras	1
	۱۶	ایسدراس دوم	II Esdras	2
	۱۴	طوبت	Tobit	3
	۱۶	یہودت	Judith	4
	۷	ایستھر	Esther	5

نمبر شمار	بحروف انگریزی	بحروف اردو	کتنے باب ہیں
6	The Wisdom of Solomon	حکمت سلیمان	۱۹
7	The Wisdom of Jesus	حکمت یسوع	۵۱
8	Baruch	باروخ	۶
9	The Song of three Holy Children	تین مقدس بچوں کا گیت	۱
10	The History of Susanna.	تاریخ سوسنا	۱
11	History of the Destruction of Bel and Dragon	تاریخ ہلاکت بعل و اژدہا	۱
12	The Prayer of Manasses King of Judah	دعائے منسی شاہ یہودا	۱
13	The First Book of the Maccabees.	میکابیز کی پہلی کتاب	۱۶
14	The Second Book of the Maccabees.	میکابیز کی دوسری کتاب	۱۵

عربی و اردو نسخے انجیل برنباس پہلے انگریزی میں ہی چھپی تھی، اور اسی سے عربی میں اور اردو میں ترجمے ہوئے۔ اس واسطے انمیں کوئی فرق نہیں

موجودہ عیسائی برنباس کو مسیح کا حواری اور ولی اللہ مانتے ہیں۔ کیتھالک فرقے کے لوگ اس کی تصویریں بھی مجسمہ اور تصویروں کے اپنے گرجا میں لٹکاتے ہیں، اور اس کی طرف منہ کرکے دعائیں مانگتے ہیں۔

مذکورہ بالا چودہ کتابیں جن کی فہرست دی گئی ہے، یہ تورات کا اپاکرفا ہے۔ ان کتابوں کو

کیتھالک فرقہ کے عیسائی الہامی سمجھتے ہیں، اور اپنی بائبل میں شامل رکھتے ہیں لیکن پراٹسٹنٹ عیسائی انکو الہامی تسلیم نہیں کرتے، اور اپنی بائبل میں شامل نہیں کرتے۔ ان کے علاوہ انجیلوں کا ایپاکرفا الگ ہے۔ اس میں ۲۳ کتابیں ہیں۔ انمیں برنباس بھی شامل ہے۔ اس کتاب برنباس کے ۱۵ باب ہیں، مگر انمیں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی ذکر نہیں۔ ان ۲۳ کتابوں کی فہرست مندرجہ ذیل ہے :-

(۱) میری۔ تعداد ابواب ۸ - (۲) پروٹی وینجی این۔ ” ۱۶۔ (۳) بچپن ” ۲۲۔ (۴) بچپن ” ۴۔ (۵) مسیح اور ایپ گراس۔ ” ۲۲۔ (۶) عقیدہ حواریاں۔ ” ۱۔ (۷) لاؤسی این۔ ” ۱۱۔ (۸) پال اور سینے گا۔ ” ۱۲۔ (۹) پال اور تھسکرہ۔ ” ۱۲۔ (۱۰) کارنتھی این۔ ” ۲۳۔ (۱۱) کارنتھی ان۔ ” ۴۔ (۱۲) برنباس۔ ” ۱۵۔ (۱۳) ایفی سی ان۔ ” ۴۔ (۱۴) میگ نی سی اس۔ ” ۴۔ (۱۵) ٹرالی انس۔ ” ۴۔ (۱۶) رومنس۔ ” ۳۔ (۱۷) فلا فل فی اس۔ ” ۳۔ (۱۸) سمیرنی آمن۔ ” ۳۔ (۱۹) لوی کارب ” ۳۔ (۲۰) فسل فی اس۔ ” ۴۔ (۲۱) ۴ نمبر ۱ تھرمس مکاشفات۔ ” ۴۔ (۲۲) ۱۲ نمبر ۱ احکام ” ۱۲۔ (۲۳) ۱۰ نمبر ۳ مانیل۔ ” ۱۰۔

برنباس کا نام برنباس کا اصلی نام یوسف تھا۔ چونکہ وہ تبلیغی تقریریں بہت اچھی کرتا تھا۔ اس نے مختلف ممالک میں سفر کر کے قابل تعریف تبلیغ کا کام سرانجام دیا۔ اس واسطے حواریوں نے اس کا نام برنباس رکھا۔ جس کے معنے ہیں ابن النبی یعنی نبی کا بیٹا، کیونکہ کثرت تبلیغ کے سبب وہ عیسٰی نبی کا وارث ٹھیرا۔ کتاب سینٹگز انسائیکلوپیڈیا کے صفحہ ۲۵۱ جلد ۶ میں لکھا ہے، کہ برنباس کی انجیل قدیمی ناسٹک انجیلوں میں بھی شامل تھی۔

موجودہ جنگ کے متعلق پیشگوئی انسائیکلوپیڈیا جلد ۶ صفحہ ۲۸۴ پر بحوالہ برنباس لکھا ہے، کہ مسیح کی آمد ثانی کے وقت دنیا آگ اور خون سے تباہ کیجائے گی۔ اس کا نمونہ اس زمانہ میں پچھلی جنگ عظیم میں دیکھا جا چکا ہے، اور اس سے بڑھ کر اس جنگِ اعظم میں دیکھا جا رہا ہے۔

بادشاہ کی بائبل اور سوسائٹی کی بائبل میں فرق

اس جگہ اس امر کا ذکر فائدہ سے خالی نہ ہوگا، کہ جب ایڈورڈ بادشاہ تخت نشین ہوا، وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا زمانہ تھا۔ اس وقت اخباروں میں یہ شائع ہوا، کہ لنڈن کی بائبل بک سوسائٹی نے ایڈورڈ کی تخت نشینی پر بادشاہ کو اپنے ہاں کی چھپی ہوئی ایک بائبل بطور تحفہ پیش کرنی چاہی، مگر بادشاہ کے پیر پادری نے اس بائبل کے قبول ہونے کو یہ کہہ کر رد کرادیا، کہ "سوسائٹی کی چھپی ہوئی بائبل مستند نہیں ہے۔ ہمارا بادشاہ صرف اس بائبل کو قبول کرسکتا ہے، جو شاہی گرجے میں رکھی جاتی ہے۔" اس خبر کو پڑھ کر میں نے ولایت کے ایک کتب فروش کو جس سے میں کتابیں منگوایا کرتا تھا اور جس کا نام لیوزک اینڈ کمپنی (Luzac & Co.) ہے، ایک خط لکھا اور اخباروں کا حوالہ دیکر فرمائش کی کہ جو بائبل۔ سوسائٹی بادشاہ کو پیش کرنا چاہتی تھی اس کا ایک نسخہ اور جو بائبل کہ بادشاہ کے گرجا میں رکھی جاتی ہے اس کا بھی ایک نسخہ مجھے بھیجدیں، تاکہ ہم تو دیکھیں کہ ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ جب وہ دونوں بائبلیں ولایت سے آگئیں تو سوسائٹی کی بائبل تو وہ تھی، جو یہاں کے مشنری شائع کرتے تھے۔ لیکن بادشاہ کی بائبل میں پرانے اور نئے عہدنامہ کے درمیان چودہ صحیفے زائد تھے، جن کو بادشاہ اور ان کا پیر پادری الہامی تسلیم کرتے ہیں لیکن سوسائٹی والے تسلیم نہیں کرتے۔ اب یا تو بادشاہ کی بائبل محرف و مبدل ہے یا سوسائٹی کی محرف و مبدل ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ بائبل میں تحریف و تبدیل ہوچکی ہے، اور قرآن پاک کا فرمانا سچ ہے۔ یہ ہر دو بائبلیں ہماری مرکزی لائبریری میں موجود ہیں۔

انجیل برنباس میں آنحضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

اب ہم انجیل برنباس کی چند آیات کو بطور نمونہ کے درج کرتے ہیں۔ جن میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ہے:۔ (۱) باب ۳۹ آیت ۱۴ ۔ "پس جب کہ آدم اپنے پیروں پر کھڑا ہوا اس نے آسمان میں ایک تحریر سورج کی طرح چمکتی دیکھی جس کی عبارت تھی۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ "

(۲) انجیل برنباس باب ۴۴ آیت ۲۷۔ "وہ کیسا مبارک زمانہ ہے جس میں کہ یہ رسول دنیا میں آئے گا۔ تم مجھ کو سچا مانو۔ ہر آئینہ میں میں نے اسکو دیکھا، اور اسکی تعظیم کی جیسا کہ ہر ایک نبی نے اسکو دیکھا ہے، کیونکہ اللہ نے ان نبیوں کو اس رسول کی روح بطور پیشگوئی کے عطا کی ہے۔ اور جبکہ میں نے اسکو دیکھا، میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا۔ اے محمدؐ! اللہ تیرے ساتھ ہو، اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھولوں۔ کیونکہ اگر میں یہ شرف حاصل کر لوں تو بڑا نبی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤں گا۔ اور جبکہ یسوع نے اس بات کو کہا، اسنے اللہ کا شکر ادا کیا۔"

اس آیت میں بھی مسیح موعودؑ کی آمد کی طرف اشارہ ہے۔ مسیح ناصری کی اس امر کی خواہش تھی، کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا موقعہ پائے۔ اور یہ امر اسی صورت میں ممکن تھا کہ مسیح ناصری کا بروز اور ظہور مسیح محمدی میں ہو۔

(۳) انجیل برنباس باب ۱۶۳۔ آیات ۳ تا ۱۱۔ "اسوقت یسوع نے کہا۔ بھائیو! اس میں شک نہیں کہ برگزیدگی کا سابق میں ہو جانا ایک بڑا بھاری راز ہے۔ تاآنکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اسے صاف طور پر نہیں جانتا مگر فقط ایک ہی انسان۔ اور وہی انسان ہے کہ اس کی طرف قومیں گردن اٹھا کر دیکھ رہی ہیں۔ وہ ایسا انسان ہے، کہ اللہ کے راز اس پر پوری طرح واضح و جلی ہوں گے پس نیک ہے نصیب ان لوگوں کے جو اس کے کلام پر کان لگائیں گے۔ جب کہ وہ دنیا میں آئے گا۔ اس لئے کہ اللہ اس پر سایہ کرے گا۔ جیسا کہ یہ کھجور کا درخت ہم پر سایہ کر رہا ہے۔ ہاں بے شک جس طرح یہ درخت ہم کو جلانے والے آفتاب کی دھوپ سے بچاتا ہے، ویسے ہی اللہ کی رحمت ایمان والوں کو اس نام کے ذریعہ شیطان سے بچائے گی۔

شاگردوں نے جواب میں کہا۔ "اے معلم! وہ آدمی کون ہوگا جس کی نسبت تو یہ باتیں کہہ رہا ہے اور جو کہ دنیا میں عنقریب آئیگا؟"

یسوع نے دلی خوشی کے ساتھ جواب دیا، بیشک محمد رسول اللہ ہے
اور جب وہ دنیا میں آئے گا تو اس اصلی رحمت کے وسیلہ سے جس کو وہ لائے گا۔
انسانوں کے مابین نیک اعمال کا ذریعہ ہوگا۔ جس طرح سے کہ مینہ زمین کو پھل دینے
والی بنا دیتا ہے۔ بارش کے عرصہ دراز تک بند رہنے کے بعد پس وہ سفید ابر
اللہ کی رحمت سے بھرا ہوا ہے۔ اور یہی رحمت ہے کہ اللہ ایمان والوں پر اس کی
پھوار پانی کی بوندوں کی طرح نثار کرے گا۔"

(۴) انجیل برنباس باب ۴۳ آیات ۱۳ تا ۲۱ - "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ہر ایک نبی جب آتا ہے تو فقط ایک ہی قوم کے لئے اللہ کی رحمت کی نشانی اٹھا کر لاتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ان انبیاء کا کلام اس قوم سے آگے نہیں بڑھا۔ جس کی جانب وہ بھیجے گئے تھے۔ لیکن رسول اللہ جب آئیگا، اللہ اس کو وہ چیز عطا کرے گا جو اس کے ہاتھ کی انگشتری کی مانند ہے۔ پس وہ زمین کی ان تمام قوموں کے لئے اخلاص اور رحمت لائے گا، جو اس کی تعلیم کو قبول کریں گی۔ اور عنقریب وہ ظالموں پر ایک نور کے ساتھ آئے گا، اور بتوں کی عبادت کو مٹا دے گا کہ شیطان ذلیل و خوار ہوگا۔ کیونکہ اللہ نے ابراہیم سے ایسا ہی وعدہ کیا ہے۔ اور کہا ہے، "تو دیکھ کہ میں تیری نسل سے تمام زمین کے قبیلوں کو برکت دوں گا۔ اور جس طرح کہ تو نے اے ابراہیم بتوں کو توڑ کر پارہ پارہ کر دیا ہے، ویسے ہی تیری نسل کرے گی۔"

"یعقوب نے جواب دیا۔ اے استاد! ہم کو بتا کہ یہ عہد کس سے کیا گیا ہے؟ اس لئے کہ یہود کہتے ہیں کہ یہ (عہد) اسحٰق سے ہوا ہے۔ اور اسمٰعیلی کہتے ہیں اسمٰعیل سے۔

یسوع نے جواب دیا۔ "داؤد کس کا بیٹا تھا اور کس کی نسل سے؟"

یعقوب نے کہا۔ "اسحٰق کی اولاد سے۔ کیونکہ اسحٰق یعقوب کا بیٹا تھا اور یعقوب یہودا کا باپ جس کی نسل سے داؤد ہے۔"

تب اسوقت یسوع نے کہا " اور جب رسول اللہ آئیگا تو وہ کس کی نسل سے ہوگا۔"
شاگردوں نے جوابدیا " داؤد کی نسل سے "
تب یسوع نے جوابدیا۔ تم اپنے آپکو دھوکہ میں نہ ڈالو، کیونکہ داؤد اسکو روح میں یہ کہتے ہوئے " رب " کے نام سے پکارتا ہے۔ اللہ نے میرے رب سے کہا کہ تو میرے داہنے جانب بیٹھ۔ تاکہ میں تیرے دشمنوں کو تیرے پامال کرنے کی جگہ بناؤں۔ تیرا رب تیرے نیزے کو بھیجیگا۔ جو کہ تیرے دشمنوں کے وسط میں غلبہ والا ہوگا پس جبکہ رسول اللہ جس کو تم مسیا داؤد کا بیٹا کہتے ہو یہی ہوگا۔ تو پھر داؤد اسکو رب کیونکر کہتا۔ تم مجھے سچا مانو۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں، کہ تحقیق عہد اسمٰعیل کے ساتھ کیا گیا ہے نہ کہ اسحٰق کے ساتھ "

برنباس کی پیشگوئی مسیح موعودؑ کے متعلق

برنباس نے نہ صرف حضرت خاتم النبیین سید الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی کی۔ بلکہ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے متعلق بھی خبر دی۔ اور انکی یہ علامت قرار دی کہ وہ مسیح دنیا پر اس صداقت کو ظاہر کرے گا، کہ میں صلیب پر ذلت اور نامرادی کی موت نہ مرا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبیوں اور رسول کی طرح میری روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔ جو کہ حقیقی زندگی ہے۔ ملاحظہ ہو اردو ایڈیشن صفحہ ۱۶۳ :-

" اور اللہ یہ اس لئے کرے گا (یعنی مجھ سے بدنامی کا دھبہ دور کرے گا) کیونکہ میں نے مسیحا کی حقیقت کا اقرار کیا ہے۔ وہ مسیح جو مجھے یہ نیک بدلہ دے گا، یعنی کہ میں پہچانا جاؤں کہ زندہ ہوں، اور یہ کہ میں ایسی موت مرنے کے دھبہ سے بری ہوں "

اب تاریخ مذہب اس امر کی شہادت دیتی ہے، کہ زمانہ واقعہ صلیب سے لیکر آجتک کسی نے مسیح ناصری کو صلیبی موت کے الزام سے اس زور اور کوشش کے ساتھ بری نہیں کیا، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے۔ آپ نے ۸۰ کے قریب کتابیں تصنیف کیں۔ سب میں علمی

اور عقلی دلائل اور کتب اولین و آخرین سے یہ امر ثابت کر دیا، کہ مسیح ناصری صلیب کی لعنتی موت سے نہیں مرا، بلکہ نیک اور پاک لوگوں کی طرح اس کو رفع روحانی حاصل ہوا۔ مسیح موعود علیہ السلام کے اس شاندار کارنامہ کو حضرت عیسٰیؑ نے شکریہ کے ساتھ یاد کیا۔ اور برنباس اسکا گواہ ہے۔ اس ثبوت کا پورا ہونا بھی انجیل برنباس کی صداقت کی ایک بین دلیل ہے۔

نصائح مسیح ناصریؑ [1] انجیل برنباس میں جو حضرت مسیح ناصریؑ کا کلام درج ہے، اس میں سے چند نصیحت کی باتیں ناظرین رسالہ کے لئے درج کیجاتی ہیں:۔

ہنسی کا رونے سے، دعوتوں کا روزے سے، سونے کا بیداری سے بدل جانا مناسب ہے۔

(یسوع نے کہا) میں اسقدر رونے کی طاقت نہیں رکھتا جسقدر رونا مجھ پر واجب ہے (ص۱۶)

(یسوع نے کہا) مجھے معبود بنایا جائے گا۔ اور یہ کہہ کر رو دیا۔

کاہلی سے پرہیز کرو۔ حقیقی فروتنی اختیار کرو۔ تم اپنے صبر سے ہی اپنے نفس کے مالک بنجاؤ گے۔ (صفحہ ۲۳)

تحقیق جو کچھ بھی تم خدا کی محبت کے لئے چھوڑو گے یا دو گے، عنقریب اسکو سو گنا واپس لوگے ابدی زندگی کے ساتھ۔ (ص۳۰)۔

کسی درخت کا کوئی پتا تک بدوں ارادہ خدا نہیں گرتا۔ (ص۳۳)۔

تم خدا کا ارادہ پورا کرنے کی فکر کرو، تو تم کسی چیز کے محتاج نہ رہو گے۔ (ص۴۶)۔

جو شخص بغیر رحم کے سزا دیتا ہے وہ خود بھی بغیر رحم کے سزا دیا جائیگا۔ (ص۴۷)

تم کسی پر الزام نہ لگاؤ تاکہ تم پر الزام نہ لگایا جائے۔ (ص۹۷)

حق یہ ہے کہ چیزوں کی گرانی کا اس کے سوا اور کوئی سبب نہیں کہ بہت بڑی جماعت کاہلوں کی پائی جاتی ہے۔ (ص۱۰۱)۔

حقیقی فروتنی یہ ہے کہ ہر نیکی کو اللہ تعالیٰ سے توفیق کی طرف منسوب کیا جائے۔ اور پھر غلطی او

[1] مضمون کا حوالہ اردو نسخہ مطبوعہ جمعیہ پریس لاہور ۱۹۱۰ء کا ہے۔

بدی کو اپنے اعمال کی طرف ۔ (صفحہ ۲۹۲) ۔

سچی توبہ پر خدا انسان کے گناہ کو ابد تک معاف کر دیتا ہے ۔ (۲۵۴)

تباہی دل لگی کرنے والوں اور فضول باتیں کرنے والوں کے لئے ۔ (صفحہ ۱۰۷)

روحانی ہیکل خود انسان کا وجود ہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ سکونت کرتا ہے ۔ (انگریزی بائیبل کرنتھیوں)

خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو کرتن پر درہیں ۔ (صفحہ ۱۷)

دوست رکھ پروردگار اپنے خدا کو اپنی تمام تر جان سے اور اپنے تمام تر دل سے اور اپنی تمام تر عقل سے ۔ (صفحہ ۵) ۔

بتوں کی پوجا سب سے بڑا گناہ ہے ۔ (صفحہ ۵۱)

نماز کے وقت کسی سے باتیں نہ کرو ۔ نہ صرف دوسروں کو ہدایت کرو بلکہ خود بھی اس کے مطابق عمل کرو ۔

مسلم ورلڈ کا مضمون اس تبصرہ کو لکھنے کے بعد مجھے رسالہ مسلم ورلڈ بابت اپریل ۱۹۴۲ء دیکھنے کا اتفاق ہوا ۔ جو امریکن پادری ذیمر شائع کرتا ہے ۔ اور اس میں کسی نامہ نگار بنام جیمز کیمبل نے انجیل برنباس پر ایک مضمون لکھا ہے ۔ اور یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ یہ انجیل چودہویں صدی عیسوی کے کسی ہسپانوی مسلمان کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہے ۔ جو پہلے عیسائی ہوگا اور سپین میں مسلمان ہو گیا ہوگا ۔ ان قیاسات پر کیمبل صاحب کوئی معقول دلیل نہیں دے سکے اور جو باتیں انہوں نے لکھی ہیں ، ان کا جواب میں اپنے تبصرہ میں دے چکا ہوں ۔ لیکن ایک عجیب بات قابل ذکر ہے کہ کیمبل صاحب یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ پوپ گلیشس نے جو فہرست چھٹی صدی میں شائع کی تھی اس میں انجیل برنباس کا نام درج ہے ۔ اور پھر یہ نہیں سوچتے کہ اگر یہ انجیل کسی مسلمان نے چودہویں صدی عیسوی میں عربی زبان میں لکھی تھی تو پھر چھٹی صدی میں اس کا ذکر پوپ کی فہرست میں کیونکر آ گیا ؟ کیمبل صاحب اس امر کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ آج تک اصل عربی کا نسخہ کہیں پایا نہیں گیا ۔

الغرض اس بیان کے واسطے کوئی ثبوت نہیں کہ اس کا لکھنے والا کوئی مسلمان تھا بلکہ عیسویت کی ابتدائی صدیوں سے انجیل برنباس کا ذکر عیسائی لٹریچر میں موجود پایا جاتا ہے ۔

دارالبیعت لدھیانہ

(از جناب برکت علی صاحب لائق لدھیانہ)

دارالبیعت لدھیانہ ان مقدس مقامات میں سے ایک متبرک جگہ ہے جو شعائر اللہ میں شمار ہوتے ہیں۔ یہاں انسانی قلوب کے اندر اللہ تعالیٰ کا شعور پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جبکہ دنیا کا نقشہ بگڑا ہوا تھا۔ اور دنیا پر ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ کی تاریکیوں کے بادل منڈلا رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی۔ اور ایک نیر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے منور ضیا پاش شعاعوں نے ان تاریکی کے بادلوں کو کافور کر دیا تھا۔ اسی طرح آخری زمانہ میں جب نسل انسانی کا بیشتر حصہ روحانیت اور اخلاق کے روحانی محور سے ہٹ کر گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکنے لگا۔ انسانیت کی کشتی فسق و فجور کے گرداب پُر بلا میں ہچکولے کھانے لگی۔ خالق و مخلوق کے رشتہ کا آخری دھاگا بھی ٹوٹ گیا، تو مشیئت ربانی نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز حضرت احمد قدنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کے آقا والے ساز و سامان اور اسی کے اسلحہ سے مسلح کر کے جری اللہ فی حلل الانبیاء کے روحانی لباس میں کھڑا کر دیا، جس نے تاریکیوں سے گھرے ہوئے الحاد کے تلاطم خیز اور شور انگیز بحر میں روحانیت کی مضبوط چٹان اور صداقت کا بلند مینار کھڑا کر دیا۔ سوتی ہوئی دنیا کو نئی چمک سے جگا دیا۔ منجمد سوسائٹی کو امنگوں اور ولولوں سے گرما دیا۔ صراط مستقیم سے بھٹکی ہوئی دنیا کو سیدھے راستے پر لگا دیا۔ گم گشتہ مخلوق کو خالق کے آستانہ پر پھر جھکا دیا۔ اور دلوں میں الفت پیدا کر کے افراد کو ایک سلک وحدت میں پرو دیا۔ خزاں کی دستبرد کے بعد اعجاز مسیحائی سے گلشن اسلام میں تازہ بہار کا دور لا کر شاخوں کو پھلوں اور پھولوں سے پُر رونق بنا دیا۔ اسکی دستگیری کا ہاتھ بھٹکی ہوئی مخلوق کی طرف ابتداء میں یہیں سے آگے بڑھا، تاکہ تشنگان

روحانیت کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر انکو خدا سے اس طرح ملائے جس طرح دو چیزوں کو جوڑ کر آپس میں بالکل پیوست کر دیا جاتا ہے۔

رات کی تاریکی کو دن کی روشنی میں تبدیل کرنے والے، سیاہ کو سفید، پتھر کو پارس اور کنکر کو ہیرا بنا دینے والے قادر مطلق خدا کی نگاہِ انتخاب جب قادیان کی چھوٹی سی گمنام بستی میں جہاں موسم بہار اسلام کے لئے بہار جاوداں کا پیغام لیکر گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے ایک فارسی الاصل شخص پر پڑی، جس کے دونوں ہاتھ بجلی کی دو بیٹریاں تھیں، اور جس کی انگلیوں میں انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے، تو اسے آخری زمانہ کی اصلاح کے لئے منتخب کرکے مسیح موعود کے منصب جلیلہ پر سرفراز فرمایا۔ اور اسلام کے پژمردہ اور پامال شدہ باغ کی آبیاری اس کے سپرد کی۔ اس وقت سلسلہ بیعت کا آغاز اسی جگہ سے ہوا۔ جس کے نتیجہ میں حق کے متلاشی اور رُوحانیت کے پیاسوں کے خوابیدہ نغمے بیدار ہوگئے۔ ان کے روحانی خلفشار اور عرفانی جذبات جو اظہار کے لئے بیتاب تھے، منصۂ ظہور پر جلوہ گر ہوگئے۔ روحانیت کے آسمان کے زیر سایہ یہ لوگ اپنی دنیا آپ بنا کر سکون و اطمینان کی زندگی بسر کرنے لگے۔ ان میں زندگی کا نور چمک اٹھا۔ ان کے جسم کی بوٹی بوٹی اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور حیات نو کے اثر سے سیماب وار پھڑکنے لگی۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ۔ یعنی صفا اور مروہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ آداب گاہوں میں سے ہے، جہاں سے انسان خدا کی شناخت حاصل کرسکتا ہے۔ اصل میں صفا اور مروہ مکہ معظمہ کے قریب دو چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں، جن کے درمیان بیت اللہ کا حج کرنے والے خوش نصیب انسان دوڑتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا کہ یہاں کے بے آب وگیاہ ویران جنگل میں دور دور تک آبادی کا کہیں نام و نشان نہ تھا۔ بہتے ہوئے پانی، لہلہاتے ہوئے سبزے اور ہنگامہ خیز آبادی کی جنس نایاب سے ان خشک اور ویران پہاڑیوں کی قسمت محروم تھی۔ دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں جبکہ چیل انڈا چھوڑ جاتی ہے۔ بوکھلایا ہوا سورج دوزخ کی آگ میں نہائی ہوئی شعاعوں کے نیزوں سے ان

پتھریلے ٹیلوں کی چھاتی کو لال تانبا بنا دیتا تھا۔ نیچر کی اداؤں میں وہاں بیدردی اور ستم شعاری کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ غرضیکہ یہ وہ جگہ تھی جہاں کسی برگشتہ نصیب کارواں کا اگر بھولے سے گذر ہو جاتا۔ تو دن بھر وہم کے چھلاوے اسے ڈراتے اور رات کو آسمان کے ستارے آنکھیں دکھلاتے تھے۔ شاہ خاور کے نیزے جب آگ برساتے تو تشنہ کام مسافر کے دیدۂ تر سے آنسو شرارے بن کر ٹپکتے تھے ؎

بیاباں کا ہر اک ذرہ بلا بن کر ڈراتا تھا ؛ وہاں انسان سے اسکا مقدر روٹھ جاتا تھا

خدا کی شان ایک چھوٹا سا بے سرو سامان قافلہ یہاں آکر رکا۔ جو ایک مرد، ایک عورت اور ایک بچہ، تین جانوں پر مشتمل تھا۔ بزرگ پیر مرد حضرت ابراہیم علیہ السلام ماحول کے بھیانک اور درد انگیز حالات سے بے نیاز ہو کر اپنی چاہیتی بیوی حضرت ہاجرہؑ اور پیارے بچے حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا کے سپرد کر کے اس گوشۂ ویرانی میں چھوڑ گئے۔

ایک ایسے لق و دق بیابان میں جس کے ایک ایک ذرے میں موت منہ کھولے کھڑی تھی، قدرت کی ستم ظریفیوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے عورت ذات کی ایک کمزور جان میں بجلی کی طاقت بھر دی۔ اس کی گود میں باغ فردوس کا ایک ننھا سا پھول کلکاریاں مار رہا تھا۔ کچھ دیر تک ماں سب کچھ جانتے ہوئے اور معصوم بچہ کچھ نہ جانتے ہوئے ایک دوسرے کے منہ کی طرف تکتے رہے۔ ماں کے سینہ کا جوش آنسوؤں کی صورت میں امڈا چلا آتا تھا۔ آنسو گود میں لیٹے ہوئے گل فردوس پر کوثر و تسنیم کے پانی سے بنی ہوئی شبنم برسا رہے تھے۔ جس کے جواب میں ننھا معصوم نہ صرف ہونٹوں کی پنکھڑیوں بلکہ آنکھوں کی پتلیوں سے بھی مسکرا رہا تھا۔ مگر افسوس مامتا سے بسی ہوئی آنکھوں کے چشموں سے بہتا ہوا سیلاب سنگدل ماحول کی سنگدلی میں کوئی نرمی پیدا نہ کر سکا۔ لیکن ہاجرہ کے اثاثہ کی کل کائنات کھجوروں کی ایک تھیلی اور پانی کا ایک مشکیزہ تھا۔ یہ کمزور سہارا کب تک ساتھ دیتا۔ آخر بیوفائی کی آنکھیں دکھا کر وہ بھی رخصت ہوا۔ اور مصائب کی اس پر آشوب ندی میں امید کی کشتی ڈوبتی نظر آنے لگی۔

جب شدتِ پیاس سے لختِ جگر کے باریک ہونٹوں پر پپڑیاں جمتی دیکھیں، اور وہ بیتاب ہوکر بلکنے لگا۔ تو ہاجرہ ممتا کی ماری ہاجرہ، فرشتوں کی پیاری ہاجرہ پانی کی جستجو میں انہی پہاڑوں کے درمیان دوڑتی پھرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے رستے میں ہاجرہ کی بیقراری کی حالت میں اس طرح دوڑتا بھاگنا بھا گیا۔ اس نے اسے نوازا، اور صفا اور مروہ کے درمیان کی سعی کو ارکان حج کا ایک رکن مقرر کرکے رہتی دنیا تک اس پاکیزہ یادگار کو قائم کر دیا۔ اور اس وادیٔ غیر ذی زرع کو رشکِ جنت اور رشکِ فردوس آبادیوں کا سرتاج بنا دیا۔

اسی پر قیاس کرلیں کہ دارالبیعت کی شان اللہ تعالیٰ کی نظر میں کسقدر ارفع و اعلیٰ ہوگی۔ جہاں سے آخری زمانہ کے مامور نے جس کے لئے تیرہ سو سال سے ملتِ اسلامیہ چشم براہ تھی قادیان کی مقدس بستی سے آکر بھولی ہوئی دنیا کو حقیقی رنگ میں پیغام حجازی کے پہنچانے کا آغاز کیا۔ اس امن کے شاہزادہ نے لدھیانہ میں اقامت پذیر ہوکر ظلی طور پر مکی زندگی کو اختیار کیا۔ جس سے قادیان ارض حرم بن کر مدینۃ المسیح قرار پایا۔ یہ لدھیانہ وہی شہر ہے جس میں آپ نے سب سے پہلی بیعت لی تھی۔ اور جس میں بیعت اولیٰ کے دو سال بعد کاسرِ صلیب نے دعویٰ مسیحیت کا اعلان کیا تھا۔ اور اس طرح حدیث کی وہ پیشگوئی ایک رنگ میں پوری ہوگئی، کہ مسیح دجال کو بابِ لُد پر قتل کریگا جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ازالہ اوہام میں فرمایا ہے۔ کیونکہ لدھیانہ عیسائیت کا بہت بڑا اور بہت دیرینہ مرکز ہے۔ الغرض یہی وہ جگہ ہے، جہاں پر دریائے روحانیت کے سوتوں کا پہلا گھاٹ بنا۔

معزز احباب اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں، کہ دارالبیعت وہ متبرک جگہ ہے جہاں سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ابتداء ہوئی ہے۔ اور اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں حضرت اقدس علیہ السلام نے سب سے پہلی بیعت لی تھی اور روحانیت کی رسیلی تانوں سے کفر و الحاد سے اٹے ہوئے خلائے بسیط میں ایمانیات کی ایک رنگین موسیقی پیدا کرکے امید سے بھری ہوئی صبح کا اعلان کیا تھا۔ اسلام کی خشک نہر میں طغیانی آئی اور سوکھے دھانوں میں پانی پڑ گیا۔ آمد بہار کی نوید جانفزا عندلیب زار

کے لئے اسقدر امیدوں کی سرمایہ دار نہیں ہوسکتی جسقدر اس شمع ہدایت کے پروانوں کے لئے مژدۂ روح نواز ثابت ہوا جس نے ان کے دلوں کو مستقبل کی شاندار کامیابیوں کا گہوارہ بنادیا۔ کیونکہ جن شعلوں کی چمک انہوں نے اپنے مرشد برحق کی آنکھوں میں دیکھی تھی، اب وہ ان کے دلوں کی بھٹی میں بھڑک رہے تھے۔

پہلے دن کی بیعت میں جو ۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء بروز شنبہ بمقام لدھیانہ ہوئی۔ چالیس افراد نے آپ کے دست مبارک پر توبہ واخلاص اور اطاعت کا عہد باندھا جس میں ہر بیعت کنندہ سے خصوصیت کے ساتھ یہ اقرار لیا گیا کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔" اس موقعہ پر بیعت کنندگان کا ریکارڈ رکھنے کے لئے حضرت اقدس کے ارشاد کے ماتحت ایک رجسٹر تیار ہوا، جس پیشانی پر حضور علیہ السلام نے لکھوایا۔ "بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ و طہارت۔"

ابتدائی بیعت میں صرف وہی خوش نصیب لوگ شامل تھے، جو ایسے سازوں سے مشابہ تھے، جو اس روحانیت کے ساز سے ہم آہنگ تھے۔ اور آپ کے زیر اثر آکر آپ کی صداقت کے نقوش ان کے قلوب کی الواح پر ثبت ہو چکے تھے۔ انہی میں حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ پہلے دن کی بیعت میں اول نمبر پر تھے، اور بمصداق اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ انہیں یہ امتیاز اور فخر حاصل ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر جو ۱۹۰۸ء میں دست قدرت نے انہیں جماعت کا پہلا خلیفہ بنا کر تخت خلافت پر متمکن کیا۔

۲۷ر مئی ۱۹۰۸ء کا واقعہ ہے جب مشیت الہی کے ترازو نے اپنے نتیجہ بخش پلڑوں سے تصفیہ کے نترمن اعداد صراط ڈالے، تو جماعت نے حضرت نورالدین رضی اللہ عنہ کو حضرت احمد علیہ السلام کا خلیفۂ اول منتخب کر کے آپ کے ہاتھ پر اطاعت و اتحاد کا عہد باندھا۔ اس انتخاب اور بیعت میں صدر انجمن احمدیہ کے جملہ ممبران، خاندان مسیح موعود کے سارے افراد اور تمام حاضر الوقت احمدی اصحاب شریک اور شامل تھے۔

اس موقعہ پر مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا۔ اور جب کبھی دل کے عمیق گوشوں میں یہ بصیرت افروز واقعہ ایمان پرور جذبات کی لہروں سے تلاطم پیدا کرتا ہے، تو مجھ پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

اور دل کے صحن میں وعانی سرور و انبساط کی چادریں بچھ جاتی ہیں۔ جب میرے دل کی عمیق ترین گہرائیوں میں قادیان کی زمین محترم کے لئے مقدس محسوسات پیدا ہو گئے، اور عشق احمدؑ کے التہاب نے رگ رگ میں ارض حرم کے عشق و محبت کی ایک ناقابل برداشت رو دوڑا دی، تو ۱۹۱۰ء میں منعقد ہونے والے سالانہ جلسہ کے فیوض و برکات سے بہرہ اندوز ہونے کی کشش کشاں کشاں مجھے پہلی دفعہ دار الامان میں لے گئی۔ میں نے پیارے مسیح کی پیاری بستی میں جب قدم رکھا۔ تو دنیا اور اس کے پر شور ہنگامے اس روحانی فضا میں اس طرح غرق ہو چکے تھے۔ جس طرح کوئی کشتی مع اپنے ساز و سامان کے طوفانی سمندر کی گرجتی ہوئی لہروں میں سما جائے۔ یہاں کی دنیا مجھے بہشت کا ٹکڑا معلوم ہوتی تھی۔

جلسہ کا انتظام مسجد اقصیٰ میں تھا۔ حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ محراب میں تشریف فرما تھے۔ اور مولوی صدر الدین صاحب جو اس وقت تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ بیرونی منبر پر کھڑے تقریر فرما رہے تھے۔ سامعین ایک پر سرور محویت کے عالم میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں پر مسرت کے پھول کھل رہے تھے۔ تقریر کا ایک ایک لفظ کانوں کے رستہ دلوں میں اتر کر شربت کے گھونٹ پلا رہا تھا۔ کیونکہ ہر لفظ دل کی گہرائیوں سے نکلتا تھا اور دل کی گہرائیوں میں نیکی اور پاکیزگی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ دوران تقریر میں مولوی صاحب ممدوح نے ایک خاص جذبے سے مجبور ہو کر ایڑیوں پر اچھل اچھل کر ایک عجیب جوش کیساتھ سامعین کو مخاطب کرکے فرمایا "آپ لوگ تیرہ سو سال پیچھے کیوں جاتے ہیں؟ وہ دیکھو آپ کی آنکھوں کے سامنے زندہ ابوبکر بیٹھا ہے۔"

آہ! کبھی ان روٹھے ہوئے دوستوں کی نگاہوں میں قادیان اور اس کی ہر چیز کی قدر و منزلت تھی۔ جن آنکھوں میں کبھی محبت کھیلتی تھی، آج ان میں غصہ زہریلے سانپ کی طرح کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ خلافت ثانیہ کے قیام پر یہ لوگ مولوی محمد علی صاحب کے حق میں اور خلیفۃ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے خلاف پراپیگنڈا کرنے کے لئے ایک ایک کرکے چاروں طرف بکھر گئے۔

مکرمی مولوی صدر الدین صاحب پٹیالہ سے واپسی پر لدھیانہ ٹھہرے۔ رات کو احباب لدھیانہ کے ساتھ دو گھنٹے کے قریب گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ موضوع گفتگو نبوت مسیح موعودؑ تھا

کفر و اسلام کے مسئلے تھے۔ محترمی مولانا موصوف کی قوت متخیلہ نے دماغ کے پردے پر امیدوں کا جو سبز باغ تیار کیا تھا، صبح اٹھے تو اس میں ناکامی کی باد خزاں چل چکی تھی۔ آپکی مشایعت میں چند احباب سٹیشن پر گئے، گاڑی کے آنے میں چند منٹ باقی تھے۔ محترمی مولوی صاحب میرے استاد ہیں۔ میں ٹریننگ کالج لاہور میں ان سے علمی استفادہ حاصل کر چکا ہوں۔ شان بزرگانہ سے زیرلب مسکراتے ہوئے میری طرف خطاب کیا کہ آپ توکل سے چپ سادھے ہوئے ہیں، آپکی اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ خاکسار نے نیازمندانہ طریق سے عرض کیا، کہ آپ میرے استاد بھی ہیں اور دینی رہنما بھی۔ جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے احمدیت کی سعادت سے بہرہ ور ہونے کی توفیق بخشی، تو آپ نے حضرت خلیفہ اول رضؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا: کہ وہ تمہارے سامنے زندہ ابوبکر بیٹھا ہے۔ اس پر میں نے آمنا و صدقنا کہا تھا، اور انکو مان لیا تھا۔ اب عمرؓ کی طرف اشارہ کر دیں، میں اسکو مان لوں گا۔ اس پر اٹھی ہوئی آنکھیں نیچی ہوئیں۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ ہنس کر خاموش ہو گئے۔ اور سلسلۂ کلام اس خاموشی کے پردے کے پیچھے چھپ گیا۔

اب ہم دارالبیعت کے ذکر میں اس مقام پر پہنچ چکے ہیں، جہاں سے اسکی جغرافیائی اور تاریخی حیثیت کا نہایت قریب سے مطالعہ کر سکیں۔ مگر اس پہلو پر روشنی ڈالنے سے پیشتر ضروری معلوم ہوتا ہے، کہ تاریخ احمدیت کے ایک اہم اور شاندار باب پر جھلتی ہوئی نظر ڈال کر آگے بڑھیں جو احمدیت کی ساری تاریخ کا نچوڑ اور اس نقطۂ مرکزی سے ایک خاص نسبت رکھتا ہے۔ اور جس کے صفحات پر اولوالعزمی کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ وجاہت و ذکاوت و عظمت و شکوہ اور دولت و فہامت کے موتی بکھرے ہوئے ہیں، ظاہری اور باطنی علوم کا قلزم ذخار موجیں مار رہا ہے۔ مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بیماروں کو تندرستی اور مردوں کو زندگی بخشنے والے پانی کے چشمے سطور کی صورت میں بہ رہے ہیں۔ خدا کی رحمت اور غیوری کے کلمۂ تمجید سے بھیجے ہوئے کلمۃ اللہ اور خدا کی رضامندی کے عطر سے ممسوح کئے ہوئے نور کی تجلیاں سطر سطر میں جلوہ گر ہیں۔ اس کے الفاظ "فرزند دلبند گرامی ارجمند، مظہر الاول والآخر، مظہر الحق والعلاء، کان اللہ نزل من السماء" اور جلال الٰہی کے ظہور

کے حامل ہیں۔ اس کے ایک ایک حرف میں ایک ایسی عظیم الشان ہستی کے انوار کی تابانیاں نظر آتی ہیں۔ اور جو جلد جلد بڑھنے اور زمین کے کناروں تک شہرت پانے والی قابلیتوں کی مالک ہے، جسے اسیروں کی رستگاری کا موجب اور قوموں کے لئے برکات کا باعث بتایا گیا تھا، اور جسے حسن و احسان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظیر ٹھہرایا گیا تھا۔ اسی کے متعلق آپ کا یہ الہامی شعر ہے:

اے فخر رسل قرب تو معلومم شد ؛ دیر آمدۂ ز راہ دور آمدۂ

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا کی طرف سے مارچ ۱۸۸۲ء میں وہ تاریخی الہام ہو چکا تھا، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپکی ماموریت کا سرٹیفکیٹ تھا:-

"یَآ اَحْمَدُ بَارَكَ اللّٰهُ فِیْكَ - مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی - اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ - لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآءُهُمْ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ - قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ -"

مقام ماموریت پر کھڑا ہونے کے باوجود حضرت اقدس علیہ السلام نے تمام دنیا میں اپنے دعویٰ مجددیت کا اعلان تو فرما دیا، مگر بیعت کا سلسلہ شروع نہیں کیا۔ بلکہ بزم احمدؑ کے پروانوں میں سے اگر کسی نے جان نثاری کے طور پر بیعت کی غرض سے ہاتھ بڑھایا، تو آپ نے یہی فرمایا، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپکو بیعت لینے کا حکم نہیں۔ اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل کی ایک خاص جھلک کارفرما نظر آتی ہے۔ یعنی قدرت اپنی نہاں در نہاں حکمتوں کے پردے کے پیچھے ابتدائی نشو و نما کی تکمیل کے لئے اپنی رحمت کی گود میں پسر موعود کی پرورش کر رہی تھی۔ کیونکہ اس کی پیدائش کا اس بیعت کے ساتھ ایک خاص تعلق تھا، جس کی ابتداء دار البیعت میں ہوئی۔ بیعت عملی صورت میں عمل میں نہیں آئی، جبتک کہ پسر موعود فضل عمر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ولادت باسعادت نہیں ہوئی۔ گویا آپ کی ولادت دوسرے لوگوں کی روحانی ولادت کا پیش خیمہ تھی۔

۱۸۸۸ء کے اواخر یکم دسمبر کے اشتہار میں خدا سے حکم پاکر آپ نے بیعت کا اعلان فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ولادت باسعادت پر جو ۱۲؍ جنوری ۱۸۸۹ء کو ہوئی ۔ پھر آپ نے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ جس میں آپکی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اپنی بعض سابقہ پیشگوئیاں یاد کرائی تھیں ۔ اسی اشتہار میں لوگوں کو بیعت کے لئے آمادہ کرنے کے واسطے دس شرائط بیعت کا بھی اعلان فرمایا۔ جس کے کچھ عرصہ بعد ۲۳؍ مارچ ۱۸۸۹ء کو آپ نے لدھیانہ میں پہلی بیعت لی ۔ اس طرح گویا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی ولادت اور جماعت احمدیہ کا آغاز ایک ہی وقت میں توام ہوا ہے ہیں ۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ جسمانی اور روحانی رنگ میں یہ دونوں توام ہیں۔

قوانین قدرت میں بھی بعض جگہ عجیب توارد واقع ہوجاتا ہے جس طرح وادی غیرذی زرع کی آبادی اور رونق کے سلسلہ کا آغاز ایک بچہ کی پیدائش سے ہوا ، جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے مورث اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا لخت جگر تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے آخری زمانہ میں ترقی اسلام کو بھی ایک بچہ کی پیدائش کے ساتھ وابستہ کردیا ، جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری خلیفہ کا نور چشم تھا ۔ وہاں بھی آیندہ ترقیوں کی بنیاد ایک نبی زادہ کی پیدائش پر رکھی گئی ، اور یہاں بھی شاندار مستقبل کی بنیادی اینٹ ایک نبی کے بیٹے کی ولادت باسعادت قرار پائی ۔ گویا حضرت اسماعیل علیہ السلام رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقیات کی زنجیر کی پہلی کڑی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ آخری کڑی ہیں۔

ہاں تو میں اپنے سلسلۂ کلام میں دارالبیعت کی جغرافیائی اور تاریخی حیثیت کے متعلق کچھ بیان کرنے والا تھا ۔ سو جاننا چاہیئے کہ یہ جگہ لدھیانہ محلہ جدید کوچہ ڈاکٹر احمد جان (احمدی) میں واقع ہے ۔ اور اس کوچہ کی شمالی حد کو قائم کرتی ہے ، ۔ جو ابھی موجودہ شکل میں ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ، ایک چھوٹا حجرہ ، دو کمروں اور ایک چھوٹے سے صحن پر مشتمل ہے ۔ جس میں ہینڈ پمپ ، غسل خانہ ، جائے ضرورت وغیرہ ضروری چیزیں مہیا ہیں ۔ مسجد اور کمروں کے اندر بجلی کا ایک ایک قمقمہ آویزاں ہے ۔ جنوبی حصہ میں کچھ زمین صاف پڑی ہے ، جو ایک نیلی کوارٹر کی تعمیری صورت میں آنے کے لئے کسی چابک دست معمار کے انتظار میں چشم براہ ہے ۔ کمروں کے دروازے باہر کوچہ میں بھی کھلتے ہیں ، اور دوسری طرف مسجد اور صحن

مسجد میں بھی۔ شرقی کمرہ میں لائبریری ہے۔ اور اسی کمرہ کی مشرقی دیوار کے جنوبی کونے کے پہلو میں وہ مقدس جگہ ہے، جہاں احمد قدنی علیہ السلام نے بیٹھ کر پہلی بیعت لی تھی۔

لدھیانہ میں منشی احمد جان مرحوم ایک صوفی منش اور صاحب حال بزرگ ہو گذرے ہیں۔ یہ جگہ جو دارالبیعت کو آغوش میں لیئے ہوئے ہے۔ اور جانب جنوب اس کے ساتھ کا ملحقہ مکان دونوں صوفی صاحب مرحوم کی ملکیت میں تھے۔ رہائشی مکان میں وہ خود اپنے اہل و عیال کے ساتھ اقامت پذیر تھے۔ اور دارالبیعت والی جگہ میں ان کا قائم کیا ہوا لنگر خانہ جاری تھا، جو بھوکے لوگوں کی شکم سیری کی خدمت ادا کرتا تھا۔

منشی احمد جان صاحب مرحوم کے ہاں رشد و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ خوش اعتقاد مریدوں کا حلقہ بہت وسیع تھا، جو عقیدت کے پھول چڑھاتے تھے۔ خدا نے جہاں ارادتمندوں کی ایک کثیر التعداد جماعت عطا فرمائی تھی، وہاں چشم حقیقت شناس اور عرفان کی آنکھ بھی آپکو بخشی تھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ کے دعوے سے پیشتر ہی ارادت کی لڑی میں پروئے جا چکے تھے۔ اور آپ پر پروانوں کی طرح قربان ہونے والے لوگوں میں سے صوفی صاحب بھی آپ کے فدائی تھے۔ آپ ہی وہ بزرگ تھے جن کی معرفت آموز اور حقیقت شناس آنکھ نے حضرت مسیح موعود کی جھکی ہوئی پلکوں کے نیم باز آنکھوں میں اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ایک خاص نور مسیحیت، مہدویت اور نبوت کے دعوے سے پیشتر ہی دیکھ لیا تھا جو زہرہ کی تابانی بن کر چمک رہا تھا جس پر آپ نے حضرت اقدس علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا تھا ؎

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ ؛ تم مسیحا بنو خدا کے لیئے

حج کو جاتے وقت آپ نے حضرت اقدس کے متعلق اپنے اہل و عیال کو وصیت کی، کہ اس مرد خدا کے روم روم میں خدا ایوں رہا ہے۔ یہ شخص جب بھی کوئی دعویٰ کرے۔ فوراً قبول کر لو۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ لدھیانہ سے جو خوش نصیب لوگ حضور کے دامن سے وابستہ ہوئے، ان میں زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے، جو منشی احمد جان صاحب مغفور کے مریدان با اخلاص تھے۔

بہرکیف منشی صاحب مبرور تو آغاز بیعت سے پہلے ہی اپنے معبودِ حقیقی کی بارگاہِ عالی میں حاضر ہو کر واصلِ حق ہو چکے تھے، مگر آپ کے پسماندگان کو اللہ تعالیٰ نے مرسل یزدانی سے تعلق بیعت جوڑنے کی توفیق عطا فرما کر اس سعادت سے بہرہ ور کیا۔ آخر پیر افتخار احمد اور پیر منظور محمد (مصنف قاعدہ یسرنا القرآن) آپکے صاحبزادے لدھیانہ سے ہجرت کر کے دیارِ محبوب میں چلے گئے۔ جو دورِ حاضرہ کے "رسول کا تخت گاہ" ہے۔ کچھ عرصہ بعد ہر دو صاحبزادگان نے منشی صاحب مرحوم مغفور کے ورثاء کی حیثیت سے رہائشی مکان فروخت کر دیا، اور لنگر خانہ والا حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو وصیت میں دے دیا۔ اس وقت یہ مکان کچا تھا، اور اینٹ چونے اور سیمنٹ کے اتحاد سے بیگانہ تھا۔ بعد میں صدر انجمن احمدیہ قادیان نے یہ جگہ لدھیانہ کی مقامی جماعت کے سپرد کر دی، جس کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا کہ اسنے ۱۹۱۶ء میں اس کی ہیئت کذائی میں تبدیلی کر کے جانب شمال ایک لمبا اور ہوا دار پختہ کمرہ تعمیر کرا دیا، جس کی شمالی دیوار کی بیرونی سطح پر دارالبیعت کے نام اور تاریخ بیعت ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کا کتبہ ثبت کیا گیا۔ اور صحن میں پختہ اینٹوں کا کوئی بالشت بھر اونچا ایک چبوترہ اور ایک محراب بنوا کر نماز کے لیے مخصوص کر دیا۔ مگر جنوبی طرف کی دو کچی کوٹھریاں بدستور اپنی مفلسی کی داستان کو دہرا رہی تھیں۔ آخر ساون بھادوں میں ہر سال حملہ کرنے والے باد و باراں کا مقابلہ کرتے کرتے تھک کر بیٹھ گئیں۔ اور موجِ نسیم کے جھونکوں کے کھیلنے کے لئے جگہ کھلی چھوڑ دی۔

ایک دفعہ میر عنایت علی صاحب لدھیانوی نے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پرانے صحابی ہیں، بیعتِ اولیٰ کی معینہ جگہ کے متعلق اختلاف رائے کا اظہار کیا، کہ پہلی بیعت معینہ جگہ کے بالمقابل جنوبی کوٹھری میں ہوئے کا رآئی تھی لیکن دیگر بیعت کنندگان کی رائے میں معینہ جگہ ہی اصلی جگہ تھی۔ اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ مئی ۱۹۳۱ء میں مالیر کوٹلہ سے واپسی پر یہاں ٹھیرے، اور منشی ظفر احمد صاحب مرحوم ومغفور کو کپور تھلہ سے بلایا، جو پہلے روز بیعت کرنے والوں میں شامل تھے، اور جنہیں مخاطب کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا: "کہ منشی صاحب ہم اور آپ یہیں دو ہیں"۔ منشی ظفر احمد نے بھی معینہ جگہ ہی کی تصدیق

کی، اور حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے اس اختلاف کا فیصلہ فرما دیا۔

چند سال سے دارالبیعت کا مسئلہ ایک قومی۔ جماعتی اور مرکزی صورت اختیار کر گیا ہے۔ مرکز نے جماعت میں دارالبیعت کی تعمیر کے لئے چندہ کی اپیل کی، مگر یہ ایک کمزور اور دھیمی آواز تھی۔ اس پر بھی مخلصین جماعت نے تھوڑا بہت چندہ دیا اور ایک ہزار روپیہ کے قریب چندہ جمع ہو گیا ۱۹۳۹ء میں دارالخلافت کی طرف سے حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب سلمہ نے ایک چھوٹی سی مسجد کا نقشہ تیار کرایا، اور رمضان شریف میں مسجد کی بنیاد رکھدی گئی۔ آغاز دسمبر ۱۹۳۹ء میں ۸۰۰ سو روپے کے صرف سے ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد کی تعمیر پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی۔ اور یہ فخر لدھیانہ کی جملہ مساجد میں سے صرف دارالبیعت کی مسجد کو حاصل ہے، جو صحیح قبلہ رخ واقع ہے۔

جس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ولادت باسعادت اور دارالبیعت کے مقام پر جماعت احمدیہ کی روحانی ولادت ایک ساتھ وقوع میں آئیں۔ اسی طرح دارالبیعت کی مسجد اور آپکی جوبلی کی تقریب کو بھی خدا کی مصلحت نے ایک جگہ جمع کر دیا۔ قصہ کوتاہ دارالبیعت کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے ایک خاص علاقہ ہے۔ اس لئے یہ مقدس مقام جس کی شانِ رفعت آجکل کس مپرسی کے غلاف میں لپٹی پڑی ہے۔ حضور کی توجہات روحانی اور التفاتِ گرامی کا خاص طور پر منتظر ہے، تا اپنی شان خصوصی کو حاصل کر کے گمراہی کے اندھیروں میں اسلام کے بھٹکے ہوئے ناخداؤں کے جہازوں کے لئے لائٹ ہوس کا کام دے ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ❊ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

احباب جماعت کو بھی دارالبیعت کے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جبتک جماعت کی امداد کا ہاتھ آگے نہیں بڑھے گا، مرکز اپنے فرائض منصبی کو کما حقہ ادا نہیں کر سکتا۔ جب کسی جگہ نئے آسمان اور نئی زمین کی بنیاد رکھی جاتی ہے، تو اس کی تعمیر میں کام آنیوالی ہر اینٹ اور ایک ایک روڑا قوم کی محنت کے پسینے کے پانی اور قوم کی مسلسل قربانیوں کے نتیجہ میں تیار ہوتا ہے۔

اخبارات کا مطالعہ کرنے والے دوست جانتے ہیں، کہ یورپ میں آجکل کسقدر موٹا موٹی لگ رہی

ہے۔ انسانی خون کی اسقدر ارزانی ہے کہ خون کی ندیاں بہ رہی ہیں۔ لاکھوں اور کروڑوں روپے کے صرف سے آگ اور خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے "کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کشتیاں" بے شمار دولت سمندر کی امواج نہنگ اور آگنی دیوتا کی بھینٹ چڑھائی جارہی ہے۔ شہر تباہ اور آبادیاں ویران ہو رہی ہیں۔ رشک جنت شہر اور سواد آبادیاں چشم زدن میں آگ کے ڈھیر اور برباد کھنڈرات بن کر رہ گئی ہیں۔ اس پر تہذیب و تمدن کا اجارہ دار یورپ دعویٰ کر رہا ہے، کہ موجودہ جنگ کے خاتمہ کے بعد ایک نیا نظام قائم کیا جائے گا، اور نئی زمین اور نئے آسمان کی بنیادیں رکھی جائیں گی، جن پر آئندہ تہذیب کی شاندار عمارت تعمیر ہوگی مگر وہ لوگ جنہوں نے مادیات کے جہان میں آنکھ کھولی ہو، اور جن کی ساری آرزوئیں اور توقعات مادیات کی دنیا کی آغوش میں پرورش پا رہی ہوں تو وہ اپنے نئے آسمان اور نئی زمین کو مادیت کی ہی سحر کن چادر میں لپیٹ کر رہ جائیں گے۔ کیونکہ انکی نظر سفلی دنیا سے آگے نہیں جاتی۔ تاہم وہ مادی دنیا کے قیام کے لئے بھی پچاس فیصدی آمدنی لڑائی کے مصارف میں صرف کر رہے ہیں، اور اس سونے کو جو یورپ نے دنیا جہان کی خاک چھان کر اکٹھا کیا تھا، لوہے اور بارود کے سانچوں میں ڈال کر مٹی اور پانی میں ملا رہے ہیں۔ مگر اے برادران ملت! ہمارے ناتواں شانوں پر ذمہ واریوں کا بہت بڑا بوجھ ہے۔ کیونکہ ہمیں ساری دنیا کو فتح کر کے اسلام کے سلامتی نواز اور امن پرور تمدن کو نئے نظام میں داخل کرنا ہے، اور اس نئے آسمان اور نئی زمین کی تعمیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ہے، جسکی بنیادوں کی پہلی اینٹیں مامور زماں نے دارالبیعت میں رکھی تھیں۔

اس کے لئے مرکز میں دارالبیعت فنڈ کے نام سے ایک مستقل فنڈ قائم ہونا چاہیئے۔ احباب جماعت اس فنڈ کو اسقدر مضبوط بنیادوں پر کھڑا کر دیں، کہ دارالبیعت کے ملحقہ مکانات کو خرید کر یہاں ایک رفیع الشان دارالبیعت ہال، ایک عالی منزلت دارالبیعت مہمانخانہ اور ایک شاندار دارالبیعت ریڈنگ روم تعمیر کیا جاسکے، جہاں سے مردہ دلوں کو زندگی بخشنے کے لئے آب حیات کے چشمے جاری ہوں، تاکہ مسیح موعود علیہ السلام کے بنائے ہوئے نئے آسمان اور نئی زمین کی وسعتیں

رُبع مسکون کے چپے چپے کو اپنے دامن میں لے کر ارضی دنیا کو سماوی دنیا بنا دیں - اور یہ کام شرمندۂ تکمیل نہیں ہو سکتا جبتک ہم لوگ اپنے اندر قربانی کی روح ، ایثار کا جذبہ اور دلوں کو پگھلا دینے والا گداز پیدا نہیں کرتے -

سردست اتنا تو فوری طور پر ضرور ہو جانا چاہیئے ، کہ دارالبیعت کے ساتھ ایک فیملی کوارٹر تیار کرا کے مرکز کی طرف سے ایک تنخواہ دار خادم دارالبیعت کی خدمت کے لئے مقرر کر دیا جائے ، جو اس شعائراللہ کے مقام سے پانچ وقت اللہ اکبر کی صدا بلند کر کے ماحول کی فضا کو اللہ تعالےٰ کی وحدانیت اور کبریائی کی گونج سے معمور کر دے - دارالبیعت کی آبادی ہماری آبادیوں کی ضمین ہوگی -

وَ اٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؏

جوازِ تحریفِ بائبل میں چند باتیں

(جناب شیخ غلام مجتبیٰ صاحب)

لاہور سے ایک ماہوار رسالہ "نیرنگ خیال" شائع ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کے قواعد وضوابط سے یہ بات واضح ہے، کہ اس رسالہ کے اجرا کی غرض وغایت اور مقصد وحید صرف اور صرف علم وادب کی خدمت کرنا ہے۔ اور یہ رسالہ کسی جماعت یا فرقہ کے مذہبی اعتقادات وخیالات پر حملہ نہیں کرے گا لیکن ماہ اپریل ۱۹۴۳ء کی اشاعت میں ایک مضمون بعنوان "آئین فطرت" شائع ہوا ہے۔ جس کے لکھنے والے ایک صاحب ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی آف کیمل پور ہیں ہمیں کسی قسم کا اعتراض نہ ہوتا اگر یہ مضمون حق وصداقت کا حامل ہوتا لیکن افسوس کہ مضمون نگار نے ایسی دور از کار اور بے سروپا باتیں اس مضمون میں تحریر کی ہیں، جو کہ صرف کسی ایک فرقہ کے اعتقادات وخیالات کے ہی برعکس نہیں، بلکہ اس مضمون کی اکثر باتیں ایسی ہیں جن سے براہِ راست خدا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کی تعلیمات پر زد پہنچتی ہے۔

اگرچہ اس مضمون میں احمدیوں کو ہدفِ مطاعن بنایا گیا ہے مثلاً ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

"احمدیوں اور دیگر مولویوں نے توریت وانجیل، گیتا اور وید کے خلاف بیشمار لٹریچر پیدا کر کے اسلام کے بلند نصب العین کو سخت نقصان پہنچایا۔"

لیکن ہمارا اس مضمون کو تحریر کرنیکا صرف ایک ہی مقصد ہے، اور وہ ان تمام شکوک وشبہات وخدشات کا ازالہ کرنا ہے جن میں گرفتار ہو کر ڈاکٹر صاحب نے اللہ عزوجل اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کی تعلیمات کے خلاف یہ مضمون تحریر فرمایا ہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہِ نِعْمَ الْمَوْلیٰ وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔

ڈاکٹر صاحب کے اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے، کہ بائبل اور وید وغیرہ کتب سماویہ نزول قرآن کے بعد منسوخ نہیں ہوئیں۔ اور ان کتب میں کسی قسم کی تحریف نہیں کی گئی۔ قبل ازیں کہ ہم ڈاکٹر صاحب کے تمام دلائل کا سلسلہ وار جواب باصواب تحریر کریں، یہ بتا دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ کیا بائبل وغیرہ صحف میں تحریف ہو سکتی تھی یا نہیں؟ ہم انشاء اللہ قرآن مجید سے اس امر کے ثبوت کے لئے دلائل حقہ پیش کریں گے۔ وہو ہذا۔

قارئین کرام! دنیا میں جسقدر مذاہب پائے جاتے ہیں، انکی بنیاد ان کی کتابوں پر ہے لیکن جن اقوام کے پاس الٰہی کتاب نہیں، وہ قومیں صحیح طور پر مذہبی قومیں نہیں۔ اور کتاب کی بنیاد اس کے الفاظ پر ہوتی ہے نہ کہ معانی پر۔ کیونکہ الفاظ الہامی اور خدائی ہوتے ہیں، اور معانی اس کتاب کے پڑھنے والوں کے ذاتی خیالات کا نام ہے۔ اس لئے سچے مذہب کیلئے نہایت ضروری ہے، کہ اس کی الہامی کتاب کے الفاظ محفوظ رہیں۔ کیونکہ اگر الفاظ محفوظ نہ رہیں تو کتاب غیر محفوظ ہو جائے گی۔ اور جب کتاب غیر محفوظ ہوئی، اور چونکہ مذہب کی بنیاد کتاب پر ہوتی ہے، اس لئے وہ مذہب بھی جسکی الہامی کتاب کے الفاظ میں تغیر آیا ہے قائم نہ رہے گا۔ ہمارے (احمدی) نزدیک بائبل یعنی کتب پیدائش" تا "مکاشفہ" جو صحائف وقتاً فوقتاً خدا کی طرف سے نازل ہو کر دنیا کو ظلمت و ضلالت سے نکال کر اپنے انوار سے منور کرتے رہے۔ اب وہ قابل عمل نہیں۔ اور ان پر عمل کر کے اب کوئی شخص نجات نہیں پا سکتا۔ اور ہمارے اس دعویٰ کے ثبوت میں جہاں اور بہت سے دلائل ہیں وہاں سب سے بڑا اور محکم ثبوت یہ ہے، کہ ان صحائف کے الفاظ بعینہٖ محفوظ نہیں رہے، جن سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ اگر خدا کو یہ منظور ہوتا کہ لوگ ان کتابوں پر عمل کر کے نجات حاصل کریں تو کبھی بھی انکو غیر محفوظ نہ ہونے دیتا۔ اور قرآن شریف سے یہ امر ثابت ہے، کہ تورات کی حفاظت کا ذمہ خدا نے نہیں لیا تھا، لیکن قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ خود خدا کی ذات نے تا قیامت کے لئے کیا ہوا ہے۔

قبل ازیں کہ ہم اپنے دعوے کے ثبوت میں آیات قرآنیہ پیش کریں، ہم تحریف کی لغوی تعریف سے

قارئین کرام کو مطلع کرتے ہیں۔ اقرب الموارد میں وارد ہے۔ حَرَّفَ الْقَوْلَ اَیْ غَیَّرَہٗ۔ یعنی قول میں تحریف کے یہ معنے ہوتے ہیں، کہ وہ اپنی اصلی صورت میں نہ رہے۔ اور اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ۱۔ کسی کلام میں جو الفاظ پہلے نہ تھے وہ داخل کر دئے جائیں۔ ۲۔ کچھ الفاظ نکال دئے جائیں۔ ۳۔ کوئی قول بجائے کا پورا اپنی جگہ سے نکال دیا جائے۔

الغرض تحریف کمی و بیشی اور فقدان کا نام ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، (ثبوت تحریف)

اِنَّا اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ۔ (مائدہ)

اب دیکھیئے خدا تعالیٰ یہ نہیں فرماتا کہ توریت ہم نے نازل نہیں کی، بلکہ فرمایا کہ بیشک ہم نے توریت کو نازل کیا اس حالت میں جبکہ یہ نور و ہدایت کی حامل تھی۔ یہ جملہ حالیہ ہے۔ اور اَنْزَلْنَا کے ساتھ یعنی زمانہ ماضی کے ساتھ مختص ہے۔ جیسے ہم کہیں جَآءَ زَیْدٌ رَاکِبًا۔ زید میرے پاس آیا در حالیکہ وہ سوار تھا۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ نزول توریت خدا کے حکم سے ہے تو کیا خدا نے اس کی حفاظت کا ذمہ بھی لیا تھا؟ تو اس سوال کا جواب آیت کے دوسرے حصہ میں دیا۔ اور فرمایا کہ انبیاء یہود اور ان کے عالم اور درویش توریت کے ذریعہ پیش آمدہ معاملات کا فیصلہ کرتے تھے۔ اور ان تینوں گروہوں کو توریت کی حفاظت کا کام سپرد کیا گیا تھا۔ چنانچہ جبتک بنی اسرائیل میں نبی آتے رہے، وہ اس کے ذریعہ فیصلہ کرتے رہے لیکن حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بعد نبوت کا سلسلہ بنی اسرائیل میں بند ہوگیا۔ رہ گئے احبار و رہبان، انہیں خشیت اللہ باقی نہ رہی اور وہ اعمال دنیا میں مشغول و منہمک ہوگئے۔ قرآن مجید انکی حالت کا نقشہ بایں الفاظ بیان کرتا ہے۔ فرمایا:۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ (مائدہ) جھوٹ کو سننے والے، حرام کھانے والے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ۔ (یہود) لوگوں کے اموال کو حرام طریقوں سے کھاتے ہیں۔

یہ تو روش انکی دنیاوی امور کے متعلق تھی، لیکن اپنے مذہبی معاملات میں بھی یہ تمرد اور سرکشی میں حد سے زیادہ تجاوز کر چکے تھے۔ اور قتل انبیاء علانیہ کرتے تھے۔ اور اس قبیح و شنیع فعل کے ارتکاب میں یہود بے خوف و خطر تھے۔ فرمایا۔ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ما یہود نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام انکو لعنت ملامت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"اے خدا تو انہیں (باغی یہود) ملزم جان۔ ایسا ہو کہ وہ اپنی مشورتوں سے آپ ہی گر جائیں۔ انکو ان کے گناہوں کی کثرت کے سبب نکال پھینک، کہ انہوں نے تجھ سے سرکشی کی ہے۔" زبور ۵۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی انجیل میں بنی اسرائیل کو لعنت کی۔ فرمایا :۔

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس، کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کے مانند ہو۔ جو باہر سے اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ پر بھیتر مُردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی ناپاکی سے بھری ہیں۔ اسی طرح تم بھی ظاہر میں لوگوں کو راستباز دکھائی دیتے ہو، پر باطن میں ریاکاری اور شرارت سے بھرے ہو۔ الخ" (متی ۲۳۔ ۲۷۔ ۲۲ آیت)

قارئین کرام نے بائبل اور قرآن مجید کے ان حوالجات کو پڑھا ہے، جن سے یہود قوم کا طرز عمل عیاں ہے۔ اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ اپنے افعال و اعمال میں لعنت و پھٹکار کے مستحق ہو چکے تھے۔ تو انہوں نے اپنی مذہبی کتب کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا۔ اس کا نقشہ قرآن کریم یوں بیان فرماتا ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ (بقرہ) ہلاکت ہے ان (اہلکتاب) کے لئے جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے، پھر کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے۔

دوسری جگہ وارد ہے۔ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَن مَّوَاضِعِهِ (اہل کتاب (کتابیے) لفظوں میں تحریف کرتے ہیں۔ اور عیسائیوں کے متعلق فرماتا ہے۔ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ۔ پھر فرمایا،

اور یہ حوالہ سب سے زیادہ واضح اور روشن ہے۔ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ۔ اے مخاطب! تو ہمیشہ اہل کتاب کی خیانت سے مطلع ہوتا رہے گا۔ اس حوالہ سے معلوم ہوا، کہ بائبل کی تحریف کا زمانہ قیامت تک ممتد ہوگا۔ اور کوئی زمانہ ایسا نہیں آئے گا جبکہ یہ کہا جاسکے، کہ بائبل میں تحریف نہیں ہوئی۔ چنانچہ قرآن کریم کی اس پیشگوئی کو ہم اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ بائبل کا کوئی ایڈیشن پہلے سے دوسرا ایسا نہیں ہوتا جس میں تغیر و تبدل اور تحریف نہ کیجاتی ہو۔ "دس ہزار قدسی"۔ "یونس نبی کا معجزہ" وغیرہ حوالہ جات میں جو تغیر کیا گیا ہے، وہ قارئین کرام سے پوشیدہ نہیں۔ اور یہ تمام حوالہ جات بائبل کے محرف و مبدل ہونے پر روشن دلائل ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ ان کتابوں میں تحریف ہوچکی ہے تو یہ کتابیں قابل عمل بھی نہ رہیں۔

دوسری طرف ہم قرآن مجید کو لیتے ہیں۔ اس کی حفاظت خدا نے مسلمانوں کے سپرد نہیں رکھی، بلکہ خدا نے خود اس کی حفاظت کا بیڑا اٹھایا ہے۔ فرمایا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ہم ہی قرآن مجید کو نازل کرنے والے ہیں اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ چنانچہ از ابتداء نزول تا ایندم اور آئندہ قیامت تک قرآن مجید میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ اس تنزیل عزیز کے نازل کرنے والے عزیز و غالب خدا نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہوا ہے۔ مسلمانوں میں خوارج اور روافض اور اہل تشیع فرقے ہیں۔ انہیں سے بعض تو جامعین قرآن سے اور بعض حضرت علیؓ سے انتہا کا بغض و کینہ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔ لیکن جو قرآن مجید ان کے پاس ہے وہی قرآن ہمارے پاس ہے۔ پس قرآن مجید میں تحریف و جعل اس لئے نہیں کی گئی ہے، کیونکہ اس کی حفاظت خدا کے سپرد ہے۔ اور جس کام کے متعلق خدا ذمہ لے، اس کام کو کون بگاڑ سکتا ہے۔ لَيْسَ اَحَدٌ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ غَالِبًا عَلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ۔

اس بات کے ثبوت کے بعد کہ بائبل میں تحریف ہوچکی ہے، اور اب یہ مجموعہ صحف قابل عمل نہیں۔ ہم ڈاکٹر صاحب کے دلائل کا سلسلہ وار جواب عرض کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:۔

"عام مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے (لیکن ڈاکٹر صاحب خاص مسلمانوں میں سے ہیں) کہ قرآن کے

آنے ہی تمام پہلی کتابیں منسوخ ہوگئی تھیں۔ یہ عقیدہ خود ساختہ، من گھڑت اور قطعاً باطل ہے۔ (نعوذ باللہ۔ ناقل) اگر اس عقیدہ کو ایک منٹ کے لئے درست مان لیا جائے تو میں یہ پوچھتا ہوں کہ ان اقوام اور افراد کے متعلق آپ کیا فتویٰ صادر کریں گے، جن تک قرآن نہیں پہنچ سکا۔ یا دیر سے پہنچا، یا پہنچا لیکن وہ سمجھ نہ سکے۔ آخر قرآن عرب میں نازل ہوا، اور عرب اور جاپان یا امریکہ و عرب کے درمیان ہزارہا میل کا فاصلہ تھا۔ ذرائع آمد و رفت محدود تھے اور وسائلِ تبلیغ مفقود۔ تو کیا یہ لوگ اپنی الہامی کتابوں سے راستی، دیانت، اخلاص، تقویٰ اور اطاعت وغیرہ کا درس نہ لے سکتے تھے، اور نزولِ قرآن کے بعد جب تک آپ کے علماء ان ممالک میں نہ پہنچ جاتے، کیا وہ ارتکابِ معاصی کر سکتے تھے؟ آخر پہلی کتابیں تو ہوگئیں منسوخ، اور نئی ان تک پہنچی نہیں۔ وہ اس وقفہ میں کریں تو کیا؟ جائیں تو کہاں؟ کیا وہ اس دوران میں اپنی پرانی کتابوں پر عمل کر سکتے تھے؟ اگر نہیں تو کوئی اور چارہ کار۔"

الجواب:۔ بیشک، نزولِ قرآن کے بعد یہ کتابیں منسوخ ہوگئیں لیکن ساتھ ہی قرآن مجید کا ایک اصول یہ بھی ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ انسان کی وسعت و ہمت سے بڑھ کر خدا اسے جہد اور مشقت میں نہیں ڈالتا۔ اب اس آیت نے مسئلہ حل کر دیا۔ یعنی جن تک قرآن نہیں پہنچ سکا، اور انکو اس کی تعلیمات سے آگاہی نہیں ہوئی ان پر کوئی الزام نہیں۔ اور یہ اصول قیامت تک کے لئے ہے۔ اگر آج بھی ایک شخص کو قرآن شریف کا پتہ نہ ہو اور وہ نیک فطرت ہو، تو خدا اس پر گرفت نہیں کرے گا۔ انکار، اور کفر، تکذیب و تردید، ایمان اور عمل تو تبھی ہو سکتا ہے جبکہ کسی کے سامنے قرآن مجید پیش کیا جائے۔ نیز یہ اصول صرف اہلِ کتاب اقوام کے لئے نہیں بلکہ ہر خاص و عام اس میں مساوی و مشترک ہیں۔

دوسری جگہ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں، کہ جب توریت و قرآن کے احکام ایک جیسے ہیں تو انکو کیوں منسوخ کیا جائے، وغیرہ وغیرہ۔

"ایک پیالی کو توڑ کر پھر ویسی ہی پیالی بنانا کہاں کی عقلمندی ہے؟ چند احکام کو منسوخ کرکے پھر وہی احکام نافذ کرنا چہ معنی دارد؟ جسقدر نامعقولیت اس عقیدہ میں ہے اس سے زیادہ نامعقولیت کسی اور عقیدہ میں نہیں ہو سکتی، کہ توریت و انجیل کے احکام منسوخ ہو کر پھر وہی جاری کر دئے گئے۔"

الجواب:۔ افسوس کہ ڈاکٹر صاحب کو ان کے ایک من گھڑت عقیدہ کی حمایت کے خیال نے حقیقت و اصلیت سے کسقدر دور کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جو بھی اعتراض تلاش کیا ہے، اسکا جواب قرآن مجید میں موجود ہے۔ فرمایا:۔ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (بقرہ) یعنی جو حکم بھی ہم منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں ہم اس سے بہتر یا اس کی مثل اور لے آتے ہیں۔ اب غور کیجئے کہ خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ آیات و احکام کے نسخ اور نزول میں ہمارا دخل ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب خدا کے اس فعل کو نامعقولیت کے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ العجب ثم العجب۔ فتدبر!

پھر ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:۔

"بعض مولوی یہ کہا کرتے ہیں کہ قرآن میں جس توریت و انجیل کی تعریف درج ہے اس سے مراد وہ کتابیں ہیں، جو موسیٰ و عیسیٰ (علیہم السلام) پر نازل ہوئی تھیں، نہ کہ وہ جو یہود و نصاریٰ کے پاس نزول قرآن کے وقت موجود تھیں۔ اس کج فہمی کے متعلق عرض ہے کہ اگر یہ کتابیں غلط سلط ہو چکی ہوتیں، تو اللہ انکو سچا کیوں کہتا؟ کیا خدا کو علم نہ تھا کہ انمیں تحریف ہو چکی تھی .... وہ آیت مندرجہ ذیل ہے۔ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ۔"

الجواب:۔ قارئین کرام! ہم ڈاکٹر صاحب کی سطحی نظر اور نتیجہ اخذ کرنے میں جلد بازی کا کہانتک رونا روتے چلے جائیں۔ افسوس کہ وہ قرآن مجید کے مطالب کو اس کے سیاق و سباق کے ذریعہ نہیں سمجھتے۔ جو آیت انہوں نے درج کی ہے، بغیر کسی کتر بیونت کے اس طرح ہے۔ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ

وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ یہودی لوگ بوجہ مُنْ رسول اللہ کی سرداری کے اپنے مقدمات فیصلہ کے لئے آپ کے پاس ہی لایا کرتے تھے، اور آپ جو فیصلہ ارشاد فرماتے وہ اسے قبول کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ یہودی ایک مرد اور عورت کو لائے جنہوں نے فعل بد کا ارتکاب کیا تھا۔ مقدمہ والے اگر مسلمان ہوتے تو آپ نے اسلامی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا تھا۔ لیکن مقدمہ والے چونکہ یہودی تھے، اس لئے آپ نے فرمایا کہ توریت میں اس جرم کی کیا سزا ہے؟ یہودیوں نے کہا۔ ہم اس فعل کے مرتکبین کو گدھوں پر سوار کر کے اور ان کے منہ سیاہ کر کے انکی تشہیر کرتے ہیں۔ آپ نے زیادہ اطمینان کے لئے فرمایا کہ اچھا توریت میرے پاس لاؤ۔ یہودی توریت لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ جہاں اس سزا کے متعلق حکم ہے وہاں سے پڑھو۔ چنانچہ ان میں سے ایک یہودی نے پڑھنا شروع کیا، تو اس میں رجم کی سزا کا ذکر تھا۔ جب وہ اس جگہ پہنچا، تو اس نے اس جگہ اپنا ہاتھ رکھدیا، اور چالاکی سے آگے پڑھنا شروع کر دیا۔ مجلس میں حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ جو کہ یہود کے بہت بڑے عالم تھے، اور مسلمان ہوگئے تھے، بیٹھے تھے۔ انہوں نے یہودی کی اس چالاکی کو بھانپ لیا، اور اسے کہا کہ جہاں ہاتھ رکھا ہے اس کے نیچے پڑھو۔ جب وہاں سے پڑھا گیا تو سنگساری کا حکم موجود تھا۔ آپؐ نے ان دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ ایسے ہی واقعات کی بناء پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ یعنی اے پیغمبرؐ! یہ یہودی کب آپ کا فیصلہ قبول کریں گے، جبکہ یہ خود اپنی کتاب سے روگردان ہیں۔ وبس۔ اس آیت کا تو یہ مفہوم تھا لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس آیت کو یہودیوں کی سچائی کی دلیل قرار دیا۔ فافہم!

پھر ڈاکٹر صاحب ایک اور نادانی کا ارتکاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"کبھی کبھی یہ بحث بازی بھی سننے میں آئی ہے، کہ موسیٰ علیہ السلام و دیگر انبیاء علیہم السلام کا پیغام مخصوص جماعتوں اور فرقوں کے لئے تھا۔ اور دوسری طرف قرآن تمام عالم کے لئے ہے، اس لئے پہلی تمام کتابیں منسوخ ہو چکی ہے۔ یہ ایک عجیب فریب ہے۔...... کیا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں صرف یہودی عمل کر سکتے تھے

اور قبطیوں کو عبادت، راستی، دیانت و تقویٰ کی اجازت نہ تھی؟ کیا قیامت کے دن ایک مصری (قبطی) اپنی بدکاریوں کا یہ عذر پیش کرسکتا ہے کہ اے رب! میں اس لئے نیکوکار نہ بن سکا کہ تیری توریت صرف یہودیوں کے لئے تھی، اور مجھے بولنے کی اجازت نہ تھی۔"

الجواب:- افسوس کہ ڈاکٹر صاحب نے تعصب میں قلم کے گھوڑے دوڑاتے ہوئے پس و پیش کیطرف خیال نہ دوڑایا، کہ میرا قلم جو کچھ لکھ رہا ہے کیا یہ عین مطابق ہدایات اسلام ہے یا خود تراشیدہ ہفوات و خرافات کا پلندہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ سوال نہ تو کلام خدا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو سمجھنے کے بعد کیا ہے، اور نہ ہی اسلام کی تعلیمات میں ایسے خیالات وعقائد کی گنجائش ہے۔ قرآن مجید اور فرامین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ امر بالبداہت اور صراحت سے عیاں ہے، کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث کئے جاتے تھے۔ ان کے سپرد تمام دنیا کی اصلاح نہ تھی۔ چنانچہ قرآن مجید میں جتنے انبیاء کا ذکر وارد ہوا ہے، وہ اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے تھے مثلاً نوحؑ ابراہیم، اسحٰق، یعقوب، موسیٰ، لوط، اسمٰعیل، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، شعیب، ہارون زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس، صالح، الیسع، یونس وغیرہم علیہم السلام۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی یہ حکم نہیں دیا گیا۔ قُلْ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا بجز آقائے نامدار محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے، جن کو كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بناکر مبعوث کیا گیا۔

قرآن شریف کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں، اور آپ کا یہ فرمان بخاری شریف جو کہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے میں بھی وارد ہوا ہے، فرمایا۔ كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ اِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ اِلَى النَّاسِ عَامَّةً۔ یعنی مجھ سے پہلے جو نبی آتا تھا اس کا دائرہ تبلیغ اور دائرہ اصلاح صرف اپنی قوم ہوتا تھا۔ لیکن میری بعثت کسی ایک خاص قوم کے لئے نہیں، بلکہ ہر اسود و احمر کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور آپؐ نے اس امر کو ان

پانچ باتوں میں سے ایک قرار دیا ہے، جن میں صرف آپ ہی دیگر انبیاء سے منفرد و مختص ہیں۔

اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ ہر نبی کو صرف اپنی قوم کیطرف مبعوث کیا جاتا تھا، وہ اس قوم کے عقائد سے پتہ مل جاتا ہے چنانچہ یہودی اپنے مذہب میں کسی غیر کو داخل نہیں کرتے۔ کیونکہ توریت میں جہاں دیکھو گے مخاطب صرف بنی اسرائیل ہوں گے۔ "اے اسرائیل"۔ "اے بنی اسرائیل"۔ ژند اوستا کے نبی بھی صرف ایک ہی قوم کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اس لئے پارسی بھی اپنے مذہب میں شامل نہیں کرتے۔ ویدوں کو لے لو۔ ان کے ماننے والوں کا عملی نمونہ ظاہر ہے، کہ آریہ مت تبلیغی مت نہیں۔ اب اگر انہوں نے مسلمانوں کی دیکھا دیکھی تبلیغ شروع کر دی ہے تو یہ امر دیگر ہے۔ انہیں تبلیغ کا حکم نہیں دیا گیا۔ باوجود اسقدر مدت دراز گذر جانے کے ویدکی تعلیم دنیا میں نہ پھیل سکی۔

اسی طرح انجیل کو لے لو۔ اسمیں کسی جگہ یہ نہیں آیا، کہ بنی اسرائیل کے سوا کسی غیر قوم کے فرد کو عیسائیت میں شامل کرو۔ خود حضرت مسیح ناصری کا فرمان ہے۔ "میں بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کے سوا کسی اور کی طرف نہیں بھیجا گیا" اور اپنے حواریوں کو بھی حکم دیا کہ "غیر بنی اسرائیل کے شہروں میں داخل نہ ہونا"۔ اپنی مخصوص تعلیمات کی وجہ سے یہ قومیں مختص الزمان اور مختص المکان تھیں۔ اور ان کا دائرہ عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے منسوخ ہو گیا۔ لیکن آپکی بعثت ہر فرد بشر کی طرف تھی۔ چنانچہ اگر پہلے دن ابوبکرؓ اپنی قوم کا فرد ایمان سے مشرف ہوا، تو دوسرے دن حبش کے باشندہ بلالؓ بھی دولت ایمان سے مالامال ہوئے۔ اور تیسرے دن روم کے باشندہ صہیبؓ بھی غلامان رسول میں شامل ہو کر اسلامی سلک کے ایک درخشندہ موتی ثابت ہوئے۔ اور چوتھے دن فارس کے رہنے والے سلمانؓ بھی بادہ توحید کے متوالے نظر آنے لگے۔ غرض آغوش اسلام میں ہر قوم و ملت کے افراد کے لئے رحمت و شفقت کا سامان موجود ہے۔ اور اسلام کی فوقیت، دیگر تمام ادیانِ عالم پر اسی وجہ سے ہے۔

غرضیکہ قرآن مجید کے احکام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ہر قوم میں نبی آئے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ وارد ہے۔ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ

اس قبطی کو خدا تعالیٰ نے ضرور ہدایت کا راستہ بتایا ہوگا۔ اس لئے اس کا یہ عذر اس آیت قرآنی اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ سے رد ہو جائے گا۔ کاش! ڈاکٹر صاحب فہم و تدبر سے اس مضمون کو ترتیب دیتے۔ آپ اس عقیدہ کو جس کی بنیاد قرآن کریم اور احادیث نبویہ پر ہے "ایک عجیب فریب ہے" قرار دیتے ہیں۔ اَلْاَسَفُ کُلَّ الْاَسَفِ! کیا آپ کی اس تحریر سے قرآن اور احادیث کو زد نہیں پہنچتی؟

پھر ڈاکٹر صاحب اپنے ایمان کا مظاہرہ بایں الفاظ کرتے ہیں:۔

"میرا یہ محکم ایمان ہے کہ قرآن کے خدا اور مسلمانوں کے رسول کو تورات و انجیل کے متعلق (جو اس وقت موجود تھیں) یہ پورا پورا یقین تھا، کہ انکی تعلیم میں نہ تو کوئی تبدیلی ہوئی ہے اور نہ تحریف۔ سمجھ میں نہیں آتا، کہ ہمارے موجودہ علماء و عوام نے یہ عقیدہ کہاں سے لیا؟"

الجواب:۔ قارئین کرام! ڈاکٹر صاحب کے ایمان کی حقیقت کو سمجھ گئے ہوں گے۔ اس بات کے ثبوت میں کہ بائبل میں تحریف ہوئی ہے یا نہیں، اور خدا اور رسول کو اس کا پتہ تھا یا نہیں ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ دوبارہ تحریر کرنا باعث طوالت ہے۔

پھر ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے:۔

"اگر کسی شریر نصرانی یا یہودی نے تورات و انجیل میں تحریف کر دی تھی، تو اس تحریف کو ان متقی ہدایت یافتہ راسخ و ساجد اہل کتاب نے کیسے گوارا کر لیا؟"

الجواب:۔ گذارش ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد امت یہود بحیثیت مجموعی بگڑ چکی تھی۔ جہاں کہیں اہل کتاب کی تعریف قرآن مجید میں وارد ہوئی ہے، وہ خال خال اور الشاذ کالمعدوم کا حکم رکھتی ہے۔ ورنہ وہ شریر نصاریٰ و یہود یہی احبار و رہبان تھے نہ کہ عامۃ الیہود۔

پھر ڈاکٹر صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:۔

"تحریف کا کوئی مقصد ہونا چاہیئے۔ مثلاً زراندوزی، عیاشی، جواز زنا و خمر یا حرام خوری

وغیرہ وغیرہ تورات و انجیل کو اٹھا کر دیکھ لو۔ کہیں اس قسم کا حکم نہیں ملتا۔"
الجواب :- افسوس کہ ڈاکٹر صاحب نے یہ سوال تو کیا لیکن ہماری طرف سے وجوہات تحریف صرف اور صرف یہی باتیں تھیں۔ اور اس کا ذکر کہ علماء و عوام یہود و نصاریٰ کی دینی حالت کیسی تھی؟ اور عرض کر آئے ہیں۔ ایک دلیل ہم اور اس جگہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں :-
سنئے ڈاکٹر صاحب! اگر یہود و نصاریٰ اپنے عقاید پر ثابت قدم رہتے، تو ان پر لعنت و پھٹکار کی مار کیوں پڑتی؟ حضرت داؤد و حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے جب یہود کو نہایت ہی گندی اور سوقیانہ حالت میں دیکھا، تو بالفاظ قرآنی ان پر ان ہر دو نبیوں نے لعنت کی۔ فرمایا۔ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۔ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۔ بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا، ان پر داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی، اور حد سے آگے بڑھتے تھے، اور ایک دوسرے کو اس برائی سے جو وہ کرتے تھے منع نہیں کرتے۔ ان کا کام کتنا برا ہے۔
ان ہر دو عظیم الشان نبیوں کی لعنت کا نتیجہ تھا، کہ بنی اسرائیل سے نبوت کا انعام چھین لیا گیا اور بنو اسماعیل کو اس انعام سے نوازا گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے، جن کے متعلق تورات میں پیشگوئی ہے، "وہ آتشیں شریعت لائے گا" اور حضرت عیسیٰ آپ کے اجلال و اکرام کو بایں الفاظ ادا کرتے ہیں کہ "میں تو اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق بھی نہیں۔" "وہ جو میرے بعد آتا ہے مجھ سے قوی ہے۔"
ہم اپنے مضمون کی اس پہلی قسط کو اسجگہ ختم کرتے ہیں اور قارئین کرام سے امید خواہ ہیں کہ وہ اس امر کا نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کریں گے، کہ ڈاکٹر صاحب نے کسقدر بے سروپا اور دور از کار باتیں اپنے مضمون میں بیان کی ہیں۔ ان کے مضمون کا عنوان "آئین فطرت" ہے۔ لیکن جن کی تائید میں ڈاکٹر صاحب نے بیجا جوش اور تعصب کا اظہار کیا ہے۔ ان کے آئین کا اگر ڈاکٹر صاحب بنظر غور مشاہدہ کریں تو ان

کی عقل گم ہو جائے۔ کیا نصاریٰ کے متعلق قرآن مجید بار بار یہ نہیں فرماتا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ پھر فرمایا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ غور کیجئے کہ ڈاکٹر صاحب کو جنکی حمایت میں اپنے تن بدن کا ہوش نہیں ان کے عقائد کیسے ہیں؟ ڈاکٹر صاحب کو اگر آئین فطرت کے متعلق کچھ لکھنے کا شوق تھا، تو انہیں چاہیئے تھا کہ وہ اہل کتاب کے عقائد (جو کہ واقعی فطرت کے خلاف ہیں) کا عقائد اسلام سے موازنہ و مقابلہ کرتے اور پھر قرآن مجید سے توحید کامل کے ثبوت میں ہزاروں مثالیں پیش کر سکتے تھے۔ کیونکہ فطرت صحیحہ صرف ایک خدا کو تسلیم کرتی ہے۔ اور اسلام کے جو صحیح عقائد قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہیں۔ انکی بناء پر صرف اور صرف مذہب اسلام ہی "آئین فطرت" کو پیدا کرنے کا دعویدار ہے۔ اور فطرت انسانی مذہب اسلام کے پیش کردہ آئین فطرت سے متنفر و بیزار نہیں۔ بلکہ بعض اوقات دیگر مذاہب کے پیرو بھی یہ کہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ کہ بسا اوقات وہ لوگ جو احکام خدا (عقائد اسلام) سے منکر ہوئے، آرزو کرتے ہیں کہ کاش ہم مسلمان ہوتے۔ فَافْهَمْ۔ فَتَدَبَّرْ! (باقی)

قارئین ریویو سے چند سوالات

(۱) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ جاری کردہ رسالہ جو گذشتہ ۴۰ سال سے اسلام کی عظیم الشان خدمات کر رہا ہے۔ اس وقت آپ کی اعانت و امداد کا خصوصیت سے محتاج ہے۔ کیا آپ نے ریویو کا بقایا صاف کر دیا ہے؟

(۲) آپ نے ریویو کا سال رواں کا چندہ ارسال فرما دیا ہے؟

(۳) آپ اس سال ریویو کی کسی قدر علیحدہ سے مالی امداد فرمائیں گے؟

(۴) آپ ریویو کی توسیع اشاعت کے لئے کوئی عملی ثبوت پیش کر سکتے ہیں؟

(۵) آپ ریویو کے لئے خصوصی خریدار بہم پہنچا کر اس کی خاص اعانت فرمائیں گے؟

جواب کا منتظر

مینجر رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) قادیان

روایات جناب محمد اکرم الٰہی صاحب

ذکرِ حبیب

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال سے کافی عرصہ قبل کا یہ واقعہ ہے، کہ کمترین اس وقت کے معمول کے موافق ہفتہ عشرہ کے لیئے دارالامان میں مقیم تھا۔ موسم چونکہ گرما کا تھا، اس لئے مغرب اور عشاء کی نمازیں مسجد مبارک کی چھت پر پڑہی جاتی تھیں۔ اور حضور علیہ السلام بعد نماز مغرب جانب شمال فصیل پر تشریف فرما ہوتے، اور حاضرالوقت احباب سامنے بیٹھ کر حضورؑ کے کلام مبارک سے فیض یاب ہوتے۔ جماعتِ نماز مغرب بہ امامت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم ادا ہوئی بعد ادائے فرائض مولوی صاحب مرحوم غالباً گرمی کی شدت کے سبب صحن کے گوشۂ جنوب مشرق کی طرف جاکر نماز سنت پڑہنے کے لئے تشریف لے گئے۔ نماز سے فارغ ہوکر جو مولوی صاحب اس طرف تشریف لائے جہاں حضورؑ کے سامنے ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ انکی نگاہ خاکسار پر پڑی اور بے ساختہ حضورؑ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ کہ "حضرت صاحب یہ پٹیالہ والا شیخ جو حضورؑ کے سامنے بیٹھا ہے، ایہہ ساتھوں گھٹ نیچری نہیں تا۔ اس نے بھی ہماری طرح سید صاحب کی بہت کتابیں ویکھی ہیں، ایہہ حضورؑ دی کشش ہے جو اسنوں کھینچ لیائی، نہیں تاں ایہہ لوگ کسے ہوردی گل سننے والے نہ سن۔"

حضور علیہ السلام نے مولوی صاحب کا یہ کلام سُنکر خاکسار کی طرف مخاطب ہوکر دریافت فرمایا کہ آپ نے سید صاحب کی کتابیں دیکھی ہیں۔ خاکسار نے سید صاحب کے چند رسالہ جات اور کتب کا نام لیکر عرض کیا، کہ ان کے علاوہ میں ان کے رسالہ تہذیب الاخلاق کا کئی سال مستقل خریدار بھی رہا۔ اور اس کی سابقہ جلدیں بھی منگاکر دیکھیں۔ اس پر حضورؑ نے دریافت فرمایا، کہ آپ نے یہ کتابیں

کیوں دیکھیں؟ خاکسار نے عرض کیا، کہ ایک پڑھے لکھے خاندان کا فرد ہونے اور اکثر علمی تذکرہ رہنے اور حالات مذاہب کے سنتے رہنے سے طبیعت میں ایک میلان پیدا ہوگیا۔ سکول میں محلہ میں اپنے ہم عمروں کے ساتھ انکے مذہب کے متعلق گفتگو کرتے۔ اور اگر وہ اسلام کے متعلق کوئی اعتراض کرتے تو اس کے جواب دینے کی کوشش کرتے۔ اگر اپنا جواب کم وزن معلوم ہوتا تو اپنے مولویوں سے دریافت کرتے۔ مولوی صاحبان بجائے کوئی جواب بتانے کے الٹا ہمیں کہتے کہ یہ تمہارا کام نہیں علماء کا کام ہے۔ تم کو ایسے جھگڑوں میں نہیں پڑنا چاہیئے۔ ہم خاموش ہو رہتے۔ مگر سید صاحب کی کتابوں سے امداد ملجاتی، اور ہم جواب دینے کے قابل ہوجاتے، اس لئے اس طرف رجحان پڑھنا قدرتی بات تھی۔ اس پر حضورؑ نے دریافت فرمایا کہ اب ہماری کتابیں بھی دیکھی ہیں؟ جواباً خاکسار نے عرض کیا، کہ حضور اردو میں جو کتابیں شائع ہوئی ہیں، انکو میں اکثر منگا لیتا ہوں اور پڑھتا بھی ہوں۔ حضورؑ نے دریافت فرمایا، کہ سید صاحب کی کونسی کتاب دل کو زیادہ پسند آئی؟ عرض کیا کہ خطباتِ احمدیہ جو انہوں نے لندن کے قیام میں پادریوں کے اعتراضات کے جوابات وہاں کی میوزیم کے پرانے سنگین کتبوں اور آثار قدیمہ کے اصولوں سے دیئے ہیں۔ دوسری تبئین الکلام انکی تصنیفات میں اعلیٰ پایہ کی کتابیں ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ بیشک خطبات احمدیہ سید صاحب نے بڑی محنت سے لکھی ہے۔

پھر حضورؑ نے دریافت فرمایا کہ اب آپ نے ہماری کتابیں بھی دیکھی ہیں۔ ہماری تعلیم اور سید صاحب کی تعلیم میں کیا فرق محسوس کیا؟ خاکسار نے عرض کیا، حضور مجھ جیسا کم علم کیا اس بارہ میں عرض کرسکتا ہے؟ اس پر حضورؑ نے فرمایا کہ ہماری غرض کوئی علمی فرق دریافت کرنا نہیں، بلکہ ہماری غرض وہ فرق ہے جو آپ کی طبیعت نے محسوس کیا۔ پھر فرمایا، کہ جلدی نہیں آپ سوچ کر جواب دیدیں۔ اس کے تھوڑی دیر تامل کے بعد خاکسار نے عرض کیا کہ حضور اس کا جواب اگر میں الفاظ میں ادا نہ کرسکوں تو میں ایک مثال میں ادا کردوں۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا مثال میں ہی سہی۔ اس پر خاکسار نے عرض کیا، کہ سید صاحب کی کتب کے بعد جواب کی قدرت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی

مسافر تمازت آفتاب میں کسی ریگستان کے سفر میں پیاس سے بیتاب ہو کر پانی کا متلاشی ہو، اور کسی جگہ اسکو ایک چھپڑی پانی کی نظر پڑجائے، وہ اس میں سے چند چلو پانی پی کر اپنے آپکو موت سے بچالے اور آگے چلنے کے قابل ہو جائے، اور بس۔ لیکن حضور کی تعلیم کا یہ عالم ہے جیسے پیاسے کو دودھ اور برف بلکہ کیوڑہ سے لبالب پیالہ مل جاوے اور وہ اس کو سیر ہو کر پی کر کامل اطمینان قلب حاصل کر لے۔ حضورؑ نے یہ سنکر مسکراتے ہوئے فرمایا، کہ یوں نہیں کسی مسئلہ پر مثال دیکر بتاؤ۔ خاکسار پھر متامل ہوا۔ حضورؑ نے فرمایا کہ کچھ جلدی نہیں سوچ کر جواب دے سکتے ہیں۔ خاکسار سوچ رہا تھا اور دل میں کہہ رہا تھا، کہ مولوی صاحب کو یہ آج کیا سوجھی، امتحان کا پرچہ دلادیا۔ آخر تامل کے بعد خاکسار نے حضور کو مخاطب پاکر عرض کیا، کہ مثال کے طور پر مسئلہ معراج نبوی ہے۔ غیر مسلم اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے ہاں معراج کی رات کو آسمان سے ایک براق گھوڑا آیا جو انکے پیغمبر کو سوار کرا کر آسمانوں پر لے گیا۔ ساتوں آسمانوں کی اور بہشت دوزخ کی سیر کرا کر واپس چھوڑ گیا۔ یہ سب کچھ اتنے وقت میں ہوا۔ کہ جس بستر سے آپ اٹھ کر سوار ہوئے تھے، وہ ہنوز گرم تھا۔ اور جس دروازہ کو کھول کر باہر نکلے، اس کی کنڈی ہنوز اس حرکت سے بند نہ ہوئی تھی جو دروازہ کھولنے کی وجہ سے شروع ہوئی تھی۔ سید صاحب کی کتب سے جواب ملتا، کہ وہ ایک خواب تھا۔ ظاہر ہے کہ خواب پر کوئی علمی اعتراض نہیں ہو سکتا، خواہ انسان ہاتھی اٹھا اور ہوا میں پھرتا دیکھے۔ لیکن اس جواب سے بجز اس کے کہ معترض کا منہ بند ہو جائے، معراج کی بھی کوئی حقیقت یا وقعت باقی نہ رہی۔ سائل اور مجیب دونوں ایک ہی سطح پر آرہے۔ مگر حضور کی تعلیم ہے کہ معراج ایک کشف کے عالم میں ہوا اور کشف ایک روحانی سیر ہے جو بیداری کے عالم میں ہوتی ہے اور کئی ایسا جو مشاہدات پیش نظر ہوتے ہیں وہ آیندہ واقعات کے متعلق ایک پیشگوئی کا رنگ رکھتے اور اکثر تعبیر طلب ہوتے ہیں اس سے خلاف عقل ہونے کا اعتراض بھی رفع ہو جاتا ہے اور معراج کی وقعت میں بھی فرق نہیں آتا اور آیندہ واقعات سے اسکی تطبیق ہو کر اس کشف اور اسکے دیکھنے والے کی علو مرتبت کا پتہ لگتا ہے۔ یہ سنکر حضورؑ نے مولوی عبدالکریم صاحب سے فرمایا، کہ مولوی صاحب! آپنے دیکھا، یہ سوالات میں نے اس لئے کیے تھے کہ تا معلوم ہو جائے کہ انکو ایک پیاس و تڑپ تھی اور یہ سچے مرتاض کے خواہشمند تھے اس لئے خدا نے رہبری فرمائی اور انکو یہاں تک پہنچا دیا۔ جن لوگوں کو پیاس نہ ہو وہ کیا غرض رکھتے

اداریہ :-

ریویو آف ریلیجنز اردو کے اس ماہ کے رسالہ کے ساتھ ماہ نامہ ہذا سے میرے تعلق کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل کی امید رکھتا ہوا اور اس سے اعانت و توفیق چاہتا ہوا دعا کے ساتھ اس کی ابتداء کرتا ہوں۔

پہلا دور اس تعلق کا وہ تھا جب ۱۹۲۰ء سے ۱۹۲۱ء تک مجھے اس کے ایڈیٹوریل سٹاف میں کام کرنے کا موقعہ اور شرف میسر آیا۔ اُس زمانہ میں ریویو آف ریلیجنز انگریزی لنڈن سے شائع ہوتا تھا۔ اور "خان صاحب" منشی فرزند علی صاحب اس کے ایڈیٹر تھے۔ میں بطور معاون ان کے ساتھ کام کرتا تھا۔

دوسرا دور اس تعلق کا میری جاپان سے واپسی کے بعد شروع ہوا۔ جب رسالہ ریویو انگریزی کی ایڈیٹری اور مینجری کے فرائض میرے ذمہ کئے گئے۔ ستمبر ۱۹۳۸ء سے مئی ۱۹۴۲ء تک میں جیسے بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا فرمائی انگریزی رسالہ کو ایڈٹ کرتا رہا۔ اب اردو رسالہ کا کام بھی میرے سپرد کر دیا گیا ہے اور جریدہ ہذا کے ساتھ میرے تعلق کا یہ تیسرا دور ہے۔

میں اپنی علمیت اور قابلیت پر نظر رکھتے ہوئے دل میں ڈرتا ہوں کہ میں ان فرائض کو شاید کما حقہٗ ادا نہیں کر سکوں گا، مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اگر توفیق ملے، تو اسمیں کیا شک ہے کہ بے مایہ اور بے علم انسان بھی بسا اوقات ٹھوس اور گرانقدر کام سرانجام دے جاتے ہیں لہذا میں اسی کے فضل اور رحم کا امیدوار ہوں۔

جو دوست اسوقت تک اردو ریویو آف ریلیجنز کی قلمی اور مالی اعانت فرماتے رہے ہیں اس کے لئے میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آئندہ کے لئے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس سلسلہ اعانت کو جاری رکھیں، خصوصًا وہ احباب جو قلمی اعانت فرماتے رہے ہیں کیونکہ کسی جریدہ کی کامیابی کا بھی ایک بڑا راز ہے، کہ اسے مختلف دماغوں سے نکلے ہوئے مضامین میسر آتے رہیں! اور لکھنے والوں کی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں ہرگز کمی نہیں، اہل علم کی کمی نہیں، علمی مشغل رکھنے والوں کی کمی نہیں، تقوٰی اور طہارت، روحانیت اور عرفان الٰہی سے وافر حصہ پانے والوں کی کمی نہیں۔ اور یہ دوست اگر قلمی اعانت اور اپنی نیم شبی دعاؤں کے ساتھ اس رسالہ کی طرف متوجہ رہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس جریدہ کے بارے میں جو خواہش تھی اس کا اپنی پوری شان اور آب و تاب کے ساتھ پیدا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

[illegible] سے بھیجی جا رہی ہے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو

[illegible] اطلاع دیں۔

[illegible] الدین [illegible] مقیم حال [illegible] بلاد بیت عمر ۲۴ سال پیدائشی

[illegible] بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳ ماہ شہادت (اپریل)

[illegible] وصیت کرتا ہوں۔ (۱) میرے الدعاء بفضل ایدہ کی انجمن مذہبی

[illegible] کی تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ میری وفات کے بعد ہر قسم جائداد میں سے

[illegible] مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ (۲) میں دفتر الفضل سے مبلغ

[illegible] لے رہا ہوں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت صدر انجمن احمدیہ کے حق میں کرتا ہوں

[illegible] حال کوئی جائداد نہیں۔ (۳) آمد کی کمی بیشی کی اطلاع سیکرٹری صاحب

[illegible] کرتا رہوں گا یہ وصیت میری آمد کی کمی بیشی پر بہر حال حاوی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ

[illegible] وصیت کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ العبد محمود احمد کلرک دفتر الفضل قادیان۔

[illegible] الفضل۔ محمود [illegible] امیر محمد کلرک الفضل [illegible] سردار بی زوجہ

[illegible] صاحب قوم قریشی (فاروقی) پیشہ خانہ داری عمر تقریباً ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۵ء

[illegible] بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ [illegible]

[illegible] وصیت کرتی ہوں میرے مرنے کے بعد جسقدر جائداد ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک

[illegible] قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم صدر انجمن احمدیہ قادیان میں

[illegible] حاصل کر لوں تو ایسی رقم وصیت کردہ سے منہا کر دیجائے گی۔ میری جائداد

[illegible] ۱۔ چوڑیاں طلائی ۲ تولہ [illegible] روپے ۲۔ کانٹے طلائی تولہ [illegible] روپے

[illegible] کل قیمت ۔۸ روپے تولہ کے حساب سے [illegible] روپے

[illegible] اپنی زندگی میں ادا کرنے کی کوشش کرونگی۔ میرے خاوند کے ذمہ میرا حق مہر

[illegible] سردار بی بقلم خود۔ گواہ شد محمد شفیع قریشی سیکرٹری جماعت احمدیہ [illegible]

[illegible] پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ [illegible] خاوند موصیہ [illegible]

رمضان بی بی زوجہ محمد صدیق قوم کشمیری پیشہ خانہ داری عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۸ء ساکن چانگریاں ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴ ماہ امان ۱۳۲۲ ہش حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ ۱۔ میری وفات کے وقت جسقدر میری جائداد ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ ۲۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔ (۳) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ نقد مبلغ ۵۰۰ روپیہ۔ زیور کینٹھا طلائی قیمت یکصد روپیہ۔ کل مبلغ ۶۰۰ روپیہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت ہے۔ (مہر وصول ہوچکا ہوا ہے) الامۃ رمضان بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد۔ عبد الکریم بقلم خود سیکرٹری مال جماعت احمدیہ مانگا۔ گواہ شد حکیم محمد فیروز دین قریشی انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد غلام رسول پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ مانگا وچانگریاں۔

نمبر ۶۶۱۷۔ منکہ سید ظہیر الحق ولد حاجی سید اسحٰق صاحب قوم سید پیشہ ملازمت عمر قریباً ۴۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۳ء ساکن جمشید پور ضلع سنگھ بھوم بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲/۴ ۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائداد نہیں۔ ٹاٹا آئرن اینڈ سٹیل کمپنی میں یومیہ اجرت پر ملازم ہوں۔ میری ماہوار آمد ۴۰ اور ۵۰ روپیہ کے درمیان ہے۔ میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں جو کہ میں ماہ بماہ ادا کردیا کروں گا۔ اس کے علاوہ میرے مرنے پر جو جائداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد۔ سید ظہیر الحق احمدی بقلم خود۔ گواہ شد بشیر احمد عثمانی سیکرٹری وصایا جمشید پور۔ گواہ شد عبد اللطیف جمشید پور بقلم خود

نمبر ۶۶۱۸۔ منکہ نور بیگم زوجہ قاضی حبیب اللہ صاحب قوم قریشی پیشہ امور خانہ داری عمر ۵۴ سال پیدائشی احمدی ساکن شاہدرہ طبیہ کالج ضلع شیخوپورہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱/۳/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری اسوقت سوائے حق مہر مبلغ ۵۰۰ روپیہ کے جو ابھی تک میرے خاوند قاضی حبیب اللہ صاحب کے ذمہ ہے کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد نہیں ہے۔ میں اپنے حق مہر کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت

بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میں اپنی زندگی میں یہ رقم انشاء اللہ ادا کردونگا اگر میں کسی وجہ سے ادا نہ کرسکوں تو میرا خاوند اس کی ادائگی کا ذمہ وار ہوگا۔ اور اگر میری اس کے علاوہ کوئی اور جائداد بھی میرے مرنے کے بعد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی انجمن وارث ہوگی۔ میں نے ۲ روپیہ ۸ ۔ اعلان وصیت ادا کردیا ہے اور شرح اول بھی اس میں شامل ہے۔ الامۃ نور بیگم نشان انگوٹھا۔ گواہ شد قاضی حبیب اللہ خادم موصیہ۔ گواہ شد سید محمد لطیف۔ انسپکٹر بیت المال قادیان

نمبر ۶۶۹۷ مسماۃ امۃ الرحمٰن زوجہ عبد الرحمٰن خان کمپونڈر قوم پٹھان عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶/۹/۳۰ بحسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری کل جائداد بصورت زیور یکصد روپیہ ہے۔ حق مہر مبلغ ۲۰ روپیہ بذمہ خاوند ہے۔ میری ماہانہ آمد موجودہ وقت میں کوئی نہیں ہے۔ میں اپنی جائداد مذکورہ بالا کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور میں اقرار کرتی ہوں کہ میں اپنی جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی رقم کو ایک روپیہ ماہانہ کے حساب سے انشاء اللہ ادا کردونگی۔ نیز اگر میں اس کے علاوہ کوئی اور جائداد پیدا کروں تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ امۃ الرحمٰن بقلم خود۔ گواہ شد عبد الرحمٰن خان خاوند موصیہ۔ گواہ شد ڈاکٹر محمد احمد

نمبر ۶۶۹۸ مسماۃ بشیر فاطمہ زوجہ محمد یوسف خان فٹر۔ قوم پٹھان پیشہ خانہ داری عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت ۲۳/۳/۱۹۲۲ء ساکن موضع بستی موودہ ضلع ہوشیار پور۔ حال قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۴/۳۰ بحسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ تفصیل جائداد منقولہ :- ۱۔ حق مہر بذمہ شوہر مبلغ ۵۰۰ روپیہ۔ ۲۔ کانٹے طلائی ایک جوڑی وزنی یکتولہ۔ ۳۔ ٹکا طلائی ایک عدد یکتولہ۔ ۴۔ ایک عدد کپڑے سینے کی مشین قیمت اندازاً یکصد روپیہ۔ بحق انجمن میں جائداد کی کل قیمت کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میرے مرنے کے بعد اگر میری کوئی اور جائداد ثابت ہوئی تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میری ماہوار آمدنی ہوئی تو اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ ادا کرتی رہوں گی۔ الامۃ بشیر فاطمہ بقلم خود۔ گواہ شد محمد یوسف خان خاوند موصیہ

گواہ شد عبدالحمید عارف پریزیڈنٹ حلقہ گڑھی شاہو لاہور۔ نمبر ۶۶۸۷ منکہ قائم الدین
ولد اللہ جوایا صاحب قوم جٹ پیشہ زمینداری عمر ۹۰ پیدائشی احمدی ساکن بھینی بانگر
ڈاکخانہ قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲/۳/۴۴ حسب ذیل وصیت
کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائداد ۵ گھماؤں زمین چاہی و بارانی ہے۔ جس کی قیمت اندازاً
۲ ہزار روپیہ ہے اور ایک مکان خام قیمتی یکصد روپیہ اور مال مویشی دو صد روپیہ
اس کل جائداد قیمتی ۲۳۰۰ روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا
ہوں۔ اگر میری وفات کے بعد کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر
انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد نشان انگوٹھا قائم الدین۔ گواہ شد محمد دین بھینی بانگر
گواہ شد نشان انگوٹھا فضل دین برادر موصی نمبر ۶۶۸۸ منکہ فضل دین ولد اللہ جوایا صاحب
قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن بھینی بانگر ڈاکخانہ قادیان بقائمی
ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۳/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ
جائداد پانچ گھماؤں زمین چاہی و بارانی ہے۔ قیمتی ۲۰۰۰ روپے۔ ایک مکان خام واقع
موضع بھینی بانگر قیمتی یکصد روپیہ۔ اس کل جائداد قیمتی ۲۱۰۰ روپیہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق
صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ ۴۵ روپے ہے۔ میں تازیست
اپنی ماہوار آمد ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ نیز اگر میری وفات
کے بعد میری اور کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان
ہوگی۔ العبد نشان انگوٹھا فضل دین۔ گواہ شد نشان انگوٹھا قائم الدین برادر موصی۔
گواہ شد محمد دین بھینی بانگر۔ نمبر ۶۶۹۷ منکہ آمنہ بیگم زوجہ چوہدری اللہ رکھا صاحب
قوم جٹ ساہی عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت اپریل ۱۹۲۷ء پیشہ زراعت ساکن ڈسکہ کلاں ضلع
سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۳/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں
میری جائداد اس وقت کوئی نہیں۔ میرے زیورات میرے خاوند مذکور نے فروخت کر دئے تھے
جن کی قیمت اندازاً ۳۰۰ روپیہ تھی۔ وہ میرے خاوند کے ذمہ ہے اور مہر مبلغ ۲ ہزار روپے میرے
خاوند کے ذمہ ہے۔ مبلغ ۲۳۰۰ روپے کا ۱/۱۰ حصہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام

کرتی ہوں مبلغ ۱۰ روپے حصہ وصیت میں سے ادا کرتی ہوں۔ باقی انشاء اللہ میں اپنی زندگی میں ادا کر دوں گی۔ اس کے علاوہ فی الحال میری کوئی جائداد نہیں۔ اگر میرے مرنے کے بعد اور کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ نشان انگوٹھا آمنہ بیگم۔ گواہ شد شکر اللہ مدرس مدرسہ احمدیہ تحریک جدید ڈسکہ۔ گواہ شد محمد نواز بقلم خود ڈسکہ کلاں۔ گواہ شد نشان انگوٹھا چوہدری اللہ رکھا خاوند موصیہ۔

نمبر [illegible] منکہ شرافت حسین ولد سید مہدی حسین قوم سید پیشہ تجارت عمر ۳۰ سال پیدائشی احمدی ساکن دہلی وارد حال بریلی بقائمی ہوش وحواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (۱) ایک قطعہ مکان واقع بریلی جسکی مالیت تقریباً مبلغ ...۸ روپیہ ہے۔ (۲) ایک قطعہ مکان واقع دھوبی واڑہ دہلی جس کی مالیت تقریباً مبلغ ...۲ روپیہ ہے۔ (۳) " " " گلی لوچیاں " " " [illegible] " ۔ اس کے علاوہ کاروبار فرنیچر (فرم بنام احمدیہ فرنیچر سٹور) واقع کشمیری دروازہ دہلی جسکی مالیت تقریباً مبلغ ۵۰۰۰ روپیہ ہے۔ کل میزان ۵۴۲۰۰ روپیہ۔ مندرجہ بالا نمبر ایک سے چار تک کے نصف مبلغ ۲۷۱۰۰ کی مالیت کا میں مالک ہوں۔ یہ نصف حصہ مجھ کو میرے والد بزرگوار مرحوم سے ورثہ میں ملا ہے۔ (۵) اس کے علاوہ ایک کنال زمین جو میری اپنی زرخرید ہے واقع محلہ دارالبرکات قادیان ہے، جسکی مالیت تقریباً مبلغ ۴۲۵ روپیہ ہے۔ (۶) میری موجودہ آمدنی جو میں اپنی جیب خرچ کے لیے فرم مذکورہ بالا سے لیتا ہوں مبلغ ۱۰۰ روپیہ ماہوار ہے۔ اس تمام منقولہ وغیر منقولہ جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی مزید جائداد ثابت ہو تو انجمن ہذا کو حق ہے کہ وہ اس کا بھی ۱/۱۰ حصہ لے۔ اگر میں اپنی زندگی میں اپنے حصہ وصیت کی کوئی رقم ادا کر دوں گا وہ حصہ وصیت سے ادا سمجھی جائے گی۔ العبد سید شرافت حسین بقلم خود گواہ شد مرزا منیر احمد۔ گواہ شد اقبال علی غنی۔

نمبر ۲۷ منکہ مسمی عبد اللطیف ولد حاجی محمد دتا صاحب قوم کھوکھر راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت فروری [illegible] موضع [illegible] کلاں ڈاکخانہ چھاؤنی سیالکوٹ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس

بلاجبرواکراہ آج بتاریخ ۲۱/۳/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے
(۱) ۱۰ مرلہ زمین سفید قیمتی ۵۰۳ روپیہ واقع محلہ دارالبرکات قادیان ہے۔ (۲) میرے والد صاحب
اسوقت خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور ان کے پاس رہائشی مکان کے علاوہ یہ سکنی زمین قریباً
۳۵ مرلہ ہے۔ میں اس جائداد کے ۱/۴ حصہ کا مالک ہوں لیکن ابھی مجھے اس کا کوئی حق ملکیت
حاصل نہیں ہوا۔ لیکن اس وقت میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اس وقت مجھے مبلغ ۹۵
روپیہ ماہوار کے حساب سے گورنمنٹ سے ملتی ہے۔ اس کے علاوہ مہنگائی الاؤنس مبلغ
۱۴ روپے ماہوار ملتا ہے جس میں سے مبلغ ۲ روپیہ میں جنگی فنڈ میں کٹوا تا ہوں۔ گویا مجھے
کل آمد مبلغ ۱۰۹ روپے میں سے ۱۰۷ روپیہ ماہوار کے حساب سے ملتے ہیں۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ
کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ
داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی وصیت کرتا ہوں
کہ میری وفات کے وقت جو جائداد ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ
قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن
احمدیہ قادیان بمد وصیت کروں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائے گا۔
العبد عبد اللطیف اوورسیر ڈسچارج ڈویژن سر گنگا رام بلڈنگ۔ دی مال لاہور۔ گواہ شد
محبوب الہٰی بی۔اے کلرک دفتر فنانشل کمشنر لاہور۔ گواہ شد حکیم نذیر احمد برق قائد اعلیٰ
جمعیت ساکن چک ۱۹۵ رکھ ڈاکخانہ چک ۲۰۲ رکھ ضلع لائلپور حال لاہور۔

نمبر ۱۰۲۶ مسماۃ غلام فاطمہ
زوجہ فیروز دین قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۴۲ پیدائشی احمدی ساکن رائے پور ضلع
سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلاجبرواکراہ آج بتاریخ ۲۱/۳/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں
میری جائداد اس وقت حسب ذیل ہے۔ مہر مبلغ ۴۰۰ روپے ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ اسکا ۱/۸ حصہ
صدر انجمن احمدیہ قادیان کے حق میں وصیت کرتی ہوں۔ میں نے اپنے مہر کا ۱/۲ حصہ یعنی ۲۰۰
روپیہ اپنے خاوند سے وصول کر لیا ہوا ہے اور باقی ۲۰۰ روپیہ میرے خاوند کے ذمہ ہے
جو کہ انشاء اللہ میں اپنی زندگی میں ادا کر دوں گی۔ نیز میری وفات کے بعد اگر اس کے علاوہ
میری کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کی بھی مالک ۱/۸ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی

الامۃ [?] ... گواہ شد لشان احمد ... فیروز الدین قادر ... گواہ شد علی محمد
سیکرٹری تعلیم و تربیت رکھا نوالی ضلع سیالکوٹ ۔ کاتب الحروف نبی احمد سیکرٹری جماعت احمدیہ
رائے پور ضلع سیالکوٹ موصی ۳۲۲۲ ۔ **نمبر ۶۷۰۳** منکہ شکر اللہ خاں ولد چوہدری
علی بخش صاحب مرحوم قوم گھکڑا پیشہ ملازمت عمر ۴۴ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۰۶ء
ساکن چک نمبر ۵۶۵ گ ب ضلع لائلپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲ تبلیغ
۱۳۱۸ ہش حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ ایک مربعہ زمین واقعہ چک ۵۶۵ گ ب ضلع لائلپور
ہے اور ۴ گھماؤں زمین واقع موضع چیانڈی ٹھاٹوں تحصیل نارووال ہیں ۔ اس مذکورہ بالا رقبہ
کے مالک ہم چھ بھائی ہیں ۔ گویا اس رقبہ کے ۱/۶ حصہ کا مظہر مالک ہے ۔ علاوہ ازیں ۱۰ مرلہ زمین
سکونتی قادیان دارالامان واقع متصل کارخانہ بہشتی خاکسار کی ملکیت ہے ۔ اس کے ۱/۱۰
حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کے نام کرتا ہوں ۔ علاوہ اس کے اس وقت مبلغ ۱۷
روپیہ ماہوار کی آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی وصیت کرتا ہوں ۔ اپنی آمد کی کمی بیشی کی اطلاع دیتا
رہوں گا ۔ اگر میری اس جائداد کے علاوہ کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اسکا بھی ۱/۱۰ ادا کیا
جاوے گا ۔ اگر میں اپنی زندگی میں اپنی جائداد کا حصہ ادا کر دوں تو وہ جائداد میں سے
وصول شدہ تصور کیا جائے ۔ العبد شکر اللہ خاں بقلم خود عامل مدرسہ تحریک جدید ڈسکہ
گواہ شد محمد ابراہیم علی سیکرٹری جماعت احمدیہ ڈسکہ ۔ گواہ شد حکیم فیروز دین قریشی ۔
انسپکٹر بیت المال حلقہ سیالکوٹ کاتب الحروف ۔ **نمبر ۶۷۰۴** منکہ رحیم بخش ولد مستری
محمد رمضان قوم کشمیری پیشہ معماری عمر ۔ سال تقریباً تاریخ بیعت ۱۹۰۲ء ساکن ڈسکہ ضلع
سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ [illegible] حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔
میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے ۔ ایک مکان پختہ رہائشی واقع ڈسکہ قیمتی ۱½ ہزار روپیہ
اس جائداد میں سے ۹۵۰ روپیہ قرضہ ادا کرنا ہے ۔ یہ مکان گروی ہے ۔ باقی مبلغ ۵۵۰ روپیہ
ہے ایک ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں ۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ
صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں ، تو ایسی رقم
یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی ۔ اگر اس کے بعد کوئی جائداد

اور بھیجا کروں گا اس کی اطلاع مجلس کارپرداز میں دیتا رہوں گا اور اس پر بھی یہ وصیت
حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت جس قدر میری جائداد ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی
مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد رحیم بخش بقلم خود۔ گواہ شد شیخ محمود احمد [illegible]
گواہ شد عبد الحی بقلم خود ڈسکوی حال دفتر بیت المال قادیان۔

مسل نمبر ۶۱۸۷ منکہ پوٹے خان ولد علیا خان قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۶ سال
تاریخ بیعت ۱۹۲۶ء ساکن کاٹھ گڑھ حال قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج
بتاریخ [illegible] ۲۶ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری کل جائداد اراضی موازی ۲۶ کنال ہے جس کی
بازاری قیمت مبلغ ۳۰۰ روپیہ ہے۔ ایک مکان جس کی بازاری قیمت مبلغ ۴۰۰ روپیہ ہے۔
یہ میری اراضی واقع رقبہ کاٹھ گڑھ ہے اور سب جدی جائداد ہے۔ میں دو بالی کا کام کرتا
ہوں۔ میری ماہوار آمد آجکل ۱۲ روپیہ ہے۔ میں اس تمام جائداد اور آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی
وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ آمد کی کمی بیشی کی اطلاع دفتر بہشتی
مقبرہ کو دیتا رہوں گا۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰
کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد پوٹے خان بقلم خود۔ گواہ شد ہدایت
خان کاٹھ گڑھی۔ گواہ شد عبد الرحیم خان کاٹھ گڑھی محلہ دار الفضل قادیان۔

مسل نمبر ۶۱۸۸ منکہ ایم کے ہامو ولد عبد الرحمن قوم مسلم پیشہ ملازمت عمر ۲۱ سال تاریخ
بیعت دسمبر ۱۹۲۹ء ساکن عدن ڈاک خانہ خورمکسر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ
آج بتاریخ ۱۵ [illegible] حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ بڑے افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میرا کوئی جائداد
نہیں ہے اگر مستقبل میں کوئی جائداد خدا کے فضل و کرم سے پیدا ہو جاتا تو میں اسوقت اس کے بارے میں علیحدہ
وصیت بھیجوں گا۔ اب میری آمدنی فقط میری ملازمت پر منحصر ہے میری فی الحال کی آمدنی ۹۶ روپیہ [illegible]
میری آمدنی کے ۱/۱۰ حصہ میں نے دسمبر سے ہی بھیجنا شروع کیا ہے اس وصیت نامہ کیساتھ میں نے ۹ روپیہ کے
اعلان منی آرڈر کیا ہے۔ آپ کا خادم کنجامو۔ میری موجودہ آمدنی ۱۰۸ روپیہ ہے۔ میری وفات کے
وقت اگر کوئی جائداد میری ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔
گواہ شد [illegible] K. O. Syed Ali V.: Satankulam

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۴۲ | بابت ماہ شعبان ۱۳۶۲ھ مطابق اگست ۱۹۴۳ء | نمبر ۸

فہرست مضامین

تعلقاتِ زوجین

(جناب مولانا مولوی عبد اللطیف صاحب بہاولپوری معلم المجاہدین)

مقصدِ نکاح نکاح شرعی اصول کے ماتحت ایک پاکیزہ معاہدہ ہے۔ اس لئے اس میں اصولی پاکیزگی اور تقویٰ کو مدِنظر رکھنا چاہیئے۔ اسلام نے نکاح شیطانی حملوں سے بچاؤ کا ذریعہ اور اسے حفاظتِ عصمت کا محفوظ قلعہ قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں نکاح کرنے والے کو مُحْصِنِیْنَ یعنی قلعہ بند، اور منکوحہ عورت کو مُحْصَنٰتٌ فرمایا گیا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نکاح سے انسان آدھا دین مکمل کر لیتا ہے۔ پس اسے چاہیئے، کہ بقیہ آدھے میں بھی تقوائے اختیار کرے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ شعب الایمان بیہقی)

اور فرمایا کہ انسان رشتہ کا انتخاب چار غرضوں کے ماتحت کرتا ہے، یا تو عورت کا دولت مال[1] یا حسن و جمال[2] یا خاندان[3] دیکھ کر یا دین[4] کی خاطر۔ لیکن مومن کی غرض نکاح سے دینداری ہونی چاہیئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"ہمیں قرآن کریم نے یہ تعلیم دی ہے، کہ پرہیزگار رہنے کی غرض سے نکاح کرو، اور اولاد صالح طلب کرنے کے لئے دعا کرو۔ جیسا کہ وہ اپنی پاک، کلام میں فرماتا ہے مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ (الجزء ۵) یعنی چاہیئے کہ تمہارا نکاح اس نیت سے ہو کہ تا تم تقویٰ اور پرہیزگاری کے قلعہ میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ حیوانات کی طرح محض نطفہ نکالنا ہی تمہارا مطلب ہو۔ اور مُحْصِنِیْن کے لفظ سے یہ بھی پایا جاتا ہے، کہ جو شادی نہیں کرتا، وہ نہ صرف روحانی آفات میں گرتا ہے، بلکہ جسمانی آفات میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے۔ سو قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ شادی کے تین فائدے ہیں۔ ایک عفت[1] اور پرہیزگاری دوسرے[2] حفظ صحت، تیسری[3] اولاد۔

اور پھر ایک اور جگہ فرماتا ہے۔ وَلْیَسْتَعْفِفِ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ نِکَاحًا حَتّٰی

يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ (الجزء ۱۸ سورۃ النور) یعنی جو لوگ نکاح کی طاقت نہ رکھیں جو پرہیزگار رہنے کا اصل ذریعہ ہے، تو ان کو چاہیئے کہ اور تدبیروں سے طلب عفت کریں۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو نکاح کرنے پر قادر نہ ہو۔ اس کے پرہیزگار رہنے کے لئے یہ تدبیر ہے، کہ وہ روزہ رکھا کرے۔ اور حدیث یہ ہے۔ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ (صحیح بخاری مسلم) یعنی اے جوانوں کے گروہ جو کوئی تم میں سے نکاح کی قدرت رکھتا ہو۔ تو چاہیئے کہ نکاح کرے، کیونکہ نکاح آنکھوں کو خوب نیچا کر دیتا ہے، اور شرم کے اعضاء وغیرہ سے بچاتا ہے، ورنہ روزہ رکھو کہ وہ خصی کر دیتا ہے۔

اب ان آیات، حدیث اور بہت سی اور آیات سے ثابت ہے کہ نکاح سے شہوت رانی غرض نہیں، بلکہ بدخیالات اور بدنظری اور بدکاری سے اپنے نفس کو بچانا اور نیز حفظ صحت بھی غرض ہے۔

اور پھر نکاح سے ایک اور غرض بھی ہے جس کی طرف قرآن کریم میں یعنی سورۃ الفرقان میں اشارہ ہے، اور وہ یہ ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا۔ یعنی مومن وہ ہے جو یہ دعا کرتے ہیں، کہ اے ہمارے خدا ہمیں اپنی بیویوں کے بارے میں اور فرزندوں کے بارہ میں دل کی ٹھنڈک عطا کر۔ اور ایسا کر کہ ہماری بیویاں اور ہمارے فرزند نیک بخت ہوں، اور ہم ان کے پیشرو بنیں۔ (آریہ دھرم صفحہ ۲۲)

چونکہ نکاح کا معاملہ نہایت اہم ہے، اور انسان کے لئے آئندہ ترقی کا بیشتر مدار اسی پر ہے اس لئے اس معاملہ میں جلدی نہ کرنی چاہیئے، بلکہ اس میں بڑے غور و فکر اور خشیت اور دعاؤں کی ضرورت ہے، تا کہ انتخاب رشتہ ایسی جگہ ہو کہ اس کی رفیقۂ حیات رفیقۂ جنت ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ ابن آدم بھی آدم ہے، کیونکہ شاخ اصل سے جدا نہیں۔ اس لئے اگر انسان چاہتا ہے، کہ دنیا میں اس کا گھر بھی بیوی کے ساتھ جنت کا نمونہ ہو تو اس کے لئے اسے دعاؤں پر بہت زور دینا چاہیئے۔

نکاح سے پہلے استخارہ | مسنون ہے کہ نکاح سے پہلے استخارہ کیا جائے۔ استخارہ

دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک استخارۂ عام، یعنی قطع نظر کسی خاص شخصیت کے دعا کیجائے، کہ اے خدا میرے لئے ایسا جوڑا مہیا فرما جو دینی اور دنیوی لحاظ سے میرے لئے مناسب اور مفید ہو۔ دوسرا استخارۂ خاص، یہ اس وقت کیا جائے جب خاص رشتے کے انتخاب کا موقعہ آئے اور نام لے کر استخارہ کیا جائے۔ حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:-

"بعض لوگ پہلا استخارہ کر لیتے ہیں، مگر دوسرا نہیں کرتے۔ اور بعض دوسرا کرتے ہیں اور پہلا نہیں کرتے۔ چاہیئے کہ دونوں استخارے کئے جائیں۔" (خطبات النکاح صفحہ ۲۲۴ ج ۲)۔

استخارہ کا مسنون طریق یہ ہے، کہ انسان دو رکعت نماز پڑھے۔ اور تشہد میں یا سلام کے بعد، مگر پہلا افضل ہے، بایں الفاظ دعا کرے:-

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ۔ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ فَقَدِّرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْہِ۔ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَعَاقِبَۃِ اَمْرِیْ عَاجِلِہٖ وَاٰجِلِہٖ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْہُ وَقَدِّرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ۔

اے اللہ! میں تجھ سے وہ بہتری چاہتا ہوں جو تیرے علم میں بہتر ہے۔ اور تیری طاقت و قدرت سے طاقت مانگتا ہوں اور تجھ سے تیرے فضل کی درخواست کرتا ہوں۔ کیونکہ تو قادر ہے اور مجھے کوئی قدرت نہیں اور تو سب کچھ جانتا ہے۔ اور مجھے کچھ بھی علم نہیں اور تو بڑا غیب دان ہے۔ اے اللہ! اگر تیرے علم میں یہ کام (یہاں اس کام کا نام بالتصریح ذکر کرنا چاہیئے نکاح کرنا یا فلاں جگہ مکان کرنا یا اور کوئی دینی یا دنیاوی مقصد ہو تو اس کو کھول کر کہے) میرے حق میں بہتر ہے میرے دین اور دنیا میں اور میرے کام کے نتیجہ میں جو جلدی یا دیر سے ظاہر ہو تو ایسے کام کو میری قسمت میں کر اور اسکو آسان کر اور میرے لئے اس میں برکت رکھ۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے مضر ہے میرے دین اور دنیا اور میرے کام کے انجام میں جو جلدی اور دیر سے ظاہر ہو تو مجھے ایسے کام سے دور کر اور اس کام کو مجھ سے دور کر اور میری قسمت میں بہتری کر جہاں کہیں بھی وہ ہو اور اسی کے ساتھ مجھے خوش کر دے۔

یہ دعا نکاح سے پیشتر عورتوں اور مردوں اور ان کے اولیاء کو کرنی چاہیئے۔ اور دعا کے وقت دل میں فیصلہ کر لیا جائے کہ خدا تعالیٰ کے فیصلہ پر ہم راضی ہیں، وہ ضرور دعا قبول کرے گا۔ اگر موقعہ میسر ہو گیا، تو اس کے علم میں بہتر ہی ہوگا۔ اور اگر ٹل گیا تو اس کا ٹلنا بھی ہمارے لئے مفید ہوگا، کیونکہ شر ہونے کے باعث ہم سے ٹال دیا گیا۔ قبولیت کے آثار اسباب کے مہیا ہو جانے سے ظاہر ہوتے ہیں۔ چاہیئے کہ استخارہ سات دفعہ کیا جائے۔

پیامِ نکاح

نکاح سے پہلے مرد کی طرف سے یا اولیاء عورت کی طرف سے خطبہ یعنی پیغام نکاح ہونا چاہیئے۔ اگر پہلے کسی کی طرف سے پیغام پہنچا ہو تو جب تک اس کا فیصلہ نہ ہو، دوسرے کو پیغام بھیجنا شرعاً منع ہے۔ اور جب پیغام نکاح بھیجے، تو اگر ناکح لڑکی کو دیکھ سکتا ہے، تو دیکھ لینے کی بھی اجازت ہے۔

مہر

مہر کا تقرر حسب حیثیت مرد ناکح اور حسب حیثیت عورت منکوحہ ہو۔ شریعت نے اس کی کوئی حد معین نہیں کی۔ حیثیت سے بڑھ کر مہر مقرر کرنا اور نیت ادا کرنے کی نہ رکھنا بہت برا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَیُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَۃً یَنْوِیْ اَنْ لَا یُعْطِیَہَا مِنْ صَدَاقِہَا شَیْئًا مَاتَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَھُوَ زَانٍ (کنز العمال ص ۱۱ ج ۲) یعنی جو شخص عورت سے نکاح کرتا ہے اور نیت یہ رکھتا ہے کہ اسے مہر کچھ نہیں دوں گا۔ تو جب وہ مرے گا تو خدا کے دفتر میں اس کا نام زانیوں کی فہرست میں ہوگا۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ایک دفعہ مہر کے متعلق سوال ہوا۔ حضور نے فرمایا:-

"وہ یاد رکھیں کہ مہر دینے کے لئے ہوتا ہے۔ اسلام اس قسم کی نمائش کو جو دھوکہ کا موجب ہو، جائز نہیں رکھتا۔ پس جو لوگ صرف دوسروں کو دکھلانے کے لئے بڑے بڑے مہر باندھتے ہیں، اور ادا نہیں کرتے۔ وہ گنہگار ہیں۔ اور جو حیثیت سے کم باندھتے ہیں وہ بھی گنہگار ہیں۔ صحابہ رض کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے ہی ادا کر دیتے تھے پس ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ ہاں اگر کوئی ایک دفعہ سارا نہ ادا کر سکے، تو کچھ مدت میں ادا کر دے۔ معجل اور غیر معجل بعد کی ایجاد ہیں۔ شریعتِ اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ پس جہاں تک ہو سکے پہلے ادا کرنا چاہیئے ورنہ آہستہ آہستہ۔ یہ ایک قرضہ ہے جو عورت کی طرف سے مرد پر ہے۔ اس کا ادا کرنا

بہت ضروری ہو" (خطبات الفضل ۱۹۳۶ء ص ۳۸)۔ نیز حضور مہر کی تعیین کے متعلق مربیانہ مشورہ کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں:۔ "میں نے مہر کی تعیین چھ ماہ سے ایک سال تک کی آمد کی ہے یعنی مجھ سے اگر کوئی مہر کے متعلق مشورہ کرے تو میں یہ مشورہ دیا کرتا ہوں کہ اپنی ۶ ماہ کی آمد سے ایک سال تک کی آمد بطور مہر مقرر کردو۔ اور یہ مشورہ میرا اس امر پر مبنی ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے الوصیت کے قوانین میں دسویں حصہ کی شرط رکھوائی ہے، گویا اسے بڑی قربانی قرار دیا ہے اس بناء پر میرا خیال ہے، کہ اپنی آمدنی کا دسواں حصہ باقی اخراجات کو پورا کرتے ہوئے مخصوص کر دینا معمولی قربانی نہیں بلکہ ایسی قربانی ہو کہ جس کے بدلے میں ایسے شخص کو جنت کا وعدہ دیا گیا ہے اس حساب سے ایک سال کی آمد جو گویا متواتر دس سال کی آمد کا دسواں حصہ ہوتا ہے، بیوی کے مہر میں مقرر کر دینا مہر کی اغراض کو پورا کرنے کے لئے بہت کافی ہے بلکہ میرے نزدیک انتہائی حد ہے" (الفضل ۱۲ر دسمبر ۱۹۴۳ء)

اجازتِ نکاح اگر عورت کنواری ہے تو اس سے نکاح کی اجازت لینی چاہیئے۔ اور اگر وہ خاموش رہے تو یہ بھی اس کی طرف سے اجازت ہے۔ اور اگر بیوہ یا مطلقہ ہو تو جب تک زبان سے اجازت نہ دے، خاموش رہنے سے اجازت نہیں ہو سکتی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُنْکَحُ الْاَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَاْمَرَ وَلَا تُنْکَحُ الْبِکْرُ حَتّٰی تُسْتَاْذَنَ۔ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ اِذْنُھَا قَالَ اَنْ تَسْکُتَ (متفق علیہ) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ بیوہ کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے صریحاً اجازت نہ لی جائے۔ اور کنواری کا نکاح صرف اذن سے بھی ہو سکتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا، کہ اس کا اذن کیونکر ہو؟ فرمایا کہ اس کی خاموشی بھی اذن ہے۔

خطبہ نکاح نکاح سے پہلے خطبہ پڑھنا مسنون ہے، جس میں ضروری باتیں مرد و عورت کے حقوق کے متعلق پند و نصائح ہوں خطیب کو بیان کرنی چاہئیں۔ خطبہ کے بعد لڑکی اور لڑکے کے نام سے نکاح کا اعلان اور مہر کا اظہار کیا جائے۔ خطبہ نکاح کے مسنون الفاظ درج ذیل ہیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ط وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَنَشْھَدُ

اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ، اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، ہم اسکی تعریف کرتے ہیں اور اس سے مدد مانگتے اور بخشش چاہتے ہیں، اور اس پر ایمان لاتے اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور ہم اللہ کی پناہ لیتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں سے اور اپنے برے کاموں سے۔ جس کو اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں، اور جس کو وہ گمراہ قرار دے، اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے۔ اس کے بعد میں اللہ کی حفاظت چاہتا ہوں راندے ہوئے شیطان سے، اور شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ جو رحمٰن اور رحیم ہے۔ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اس میں سے اس کا جوڑہ پیدا کیا، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔ اور اس اللہ سے ڈرو جس کے نام سے تم سوال کرتے ہو، اور قرابت والوں کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے بھی ڈرو۔ یقیناً اللہ تم پر نگران ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور چاہیئے کہ غور کرے ہر نفس جو کچھ کہ کل کے لئے اس نے آگے بھیجا۔ اور ڈرو اللہ سے، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے واقف ہے۔ اے ایمان والو اللہ سے ڈرو، اور زبان سے سچی اور مضبوط بات نکالو، تاکہ اللہ تمہارے عمل سنوار دے اور تمہارے گناہ بخشدے۔ اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی تو یقیناً اس نے بڑی بھاری کامیابی حاصل کی۔

رخصتانہ اور ولیمہ[۲] نکاح کے بعد جب خاوند بیوی کو گھر میں لائے[۱]، اور اس سے ہم بستری کرے، تو مسنون ہے کہ اس موقعہ پر حسب حیثیت دعوت ولیمہ کیجائے۔

---

[۱] جب مرد عورت کو گھر میں لائے تو اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا کرے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ

جو دو دن تک بیچ سکتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامُ الْوَلِیْمَۃِ اَوَّلَ یَوْمٍ حَقٌّ وَطَعَامُ یَوْمِ الثَّانِیْ سُنَّۃٌ وَطَعَامُ یَوْمِ الثَّالِثِ سُمْعَۃٌ (ترمذی) کہ دعوت ولیمہ پہلے دن تو مسلمانوں کا حق ہے، دوسرے دن سنت ہے اور تیسرے دن محض فخر ہے۔

بدعات سے احتراز نکاح اور شادی کے موقعہ پر بہت سی بدعات اور رسوم قبیحہ رواج پکڑ گئی ہیں، ان سے احتراز کرنا چاہیئے۔ اعلان نکاح کے بہانہ سے لوگ راگ باجہ کا جواز چاہتے ہیں، مگر یہ نفس کو خوش کرنے کا حیلہ ہے۔ اسلام نے اعلان نکاح کے لئے صرف دف کی اجازت دی ہے۔ مگر موجودہ زمانہ میں اس کی بھی ضرورت نہیں رہی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"اعلان نکاح کے لئے دف جائز ہے، مگر آج دنیا ترقی کر گئی ہے۔ اس کو لوگ پسند نہیں کرتے۔ اور جن باجوں کو لوگ پسند کرتے ہیں، وہ جائز نہیں۔ اس لئے قدرت نے ہم سے یہ بھی چھڑوا دیا، اس کی بھی اب ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ دف سے غرض اعلان تھا، اور اعلان کا ذریعہ دف سے بھی بہت اعلیٰ درجہ کا نکل آیا جو اخبار ہے، کہ اس میں اعلان ہو جاتا ہے۔ دف سے جو غرض تھی، وہ دوسری صورت میں بطرز احسن پوری ہو گئی" (خطبات النکاح ص۱۱۳ و ص۱۱۴ ج ۱)۔

شرائط جواز نکاح نکاح مندرجہ ذیل شرائط سے جائز ہو سکتا ہے:۔

(۱) نکاح طرفین کی رضامندی سے ہو۔ جبر واکراہ سے نکاح جائز نہیں۔

(۲) منکوحہ کی رضامندی بہ اجازت ولی ہو۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ۔ (ابو داؤد و ترمذی)۔ ترجمہ۔ ولی کے بغیر نکاح نہیں۔

(۳) عورت ایسی ہو جس کے ساتھ شرعاً نکاح جائز ہے، یعنی مسلمان یا اہل کتاب جو رشتہ میں حرام نہ ہو۔ پس مشرک، بت پرست یا آتش پرست عورت سے نکاح جائز نہیں۔ وَلَا تَنْکِحُوا

بِنَاصِیَتِہَا۔ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِہَا وَخَیْرِ مَا جَبَلْتَہَا عَلَیْہِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّہَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَہَا عَلَیْہِ (ابو داؤد و نسائی)

حاشیہ۔ ہمبستری سے پہلے یہ دعا پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا (ترمذی)

الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۔ (ترجمہ) مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جبتک ایمان نہ لائیں اور احمدی لڑکی کا نکاح سوائے احمدی کے جائز نہیں ۔ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۔ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۔ (بقرہ) اور ایسی عورت سے بھی جائز نہیں جو رشتہ یا دودھ کی وجہ سے حرام ہو۔

(۴) ایجاب وقبول خود ناکح ومنکوحہ کی طرف سے ہو، یا ان کے وکیل کی طرف سے یا اگر لڑکی، لڑکا ان میں سے کوئی نابالغ ہو تو اس کے ولی کیطرف سے ایجاب وقبول ہو۔

(۵) ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہوں۔

(۶) ایجاب وقبول کے الفاظ ایک دوسرے کے مخالف نہوں۔ (مثلاً اگر ایجاب کے لفظ یہ ہوں کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح دوسو روپیہ مہر پر کرتا ہوں، اور اس کو قبول ان لفظوں میں کیا جائے کہ میں نے نکاح قبول کیا؛ مگر اتنا مہر منظور نہیں) تو نکاح منعقد نہیں ہوگا۔

(۷) نکاح بطریق معروف ہو۔ مندرجہ ذیل اقسام ممنوعہ سے نہ ہو۔ حلالہ، متعہ، شغار۔ حلالہ کا بیان آگے آئے گا۔ نکاح متعہ وہ عارضی نکاح ہے، جو مدت معینہ کے لئے ہو، اور مدت ختم ہونے پر عورت بغیر طلاق مرد سے آزاد ہو۔ اس کی حرمت کا اعلان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ ذٰلِكَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (صحیح مسلم)۔ یعنی اسے خدا نے قیامت تک حرام کر دیا ہے۔

نکاح شغار وہ ہے جسے عرف میں بٹہ کا نکاح کہتے ہیں یعنی کسی سے نکاح اس شرط پر کیا جائے کہ وہ بھی اپنا رشتہ اس کے عوض میں دے۔ اس کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا۔ لَا شِغَارَ فِي الْاِسْلَامِ (صحیح مسلم) یعنی اسلام میں بٹہ کا نکاح جائز نہیں ہے۔

(۸) نکاح عاقل بالغ گواہوں کے روبرو ہو۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِشُهُوْدٍ ( ) کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی کے لئے ضروری ہیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ وَّشَاهِدَيْ عَدْلٍ (دارقطنی)

حقوق زوجین

تعلق زوجیت کے ساتھ میاں بیوی کے آپس میں گہرے تعلقات ہونے کیوجہ سے ہر ایک کے ذمہ دوسرے کے حقوق اور فرائض بھی عائد ہوتے ہیں۔

جنہیں کامل دیانتداری اور احسن طریق سے ادا کرنا ہر ایک کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (بقرہ پ ۲)۔ کہ عورتوں کے حقوق مردوں پر بھی اسی طرح ہیں جس طرح مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔ البتہ مردوں کو انپر ایک طرح کی فوقیت ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ ۔ (نساء پ ۵) کہ مرد عورتوں کے منتظم اور ان کے محافظ اور ان کے نگران ہیں اور انکی ہر قسم کی ضروریات، خوراک، لباس وغیرہ کے پورا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

مردوں کے فرائض

قرآن کریم کے ارشادات :۔

(۱) وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ۔ کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرو۔ اگر تمہیں ان کی بعض باتیں ناپسند ہوں تو بُرا نہ مناؤ۔ ممکن ہے تمہیں ایک چیز ناپسند ہو، اور اللہ تعالیٰ اس میں خیر و برکت ڈالدے۔

(۲) وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۔ عورتوں کو نقصان پہنچانے کی خاطر مت روکو کہ ان پر زیادتی کرتے رہو۔ جو ایسا کرے گا وہ یقیناً اپنے نفس پر ظلم کرے گا۔

(۳) فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا ۔ کہ اگر عورتیں تمہاری اطاعت کریں تو ان کے خلاف کسی کارروائی کی راہ نہ ڈھونڈو۔

(۴) هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۔ کہ عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ جس طرح لباس پردہ پوشی کرتا ہے، تمہارا بھی یہی طریق ہونا چاہیئے۔

(۵) وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً ۔ عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیدو۔

(۶) وَأَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۔ کہ انکو وہاں ٹھیراؤ جہاں تم ٹھیرو اپنی حیثیت کے مطابق، اور انکو ایذا نہ دو کہ ان پر تنگی کرو۔

(۷) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ۔ کہ اے ایمان والو اپنے آپکو اور اپنے بیوی بچوں کو آگ سے بچاؤ۔ یعنی انہیں تعلیم و تربیت دے کر احکام شریعت

سے واقف کرو۔ اور وعظ و نصیحت کر کے مواقع گناہ سے بچاؤ۔

(۸) وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۔ کہ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور اس پر استقلال رکھ۔

(۹) فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً ۔ کہ اگر متعدد بیویوں میں انصاف نہ کر سکنے کا خطرہ ہو تو صرف ایک بیوی کرو۔

احادیث :۔

(۱) خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ (متفق علیہ) تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں سے بہترین سلوک رکھتا ہے۔

(۲) وَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ (متفق علیہ) عورتوں کو نیکی کی نصائح کرتے رہو، کہ وہ فطری خلقت کے لحاظ سے کمزور ہیں

(۳) لَا تَضْرِبُوا إِمَاءَ اللهِ ۔ (ابوداود) اللہ کی لونڈیوں کو مت مارو۔

(۴) لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يُجَامِعُهَا فِي الْيَوْمِ (متفق علیہ) تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح کوڑے نہ مارے، کیونکہ پھر اسے طبعی جذبہ کے ماتحت ہم بستری کی ضرورت بھی ہوگی۔

(۵) وَلَا تَضْرِبِ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحْ وَلَا تَهْجُرْ إِلَّا فِي الْبَيْتِ۔ (ابوداود) عورت کو چہرہ پر مت مار اور اسے یہ طعنہ بھی نہ دے کہ تیری شکل اچھی نہیں۔ اگر باہمی لڑائی جھگڑا ہو جائے تو گھر میں اس کی خوابگاہ سے علیحدہ کر دینے کے سوا اور کچھ نہ کر۔

(۶) رَجُلٌ كَانَتْ عِنْدَهُ أَمَةٌ يَطَؤُهَا فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا وَعَلَّمَهَا وَأَحْسَنَ تَعْلِيمَهَا ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا فَلَهُ أَجْرَانِ (متفق علیہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے پاس لونڈی ہو اور اسے علم پڑھائے اور اچھی تربیت کرے، پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس کے لئے دوگنا اجر ہے۔

(۷) إِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ مَائِلٌ أَوْ سَاقِطٌ (رواہ احمد والدارمی واصحاب السنن وابن حبان والحاکم واللفظ وقال علی شرط الشیخین۔ تلخیص الحبیر) جب ایک شخص کی دو بیویاں ہوں اور ان میں انصاف نہ کرے تو قیامت کے دن وہ شخص خدا کے حضور ایسی حالت میں لایا جائے گا کہ اس کا آدھا دھڑ ڈھلکا ہوا اور گرا ہوا ہوگا۔

عورتوں کے فرائض

(۱) اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۚ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۔ کہ مرد عورتوں پر منتظم اور حاکم ہیں پس نیک اور صالحہ بیویوں کا فرض ہے کہ ان کی فرمانبرداری میں خاوند کے پس پشت اس کے مال اور اس کی اولاد اور اس کے گھر کی نگہبانی اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں ۔ کیونکہ یہ کمزور ہیں ، خاوند کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے انکی حفاظت کی ہے

(۲) لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۔ عورت کو چاہیئے کہ مرد کے لئے آرام و سکون کا باعث بنے ، اور اس سے محبت اور ہمدردی و رحمت کا سلوک رکھے ۔ کیونکہ وہ اس مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہیں

(۳) وَهُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ ۔ عورتوں کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ مردوں کے ساتھ بطور لباس کے رہیں ۔ جیسا کہ لباس پردہ پوشی کرتا اور سردی گرمی سے بچاتا اور آرام و سکون بخشتا ہے اسی طرح چاہیئے کہ عورتیں بھی مردوں کے حق میں بنیں ۔

(۴) وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ ۔ عورتوں کو چاہیئے کہ اپنی زینت کا اظہار اپنے خاوندوں کے لئے کریں ۔

(۵) مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۔ عورتوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی پاکدامنی خاوند کی حفاظت میں رہنے کے باعث سمجھیں ، اور صرف شہوت رانی ان کا مقصد نہ ہو اور نہ پوشیدہ طور پر کسی سے دوستی کرنا ان کے لئے جائز ہے کہ خاوند کی بجائے کسی اور سے محبت کر لیں

(۶) لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۔ کہ اگر تم نعمت کا شکریہ اور قدر کرو گی تو میں تمہیں ضرور ترقی دوں گا اور بڑھاؤں گا ۔ اور اگر تم ناشکری کرو گی تو میری عذاب سے تمہیں شدید دکھ پہنچے گا ۔

احادیث :-

(۱) قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّ النِّسَآءِ خَيْرٌ قَالَ الَّتِيْ تَسُرُّهٗ اِذَا نَظَرَ وَتُطِيْعُهٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهٗ فِيْ نَفْسِهَا وَلَا مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ (مشکوٰۃ بحوالہ نسائی شعب الایمان بیہقی) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا ، کونسی عورت اچھی ہے ؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا ۔ وہ عورت جب اس کی خاوند دیکھے تو خوش ہو اور جب حکم دے تو اس کی اطاعت کرے ، اور اسکی طبیعت کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرے ، اور اسکی خلاف مرضی مال میں کوئی تصرف نہ کرے ۔

(۲) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَعَا الرَّجُلُ امْرَاَتَہٗ اِلٰی فِرَاشِہٖ فَاَبَتْ اَنْ تَجِیْئَ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْھَا الْمَلٰئِکَۃُ حَتّٰی تُصْبِحَ (متفق علیہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب مرد اپنے بستر پر عورت کو بلائے اور عورت آنے سے انکار کرے، تو تمام رات صبح تک اس پر ملائکہ لعنت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس نے رات بھر اپنے خاوند کو ناراض رکھا۔ (۳) یَا مَعْشَرَ النِّسَآءِ تَصَدَّقْنَ فَاِنِّیْ اُرِیْتُکُنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ۔ قُلْنَ لِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ یَکْفُرْھُنَّ۔ قِیْلَ اَیَکْفُرْنَ بِاللّٰہِ؟ قَالَ یَکْفُرْنَ بِالْعَشِیْرِ وَیَکْفُرْنَ الْاِحْسَانَ لَوْ اَحْسَنْتَ اِلٰی اِحْدٰھُنَّ الدَّھْرَ ثُمَّ رَاَتْ مِنْکَ شَیْئًا قَالَتْ مَا رَاَیْتُ مِنْکَ خَیْرًا قَطُّ۔ ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے عورتوں کے گروہ! صدقہ کرو کہ میں نے آگ والوں کا حصہ اکثر تم ہی کو دیکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ کیوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا، کفر کے باعث۔ کہا گیا، کیا وہ، اللہ کا کفر کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا، خاوند کی ناشکری اور احسان فراموشی کرتی ہیں۔ اور فرمایا بعض عورتوں کا تو یہ حال ہے کہ ایک لمبا زمانہ ان کے ساتھ احسان کرو پھر اگر کسی وقت انکو کوئی امر ناز یبا معلوم ہو، تو فوراً اپنے خاوند سے یہ کہہ اٹھیں گی کہ ہم نے تو تیرے ذریعہ کبھی سکھ نہیں دیکھا۔

(۴) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ کُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا (ترمذی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اگر میں کسی کو سجدہ کی اجازت دیتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے مردوں کو سجدہ کیا کریں۔

کن کن رشتوں سے نکاح کرنا حرام ہے

وَلَا تَنْکِحُوْا مَا نَکَحَ اٰبَآؤُکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً وَّمَقْتًا وَّسَآءَ سَبِیْلًا۔ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ وَبَنٰتُکُمْ وَاَخَوٰتُکُمْ وَعَمّٰتُکُمْ وَخٰلٰتُکُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَکُمْ وَاَخَوٰتُکُمْ مِّنَ الرَّضَاعَۃِ وَاُمَّھٰتُ نِسَآئِکُمْ وَرَبَآئِبُکُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ مِّنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِھِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِھِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝ وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ

اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ کِتٰبَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ (نساء ع ۴) ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ دادوں نے نکاح کیا۔ مگر جو گذر چکا۔ کیونکہ یہ بےحیائی اور موجب ناراضگی ہے اور برا طریق ہے۔ حرام ہیں تم پر تمہاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، اور وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا، اور رضاعی بہنیں اور خوشدامنیں (ساسیں) اور پالی ہوئی لڑکیاں جو تمہاری حفاظت میں ہوں ان عورتوں کے پیٹ سے جن سے تم ہمبستری کر چکے ہو اگر تم ان سے ہم صحبت نہیں ہوئے، تو ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اور ان بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری پشت سے ہوں، اور دو بہنوں کو اکٹھا نکاح میں لانا بھی حرام ہے۔ مگر جو گذر چکا اسے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اور وہ عورتیں بھی حرام ہیں جو دوسروں سے بیاہی ہوئی ہوں۔ سوائے ان کے جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یہ قانون الٰہی تم پر فرض ہے۔ اس کے سوا باقی تمہارے لئے حلال ہیں، بشرطیکہ تم مہر کے ذریعہ انہیں چاہو، نکاح کی غرض سے نہ شہوت رانی کی نیت سے۔

(نوٹ) ماؤں میں نانیاں: دادیاں۔ اور بیٹیوں میں پوتیاں، نواسیاں (دوہتیاں) بھی باجماع امت شامل ہیں۔ اور حدیث میں ہے:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُجْمَعُ بَیْنَ الْمَرْاَۃِ وَعَمَّتِہَا وَلَا بَیْنَ الْمَرْاَۃِ وَخَالَتِہَا (متفق علیہ) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بھتیجی اور پھوپھی کا اور بھانجی اور خالہ کا بھی اکٹھا نکاح میں لانا منع آیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَۃِ مَا یَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَۃِ۔ (بخاری) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رضاع سے بھی تمام وہ رشتے حرام[1] ہو جاتے ہیں جو

---

[1] یعنی دودھ پینے والے پر تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں، اور دوسری طرف یعنی دودھ پلانے والی رضاعی ماں پر لڑکی کا شوہر اور رضاعی باپ پر لڑکے کی بیوی، اور ماں دونوں پر دونوں کی اولاد حرام ہے۔ سہولت کی خاطر یہ شعر یاد کر لیا جائے ؎

از جانب شیر دِہ ہمہ خویش شوند ÷ از جانب شیرخوار زوجان و فروع

نسب کی رو سے حرام ہیں۔

جن عورتوں کا نکاح میں جمع ہونا جائز نہیں۔ اس کے لئے یہ قاعدہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جن عورتوں میں ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد فرض کر لیا جائے، تو ان دونوں کا آپس میں نکاح نہ ہوسکتا ہو۔ ایسی دو عورتیں ایک مرد کے نکاح میں اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔ البتہ ان میں سے ایک عورت جو نکاح میں تھی مر جائے یا طلاق مل جائے، اور عدت گذر جائے، تو دوسری عورت کا نکاح درست ہوگا۔

ولایت نکاح ولی اس سرپرست کو کہتے ہیں جسے نابالغ لڑکے لڑکی اور بالغ عورت کے نکاح کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ وہ حسب ذیل عصبے ہیں (عصبہ اس رشتہ کو کہتے ہیں جو باپ کے واسطہ سے ہو) باپ، دادا، بھائی، چچا، بیٹا اور انکی اولاد۔

ولی ہمیشہ مرد ہوتا ہے، عورتیں ولی نہیں ہوسکتیں۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ (ابن ماجہ، دار قطنی) عورت عورت کا نکاح نہیں پڑھا سکتی۔

اگر ولی نہ ہو تو پھر حکومت ولی ہوتی ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَّا وَلِیَّ لَہٗ (ابوداؤد و ترمذی)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"شریعت اسلامیہ کا قاعدہ ہے کہ جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو اس کی ولایت حکومت کے ذمہ ہوتی ہے۔ حکومت خواہ سیاسی ہو خواہ دینی، اس کا فرض ہے کہ وہ اس لڑکی کی جس کا کوئی مرد ولی نہیں ولی بنے۔ ہاں لڑکی کی والدہ سے مشورہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ دیگر رشتہ داروں سے بھی مشورہ کرے، مگر آخری فیصلہ حکومت کے ہاتھ میں ہے اور اس کا حق ہے کہ جہاں اس کی والدہ یا دیگر رشتہ دار پسند کرتے ہیں، اگر اسے اس میں کوئی غلطی نظر آئے، یا لڑکے میں کسی قسم کا عیب دیکھے تو انکار کر دے اور ان کے مشورہ کو رد کر دے۔ شریعت نے مرد کو اس لئے ولی ٹھہرایا ہے کہ وہ عورت کی

(بقیہ حاشیہ) اردو میں یہ دو شعر ہیں ؎

دودھ والوں کے سارے رشتہ دار　　بچے کے خویش ہیں رکھو تم یاد
لیکن ان پر حرام ہیں اس کے　　صرف زوجین اور سب اولاد

نسبت مرد کے حالات اور جذبات کو زیادہ عمدگی سے دیکھ سکتا ہے۔ وہ دیکھ سکتا ہے کہ آیا یہ مرد دھوکہ بازی تو نہیں کرے گا، یا اس میں کسی قسم کا عیب تو نہیں۔ اس قسم کے حالات معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مرد ہی ولی ہو۔ مرد کی نسبت عورت نا واقف ہوتی ہے۔" (خطبات النکاح صلا۱۸ ج ۲)۔

ایک غلطی کا ازالہ عام طور پر غلطی سے لوگ سمجھتے ہیں کہ بالغہ عورت اپنے نکاح میں خود مختار ہے، اسے ولی کی ضرورت نہیں۔ یہ سخت غلطی ہے جس کا ازالہ نہایت ضروری ہے۔ ایسا خیال اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اَیُّمَا امْرَاَۃٍ نُکِحَتْ نَفْسَھَا بِغَیْرِ اِذْنِ وَلِیِّھَا فَنِکَاحُھَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُھَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُھَا بَاطِلٌ (مشکوٰۃ بحوالہ احمد والترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ والدارمی) کہ جس عورت نے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:۔

"بہر حال ہماری شریعت میں ولی مرد کو ہی ٹھیرایا گیا ہے۔ چنانچہ حدیثوں میں آتا ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نکاح کرانے کے لئے آئی، تو آپ نے اس کے لڑکے کو جس کی عمر غالباً دس گیارہ سال تھی ولی بنایا۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ولی مرد ہی ہوتے ہیں۔ اُس عورت کا چونکہ اور کوئی مرد ولی نہیں تھا، اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے سے دریافت کرنا ضروری سمجھا۔" (خطبات النکاح صلا۱۸ ج ۲)۔

نیز حضور نے اس موضوع پر ایک خاص خطبہ دیا جس میں حضور نے ارشاد فرمایا:۔

"اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ۔ ولی کی رضامندی کے بغیر کوئی نکاح نہیں ہوسکتا۔ اول ولی جو شریعت نے مقرر کیا ہے باپ ہے، باپ نہ ہو تو پھر بھائی ولی ہیں اور اگر بھائی نہ ہوں تو چچے ولی ہیں۔ غرض قریب اور بعید کے جدی رشتے ایک دوسرے کے بعد ولی ہوتے جاتے ہیں۔ اور اگر کسی لڑکی کا باپ موجود ہو تو اس کی اجازت کے بغیر سوائے مذہبی تباین اور پھر قضا کی اجازت کے بغیر ہرگز نکاح جائز نہیں......

ہاں اگر کوئی بھی جدی رشتہ دار موجود نہ ہوں، تو قاضی یا عدالت کی اجازت سے اُس لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کے بغیر جو نکاح ہو، اگر مسلمان نے کیا ہو تو اس کا نام

اسلام نے نکاح نہیں بلکہ اُدھالا دکھا ہے۔ اس قسم کے واقعات بعض دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی ہوئے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک لڑکی نے جو جوان تھی ایک شخص سے شادی کی خواہش کی، مگر اس کے باپ نے نہ مانا۔ وہ دونوں نکل چلے گئے، اور جاکر کسی ملانے سے نکاح پڑھالیا، اور کہنا شروع کر دیا کہ انکی شادی ہو گئی ہے، پھر وہ قادیان آگئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معلوم ہوا، تو آپ نے ان دونوں کو قادیان سے نکال دیا۔ اور فرمایا کہ یہ شریعت کے خلاف فعل ہے" (الفضل ۲ جولائی ۱۹۲۷ء)

مَا كَانَ أَحَدٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ فِي النِّكَاحِ بِغَيْرِ وَلِيٍّ مِنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ كَانَ يَضْرِبُ فِيهِ (کشف الغمۃ صہ۹۹ ج ۲) کہ نکاح بغیر ولی کے بارہ میں صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت علیؓ سے بڑھ کر کوئی سخت گیر نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت علیؓ اس کے مرتکب کو خوب پٹواتے تھے۔

اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک عورت نے اپنا اختیار ایک ایسے شخص کو دیکر جو ولی نہیں تھا نکاح کرالیا۔ حضرت عمرؓ کو جب اس کی اطلاع ہوی تو آپ نے ناکح اور منکوحہ کو کوڑے لگوائے، اور ان کا نکاح رد کر دیا۔ (کشف الغمۃ صہ۹۹ ج ۲)۔

کفو کا مسئلہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اسلام نے فضیلت کا معیار نیکی اور تقویٰ قرار دیا ہے۔ قبائلی اور خاندانی امتیازات صرف تمدنی ضروریات اور خصائل قومی کے تعارف کی خاطر ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ (حجرات ع۲)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تم کو کنبوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ یقیناً تم میں سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور باخبر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ کے ساتھ کرکے اس غرور قومی کی جڑ کو کاٹ دیا۔ اور فرمایا۔ لَيْسَ لِلْعَرَبِيِّ فَضْلٌ عَلَى الْعَجَمِيِّ وَلَا لِلْعَجَمِيِّ فَضْلٌ عَلَى الْعَرَبِيِّ كُلُّكُمْ أَبْنَاءُ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ۔ (عقد الفرید خطبہ نبوی) عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ تم سب آدم کی اولاد ہو، اور

آدم مٹی سے تھے۔ اور فرمایا۔ إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ (ترمذی) اگر تمہیں ایسے شخص کی طرف سے پیغام نکاح پہنچے جس کی دینی اور اخلاقی حالت پر تمہیں اطمینان ہو تو اس کے ساتھ ضرور رشتہ کر دو۔ اگر ایسا نہیں کروگے تو ملک میں بہت ہی فتنہ و فساد برپا ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"ہماری قوم میں یہ بھی ایک بد رسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبر اور نخوت کا طریقہ ہے جو احکام شریعت کے بالکل خلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں یہ بات دیکھنا چاہیئے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے۔ اور کسی ایسی آفت میں مبتلا نہیں جو موجب فتنہ ہو۔

اور یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ یعنی تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے"

(فتاویٰ مسیح موعود علیہ السلام ص۱۲۵)۔

طلاق طلاق اس قید کے اٹھا دینے کا نام ہے جو شرعاً نکاح کے طریقہ سے قائم ہوئی تھی۔ نکاح کا مقصد تو یہ ہے کہ میاں بیوی اس پاک معاہدہ کی شرائط کے ماتحت محبت و آرام سے زندگی بسر کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"چاہیئے کہ اپنی عورتوں سے انسان کا دوستانہ طریق اور تعلق ہو۔ اصل میں انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔ اگر ان سے اس کے تعلقات اچھے نہیں تو پھر خدا سے کس طرح ممکن ہے کہ صلح ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ یعنی اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرنے والا ہی تم میں سے بہترین ہے۔

درحقیقت نکاح مرد و عورت کا باہمی ایک معاہدہ ہے پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغاباز نہ ٹھیرو۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے :- وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اور حدیث

میں ہے۔ خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ یعنی تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔ سو روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو۔ ان کے لئے دعا کرتے رہو۔ اور طلاق سے پرہیز کرو۔ کیونکہ نہایت بد خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے۔ جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو ایک گندے برتن کی طرح مت توڑو۔" (فتاویٰ مسیح موعود صفحہ ۱۶۰ و ۱۶۱)۔

پس جہانتک ہو سکے مردوں کو اخلاق دکھا کر عورتوں کو گرویدہ کرنا چاہئیے۔ اور یہی نکاح کا مقصد ہے لیکن اگر بد قسمتی سے تعلقات باہمی کشیدگی ہو جائے تب بھی مرد کو طلاق دینے میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اَبْغَضُ الْحَلَالِ اِلَی اللّٰہِ الطَّلَاقُ (ابن داؤد وابن ماجہ) یعنی حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز خدا کے نزدیک طلاق ہے۔ اور فرمایا لَا تُطَلِّقُوْا فَاِنَّ الطَّلَاقَ یَھْتَزُّ مِنْہُ الْعَرْشُ (کنز العمال ۱۹۲ ج ۲) طلاق مت دو کہ اس سے عرش الٰہی کانپ اٹھتا ہے۔ اور عورتوں کے متعلق فرمایا۔ اَیُّمَا امْرَاَۃٍ سَاَلَتْ زَوْجَھَا طَلَاقًا فِیْ غَیْرِ مَا بَاْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْھَا رَائِحَۃُ الْجَنَّۃِ (مشکوٰۃ بحوالہ احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی) یعنی جو عورت اپنے خاوند سے کسی خاص ضرورت کے بغیر طلاق لینا چاہے تو وہ بہشت کی خوشبو تک سے محروم رہیگی۔

پس جہانتک ہو سکے اس سے احتراز کیا جائے۔ اور معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کی جائے۔ بیوی کو محبت و پیار سے سمجھایا جائے۔ پند ونصائح کر کے انجام سے آگاہ کرایا جائے۔ اگر اس سے اصلاح نہ ہو سکے تو بیوی سے تعلقات زناشوئی ترک کر کے اس ذریعہ سے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا جائے۔ اگر اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو پھر مناسب حال سرزنش کے ذریعہ اصلاح کی جائے۔ اگر اس حد تک بھی معاملہ درست نہ ہو تو چاہیئے کہ مرد کے خاندان اور بیوی کے خاندان میں سے چند بااثر آدمی درمیان میں پڑ کر صلح وصفائی کی کوشش کریں۔ اس پر بھی اگر صلح نہ ہو سکے تو اسے مجبوراً طلاق کی اجازت ہے۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا۔ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَھْلِہٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَھْلِھَا اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَھُمَا اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا۔ (نساء ۵) وہ عورتیں جن کی سرکشی کا تمہیں ڈر ہو تو انکو وعظ کرو اور خوابگاہوں میں انکو الگ کردو اور انکو مارو۔ پس اگر وہ تمہاری

اطاعت کریں تو ان کے خلاف اور کوئی تجویز نہ کرو۔ بیشک اللہ بلند و بالا ہے۔ اور اگر تم کو ان (دونوں میاں بیوی) میں باہمی دشمنی کا ڈر ہو تو ایک منصف مرد کے گھرانے سے اور ایک منصف عورت کے گھرانے سے مقرر کرو۔ اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان میں موافقت پیدا کر دے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑے علم والا اور بہتر واقف کار ہے۔

عورتوں کو مارنے کے متعلق جو ارشاد الٰہی ہے اس کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یوں فرماتے ہیں ضَرْبًا غَیْرَ مُبَرِّحٍ یعنی وہ معمولی سی ضرب ضربِ خفیف ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے عورت کی اصلاح کے واسطے تین طریق فرمائے ہیں۔ یعنی اُن عورتوں سے جن سے نشوز کا خوف ہو۔ وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ (پ۵ ع۳) اول نصیحت کرنا، دوم خوابگاہ میں علیحدگی، سوم مارنا۔ اس میں مختلف طبائع اور مختلف قسم کے قصوروں کے لئے تین طریق اصلاح کے بتلائے گئے ہیں اور مارنا آخری صورت ہے جبکہ کسی صورت سے اصلاح نہ ہو سکے۔ اور درحقیقت سب سے بڑے جرم فحشاء اور بیحیائی پر ایسا کرنے کا حکم ہے۔ لیکن قرآن شریف نے ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا ہے وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ (پ۲۴ ع۳) تمہارے رب کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا کہ یہ اجازت ہے کہ اس میں سے جو سب سے بہتر بات ہو اس کی پیروی کرو۔ آپکو چاہیئے تھا کہ سب سے احسن امر فعظوھن کی پیروی کرتے اور وعظ و نصیحت سے کام لیتے۔ نہ کہ مارنے کے حکم کی طرف جلدی سے متوجہ ہو جاتے، جو خاص حالت کے لئے جائز ہے۔ نہ کہ اس لئے کہ انسان جوشِ نفس سے بے اختیار ہو کر اس پر عمل کرنے لگ جائے۔"

(روایات حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ الفضل ۱۱ مارچ ۱۹۴۱ء)

کن حالات میں طلاق دیجا سکتی ہے؟

(۱) جبکہ عورت خاوند کی اطاعت سے سرکش اور نافرمان ہو، جیسا کہ ارشاد بالا میں ذکر ہوا۔

(۲) عورت حریص دنیا ہو اور مرد کو اس کی حیثیت سے زائد مطالبے کر کے تنگ کرتی ہو۔ ارشاد ربانی ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ۝ (احزاب ع۴ پ۲۲)

اے نبی اپنی بیویوں سے کہدے اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمہیں نفع دے کر تمہیں اچھی طرح رخصت کروں۔

(۳) عورت اخلاق باختہ یا بدزبان ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کی کہ میری عورت اجنبیوں کے تعلقات سے پرہیز نہیں کرتی۔ اور ایک شخص نے عرض کیا کہ میری بیوی بذّا یعنی زبان دراز ہے۔ تو آپؐ نے ان دونوں کو طلاق دینے کا ارشاد فرمایا۔ (ابو داؤد)

(۴) اگر والدین کی طرف سے طلاق کا حکم ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انکی اطاعت کرنی چاہیئے۔ مگر اس میں تفصیل ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص نے استفسار کیا کہ میری والدہ میری بیوی سے ناراض ہے، اور مجھے طلاق کے واسطے حکم دیتی ہے۔ مگر مجھے بیوی سے کوئی رنجش نہیں۔ میرے لئے کیا حکم ہے؟ فرمایا:۔

"والدہ کا بہت بڑا حق ہے اور اسکی اطاعت فرض۔ مگر پہلے یہ بات دریافت کرنی چاہیئے کہ آیا اس ناراضگی کی تہ میں کوئی اور بات تو نہیں جو خدا کے حکم کے بموجب والدہ کی ایسی اطاعت سے بری الذمہ کرتی ہو۔ مثلاً اگر والدہ اس سے کسی دینی وجہ سے ناراض ہو، یا نماز روزہ کی پابندی کی وجہ سے ایسا کرتی ہو، تو اس کا حکم ماننے اور اطاعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا مشروع امر ممنوع نہیں ہے تو وہ خود واجب طلاق ہے۔" (فتاوی مسیح موعودؑ ص۱۳۴)۔

(۵) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"عورت مرد کا معاملہ آپس میں جو ہوتا ہے، اس پر دوسرے کو کامل اطلاع نہیں ہوتی۔ بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے۔ کوئی فحش عیب عورت میں نہیں ہوتا۔ مگر تاہم مزاجوں کی ناموافقت ہوتی ہے جو کہ باہمی معاشرت کی مخل ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں مرد طلاق دے سکتا ہے۔" (فتاوی مسیح موعودؑ ص۱۶۵)۔

طلاق مشروع کیونکر دیجا سکتی ہے

جب مجبوراً طلاق دینی پڑے تو ایسے وقت میں طلاق دیجائے۔ جبکہ عورت حیض سے پاک ہو، اور مرد نے اس طہر میں عورت سے ہم بستری نہ کی ہو۔ حیض کی حالت میں طلاق دینا منع ہے۔ نیز اس طہر میں بھی جس میں عورت سے ہمبستری کی ہو طلاق دینا خلاف سنت ہے۔ اور اچھا یہ ہے کہ صرف ایک

طلاق دیجائے کیونکہ ایک یا دو طلاق تک مرد کو رجوع کرنے کا اختیار ہوتا ہے تاکہ اگر دوران مدت میں حالات رو بہ اصلاح ہو جائیں تو مرد رجوع کر سکے۔ اگر رجوع کا ارادہ نہ ہو تو احسن یہی ہے کہ صرف اسی ایک طلاق پر اکتفا کی جائے، یہانتک کہ عورت اپنی عدت گذار دے۔ لیکن اگر دوسری دفعہ طلاق دینا چاہے تو اگر عورت قابل حیض ہے تو ایک حیض گذرنے کے بعد ورنہ ایک ماہ گذرنے کے بعد دوسری طلاق دے۔ دو طلاقوں تک اسے عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن جب دوسرے حیض گذرنے کے بعد تیسری طلاق دیدی جائے تو اب رجوع کرنے کا کوئی حق نہیں رہتا اور نہ ہی نئے نکاح سے اس بیوی کو رکھ سکتا ہے۔ ہاں اگر عورت مدت گذارنے کے بعد کسی دوسری جگہ نکاح کرے، اور بعد نکاح اور رخصتانہ کے دوسرے خاوند سے اسے طلاق ملجائے یا اس خاوند کے فوت ہو جانے کے باعث عورت بیوہ ہوجائے تو اسوقت وہ عورت پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔ اس بارہ میں ارشادات الٰہی ذیل ہیں:۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ۚ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ ۚ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَٰلِكَ أَمْرًا ۝ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ ۚ (الطلاق پ۲۸)

ل؎ مگر یاد رہے کہ اس دوسرے خاوند سے نکاح کرنا صحیح نیت سے ہو کسی حیلہ کی غرض سے نہ ہو۔ ایسے حیلہ کی غرض سے نکاح کرنے کرانے والے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت کی ہے۔ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم الْمُحَلِّلَ والمحلل لہٗ (احمد ترمذی نسائی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں اگر کوئی مطلقہ سے نکاح کرے تو نکاح تب درست ہوگا کہ جب واقعی طور پر اس کو اپنی جورو بنائے اور اگر دل میں یہ خیال ہو کہ وہ اس حیلہ کے لئے اسکو جورو بناتا ہے کہ تا اس کے طلاق کے بعد دوسرے پر حلال ہو جائے، تو ایسا نکاح ہرگز درست نہیں۔ اور ایسا نکاح کرنیوالا اس عورت سے زنا کرتا ہے۔ اور جو ایسے فعل کی ترغیب دے وہ اس سے زنا کرواتا ہے۔ .... قرآن اور صحیح بخاری اور مسلم اور دیگر احادیث صحیحہ کی رو سے حلالہ قطعی حرام ہے اور مرتکب اس کا

اے نبی! (مسلمانوں سے کہدے کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دو تو تم ایسے وقت میں طلاق دو کہ وہ اپنی عدت گذار سکیں، اور عدت کا خیال رکھو اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ اور مطلقہ عورتوں کو گھروں سے نکالو، اور نہ ہی وہ خود نکلیں۔ سوائے اس صورت کے کہ کھلی بےحیائی کا ارتکاب کریں۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ جو شخص اللہ کی حدوں کو توڑے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔ تجھے کیا معلوم، شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی اچھی صورت پیدا کردے۔ جب مطلقہ عورتیں اپنی عدت کے ختم ہونے کی میعاد کو پہنچیں تو تمہیں اختیار ہے کہ دستور کے مطابق انہیں روک لو یا احسن طریق سے انہیں جدا کردو۔ اور طلاق دیتے وقت دو معتبر شخصوں کو گواہ کرلو۔ اور اس گواہی کو خدا ہی کے لئے قائم رکھو۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْــًٔا اِلَّاۤ اَنْ يَّخَافَاۤ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ (بقرہ ع ۲۹ پ ۲)

ایسی طلاق جس کے بعد مرد کو رجوع کا اختیار رہے، دو مرتبہ ہے۔ پھر یا تو دستور کے مطابق روکنا ہوگا یا احسن طریق سے رخصت کرنا ہوگا۔ اگر تم اس سے پہلے عورتوں کو کچھ دے چکے ہو تو لینا جائز نہیں سوائے اس صورت کے کہ میاں بیوی دونوں کو اس بات کا خطرہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے۔ اور جب تمہیں اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکنے کا ڈر ہو، تو میاں بیوی دونوں پر کوئی گناہ نہیں جبکہ بیوی اپنا نکاح چھوڑنے کے عوض میں اسے دے، یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے مت بڑھو۔ جو اللہ کی حدود سے بڑھتے ہیں وہ ظالم ہیں۔ پھر اگر تیسری بار طلاق دے تو اس کے بعد

(بقیہ حاشیہ) زانی کی طرح مستوجب سزا ہے۔" (فتاویٰ مسیح موعودؑ صفحہ ۱۶۹، ۱۷۰)۔

اب مرد کو اس مطلقہ سے نکاح کرنا جائز نہیں، جبتک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔ پھر جب دوسرا خاوند طلاق دیدے تب ان پر کوئی گناہ نہیں کہ باہم رجوع کریں۔ بشرطیکہ ان کو یقین ہو کہ اللہ کی حدیں قائم رکھ سکیں گے۔ یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں وہ بیان کرتا ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنے وقت مقررہ کو پہنچیں تو انکو دستور کے مطابق روکو یا مطابق دستور رخصت کرو، مگر تم ضرر رسانی کی غرض سے انہیں نہ روکو تاکہ ان پر زیادتی کرو جو اس کا مرتکب ہوگا، وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا۔

آیات مندرجہ بالا سے مسائل ذیل مستنبط ہوتے ہیں۔

(۱) طلاق طہر میں دیجائے جبکہ عورتیں اپنی عدت (جو تین حیض ہے) پوری کر سکیں۔

(۲) طلاق کے بعد عدت گذارنے تک عورتوں کو گھروں میں رکھا جائے، انہیں نکالا نہ جائے۔ سوائے اس حالت کے کہ کسی امر فاحشہ میں مبتلا ہو۔

(۳) دوران عدت میں مرد کو اختیار ہے چاہے عورت کو روک رکھے اور چاہے رخصت کردے۔

(۴) طلاق دو گواہوں کے روبرو ہو اور ان گواہوں کا فرض ہے کہ بوقت ضرورت سچی شہادت ادا کریں۔

(۵) دو طلاقوں تک مرد کو بیوی کے روکنے کا حق ہے۔

(۶) دو طلاق تک بیوی کو اپنے پاس رکھنے کا حق مرد کو صرف اس وقت ہے جبکہ صحیح نیت سے رکھتا ہو۔ نقصان پہنچانا اور ظلم کا تختہ مشق بنانا مقصود نہ ہو۔

(۷) طلاق سے پہلے اگر مہر بیوی کو ادا کیا جا چکا ہو، تو بعد طلاق مرد اس کے لینے کا مستحق نہیں سوائے اس صورت کے جبکہ عورت کی طرف سے خلع کی درخواست ہو۔

(۸) تیسری طلاق کے بعد مطلقہ اس وقت تک جائز نہیں جبتک کہ دوسری جگہ نکاح کرنے کے بعد وہاں سے طلاق حاصل کرکے عدت گذار چکی ہو۔

طلاق بدعی یا غیر مشروع اوپر بتایا جا چکا ہے کہ طلاق مشروع وہ ہے جبکہ ایک وقت میں ایک طلاق دیجائے اور عورت حیض سے پاک ہو۔ اس کے خلاف ہو تو وہ طلاق بدعی یا غیر مشروع کہلاتی ہے۔ مثلاً ایک وقت میں تین طلاقیں اکٹھی دیجائیں یا بحالت حیض عورت کو طلاق دیجائے یہ دونوں ناجائز ہیں۔ اگر کوئی غلطی سے ایسا کر بیٹھے، تو حکم ہے کہ رجوع کرے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:-

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رض اَنَّهٗ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ وَهِيَ حَائِضٌ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَسَاَلَ عُمَرُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيَتْرُكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيْضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ اِنْ شَآءَ اَمْسَكَ بَعْدُ وَاِنْ شَآءَ طَلَّقَ قَبْلَ اَنْ يَّمَسَّ فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ اَنْ تُطَلَّقَ لَهَا النِّسَآءُ (متفق علیہ)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں حکم دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا کہ اسے کہو کہ رجوع کرلے۔ اور بیوی کو چھوڑدے یہانتک کہ حیض سے پاک ہوجائے۔ اور دوسرا حیض گذار کر پھر پاک ہو۔ اس کے بعد اگر چاہے تو بیوی کو روک لے، یا چاہے تو ملنے سے پہلے طلاق دیدے۔ یہ وہ عدت ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

وَفِيْ رِوَايَةٍ مُّسْلِمٍ مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا ثُمَّ لِيُطَلِّقْهَا طَاهِرًا۔ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَاَتَهٗ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانَ ثُمَّ قَالَ اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَقْتُلُهٗ؟ (رواہ نسائی وروایتہ موقوف) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ طہر میں یعنی جبکہ عورت حیض سے پاک ہو، اس سے رجوع کرے۔ محمود بن لبید سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک شخص کے متعلق اطلاع ملی، کہ اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں اکٹھی دی ہیں۔ یہ خبر سنکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غصہ کی حالت میں کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا، کیا یہ شخص میری موجودگی میں کتاب اللہ سے کھیلتا ہے۔ اس موقعہ پر ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا یارسول اللہؐ! کیا میں اسے قتل نہ کروں؟

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض قَالَ طَلَّقَ اَبُوْ رُكَانَةَ اُمَّ رُكَانَةَ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم رَاجِعِ امْرَاَتَكَ فَقَالَ اِنِّيْ طَلَّقْتُهَا ثَلَاثًا قَالَ قَدْ عَلِمْتُ رَاجِعْهَا (رواہ ابوداؤد) وَفِيْ لَفْظِ اَحْمَدَ طَلَّقَ رُكَانَةُ امْرَاَتَهٗ فِيْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ ثَلَاثًا فَحَزِنَ عَلَيْهَا فَقَالَ

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض قَالَ كَانَ الطَّلَاقُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَبِيْ بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ رض طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً فَقَالَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ اِنَّ النَّاسَ اسْتَعْجَلُوْا فِيْ اَمْرٍ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ اَنَاةٌ فَلَوْ اَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَاَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ۔ (رواہ مسلم)

ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ابورکانہؓ نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں۔ پھر نادم ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: اپنی بیوی سے رجوع کر لے۔ اس نے عرض کیا کہ میں تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا، ہاں مجھے معلوم ہے۔ رجوع کر لے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور ابو بکرؓ کے زمانہ میں اور عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں ایک وقت کی تین طلاقیں ایک طلاق سمجھی جاتی تھیں لیکن جب لوگوں میں بہ کثرت سے واردات ہونے لگیں، تو حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے روبرو معاملہ پیش کر کے کہا، کہ جس معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مہلت اور ڈھیل کا موقعہ دیا تھا، تاکہ اس بارے میں اپنے عواقب کو سوچ سمجھ لیں، لوگ اس میں جلدی کرنے لگ گئے۔ اب اگر ہم بھی ان پر تین طلاق والا حکم جاری کر دیں تو بہتر ہے۔ پھر یہ حکم جاری کر دیا۔ (مگر یاد رہے کہ یہ حکم سیاستًا تھا جو وقتی مصلحت کے وقت جاری کیا گیا۔) ورنہ اصل مسلک حضرت عمرؓ کا بھی تھا کہ ایک طلاق ہے۔ چنانچہ ترمذی میں ہے فَرُوِيَ عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ اِنَّهٗ جَعَلَ وَاحِدَةً۔

اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اعلان کرا دیا کہ آئندہ جو شخص اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دے گا تو اسے دُرّے لگائے جائیں گے۔

بیک وقت تین طلاق کے بارے میں بہت کچھ روایات کا اختلاف بھی ہے، جس کی بناء پر فقہاء کے مسلک میں اختلافات[1] چلے آتے تھے۔ ان اختلافات کا فیصلہ خدا تعالیٰ کے حکم و عدل حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بایں ارشاد فرمایا:۔

"اگر تین طلاق ایک ہی وقت میں دی گئی ہوں تو اس خاوند کو یہ فائدہ دیا گیا ہے کہ وہ عدت کے گذرنے کے بعد بھی نکاح کر سکتا ہے کیونکہ یہ طلاق ناجائز طلاق تھا، اور اللہ اور رسولؐ کے فرمان کے مطابق نہ دیا گیا تھا۔

---

[1] بعض فقہاء کے نزدیک تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں، اور بعض کے نزدیک ایک بھی نہیں۔ پھر جو ایک کے قائل ہیں بعض ان میں بائنہ کے قائل ہیں اور بعض رجعی کے۔ جن کی تفصیل کا یہاں موقعہ نہیں۔

در اصل قرآن شریف میں غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو یہ امر نہایت ہی ناگوار ہے کہ پرانے تعلقات والے خاوند اور بیوی آپس کے تعلقات کو چھوڑ کر الگ الگ ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے طلاق کے واسطے بڑے بڑے شرائط لگائے ہیں۔ وقفہ کے بعد تین طلاق کا دینا اور ان کا ایک ہی جگہ رہنا وغیرہ یہ امور سب اس واسطے ہیں کہ شاید کسی وقت ان کے دلی رنج دور ہو کر آپس میں صلح ہو جائے۔" (فتاویٰ مسیح موعودؑ صفحہ ۱۶۳ و ۱۶۴)

طلاق کے اقسام نصوص بالا سے معلوم ہوا کہ شارع کے لحاظ سے طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ رجعی، بائنہ، مغلظہ۔ (۱) رجعی وہ طلاق ہے جس کے بعد شوہر اگر چاہے تو جدائی کے ارادہ کو واپس لے سکتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ عورت کو صرف ایک طلاق یا دو طلاقیں وقفہ سے یا تین طلاقیں یک وقت دیجائیں۔ انہیں عدت کے اندر بغیر نئے نکاح کے خاوند بیوی کو رکھ سکتا ہے۔

(۲) طلاق بائن۔ بائن کے معنے جدائی ڈال دینے والا۔ طلاق بائن وہ طلاق ہے جو مرد اور عورت میں بالکل جدائی ڈال دیتی ہے۔ اور مرد کو رجوع کا اختیار نہیں رہتا۔ البتہ نئے نکاح سے اسے رکھ سکتا ہے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ صورت اول۔ ایک طلاق منکوحہ کو دیجائے، جبکہ ابھی اس کا رخصتانہ نہیں ہوا۔

صورت دوم۔ عورت اپنا مہر وغیرہ دے کر اس کے عوض خاوند سے طلاق لے لے یا خلع کرالے۔

صورت سوم۔ ایک یا دو طلاقیں رجعی دیجائیں۔ اور عدت کے اندر مرد رجوع نہ کرے۔ یہاں تک کہ عدت کا زمانہ گذر جائے۔

صورت چہارم۔ مرد ایلاء کرے اور چار ماہ گذر جائیں اور اس مدت میں اسنے رجوع کیا نہ کیا ہو۔

(۳) طلاق مغلظہ:۔ وہ طلاق ہے جبکہ تین طلاقیں وقفہ کے ساتھ کم از کم تین حیضوں کے بعد (اگر عورت حیض والی ہو) یا تین ماہ میں دیجائیں۔ اس صورت میں عورت نئے نکاح سے بھی نہیں رکھی جاسکتی۔ ہاں اگر وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے پھر اسے رخصتانہ کے بعد طلاق مل جائے یا اس کا خاوند مرجائے، تو عدت گذارنے کے بعد اپنے پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔ فَلَا تَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ اور حدیث میں ہے کہ جبتک اس

طلاق کا اختیار دوسرے کو دینا اگر کوئی شخص طلاق دینے کا اختیار اپنی بیوی کو یا کسی دوسرے شخص کو دیتا ہے۔ اگر وہ اسی مجلس میں طلاق دیدیں تو واقع ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔

اِنَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ اَیُّمَا رَجُلٍ مَلَّکَ امْرَاَتَہٗ اَمْرَھَا ثُمَّ افْتَرَقَا مِنْ ذٰلِکَ الْمَجْلِسِ فَلَیْسَ لَھَا خِیَارٌ وَاَمْرُھَا اِلٰی زَوْجِھَا۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں جس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق کا اختیار دیدیا۔ پھر وہ اس مجلس سے جدا ہو گئے۔ مگر بیوی نے ابھی تک اپنے آپکو طلاق نہیں دی تو اب اس کو کوئی اختیار نہیں بلکہ اب معاملہ خاوند کے اختیار میں ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِذَا مَلَّکَھَا اَمْرَھَا فَتَفَرَّقَا قَبْلَ اَنْ یَّقْضِیَ شَیْءٌ فَلَا اَمْرَ لَھَا (تخریج زیلعی بحوالہ مصنف عبدالرزاق و مصنف ابن ابی شیبہ) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب خاوند نے بیوی کو اختیار دیا اور وہ دونوں فیصلہ سے پہلے اس مجلس سے جدا ہو گئے تو اب عورت کو کوئی اختیار نہیں۔

شرطی طلاق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اس کے متعلق استفسار ہوا۔ تو حضور نے فرمایا کہ:۔

"اگر شرط ہو کہ فلاں بات ہو تو طلاق ہے۔ اور وہ بات ہو جائے تو پھر واقعی طلاق ہو جاتی ہے، جیسے کوئی شخص کہے کہ اگر فلاں پھل کھاؤں تو طلاق ہے اور پھر وہ پھل کھائے تو طلاق ہو جاتی ہے" (فتاویٰ مسیح موعودؑ صفحہ ۱۶۵)۔

نکاح سے پہلے شرطی طلاق دینا اگر کوئی شخص نکاح سے پہلے کسی عورت کے متعلق کہدے کہ اگر میں نے اس سے نکاح کیا تو اسے طلاق ہے تو اس صورت میں طلاق نہیں پڑیگی۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ قَالَ یَوْمَ اَتَزَوَّجُ فُلَانَۃً فَھِیَ طَالِقٌ ثَلَاثًا فَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا طَلَاقَ فِیْمَا لَا یَمْلِکُ۔ وَ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ الْخُشَنِیِّ قَالَ قَالَ لِیْ عَمٌّ لِیْ اِعْمَلْ لِیْ عَمَلًا حَتّٰی اُزَوِّجَکَ بِنْتِیْ فَقُلْتُ اِنْ تَزَوَّجْتُھَا فَھِیَ طَالِقٌ ثُمَّ بَدَا لِیْ اَنْ اَتَزَوَّجَھَا فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ تَزَوَّجْھَا فَاِنَّہٗ لَا طَلَاقَ اِلَّا بَعْدَ النِّکَاحِ۔ (سنن الدارقطنی)

(ترجمہ) عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے یہ الفاظ کہے کہ جس دن میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو اسے تین طلاقیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس چیز کا انسان کا مالک نہیں، اس کی طلاق نہیں۔ اور ابو ثعلبہ خشنی سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میرے چچا نے مجھے کہا کہ تو میرے پاس کام کیا کر میں تجھ سے اپنی بیٹی کا نکاح کردوں گا۔ میں نے کہا اگر میں نے اس سے نکاح کیا تو اسے طلاق ہے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ اس سے نکاح کرلوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ نکاح کرلے، کیونکہ طلاق تو نکاح کے بعد ہی ہوتی ہے۔

عدت کے مسائل

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا (بقرہ ع ۲۸ پ ۲) ترجمہ۔ اور طلاقہ عورتیں اپنے آپکو تین حیض تک روکیں اور انکو یہ جائز نہیں کہ جو کچھ اللہ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے اسے چھپائیں۔ اگر اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں۔ اور ان کے خاوند واپسی کے لئے زیادہ مستحق ہیں اگر وہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں۔

وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۚ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ (الطلاق) اور وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہوچکی ہیں یا جنہیں حیض نہیں آتا۔ انکی عدت تین مہینے ہے اور حاملہ عورتوں کی عدت بچہ جننے تک ہے۔ اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کا کام آسان کر دیتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (بقرہ ۲۹) تم میں سے جو لوگ وفات پاکر بیویاں چھوڑ جائیں تو ان بیویوں کو چار مہینے دس دن تک انتظار کرنی چاہیئے۔ پھر جب وہ اپنی میعاد گذار چکیں، اور پھر اپنی مرضی سے دستور کے مطابق کہیں نکاح کرنا چاہیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو۔

نصوص بالا سے معلوم ہوا کہ عدت کے چار اقسام ہیں :-

(۱) تین حیض ان مطلقات کے لئے جنہیں حیض آتا ہو۔

(۲) تین ماہ ان مطلقات کے لئے جنہیں بوجہ بیماری یا بڑی عمر ہونے کے حیض نہیں آتا

یا ابھی حیض آنے کی عمر کو نہیں پہنچیں۔

(۳) چار ماہ دس دن ان غیر حاملہ عورتوں کے لیئے جن کے خاوند فوت ہو گئے۔

(۴) وضع حمل حاملہ عورتوں کے لیئے خواہ مطلقہ ہوں یا بیوہ۔

یہ چار قسمیں تو وہ ہیں جن کا قرآن میں ذکر ہے۔ عدت کی ایک پانچویں قسم بھی ہے جس کا ذکر حدیث میں ہے اور وہ خلع کی عدت ہے جو ایک حیض ہے۔

عدت والی عورت کے متعلق بقیہ احکام

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ۔ (بقرہ ع ۳۱ پ ۲) اور جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں انہیں چاہیئے کہ وفات سے پہلے اپنی بیویوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ انہیں ایک سال تک خرچ خوراک دیا جائے، اور گھر سے نہ نکالا جائے۔ پھر اگر وہ نکلیں اور .... دستور کے مطابق کسی جگہ نکاح کر لیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں، اللہ تعالیٰ غالب اور حکیم ہے۔ اور مطلقہ عورتوں کو بھی دستور کے مطابق خرچ خوراک دیا جائے متقی لوگوں کا یہ فرض ہے۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ۔ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۔ (طلاق پ ۲۸) ان مطلقہ عورتوں کو وہاں رہنے دو جہاں تم رہتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق۔ اور انکو تنگ کرنے کی غرض سے تم انہیں نقصان نہ پہنچاؤ۔ اگر وہ حاملہ ہوں تو وضع حمل تک انہیں خرچ دو۔ پھر اگر وہ بچے کو دودھ پلائیں تو اس کی انہیں اجرت دو۔ اور دستور کے مطابق تم آپس میں فیصلہ کرو۔ اگر تم تنگدست ہو اور اجرت نہیں دے سکتے تو دوسری عورت دودھ پلائے۔ چاہیئے کہ امیر اس سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی حیثیت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسائش کا موقعہ بہم پہنچاوے۔ (باقی)

جوازِ تحریفِ بائبل میں چند باتیں

(جناب شیخ غلام مجتبیٰ صاحب)

(۲)

قارئین کرام سے یہ امر مخفی نہیں اور ہر خاص وعام کو جو قرآنی علوم سے دلچسپی رکھتا ہو، یہ معلوم ہے کہ قرآن مجید میں متعدد جگہ پر صراحتہً اور بداہتہً خدا تعالیٰ نے تحریف بائبل کے متعلق آیات نازل کی ہیں، اور ڈاکٹر صاحب بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ مئی کے نیرنگ خیال میں رقمطراز ہیں کہ "تحریف کا دھوکہ جن آیات سے ہوا ہے وہ یہ ہیں:۔ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ٥ (بقرۃ) تحریف کے دو معنے ہیں۔ (۱) کسی لفظ کو مٹا کر اس کی جگہ دوسرا لفظ ڈال دینا۔ (۲) معنوں کو موڑ توڑ کر حسب مرضی بنا لینا۔ اب اس آیت کو غور سے دیکھئے تو واضح ہو جائے گا کہ یہاں تحریف معنوی مراد ہے، یعنی ایک فریق کلام الٰہی کو سننے سمجھنے کے بعد اس میں تحریف کر لیتا ہے، اور اپنی بددیانتی سے وہ اچھی طرح آگاہ ہوتا ہے۔ دیکھا آپ نے، تورات کو کلام الٰہی کہا گیا۔ اگر یہ محرف ہو کر کلام الٰہی بن چکی ہوتی، تو پھر اسے کلام خدا کیوں کہا جاتا؟"

ڈاکٹر صاحب کی اس تحریر میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ (۱) یہ کہ انہوں نے صرف ایسی بات کا حوالہ دیا ہے جس سے تحریف معنوی مراد ہے۔ لیکن ان آیات کو جو صاف اور واضح طور سے اس امر پر شاہد ہیں کہ بائبل میں تحریف لفظی بھی راہ پکڑ چکی ہے۔ مثلاً يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (مائدہ)۔ نیز فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (بقرہ) وغیرہ آیاتِ فرقانیہ کو نظر انداز کر دیا ہے۔ (۲) دوسرے یہ کہ یہ امر مسلّم ہے کہ تحریف کے ایک معنے یہ بھی ہیں کہ کسی لفظ کو مٹا کر اس کی جگہ دوسرا لفظ ڈال دینا۔ تو اس کی مثال آیات مندرجہ بالا سے بآسانی تمام دی جا سکتی ہے۔ دوسری بات

جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ ڈاکٹر صاحب تحریر کرتے ہیں، کہ اگر توریت وغیرہ محرف و مبدل ہو چکی تھی تو اسے کلام خدا کیوں کہا گیا، بلکہ چاہیئے تھا کہ اسے کلام انسان کہا جاتا۔"

سو یاد رہے کہ زبان عربی کا قاعدہ ہے کہ اگر کسی مفعول پر دو فعل وارد ہوں۔ اور وہ فعل اول کے وارد ہونے کے بعد اپنی اصلی حالت کو کھو چکا ہو تو فعل ثانی کے وارد ہونے پر اسکی ضمیر ہوگی جو فعل اول کے وقوع ہونے کے وقت تھی مثلاً بکر نے آکر کہا کہ قَتَلْتُ زَیْدًا ثُمَّ دَفَنْتُہٗ یعنی میں نے زید کو قتل کیا پھر اسے دفن کر دیا۔ اب دیکھئے مفعول جس پر فعل قتل واقع ہوا زید ہے۔ اور جب اس پر فعل اول کا اطلاق ہوا، یعنی جب اس نے زید کو قتل کیا تو وہ روح و جسم سے مرکب جیتا جاگتا انسان تھا۔ لیکن بعد از قتل اس کی روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی۔ اور زید خاکی بدن کا ایک بے حس و حرکت کا ڈھانچہ رہ گیا۔ اور جب بکر نے اسے دفن کیا، یعنی زید پر فعل ثانی کا اطلاق ہوا تو ضمیر زید ہی کیطرف راجع ہے۔ حالانکہ زید کو اسحالت میں دفن کیا گیا، جبکہ وہ صرف ایک بے روح جسم تھا۔ اب غور کیجیئے، فعل ثانی کے وقت اگرچہ ضمیر زید کی طرف ہی راجع ہے لیکن روح سے وہ خالی ہے۔ بعینہٖ تحریف کے متعلق مثال بیان کیجا سکتی ہے یعنی اہل کتاب نے اگرچہ کلام خدا کو تحریف لفظی و معنوی دونوں طرح سے محرف و مبدل کر دیا ہے لیکن عربی زبان کے قواعد کی رو سے پھر بھی وہ کلام خدا ہی کہلائیگی۔ حالانکہ اس میں حقیقۃً انسانی کلام کی آمیزش ہو چکی ہے۔ جیسے زید کو دفن کرتے وقت ضمیر زید کی طرف ہی راجع ہے۔ حالانکہ وہ قتل ہونے سے پہلے روح و جسم دونوں سے مرکب تھا۔ اور دفن ہوتے وقت صرف پوست و استخوان کا بے حس و حرکت ڈھانچہ۔

غرض زبان اور کلام کا عام قاعدہ ہے۔ اور اس کا ذکر کرتے ہوئے ہم امید کرتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب عربی قواعد کا پاس رکھتے ہوئے اس امر سے اختلاف نہ کریں گے۔ نیز یہ امر بھی ملحوظ خاطر رہے کہ تحریف سے پہلے وہ کلام اللہ ہی تھا۔

آگے چل کر ڈاکٹر صاحب نے یہ آیت درج کی ہے:۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝
اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَاِنْ كُنَّا عَنْ
دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى
مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ

بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَصَدَفَ عَنْھَا (انعام)

ترجمہ :- "یہ لو اہل عرب! ہم نے تم کو ایک مبارک کتاب عطا کی ہے، سو اس پر عمل کرو۔ اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔ یہ کتاب اس لئے تمہیں دی ہے، کہ کہیں تم یہ عذر نہ تراشنے پھرو کہ ایک تورات وانجیل ہم سے پہلے دو گروہوں پر تو اتری ہیں لیکن وہ ایسی بان میں ہیں کہ ہم سمجھ نہیں سکتے۔ یا یہ نہ کہتے پھرو کہ اگر ہم پر بھی کوئی کتاب اترتی تو ہم یہود و نصاریٰ سے زیادہ نیک بنجاتے۔ پس تمہارے ان تمام عذروں کا خاتمہ کرنے کے لئے خدائی ہدایت رحمت اور حجت قرآن کا روپ لئے تمہارے پاس آگئی۔ اب جو شخص اس درس ہدایت سے احتراز کرے گا یا اسے جھٹلائے گا ہم اسے ظالم قرار دیں گے۔"

"اس آیت میں ایک بات خاص طور پر قابل توجہ ہے، کہ عربوں کو نئی کتاب اس لئے نہیں دیگئی تھی کہ تورات انجیل محرف ہو چکی تھیں۔ بلکہ اس لئے کہ وہ ایسی زبان (عبرانی) میں تھیں کہ عرب ان سے مستفید نہ ہو سکتے تھے۔ پھر اس وقت ان کتب کا کوئی عربی ترجمہ بھی تیار نہ ہوا تھا، اس لئے اللہ نے تورات وانجیل کی ہدایات انہیں عربی زبان میں دے دیں۔ اگر یہ کتابیں محرف ہو چکی ہوتیں تو اللہ تعالیٰ صاف کہدیتا۔ کہ ہم تمہیں نئی کتاب اس لئے دے رہے ہیں کہ پہلی بگڑ چکی تھیں۔"

الجواب :- قارئین کرام کو ڈاکٹر صاحب کے ظاہر پرست ہونے کا انکی مندرجہ بالا تحریر سے پتہ لگ گیا ہوگا۔ آپ نے اس آیت کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی بیجا کوشش کی ہے کہ قرآن مجید اس لئے نازل کیا گیا کہ عرب لوگ عبرانی سے بے بہرہ و ناواقف محض تھے۔ نہ اس لئے کہ بائبل محرف و مبدل ہو چکی تھی۔ ہم ڈاکٹر صاحب سے مؤدبانہ سوال کرتے ہیں کہ کیا کسی زبان سے عدم واقفیت کی بناء پر ضرور اس کا ترجمہ خدا کی طرف سے ہی نازل ہونا چاہیئے۔ اس طرح تو ڈاکٹر صاحب کے اصل کے مطابق جسقدر دنیا میں زبانیں ہیں، اتنی ہی کتب سماویہ نازل ہونی چاہئیں۔ کیونکہ ان تمام زبانوں کو بولنے والوں کا اسی طرح حق ہے جس طرح بقول ڈاکٹر صاحب عربوں کا حق تھا، کہ اے خدا ہم ہدایت وراستی کو کس طرح پائیں، جبکہ ہماری زبان میں کوئی کتاب تو نے نازل نہیں کی، ہم ایمان وراستی کو اسی وقت حاصل کر سکتے ہیں، جبکہ تو ہم پر براہ راست کتاب نازل فرمائے۔ تب تو ڈاکٹر صاحب کے اس اصل کی بناء پر جسقدر دنیا میں موجودہ زبانیں ہیں، اتنی ہی کتب سماویہ موجود ہونی چاہئیں۔ لیکن ایں خیال است ومحال است وجنوں۔

سُنئے ڈاکٹر صاحب اِس آیت کا یہ مطلب ہے کہ چونکہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کسی تبلیغی مذہب کے پیروکار نہ تھے، اور جیسا کہ ہم قسط اول میں لکھ آئے ہیں۔ اسی بناء پر وہ اپنے مذہب کی اشاعت کیلئے بیرون نہیں کرتے تھے، اور اپنے مذہب میں کسی غیر کو بھی داخل نہیں کرتے تھے۔ اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دعویٰ پیش کیا، اور کہا کہ میرے متعلق صحف گزشتہ میں پیشگوئیاں درج ہیں۔ انکو پڑھ کر مجھ پر ایمان لاؤ۔ جیسا کہ فرمایا فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل) یعنی اے لوگو اگر تم میرے دعوے سے ناواقف ہو تو میرے متعلق تم اہل کتاب سے دریافت کرو۔ جب حضورؐ نے یہ فرمایا تو اس وقت لوگوں نے یہ عذر تراشا کہ ہم تو ان کتابوں سے ناواقف ہیں۔ نہ تو ان کو پڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی انکی تعلیمات سے آگاہ ہیں، ہم آپ پر کس طرح ایمان لاویں؟ تو اس وقت خدا نے انکے عذر کو باطل کرنے کے لئے فرمایا، کہ ہم نے تم پر رحمت اور بینات کے ساتھ قرآن مجید نازل کیا ہے۔ اس کو پڑھ کر ہی تم ایمان سے مشرف ہو جاؤ۔

الغرض قرآن مجید اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ عرب لوگ عبرانی سے ناواقف تھے۔ بلکہ قرآن مجید کو اس لئے نازل کیا گیا کہ اہل عرب ان بینات سے آگاہ ہو جائیں جو کہ بائبل میں مندرج ہیں۔ کیونکہ اہل عرب ان پیشگوئیوں سے بوجہ اہل کتاب کے نہ بتانے کے ناواقف تھے۔ مختصر یہ کہ یہ آیت بائبل کے محرف و مبدل پر قطعاً کوئی روشنی نہیں ڈالتی۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے اپنے بچاؤ کے لئے اس آیت کو ہی سپر بنا لیا۔

پھر ڈاکٹر صاحب تحریر کرتے ہیں :-

" فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۔ اس آیت میں صرف کتاب کا لفظ قابل غور ہے۔ کتاب کے معنے عربی لغات میں یوں دئے ہوئے ہیں۔ الکتاب :- كُلُّ مَا يُكْتَبُ ۔ ہر وہ چیز جو لکھی جائے یعنی تحریر۔ یہاں کتاب سے تورات و انجیل مراد لینا تمام قرآن کو جھٹلانے لغات کو غلط ثابت کرنے کے مترادف ہے، تو آیت کی تفسیر یہ ہوگی۔ ہلاک ہوں وہ لوگ جو کوئی تحریر اپنے ہاتھ سے لکھ کر اسے خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ یہ حرکت مدعیان نبوت نے بارہا کی۔ اور ہمارے واضعین نے لاکھوں حدیثیں وضع کر کے خدا و رسول ہر دو پر اتہام لگائے ہیں۔ اور یہ آیت ایسے ہی لوگوں کے متعلق ہے۔"

الجواب :- ڈاکٹر صاحب یہ صحیح ہے کہ کتاب اس کو کہتے ہیں جو لکھی جائے۔ لیکن یاد رہے کہ قرآن مجید میں کتاب کا لفظ الف لام کے ساتھ خاص کرنے کے لئے آیا ہے نہ کہ ہر ایک تحریر اس آیت سے مراد ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی یاد رہے کہ قرآن مجید کے محاورہ کے مطابق الکتاب کا لفظ ہر الہامی کتاب کے لئے استعمال کیا گیا ہے نہ کہ ہر تحریر کے لئے۔ مثلاً ذٰلِکَ الْکِتٰبُ (بقرہ) وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ ( ) اُمُّ الْکِتٰبِ۔ (آل عمران) اور اسی طرح وارد ہے وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ۔ الآیۃ وغیرہ (بقرہ) غرض الف لام کے ساتھ جو کتاب کا لفظ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی آیا ہے اس سے کوئی نہ کوئی الہامی کتاب مراد ہے پس آیت کا صحیح ترجمہ یوں ہوگا، کہ ہلاک ہوں وہ لوگ جو بائبل میں اپنے ہاتھ سے تحریف کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ تو خدا کی طرف سے ہے۔

خدارا ڈاکٹر صاحب ارشاد فرمایئے کہ اس آیت کا شان نزول کیا ہے، اور کیا اس آیت کے نزول کے وقت مدعیانِ نبوت اپنی تحریر کو خدا کی طرف منسوب کرتے تھے، اور کیا اس وقت احادیث جھوٹے طور پر لوگوں نے وضع کر لی تھیں؟ افسوس کہ ڈاکٹر صاحب حقیقت و اصلیت سے کسقدر دور جا کر اپنا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ قرآن مجید کے متعلق ایک اصول یاد رکھیئے، وہ یہ کہ اَلْقُرْاٰنُ عَامٌّ وَّاِنْ کَانَ سَبَبُ نُزُوْلِهٖ خَاصًّا یعنی قرآن کے معانی عام ہیں، لیکن اس کا نزول خاص ہے۔ مثلاً كُوْنُوْا قَوّٰامِيْنَ لِلّٰهِ بِالْقِسْطِ۔ دیکھئے ڈاکٹر صاحب جب یہ ہدایت نازل ہوئی تھی تو اس کے مخاطب صحابہؓ تھے لیکن اس آیت کا اطلاق قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ہے۔ غرض اس آیت سے اس کا شان نزول واضح ہوتا ہے۔ اسی طرح الکتاب کا لفظ جو مذکورہ آیت میں وارد ہے، اس کا شان نزول بھی صحیح طور پر متحقق ہو سکتا ہے جبکہ یہ مانا جاوے، کہ یہود و نصاریٰ اپنے ہاتھوں سے تحریف کر کے کتاب کو خدا کی طرف منسوب کرتے تھے۔ اور اس آیت کا اطلاق بھی قیامت تک ان لوگوں کے لئے ہو سکتا ہے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب میں تحریف کر کے اس کو خدا کی طرف منسوب کریں۔ نہ بقول آپ کے کہ خدا نے آیت کو نازل تو کر دیا۔ لیکن یونہی بلا وجہ۔ حالانکہ خدا کا کوئی فعل حکمت سے معرا نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون میں زیادہ زور اس بات پر دیا ہے، کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ صرف قرآن مجید پر ہی ایمان نہ لاویں بلکہ تورات و انجیل پر بھی ایمان لاویں۔ اور قرآن مجید

کی اس آیت کو پیش کیا ہے۔ قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ (آل عمران) یہ صحیح ہے کہ اس آیت کے ذریعہ تمام انبیاء پر ایمان لانے اور ان پر جو کتب نازل ہوئی تھیں، انکی تصدیق کرنے کا حکم ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب یاد رہے کہ اس آیت کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے یہودیوں کو ملزم قرار دیا ہے۔ یعنی اے یہودیو! مسلمان تو ان تمام انبیاء اور کتب پر ایمان رکھتے ہیں جو کہ بنی اسرائیل میں سے ہوئے۔ لیکن تم پر بھی واجب ہے کہ قُولُوٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا یعنی تم بھی کہو کہ ہم ایمان لائے خدا پر اور جو کچھ ہماری طرف (یعنی حضور رسول اللہ کی طرف) اتارا گیا۔

غرض اس آیت کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے یہودیوں پر حجت قائم کی ہے۔ کیونکہ وہ کہتے تھے نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ (بقرہ) چنانچہ ان کے کفر کی تصریح یوں کی ہے۔ لَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ (بقرہ) اے اہل کتاب تم چونکہ نبیوں کی اولاد ہو اور تم پر امید تھی کہ تم بھی اس کتاب یعنی قرآن مجید کی تصدیق کرنے والے ہو گے۔ اس لئے اوّلاً تم ہی اس کا انکار کرنے والے نہ بنو۔ الغرض اس آیت کے ہوتے ہوئے بھلا ہم بنی اسرائیل اور بائبل سے انکار کر سکتے ہیں۔

یاد رہے کہ تمام انبیاء پر بغیر کسی فرق کے ایمان لانا ہر مومن کا فرض ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک پر بھی ایمان نہ لائے، تو اس کے متعلق قرآن مجید کی یہ نص صریح ہے کہ وہ حقیقی کافر ہے۔ فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ الآیۃ (نساء) غرض ہم حضرت آدمؑ کے بعد جس قدر بھی انبیاء مبعوث ہوئے ہیں ان تمام پر بغیر کسی تفریق کے ایمان رکھتے ہیں۔ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم موجودہ بائبل پر جو کہ انسانی دست برد کا شکار ہو کر اپنی اصلی حیثیت کھو چکی ہے، بعینہٖ اسی طرح ایمان لاویں جیسے کہ قرآن مجید پر جس کا ایک شعشہ تک بدلا نہیں ایمان لاتے ہیں۔

اس امر کا ثبوت کہ بائبل محرف و مبدل ہو چکی ہے ہم آئندہ الفاظ میں علماء یہود و علماء عیسائیت کے بیانات اس بات کے ثبوت میں درج کرتے ہیں، کہ بائبل واقعی محرف و مبدل ہو چکی ہے۔ قبل ازیں کہ ہم ان بیانات کو درج کریں۔ سب سے اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان واجب

الاذعان درج کرتے ہیں۔ بعدہٗ خود بائبل کی گواہی بائبل کی تحریف پر درج کریں گے۔

حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے وَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُونَ کی تفسیر فرماتے ہوئے فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِي الْيَهُوْدِ لِاَنَّهُمْ حَرَّفُوا التَّوْرٰىةَ وَازْدَادُوْا فِيْهَا مَا يُحِبُّوْنَ وَمَحَوْا مِنْهَا مَا يَكْرَهُوْنَ۔ یعنی وَیل لہم کی آیت خدا تعالیٰ نے یہود کے لئے نازل فرمائی ہے۔ کیونکہ انہوں نے تورات میں تحریف کی، اور جو ناپسند ہوا وہ نکال دیا اور جو اچھا لگا اسکو زائد کر دیا۔

تحریف بائبل پر بائبل کی شہادت

پہلا حوالہ :۔ "سرزمین ان کے نیچے جو اس پر بستے ہیں نجس ہوئی، کہ انہوں نے شریعتوں کو عدول کیا۔ قانون کو بدلا، عہد ابدی کو توڑا۔" (یسعیاہ باب ۲۴ آیت ۵)۔

ڈاکٹر صاحب غور فرمایئے کہ کسقدر واضح الفاظ میں بائبل نے گواہی دی کہ پیروان بائبل نے اگر شریعت کو پس پشت ڈالا تو ساتھ ہی عہد ابدی کو بھی خیر باد کہا، اور شریعت میں تغیر و تبدل کر دیا۔ کیا ایسے واضح ترین الفاظ کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ باطل کیا جا سکتا ہے کہ بائبل تو محرف و مبدل نہیں ہوئی۔

دوسرا حوالہ :۔ "پر خداوند کے بھاری پیغام کا ذکر تم کو کبھی نہ کرنا ہوگا کہ ہر ایک آدمی کا سخن اس کے لئے بھاری پیغام ہوگا۔ کیونکہ تم نے زندہ خدا رب الافواج ہمارے خدا کی باتوں کو بگاڑ ڈالا ہے۔" (یرمیاہ باب ۲۳ آیت ۳۶)

ڈاکٹر صاحب غور فرمایئے کہ کیا حاملان بائبل نے کبھی بھی بائبل میں تغیر و تبدل نہیں کیا جبکہ خود بائبل یہ گواہی دیتی ہے کہ پیروان بائبل نے "ہمارے خدا کی باتوں کو بگاڑ ڈالا ہے"۔ تو ایسے حوالہ کی موجودگی میں ڈاکٹر صاحب کا یہ اصرار کہ بائبل محرف و مبدل نہیں ہوئی اہل کتاب کی بیجا حمایت نہیں تو کیا ہے؟

تیسرا حوالہ :۔ "تم کیونکر کہہ سکتے ہو کہ ہم تو عقل مند ہیں؟ یہوواہ کی دی ہوئی شریعت ہمارے پاس ہے۔ پھر ان کے شاستریوں (کاتبوں) نے اس کا جھوٹا بیان لکھ کر اس کو جھوٹا بنا دیا ہے۔ وے شرمندہ ہوئے، وے حیران ہوئے پکڑے گئے۔ دیکھو انہوں نے یہوواہ کے قول کو نکما جانا ہے۔ سو عقل ان میں کہاں رہی؟" (یرمیاہ باب ۸ آیت ۸ و ۹)۔

ڈاکٹر صاحب یہ ہیں بائبل کی وہ زبردست عبارتیں جو خود بائبل ہی کے تغیر و تبدل ہونے پر زبردست گواہ اور منہ بولتی شاہد ہیں۔ کیا ان عبارتوں کی موجودگی میں یہ کہنا روا ہے، کہ بائبل میں آجتک کسی نے کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں کی۔ پس جب بائبل خود پیروانِ بائبل کو ملزم ٹھیرا رہی ہے۔ تو اس کے خلاف ڈاکٹر صاحب کا یہ ادعا نامعقول ہرگز قابل قبول نہیں، کہ "موجودہ بائبل ہر قسم کے تغیر انسانی سے بالا ہے۔"

تحریف بائبل پر علماءِ عیسائیت کی شہادتیں

پہلا گواہ:۔ مشہور و معروف پادری ریورنڈ جیمز سینڈ ڈو ایم۔ اے۔ ڈی۔ ڈی نے اگست ۱۹۲۳ء کے رسالہ "ماڈرن ریویو" میں بائبل کی موجودہ کیفیت پر ایک مبسوط مضمون لکھا تھا۔ چند فقرات اس میں سے ہم درج ذیل کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:۔

"ہمارا اب تک خیال تھا کہ بائبل کی کتابیں اس صورت میں خدا تعالیٰ کے یہاں سے نازل ہوئی ہیں۔ اور انکی آمد کی وجہ سوائے اس کے کسی کو معلوم نہیں ہے اور نہ دوسری کتابوں کی طرح اس کا سبب تالیف معلوم ہے۔ لیکن یہ سراسر ہماری غلطی تھی۔"

پھر لکھتے ہیں:۔

"یہ ایک تعجب انگیز حقیقت ہے۔ بائبل کی اکثر کتابوں کے مصنفین کے نام معلوم نہیں ہیں مگر اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ بعض کتابیں ایک ایک شخص کی لکھی ہوئی نہیں ہیں بلکہ مختلف اشخاص کی تحریرات کا مجموعہ ہیں۔ اور پھر وہ بھی ایک وقت کی نہیں بلکہ ان میں اختلافِ زمانہ بھی ہے معلوم ہوتا ہے کہ وقتاً فوقتاً ان میں تبدیلی ہوتی رہی ہے۔"

پھر لکھتے ہیں:۔

"ہم حضرت موسیٰ کی کتب خمسہ کے متعلق جانتے ہیں کہ ان کے عالمِ وجود میں آنے میں صدیاں لگی ہیں پیشین گوئیوں کی اکثر کتابوں میں بعد کی تحریرات ملی ہیں۔"

پھر لکھتے ہیں:۔

"کتاب یسعیاہ کے متعلق ہم کو معلوم ہے کہ دو آدمیوں کی تصنیف ہے۔ اور انمیں سے ہر ایک دوسرے سے تقریباً ۱۵۰ سال دور ہے۔ کتاب زکریا میں تین مختلف

پیغمبروں کی تحریرات میں کتاب امثال پر حضرت سلیمانؑ کا نام ہے ممکن ہے کہ یہ ایک مختصر طریقہ انہی کے زمانہ میں شروع ہوئی ہو لیکن وہ اس وقت جس صورت میں ہے وہ یقیناً صدیوں کا نتیجہ ہے۔ یا یوں کہیئے کہ وہ بنی اسرائیل کے صدیوں کے تجربوں کے نتائج ہیں "

ڈاکٹر صاحب غور فرمائیں، کہ وہ کتابیں جو صدیوں کے تجربات کا نتیجہ ہوں انکو ایک خاص انسان کیطرف منسوب کرنا کیا قرین انصاف ہے؟ پادری صاحب آگے لکھتے ہیں:۔

"عہد نامہ جدید میں انجیل صدیوں میں موجودہ صورت میں آئی ہے۔ اور اس میں اضافہ در اضافہ کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں۔"

"کتاب اعمال اور کتاب مکاشفہ میں تو اضافوں اور نظر ثانیوں کے صاف ثبوت ملتے ہیں" (منقول از معارف ۱۹۴۲ء)۔

ہمیں امید ہے کہ ڈاکٹر صاحب اس گھر کے بھیدی کی گواہی کو صحیح تسلیم کریں گے۔

گواہ ثانی:۔ بلفاسٹ (آئرلینڈ) کے حق گو عالم جے پارکنسن صاحب جو جنم سے عیسائی تھے، بائبل کے غیر محفوظ ہونے کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:۔

"بائبل بھی اپنی الہامی حیثیت کو کھو چکی ہے۔ اب گرجاؤں کے پادریوں کی نظر سے بھی یہ کتاب گر چکی ہے۔ پہلے اس کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جاتا تھا کہ یہ ایک محفوظ کتاب ہے جو تمام غلطیوں سے پاک ہے۔ لیکن اب یہ عقیدہ متروک ہو چکا ہے۔ یہ کتاب اغلاط و اختلافات سے پُر ہے اور نہ صرف علمی غلطیاں اسمیں پائی جاتی ہیں، بلکہ تاریخی غلطیاں بھی اس میں بے شمار ہیں۔ وہ مختلف گمنام مصنفوں کی تحریروں کا ایک مجموعہ ہے۔ پہلے یہ جائز نہیں سمجھا جاتا تھا کہ اس پر کوئی نکتہ چینی کیجائے، مگر اب بیر کھلے دل سے نکتہ چینی کیجاتی ہے، اور محققین نے اب اس کو نکتہ چینی کی مقراض سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔"

پھر لکھتے ہیں:۔

"بائبل کی پہلی پانچ کتابیں جو موسیٰ کی پانچ کتابیں کہلاتی ہیں، اب انکو موسیٰ کی تالیف نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ انکی نسبت یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ بہت ہاتھوں اور بہت سے مختلف خیالات کا نتیجہ ہیں" (منقول از رسالہ تشحیذ الاذہان۔

تیسرا گواہ :- انسائیکلو پیڈیا ببلیکا جو ایک شخص کی تالیف نہیں ، بلکہ بہت سے قابل اور مشہور پادریوں نے ملکر خوب صلاح و مشورہ سے مرتب کیا ہے۔ انہوں نے بائبل کے متعلق مندرجہ ذیل فتویٰ دیا ہے :-

" عرصہ دراز ہونے کو آیا ہے ، جب یہ شکوک پیدا ہوئے تھے کہ آیا پہلی پانچ کتابیں حضرت موسیٰ کی اپنی لکھی ہوئی ہیں یا نہ ؟ لیکن سترہویں صدی عیسوی میں یہ شکوک اس قدر مضبوط ہو گئے کہ ان کا دبانا امر محال ہو گیا۔ یہ بات مشاہدہ میں لائی گئی ہے ، کہ موسیٰ صیغہ متکلم میں نہیں بولتے بلکہ کوئی اور شخص ان کا ذکر صیغہ غائب میں کرتا ہے۔ اور اس شخص کا زمانہ بھی موسیٰ سے بہت عرصہ بعد کا ہے ... . گنتی باب ۱۲ میں کہا گیا ہے کہ " اب تک بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی نہیں اٹھا " تو ضرور مصنف کوئی ایسا آدمی ہے جو حضرت موسیٰ کے پیچھے اور بہت انبیاء کے آچکنے کے بعد ہوا۔ اور جب اس زمانہ (سترہویں صدی) میں توجہ دلائی گئی ، کہ تورات کے واقعات ، مساوات و نقل اور تکرار میں متضاد ہیں تو یہ خیال دلوں سے نکل گیا کہ پہلی پانچ کتابوں کا مصنف کوئی واحد شخص ہے " (جلد ۲ کالم ۲۰۴۵ و ۲۰۴۶) ۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ :-

" پہلی کتابوں میں روایات کے بڑے ذخیرے کا صرف ایک حصہ درج تھا ، پڑھانے والوں نے اور نئی نئی باتیں ایزاد کر دیں "

اب ڈاکٹر صاحب غور فرمائیے کہ کیا خود مسیحی علماء اور مصنفین اس امر پر شہادت نہیں دے رہے ، کہ موجودہ بائبل محرف و مبدل ہو چکی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب مسلمان ہوتے ہوئے بائبل کی اسقدر پرزور لیکن بے اثر و بیجا حمایت جو کہ بے فائدہ ہے نہ کریں گے۔ کیونکہ ڈاکٹر صاحب کے بیانات تب قابل غور ہو سکتے ہیں جبکہ خود مسیحی علماء اور مصنفین بائبل کے متعلق یہ بیانات لکھیں کہ وہ محرف و مبدل نہیں ہوئی۔ لیکن ڈاکٹر صاحب الٹا طور پر یوں اپنا راگ الاپ رہے ہیں کہ ابتک بائبل محرف و مبدل نہیں ہوئی ! مدعی سست گواہ چست والی مثال ڈاکٹر صاحب پر پورے طور سے صادق آتی ہے۔

یاد رہے کہ قرآن مجید اُمیوں میں نازل ہوا ہے۔ لیکن اس کی حفاظت چونکہ خدا نے اپنے

ذمہ لی ہوئی تھی۔ اس لئے اس کا ابتک ایک شعشہ تک نہ تبدیل نہو سکا لیکن بائبل اپنے زمانہ کی علمی قوموں میں نازل ہوئی۔ لیکن چونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خدا نے نہیں لیا تھا، اس لئے امتدادِ زمانہ کی وجہ سے محفوظ نہ رہ سکی۔ میور اس کے متعلق کیا ہی بحسرت الفاظ لکھتا ہے۔ ترجمہ :۔

"مسلمانوں کی بالکل پاک اور غیر تبدیل شدہ کتاب اور ہماری کتب کے مختلف نسخوں کے باہمی اختلاف کا مقابلہ بالکل ایسا ہی ہے، جیسے کہ دو ایسی چیزوں کا مقابلہ کیا جاوے جن میں باہمی کوئی بھی مشابہت نہیں۔"

یہ شہادت تو میور کی بائبل کے محرف و مبدل ہونے پر روشن دلیل ہے۔ لیکن اچھا ہوگا کہ ہم میور کی رائے قرآن مجید کے متعلق بھی زیب قرطاس کر دیں۔ لکھتا ہے :۔

"اس کے علاوہ ہمارے پاس ہر قسم کی ضمانت موجود ہے، اندرونی شہادت کی بھی اور بیرونی کی بھی، کہ یہ کتاب (قرآن) وہی ہے جو خود محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دنیا کے سامنے پیش کی تھی، اور اسے استعمال کیا کرتے تھے۔" (از کتاب لائف آف محمدؐ)۔

یہ دو شہادتیں بطور نمونہ مشتے از خروارے درج کی گئی ہیں۔ اور یہ شہادتیں اسلام کے دشمنوں میں سے ایک کی ہیں، اور اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ۔ کاش! ڈاکٹر صاحب اب بھی غور و تدبر سے کام لیکر محرف و مبدل بائبل کی بیجا حمایت سے کنارہ کش ہو جائیں۔

پانچواں گواہ :۔ مشہور جرمن محقق اور مورخ استناہلن کا بیان ہے کہ :۔

"کتاب یسعیاہ باب ۴۰ سے باب ۶۶ تک یسعیاہ نبی کی تصنیف نہیں۔" (کاکرن صاحب کا رسالہ ص۳۱)۔

چھٹا گواہ :۔ مسیحی کلیسیا کے نامور پروفیسر ہارن صاحب رقم طراز ہیں کہ :۔

"عہد عتیق کی کتابیں دراصل عبرانی زبان میں ہیں، اور وہ دو ناموں سے پکاری جاتی ہیں۔ ایک گرافس (یعنی وہ جن کو خود صاحب الہام نے الہام کے ماتحت لکھا) وہ سب نسخے ناپید اور برباد ہو گئے ہیں اور اب انمیں کوئی نہیں۔ دوسرا اپوگرافس (یعنی اصل نسخوں کی نقل)، انکی دو قسمیں تھیں۔ ایک قدیم جو یہودیوں میں بہت معتبر مانی جاتی تھیں۔ انکو زمانہ نے معدوم کر دیا۔ دوسری نئی سرکاری یا خانگی کتب خانوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے معبدوں کے کام میں آنیوالی علیحدہ اور عام لوگوں کے

استعمال میں آنیوالی علیحدہ ہیں۔" (ہارن صاحب کا انٹروڈکشن جلد دوم باب ۲/۱۰)
یہی فاضل مسیحی متی ۱۲/۴۵ کی نسبت رقمطراز ہے کہ :۔
"یہ عبارت ۱۶۱ یونانی نسخوں میں نہیں پائی جاتی۔"
"نامۂ اول کرنتھیان ۱/۸ کی عبارت بھی کوڈکس الیگزنڈریانوس اور والمی کانوس اور دیگر بارہ نسخوں میں اور کئی ایک ترجموں اور اکثر حوالوں میں نہیں پائی جاتی۔ اسکو بھی گرسباخ نے متن سے خارج کردیا ہے۔" (ہارن صاحب کا انٹروڈکشن جلد ۲ صفحہ ۳۲۵)۔
پھر یہی صاحب اپنی تفسیر کی جلد ۲ کے صفحہ ۳۹۹ میں مندرجہ ذیل مقامات کے متعلق رقمطراز ہیں کہ ان میں عبرانی متن خراب ہوگیا ہے :۔
"ملاکی ۲/۱، میکاہ ۵/۲، زبور ۸/۱۱، عاموس ۹/۱۱-۱۲، زبور ۴۵/۶-۸ و ۱۱۵/۴۔"
پھر لکھتے ہیں :۔
"بلاشبہ بعض خرابیاں (تحریفات) جان بوجھ کر ان لوگوں (پیروان بائبل) نے کی ہیں جو دیندار مشہور تھے، اور اس کے بعد انہیں خرابیوں کو ترجیح دیجاتی تھی تاکہ اپنے مطلب کو قوت دیں یا ان پر اعتراض وارد نہ ہونے دیں۔" (تفسیر ہارن صاحب جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ مطبوعہ ۱۸۵۲ء)
جب ہارن صاحب جیسے بہت بڑے مفسر اور نامی فاضل بائبل میں جا و بیجا تحریف و نقصان و ایزاد کا اقبال کر رہے ہیں، تو ڈاکٹر صاحب کا اس امر پر اصرار اور ضد کرنا کہ بائبل میں قطعاً تحریف نہیں ہوئی، خام دعوٰی نہیں تو اور کس امر کا ثبوت ہے؟
یہاں تک تو یورپین پادریوں کے بیانات درج کئے گئے ہیں، اس لئے اب ہم دیسی پادریوں کی اہم شہادات سے جو کہ بائبل کے محرف و مبدل ہونے پر براہین ساطعہ ہیں، قارئین کرام کو روشناس کراتے ہیں۔ پادری اکبر مسیح صاحب جو مشہور مناظر تھے، اور جن کی تحریرات کو عیسائی حلقوں میں خاص وقعت دیجاتی تھی۔ اپنی ایک کتاب میں رقمطراز ہیں :۔
"مثل مکاشفات کے ہم اس خط (عبرانیوں) کو بھی رسولی تصنیف نہیں سمجھتے۔ بہت سے تثلیثی عالم ہمارے ہمخیال ہیں۔" (الوہیت مسیح و تثلیث کی تنقیح حاشیہ صفحہ ۱۰۴)۔
جن لوگوں کو عیسائیوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے، وہ جانتے ہیں کہ عیسائی مناظر تثلیث کے

ثبوت کے لئے خط یوحنا ۱ باب ۵ آیت ۷ کی یہ عبارت پیش کیا کرتے ہیں کہ :-

"تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں۔ باپ اور کلام اور روح القدس، اور تینوں ایک ہیں"

لیکن اس کے متعلق پادری اکبر مسیح صاحب مذکورہ بالا کتاب کے صفحہ ۲۵۱ و ۲۵۲ میں لکھتے ہیں کہ

"ہمارے علماء (توحیدی عیسائی۔ یونی ٹیرین) شروع سے پکارتے آئے کہ اس غیر انجیلی آیت کو انجیل کے متن سے خارج کردو۔ چنانچہ مشہور و معروف مسیحی فیلسوف سر آئزک نیوٹن نے اس آیت کے غیر انجیلی ہونے پر ایک رسالہ لکھا تھا۔ مگر تثلیث کے حامی نہیں مانتے تھے۔ پر کیتھک، آخر ترک کرنا پڑا"

پھر انہی صفحات پر لکھتے ہیں کہ :-

"ہمارے علماء نے اس طرح سینکڑوں اصلاحیں کی ہیں، اور ہمارے مخالف ایک وقت تک انکو نامنظور کرتے رہے، مگر اب روز بروز ہمارے وجوہ سے تسلیم کئے جاتے ہیں اور بہت سے تسلیم کر بھی لئے گئے"

ڈاکٹر صاحب غور فرمائیے کہ کیا اب بھی آپ اندھا دھند بائبل کے غیر محرف و مبدل ہونے کی بیجا حمایت کریں گے؟ یہ شہادات کوئی ہماری اختراعات نہیں، بلکہ یہ تمام بیانات علماء مسیحیت کے ہیں۔ اور انکو جتنا علم اپنے مذہب کے متعلق ہے اتنا علم ڈاکٹر صاحب کو نہیں۔ تو پھر ڈاکٹر صاحب یہ ادعائے باطل کس طرح کر سکتے ہیں کہ بائبل میں تحریف نہیں ہوئی۔ خدارا غور فرمائیے کہ کیا الہامی کتب الٰہی اصلاح کی محتاج ہوا کرتی ہیں؟ حاشا و کلا ہرگز نہیں۔ بلکہ یہاں تو معاملہ ہی سرے سے دگر گوں ہے کہ صدیوں سے بائبل انسانی اصلاح کی محتاج چلی آرہی ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب ہیں کہ ابتک کہے چلے جاتے ہیں کہ ابھی بائبل تو محرف و مبدل نہیں ہوئی۔ اور اپنے اس باطل خیال کو مستحکم کرنے کے لئے اسقدر جسارت و دلیری کا اظہار کیا کہ آیات فرقانیہ کا ایسا مطلب اخذ کر لیا جو کہ راہ صواب سے کوسوں دور ہے۔

دوسرا گواہ :- یہ پادری عماد الدین لاہزڈی ہے۔ یہ بھی بائبل میں تحریف و جعل کو ماننے پر مجبور ہوئے، چنانچہ انجیل متی کی تفسیر صفحہ ۹۲ پر لکھتے ہیں کہ :-

"الفاظ بادشاہت قدرت و جلال متی ۶/۱۳ بعض قدیم نسخہ جات میں نہیں ہیں اور بعض میں ہیں۔ اس کا سبب ٹھیک معلوم نہیں ہے، پر قیاس کیا جاتا ہے کہ یا تو سہو کاتب

سے بعض میں رہ گئے یا بعض میں حاشیہ سے زائد ہو گئے۔"

سبب معلوم ہو یا نہ ہو مگر یہ تو درست ہے تا کہ یہ الفاظ اصل متن میں صدیوں تک شامل رہے، اور انہیں الہامی کلام ہی سمجھا جاتا رہا۔پس اب ان الفاظ کو جزو متن نہ ماننا یہ ثابت کرتا ہے کہ انجیل میں غیر معلوم زمانہ میں کسی غیر معلوم شخص نے یہ الفاظ اپنی طرف سے زائد ملا دیئے، اور اسی کا نام الحاق اور جعلسازی ہے۔"

قارئین کرام! آپ نے یورپین علماء عیسائیت اور دیسی پادریوں کے تمام بیانات اور تحریرات کو پڑھا۔ ایسی واضح اور صاف عبارات کے ہوتے ہوئے مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔ بالآخر ہمارا روئے سخن ڈاکٹر صاحب کی طرف ہے کہ کیا وہ اب بھی بائبل کے متعلق اس باطل خیال سے کہ وہ محرف و مبدل نہیں ہوئی، بیزاری کا اظہار نہ فرماویں گے؟

مضمون کو پایہ تکمیل تک پہنچانے سے پہلے ہم یہ امر ضروری خیال کرتے ہیں کہ قارئین کی تسکین کو بطور نمونہ مشتے از خروارے بائبل کے ان محرف و مبدل حوالجات سے بھی آگاہ کیا جاوے جو کہ روز روشن کی مانند اس امر پر شاہد ہیں، کہ بائبل انسانی دست برد کا شکار ہو کر اپنی الہامی حیثیت کھو چکی ہے۔ اور بائبل کا محرف و مبدل ہونا قرآن مجید کی اس عظیم الشان پیشگوئی یعنی لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ (انبیاء) کو ہر لحہ و ہر لحظہ سچا ثابت کرتا ہے۔ چنانچہ علمائے مسیحیت جب بھی غور و خوض اور کانٹ چھانٹ کے بعد بائبل کا پہلے سے دوسرا ایڈیشن شائع کرتے ہیں، تو ساتھ ہی خداوند عزیز و غالب کی اس پیشگوئی کی حقانیت اور صداقت پر مہر تصدیق اپنے ہاتھوں ثبت کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف خدا تعالیٰ نے جو وعدہ حفاظت قرآن مجید کے متعلق اس آیت کریمہ یعنی اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر) کے ذریعہ کیا ہے۔ اسکو پورا ہوتے دیکھ کر یہ امر ہمارے لئے ازدیاد ایمان کا موجب ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

(۱) بائبل مطبوعہ لنڈن اردو ٹائپ ۱۸۸۵ء متی باب ۱۷ آیت ۲۱ "مگر اس طرح کے دیو بغیر دعا اور روزہ کے نہیں نکالے جاتے۔" درج ہے لیکن اس کے بعد کے ثبت شدہ ایڈیشنوں سے یہ آیت خارج کر دی ہے۔

(۲) متی ۱۸/۱۱ "کیونکہ ابن آدم آیا ہے کہ کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈ کے بچائے۔" نسخہ مطبوعہ لنڈن ۱۸۸۵ء لیکن بعد کے نسخوں سے یہ آیت تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل سکتی۔

(۳) متی ۲۳ باب ۱۴ ''اے ریاکار فقیہو فریسیو! تم پر افسوس کہ بیواؤں کے گھر نگل جاتے اور مکر سے لمبی چوڑی نماز پڑھتے ہو اس سبب سے تم زیادہ سزا پاؤ گے'' مطبوعہ ۱۸۸۶ء۔ اب یہ آیت بھی مابعد کے ایڈیشنوں میں پائی نہیں جاتی۔

(۴) مرقس ۷ باب ۱۶ ''اگر کسی کے کان سننے کے ہوں تو سُنے'' مطبوعہ ۱۸۸۶ء۔ یہ تو مختصر سی آیت لیکن بعد کے نسخوں میں نہیں پائی جاتی۔

(۵) مرقس ۹ باب ۴۴ ''جہاں ان کا کیڑا نہیں مرتا اور آگ نہیں بجھتی'' مطبوعہ ۱۸۸۶ء لیکن بعد کے مطبوعہ ایڈیشنوں سے یہ آیت بھی غائب ہے۔

(۶) یوحنا ۵ باب ۴ یوں درج ہے:۔ ''کیونکہ ایک فرشتہ بعضے وقت اس حوض میں اتر کے پانی کو ہلاتا تھا اور پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اسمیں اترتا کیسی ہی بیماری میں گرفتار رہا ہو اس سے چنگا ہو جاتا تھا'' مطبوعہ ۱۸۸۶ء۔ یہ آیت پہلے تمام ایڈیشنوں میں بتمام وکمال موجود ہے لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسپر زبردست اعتراضات کئے۔ تو علمائے مسیحیت سے جواب باصواب تو نہ بن سکا۔ ہاں انہوں نے اپنی بھلائی اسی میں دیکھی کہ اس آیت کو سرے سے غائب ہی کر دیں۔ چنانچہ یہ آیت بعد کے نسخوں میں نہیں ملتی۔ فتدبر!

(۷) متی ۱۲ باب ۴۰ میں وارد ہے: ''کیونکہ یونس تین رات اور تین دن (   ) مچھلی کے پیٹ میں رہا ویسا ہی ابن آدم تین دن اور تین رات زمین کے اندر رہے گا'' انگریزی ایڈیشن مطبوعہ لندن ۱۸۷۵ء۔ قارئین کرام اس آیت میں اس طرح تحریف کی گئی ہے کہ فقرہ ''تین دن اور تین رات'' کی بجائے بعد کے انگریزی اور اردو ایڈیشنوں میں یہ فقرہ یوں ہے: ''کیونکہ جیسا یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ الخ'' متی ۱۲ باب ۴۰ اس آیت میں تحریف کی وجہ یہ پیش آئی تا کہ یونس کے نشان کے ساتھ حضرت مسیح کا نشان مطابق ہو جائے کیونکہ حضرت مسیح جمعہ کے روز صلیب دئے گئے اور اتوار کی صبح قبر میں موجود نہ پائے گئے۔ تین دن اور تین رات نہ بن سکے اس لئے علمائے مسیحیت نے اپنی بھلائی اسی میں دیکھی کہ آیت کو ہی محرف کر دیں۔

ہم حیران ہیں کہ باوجود اس کے کہ عیسائی اپنے ہاتھوں سے ہی کمی بیشی بائبل میں کر رہے ہیں اور وہ زبان حال وقال سے اس امر کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ اور خود بائبل اس امر حق کی گواہی دیتی ہے کہ وہ انسانی دست برد کا شکار ہو کر اپنی الہامی حیثیت کو کھو چکی ہے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کی نگاہ میں ''آئین نطرت'' کا نفاذ تبھی ہو سکتا ہے جبکہ ہم محرف و مبدل بائبل میں کسی قسم کی تحریف وجعل کو ثابت نہ کریں لیکن افسوس کہ یہ امر ہمارے اختیار میں نہیں۔ جبکہ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہودی اپنی کتاب کے حرفوں کو

اداریہ :-

ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب کے مضمون "آئین فطرت" کے جواب کی ایک قسط ناظرین ریویو آف ریلیجنز کے گذشتہ اشاعت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور دوسری قسط اس جواب کی اسی رسالہ میں دوسری جگہ نظر سے گذریگی۔ ڈاکٹر غلام جیلانی صاحب کا یہ خیال انکے مسلمان ہونیکی حیثیت سے ایک بہت عجیب اور بودا خیال ہے کہ انبیاء سلف کی لائی ہوئی کتب مقدسہ آجتک اپنی اصلی اور صحیح حالت میں دنیا میں موجود ہیں اور یہ کہ اسلام کو اور قرآن کریم کو ان پر کوئی بزرگی اور برتری حاصل نہیں۔ اس نظریہ کے ثبوت میں انہوں نے دلیل یہ دی کہ خدا کی طرف سے آیا ہوا کوئی مذہب غلط نہیں ہوسکتا اور چونکہ کتب مقدسہ مثلاً تورات، انجیل اور وید وغیرہ خدا کی نازل کردہ ہیں اور ان کتابوں پر مبنی مذاہب من جانب اللہ ہیں اس لئے یہ باور کرنا عقل مندی نہیں کہ خدا نے ان مذاہب کو غلط شریعت یا غلط عقاید پر قائم کیا۔ اور چونکہ وہ صداقت پر مبنی ہیں اور اسلام بھی اسی صداقت کو پیش کرتا ہے، اس لئے اس میں اور ان دوسرے مذاہب میں کوئی فرق نہیں۔

غلط عقاید اور غلط شریعت تو جیسا کہ ان دو قسطوں میں شیخ غلام مجتبیٰ صاحب نے واضح کیا، انسانی تحریف کے نتیجہ میں پیدا ہوئے۔ باقی ڈاکٹر صاحب کا نظریہ یہانتک تو بالکل درست ہے کہ مذکورہ بالا کتب مقدسہ خدا تعالےٰ کی نازل کردہ ہیں اور وہ مذاہب جن کی بنیاد ان کتب پر ہے، وہ بھی منجانب اللہ ہیں۔ مگر بایں ہمہ اس میں شک نہیں کہ اسلام ان تمام مذاہب سے بہت افضل اور بہت بڑھ کر ہے۔

یہ بہت وسیع مضمون ہے اور ایک مختصر نوٹ میں اس پر سیر کن بحث ممکن نہیں۔ مگر اتنا تحریر کرنا ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کے نازل کردہ مذاہب میں بھی گو کہ وہ سب صداقت پر مبنی ہوں، ایک ایک سے افضل ہوسکتے ہیں کیونکہ مذہب کے دو پہلو ہوتے ہیں، ایک اسکی اخلاقی تعلیم اور دوسرے ذات باری کے متعلق عرفان جو وہ پیدا کرتا ہے۔ یہ دونوں پہلو مذہب کے اسقدر وسعت رکھتے ہیں اور ایسے ایسے باریک امور پر مشتمل ہیں کہ انپر مکمل و مفصل بحث اگر انسانی ارتقاء کی ابتداء ہی میں انسان کے سامنے رکھدی جاتی، تو بجائے فائدہ اٹھانے کے وہ نقصان میں پڑجاتا۔ کیونکہ ذہنی ارتقاء کی ان ابتدائی منازل میں انسانی دماغ ان باریکیوں کے ادراک کے قابل نہ تھا۔ اگر یہ چیزیں قبل از وقت انسان کے سامنے آجاتیں جنپر عبور آج بھی اس کیلئے آسان نہیں تو نقصان لازم تھا۔ پس ابتدائی مذاہب تھے تو خدا کیطرف سے، مگر انکی تعلیم دربارہ اخلاق و دربارہ صفات باریتعالیٰ صرف موٹی موٹی باتوں پر مشتمل تھی جن کا فہم اسوقت کے انسان کے لئے مشکل نہ تھا۔ گویا ابتداء میں جو مذہب بنی نوع انسان کو دیا گیا۔ وہ مذہب کامل کا ایک بہت مختصر اور عام فہم خاکہ یا ڈھانچہ تھا۔ یہ کامل مذہب خود اسلام ہی جس کے متعلق قرآن کریم میں اليوم اكملت لكم دينكم وارد ہے۔ اور ظاہر ہے کہ گو خاکہ اور ڈھانچہ اصل سے الگ یا جدا نہیں مگر خاکہ خاکہ ہی ہے اور اصل مکمل تصویر کی شان اور اسکا مقام خاکے اور ڈھانچے سے کہیں بلند ہے۔ پس یہ دونوں باتیں درست ہیں اور انمیں کوئی تضاد نہیں۔

وصایا

نوٹ:۔ یہ وصایا بغرض منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں۔ تا اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو۔ تو دفتر کو اطلاع کرے۔ سکریٹری بہشتی مقبرہ

نمبر ۶۸۲۳ :۔ منکہ حیات محمد ولد خان محمد صاحب قوم جٹ پیشہ نقیب مسجد احمدیہ لاہور عمر ۔۔ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۴ء سکنہ ساکن دھیرکے کلاں ڈاکخانہ گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج تاریخ ۔۔ ۱۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں موضع دھیرکے کلاں میں ہم چار بھائیوں کے پاس ۱۰ گھماؤں اراضی مشترکہ ہے جس کے ¼ حصے کا میں مالک ہوں۔ یہ چار گھماؤں اراضی میرے قبضہ میں ہے گو کاغذات پٹواری میں تاحال دیگر بھائیوں کیساتھ مشترکہ ہے۔ اور میرے نام پر منتقل نہیں ہوئی۔ اس چار گھماؤں اراضی کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ علاوہ ازیں میرا ایک رہائشی مکان موضع دھیرکے میں واقعہ ہے۔ جو میں نے اپنی بیوی کو بعوض حق مہر اُسے دیدیا ہوا ہے۔ اور کوئی غیر منقولہ جائیداد نہیں۔ اسوقت میں جماعت احمدیہ لاہور کا ملازم ہوں۔ اور مجھے ۲۵ روپے ماہوار تنخواہ اور پانچ روپے مہنگائی الاؤنس ملتا ہے جس کا ⅒ حصہ انشاء اللہ تازیست ادا کرتا رہوں گا اور وصیت کرتا ہوں۔ اور جو جائیداد میرے مرنے کے بعد ثابت ہو۔ اس کے ⅒ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ العبد :۔ حیات محمد نقیب مسجد احمدیہ بیرون دہلی دروازہ لاہور۔ گواہ شد : محب الرحمن سکریٹری تعلیم و تربیت لاہور۔ گواہ شد :۔ عبدالکریم سکرٹری مال لاہور۔

نمبر ۶۸۰۸ :۔ منکہ نور داد ولد کرم الدین صاحب مرحوم قوم گوجر پیشہ ملازمت عمر ۳۳ سال تاریخ بیعت خلافت ثانیہ ساکن کھاریاں ڈاکخانہ خاص ضلع گجرات پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۶ ماہ احسان ہش ۱۳۲۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری غیر منقولہ جائیداد اس وقت چار بیگہ زمین قیمتی ایک ہزار روپیہ واقعہ کھاریاں ہے۔ اس کے علاوہ ایک مکان واقعہ کھاریاں ہے جس کی مکانیت دو پختہ کمرے چھ مرلہ زمین ہے۔ میں ہر دو کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میرا گذارہ موجودہ صورت حالات میں میری ماہوار آمدن پر ہے جو کہ فی الحال پندرہ روپے ماہوار مع الاؤنس ہے۔ میں اس کے بھی ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ اگر میں مذکورہ بالا جائیداد کے علاوہ کوئی اور جائیداد پیدا کروں یا میرے مرنے کے بعد اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اُس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میں اپنی آمدن کی کمی بیشی کی اطلاع دفتر مقبرہ بہشتی کو دیتا رہوں گا۔ العبد :۔ نور داد خان کارکن تالیف و تصنیف قادیان۔

گواہ شد:- غلام حسن الفریدی گھٹیالیاں۔ گواہ شد:- لعنت اللہ گرلن گھٹیالیاں

نمبر ۶۸۱۹ :- منکہ علی احمد ولد سردار خان قوم جٹ پیشہ کاشتکاری عمر ۴۵ سال پیدائشی احمدی ساکن رسول پور بھٹیاں ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹۴۳/۴/۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اراضی اس وقت ۵ گھماؤں ایک کنال ہے جس کی قیمت تقریباً دو ہزار روپیہ ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی جائیداد نہیں ہے۔ جب تک حصہ وصیت ادا نہ کروں گا آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہونگا۔ مبلغ دوصد روپیہ اگر اپنی زندگی میں ادا نہ کروں تو مرنے کے بعد میرے وارثوں سے صدر انجمن احمدیہ قادیان کو وصول کرنیکا حق ہوگا۔ نوٹ:- قیمت اراضی یا جائیداد کی کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہونگا۔ انشاءاللہ۔ نیز میرے مرنے پر جس قدر میری جائیداد ثابت ہوگی اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:- علی احمد موصی۔ گواہ شد:- منشی احمد ولد علی احمد۔ گواہ شد:- علی محمد موصی و صحابی گکھا نواں۔

نمبر ۶۸۰۹ :- منکہ امۃ الرشید شوکت زوجہ ملک سیف الرحمٰن صاحب قوم راجپوت بھٹی پیشہ طالبعلمی عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دارالرحمت بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲/۴/۴۵ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اسوقت کوئی غیر منقولہ جائیداد نہیں۔ منقولہ جائیداد میں سے حسب ذیل زیورات میرے پاس ہیں۔ کانٹے ایک جوڑی طلائی وزنی نصف تولہ موجودہ قیمت للعہ روپے۔ بندی طلائی ایک عدد وزنی ایک تولہ قیمتی ۸۰ روپے۔ انگوٹھیاں طلائی دو عدد وزنی ۹ ماشے قیمت ساٹھ روپے۔ اس کے علاوہ مبلغ پانچسو روپیہ نصف جس کے اڑھائی سو ہوتے ہیں میرا مہر ہے۔ جو ابھی میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔ میں مذکورہ بالا منقولہ جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ ادائیگی وصیت کے وقت جو قیمت مذکورہ بالا زیورات کی بازار میں پڑیگی۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ میں ادا کر دونگی۔ نیز مجھے تحریک جدید کی طرف سے مبلغ عــہ روپے ملتے ہیں۔ میں اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ جو ماہ بماہ ادا کرتی رہوں گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم حصہ جائیداد کے طور پر خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرا دوں تو وہ رقم میری جائیداد کے حصہ سے منہا کر دی جائیگی۔ میرے مرنے پر اگر کوئی اور میری جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ:- امۃ الرشید شوکت۔ گواہ شد:- ملک سیف الرحمٰن واقف زندگی خاوند موصیہ دارالمجاہدین۔ گواہ شد:- چراغ دین والد موصیہ۔

[illegible] ساکن [illegible] ولد [illegible] خان قوم اعوان پیشہ مزدوری عمر ۲۴ سال تاریخ بیعت
[illegible] ڈاکخانہ [illegible] ضلع منٹگمری پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج
بتاریخ [illegible] حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں کیونکہ میرا والد زندہ ہے
میرا گذارہ [illegible] آمد بصورت مزدوری پر ہے جسکا اندازہ موجودہ وقت میں دس روپے ماہوار ہے میں تازیست
اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور اگر کوئی جائیداد اس کے بعد پیدا
کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے
وقت میرا جو متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ لہذا یہ
وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان تحریر کردی ہے کہ سند رہے۔ فقط المرقوم ۲۲ ماہ احسان ۱۳۲۳ ہش
ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ العبد:۔ خان بہادر معرفت سکرٹری جماعت احمدیہ وہاڑی منڈی
ضلع ملتان۔ گواہ شد:۔ چوہدری بشیر احمد سکرٹری جماعت احمدیہ وہاڑی منڈی ضلع ملتان۔ گواہ شد:۔
فیض احمد انسپکٹر بیت المال۔

نمبر ۹۸۱۲:۔ مسماۃ سکینہ بیگم زوجہ چوہدری عبدالرحمن صاحب بی اے قوم الراعی پیشہ ملازمت عمر ۳۰ سال
پیدائشی احمدی ساکن ہرسیاں ڈاکخانہ دیال گڑھ حال چک نمبر ۱۲۷ رکھ ڈاکخانہ خاص ضلع لائل پور بقائمی ہوش
و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۴/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے
مہر مبلغ [illegible] صد روپیہ واجب الادا بذمہ خاوند۔ چوڑیاں طلائی دو عدد وزن ۲ تولہ قیمتی موجودہ ۲۴۰ روپے
سوئی یک طلائی وزنی چھ ماشہ قیمتی موجودہ نرخ ۴۰ روپے۔ کانٹے طلائی جوڑی ۹ ماشہ قیمتی موجودہ نرخ ۹۰ روپے
انگوٹھی طلائی یک عدد قیمتی ۳۰ روپے۔ کل جائیداد ۹۶۰ روپے ہوئی۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن
احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی
رہونگی۔ اور اس جائیداد پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ لیکن میرا گذارہ صرف اس جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار
آمد پر ہے جو اسوقت مبلغ ۳۱ روپے بمعہ الاؤنس ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ
صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی رہوں گی۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں کہ میری
جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی اور اگر
میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں ادا
کر دوں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ الامۃ:۔ داستانی سکینہ بیگم [illegible]
۱۲۷ رکھ ضلع لائلپور۔ گواہ شد:۔ عبدالرحمن خاوند موصیہ ہیڈ ماسٹر چک نمبر ۲۳۲ ج ب ڈاکخانہ خاص ضلع لائلپور

گواہ شد :۔ الیاس الدین والد موصیہ ۔

نمبر ۶۶۰۹ :۔ منکہ شاہ دین ولد چودہری رحیم بخش صاحب قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۴۳ سال پیدائشی احمدی ساکن تلونڈی جھنگلاں ڈاکخانہ قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اسوقت حسب ذیل ہے (۱) زمین ملکیت خود تقریباً ۸ گھماؤں واقعہ موضع مذکور ہے جس کی کل قیمت مبلغ دو ہزار روپے ہے (۲) زمین جو مَیں نے رہن لی ہوئی ہے۔ تقریباً چھ گھماؤں گاؤں مذکور میں ہے۔ زر رہن ۲۴۰۰ روپے ہے۔ (۳) مکان خام واقع گاؤں مذکور قیمتی مبلغ ۲۰۰ روپے ہے۔ میرے ذمہ جو قرض ہے وہ مذکورہ بالا زر رہن میں مبلغ ۵۰۰ روپے مَیں نے اپنی پہلی بیوی کا زیور فروخت کر کے دیا تھا جو کہ واجب الادا ہے۔ میری دوسری بیوی کا مہر مبلغ ۵۰۰ روپے میرے ذمہ واجب الادا ہے۔ یہ تمام قرضہ جو کہ مبلغ ایک ہزار ہے مذکورہ بالا جائیداد میں سے منہا کر کے باقی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اس جائیداد پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی لیکن میرا گذارہ صرف اس جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر بھی ہے۔ جو اسوقت ۴۳ روپے ۱۲ آنے ہے۔ مَیں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا اور وصیت کرتا ہوں کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کردوں تو اس قدر روپیہ اس کی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ العبد :۔ شاہ دین مدرس تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان۔ گواہ شد :۔ تاج الدین لائلپوری۔ گواہ شد۔ بشیر احمد ونیس مدرس تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان دار الامان۔

نمبر ۶۲۵۸ :۔ منکہ طالعہ بی بی بیوہ شرف دین صاحب قوم قریشی عمر ۶۵ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۴ء ساکن لاہور ڈاکخانہ وطن بلڈنگ ضلع لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۲/۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں اور نہ ہی آمد۔ مَیں اپنے داماد میاں عبد العزیز صاحب مغل احمدیہ مبارک منزل لاہور اور ان کے داماد ماسٹر نذیر حسین صاحب محلہ دار العلوم قادیان رہتی ہوں۔ نابینا ہوں۔ اور بوجہ زیادہ عمر کے کوئی کام نہیں کر سکتی۔ میرا حق مہر ۵۰۰ روپے تھا۔ خاوند غیر احمدی تھا اور ۱۹۲۷ء میں فوت ہوگیا اور حق مہر ادا نہ کر سکا۔ اس وقت میرے پاس طلائی زیورات قیمتی ۵۰۰ روپے کے ہیں میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت یعنی جسکی قیمت

پچاس روپے [illegible] کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر اس میں سے کوئی روپیہ داخل خزانہ کراؤں تو اس قدر روپیہ منہا کر دیا جائیگا۔ الامۃ:۔ نشان انگوٹھا طالع بی بی۔ گواہ شد:۔ ماسٹر [illegible] حسین مدرس مدرسہ احمدیہ۔ گواہ شد:۔ میاں عبدالرحیم بقلم خود۔

نمبر ۶۷۹۵:۔ منکہ مرزا احمد بیگ۔ ولد مرزا بڈھا بیگ قوم مغل پیشہ ۔ عمر ۸۰ سال۔ تاریخ بیعت براہین احمدیہ کا زمانہ ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱ ۳ ۴۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد صرف ایک مکان ہے جس کی قیمت ۴۰۰ روپے ہے۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے سوا میری کوئی جائیداد نہیں۔ اگر میرے مرنے پر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ (نشان انگوٹھا) مرزا احمد بیگ موصی۔ گواہ شد:۔ مرزا بشیر احمد بقلم خود۔ گواہ شد:۔ محمد یامین تاجر کتب قادیان گواہ شد:۔ مرزا دین محمد بقلم خود۔ گواہ شد:۔ مرزا رشید احمد بقلم خود۔ گواہ شد:۔ مرزا مہتاب بیگ بقلم خود

نمبر ۶۸۱۴:۔ منکہ مرزا عبداللطیف ولد مرزا عبدالحق صاحب قوم مغل پیشہ فوجی ملازمت عمر ۲۶ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۵ء ساکن سیالکوٹ ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳ جون ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کچھ نہیں۔ میرا گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے جو بصورت تنخواہ مبلغ ۱۶۰ روپے ماہوار ہے۔ میں انشاء اللہ اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اگر میرے مرنے پر کوئی جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی حقدار صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان جائیداد کی قیمت کے طور پر ادا کروں تو وہ کل رقم واجب الاداء سے منہا سمجھی جائیگی۔ العبد:۔ مرزا عبداللطیف بی۔ اے آنرز کیڈٹ۔ ایچ کمپنی۔ آئی۔ ایم۔ اے ڈیرہ دون حال وارد نئی دہلی۔ گواہ شد غلام احمد بی۔ اے آنرز ٹرانسلیٹر ڈسٹرکٹ کورٹ دہلی۔ گواہ شد:۔ احمد دین احمدی بقلم خود ہیڈ کلرک آرڈیننس کلودنگ فیکٹری دہلی۔ (Ordnance Clothing Factory Delhi)

نمبر ۶۸۰۷:۔ منکہ مرزا اجمل بیگ ولد مرزا ارشد بیگ صاحب مرحوم قوم مغل پیشہ ملازمت عمر ۳۵ سال تاریخ بیعت پیدائشی۔ ساکن قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹ جون ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری غیر منقولہ جائیداد کوئی نہیں

میرا گذارہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو اس وقت مبلغ ۶۰ روپے ہو میں اس کے ۱/۱۰ حصّہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں میں انشاء اللہ زرِ وصیّت ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا۔ میرے مرنے پر اگر کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ مرزا اجمل بیگ قادیان۔ گواہ شد:۔ مرزا مبارک احمد بیت الحمد قادیان۔ گواہ شد:۔ مرزا حمید احمد قادیان۔

نمبر ۶۸۱۷:۔ منکہ غلام نبی ولد قائم علی قوم راجپوت بھٹی پیشہ زمینداری عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۱ء ساکن موضع بکھو بھٹی ڈاکخانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ مئی ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت مندرجہ ذیل ہے۔ میری ملکیت اراضی واقعہ موضع بکھو بھٹی تخمیناً آٹھ گھماؤں ہے اور اراضی رہن لی ہوئی تخمیناً مبلغ چار صد روپیہ کی ہے۔ اور ریاست بہاولپور میں دو مربعہ اراضی غیر مستقل بادائیگی اقساط میں جائیداد مذکورہ بالا کے ۱/۱۰ حصّہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور جائیداد مذکورہ بالا کی آمد کا ۱/۱۰ حصّہ ادا کرتا رہونگا۔ اور جائیداد کی کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہونگا۔ اگر میں اپنی جائیداد کی مقررہ رقم اپنی زندگی میں ادا نہ کر سکوں تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کو حق ہوگا۔ کہ وہ میرے وارثان سے میری جائیداد کا ۱/۱۰ حصّہ وصول کرے۔ نیز میرے مرنے کے بعد اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اس پر بھی یہ وصیّت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ غلام نبی ولد قائم علی بکھو بھٹی ڈاکخانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ۔ گواہ شد:۔ محمد اسلم پسر موصی۔ گواہ شد:۔ علی محمد موصی و صحابی۔

نمبر ۶۸۲۱:۔ منکہ محمد اشرف صحابی ولد فتح محمد قوم جٹ پیشہ ملازمت عمر ۴۸ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۷ء ساکن چک نمبر ۱۱۰/۷ تحصیل و ضلع منٹگمری حال سیالکوٹ شہر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۳/۴۴ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ میرا ایک مربعہ زمین واقعہ چک نمبر ۱۱۰/۷ تحصیل و ضلع منٹگمری میں ہے جس کی اسوقت قیمت تقریباً پانچہزار روپے ہو۔ یعنی زمین ناقص ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میں اس وقت مبلغ چالیس روپے تنخواہ لیتا ہوں جس کا ۱/۱۰ حصہ ماہ بماہ حصّہ وصیّت ادا کرتا رہونگا۔ اور کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہونگا۔ اور مبلغ پانچہزار قیمت مربعہ کا بھی ۱/۱۰ حصّہ ادا کر دونگا۔ نوٹ:۔ قیمت مربعہ کی کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہونگا۔ انشاء اللہ جب تک قیمت حصّہ وصیت مربعہ ادا نہ کروں آمدنی کا ۱/۱۰ حصّہ دیتا رہونگا۔ مبلغ پانصد روپیہ اگر میں ادا نہ کر سکوں۔ تو میرے مرنے کے بعد صدر انجمن احمدیہ قادیان میرے وارثوں سے وصول کرنے کی حقدار ہوگی۔ العبد:۔ محمد اشرف انسپکٹر مارکیٹ سیالکوٹ شہر۔ گواہ شد:۔ علی محمد موصی و صحابی۔

گواہ شد: بشیر احمد بھتیجہ محمد اشرف صاحب۔

نمبر ۶۸۱۸: منکہ حسام الدین ولد باگا خان قوم راجپوت بھٹی پیشہ زمینداری عمر ۶۵ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۰۳ء ساکن بھکھو بھٹی ڈاکخانہ پھلورا ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸/۹/۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اسوقت مندرجہ ذیل ہے۔ میری ملکیت اسوقت تقریباً دس گھماؤں ہے۔ اراضی رہن لی ہوئی تخمیناً مبلغ ۶۰۰ روپیہ کی ہے۔ اور ریاست بہاولپور میں دو مربعہ اراضی غیر مستقل بادائیگی اقساط ہیں۔ جائیداد کی کمی بیشی کی اطلاع انجمن کو دیتا رہونگا۔ جائیداد مذکورہ بالا کی آمد کا ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہونگا۔ اور میں اپنی تمام جائیداد کے ۱/۱۰ حصے کی قیمت انجمن کو دیدونگا۔ یا رہن کر دونگا۔ اگر میں اپنی زندگی میں کچھ حصہ ادا نہ کرسکوں تو انجمن کو حق حاصل ہوگا۔ کہ میرے وارثان سے ۱/۱۰ حصہ وصول کرے۔ نیز میرے مرنے پر اگر کوئی جائیداد ثابت ہوگی۔ تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔

العبد: حسام الدین ولد باگا خاں ساکن بھکھو بھٹی۔ گواہ شد: غلام حسین پسر مومی۔ گواہ شد: علی محمد مومی ذ صحابی

نمبر ۶۸۰۶: منکہ محمد دین ولد احمد دین متوفی قوم گوجر پیشہ ملازمت عمر تقریباً ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن کریم پور ڈاکخانہ نواں شہر ضلع جالندھر پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵/۶/۲۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد ہم تین بھائیوں میں مشترکہ ہے جس میں سے میرا حصہ حسب ذیل ہے منقولہ جائیداد زرعی اراضی تقریباً ۲۴ کنال واقعہ رقبہ موضع کریم پور تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر جس پر مبلغ آٹھ صد روپیہ نصف جس کے چار سو روپے ہوتے ہیں قرض ہے۔ غیر منقولہ جائیداد ایک خستہ مکان معہ صحن واقعہ رقبہ کریم پور جس کی قیمت مبلغ یکصد روپیہ ہے۔ کل جائیداد کی قیمت بعد منہائی قرض تقریباً مبلغ ۱۷۰۰ روپے ہے۔ اور میری ماہوار آمدنی بصورت ملازمت مبلغ اٹھارہ روپے ہے۔ اس کل جائیداد اور ماہوار آمدنی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ بیان کرتا ہوں۔ آمد کی کمی بیشی کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو دیتا رہونگا۔ اگر اس کے علاوہ میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم بطور قیمت حصہ جائیداد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں۔ تو یہ رقم میری واجب الادا سے منہا کردی جائیگی۔ العبد: محمد الدین سپاہی ۷۳۲۳۶ ۱۵/۱۵ پنجاب رجمنٹ ہیڈ کوارٹر کیمپ انبالہ چھاؤنی۔ گواہ شد: محمد عیسٰی ولد احمد دین کریم پور گواہ شد: غلام احمد بلاقی پور ضلع جالندھر۔

نمبر ۶۸۲۵: منکہ صفیہ بیگم زوجہ سید محمد احمد صاحب قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۲۷ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۲/۲۸ حسب ذیل وصیت کرتی

ہوں۔ اسوقت میری جائیداد منقولہ مبلغ ایک ہزار روپیہ مہر جو ابھی میرے خاوند کے ذمہ ہے۔ اور مبلغ ۹۰۰ روپے کا زیور طلائی۔ نیز میں نصرت گرلز ہائی سکول میں مبلغ ۔۔۔ روپے ماہوار پر ملازمہ ۔۔۔ ہوں۔ میں اپنی جائیداد جو مبلغ سولہ صد روپیہ ہے اور ماہوار آمد کے ۱/۱۰ حصّہ کی وصیّت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ ماہوار آمد کا حصّہ انشاء اللہ ماہ بماہ ادا کرتی رہوں گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں زیور اور مہر کا کچھ حصّہ ادا کردوں اور رسید لیلوں۔ تو وہ اس سے منہا سمجھا جائیگا۔ میری وصیّت کے میرے ورثاء پابند ہونگے۔ اس کے علاوہ بھی اگر کوئی اور جائیداد میری وفات پر ثابت ہو تو اس کے ۱/۱۰ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ :۔ صفیہ بیگم۔ گواہ شد :۔ سید محمد احمد شاہ خاوند موصیّہ۔ گواہ شد :۔ میمونہ صوفیہ معلمہ نصرت گرلز ہائی سکول قادیان گواہ شد :۔ انشاء اللہ میں کوشش کرونگا۔ کہ میں اپنی زندگی میں اس کی وصیّت کا حصّہ ادا کردوں سید محمد اشرف گورنمنٹ پنشنر۔

نمبر ۶۸۲۲ :۔ منکہ نور الدین ولد قطب الدین قوم راجپوت کھوکھر پیشہ ملازمت پٹواری عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۷ء ساکن بکھو بھٹی ڈاکخانہ بھلاورہ ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ ۔۔۔ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت مندرجہ ذیل ہے۔ میری تنخواہ ۲۶ روپے ہے اور قحط الاؤنس ۷ روپے کل ۳۳ روپے ہے جسکا ۱/۱۰ حصّہ ادا کیا کرونگا۔ اور ریاست بہاولپور میں میرے دو مربع جات غیر مستقل ہیں جن کی اقساط ادا ہو رہی ہیں۔ اور موضع منڈھالہ تحصیل پسرور میں میری ۱۴ کنال اراضی ہے۔ مگر وہ رہن ہے۔ میرا قبضہ نہیں ہے۔ البتہ مربع جات کی آمد کا ۱/۱۰ حصّہ ادا کر دیا کرونگا۔ اور جائیداد کی کمی بیشی کی بھی اطلاع دے دیا کرونگا۔ میرے مرنے کے بعد جسقدر رقم باقی رہے۔ میرے ورثاء سے صدر انجمن احمدیہ قادیان کو حق ہوگا۔ کہ وصول کرے۔ نیز میرے مرنے پر اگر کوئی جائیداد اور ثابت ہو۔ تو اس پر بھی یہ وصیّت حاوی ہوگی۔ العبد :۔ نور الدین پٹواری درجہ اول ساکن بکھو بھٹی گواہ شد :۔ علی محمد کاٹھانوالی صحابی۔ گواہ شد :۔ حسام الدین۔

تصحیح

نوٹ :۔ ریویو بابت ماہ جون و جولائی میں چوہدری عبد اللطیف صاحب اوورسیر کی وصیّت کا نمبر ۲۷ ۔۔۔ چھپا ہے۔ جو اصل میں ۔۔۔ ۶۷ ہے۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز اردو

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۴۲ | ماہِ شوال سنہ ۱۳۶۲ ہجری مطابق ماہِ اکتوبر سنہ ۱۹۴۳ء | عدد ۱۰

فہرست مضامین

معجزہ

(از حافظ قدرت اللہ صاحب دار المجاہدین)

روئے زمین پر جب گناہوں کی تاریکی اور بدیوں کی ظلمت ہر طرف سے احاطہ کرلیتی ہے اسوقت نور کی شعاعیں ایک طرف سے نمودار ہوتی ہیں، اور آفتاب ہدایت طلوع ہوکر دنیا کو منور کرنے لگتا ہے۔ باغ عالم میں ضلالت و گمراہی کی خزاں کے بعد بہار نبوت رونق افروز ہوتی ہے۔ خدا تعالےٰ اپنی طرف راہ نمائی کے لئے پیغامبر بھیجتا ہے جو اقوام عالم کو دعوت دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ انکی تائید میں معجزات ظاہر فرماتا ہے۔ مافوق العادت افعال و اعمال ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کیونکر ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن اس امر سے کہ وہ ہوتے ضرور ہیں انکار نہیں کرسکتے کیونکہ یہ تاریخی واقعات اور شواہد ہیں جن کا انکار ناممکن ہے۔ یوں تو پیغمبر کی ساری زندگی ہی معجزہ کا رنگ رکھتی ہے۔ جیسے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

"ایک راستباز کی معجزانہ زندگی زمین و آسمان سے زیادہ تر خدا تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرتی ہے"

پھر فرماتے ہیں:۔

"راستباز کی معجزانہ زندگی واقعی طور پر اور مشاہدہ کے پیرایہ میں خدا تعالیٰ کی ہستی کو دکھلاتی ہے" (نصرۃ الحق)

یعنی دیکھنے والوں کے لئے اس کے چشم و ابرو میں، اور سننے والوں کے لئے اس کے لہجہ و آواز میں سمجھنے والوں کے لئے اس کے پیام و دعوت میں اعجاز ہوتا ہے۔ لیکن احساس حقیقت سے ناآشنا لوگوں کو اس سے تسکین نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ مادی اور محسوس نشان کے طلبگار ہوتے ہیں۔

معجزہ کی تعریف

خدا کے برگزیدہ بندوں سے مافوق العادت کیفیات اور اعمال جو صادر ہوتے ہیں، ان کے لئے عام طور پر **معجزہ** کا لفظ بولا جاتا ہے۔ کشف الاصطلاحات میں اسکی یہ تعریف لکھی ہے:۔

"اَلْمُعْجِزَۃُ اِسْمُ فَاعِلٍ مِنَ الْاِعْجَازِ وَھُوَ فِی الشَّرْعِ اَمْرٌ خَارِقٌ لِلْعَادَۃِ مِنْ تَرْکٍ اَوْ فِعْلٍ مَقْرُوْنٌ بِالتَّحَدِّیْ مَعَ عَدَمِ الْمُعَارَضَۃِ۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب "نصرۃ الحق" میں بیان فرماتے ہیں :-

"معجزات سے وہ امور خارق عادت مراد ہیں جو باریک اور منصفانہ نظر سے ثابت ہوں۔ اور بجز مؤیدان الٰہی دوسرے لوگ ایسے امور پر قادر نہ ہو سکیں۔ اسی وجہ سے وہ امور خارق عادت کہلاتے ہیں۔"

اصطلاحی نام

معجزہ کی اصطلاح دراصل اتنی زیادہ درست معلوم نہیں ہوتی، اس لئے کہ قرآن مجید اور احادیث میں یہ لفظ استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ اس کی جگہ آیت اور برہان کے الفاظ عام طور پر استعمال کئے گئے ہیں۔ چونکہ یہ لفظ معین طور پر مستند کتب میں استعمال نہیں ہوا۔ اس لئے اس لفظ کے مفہوم کے ساتھ بعض زائد لوازمات بھی ذہنی طور پر لاحق ہو گئے ہوئے ہیں، جو حقیقتاً صحیح نہیں۔ چنانچہ معجزہ پر عقلی حیثیت سے جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں ان کا ایک بڑا حصہ خود لفظ معجزہ کے غلط استعمال سے پیدا ہو گیا ہے۔

امکان و عدم امکان وقوع

ہمیشہ سے اس قسم کی بحثیں ہوتی چلی آئی ہیں کہ آیا معجزہ کا واقع ہونا ممکن بھی ہے یا نہیں عقل و فہم کا یہ اختلاف ہمیشہ سے دنیا میں قائم تھا، قائم ہے اور قائم رہیگا۔ ایسی بحثوں سے تمام نظریات کا ماحصل صرف اسقدر ہے کہ ان عقل و حواس سے مافوق حقائق کو اپنے دریافت کردہ معلوم و محسوس قواعد کے مطابق بنا سکیں۔ لیکن کیا یہ ممکن ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جو جانا نہیں جا سکتا اس کو ہم جاننا چاہتے ہیں۔ اور جو سمجھا نہیں جا سکتا اسکو سمجھنا چاہتے ہیں۔ جب ہماری عقل کی لنگ پائی محسوسات کے میدان میں صاف طور پر نظر آتی ہے، تو اس محسوسات کی دنیا سے دور حقیقت کے متعلق ہمارا دعویٰ کہاں تک صحیح تصور کیا جا سکتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ چونکہ یہ ہمارے تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف ہیں اس لئے یہ ممکن ہی نہیں، بالکل بے بنیاد حقیقت ہے۔ کیونکہ انسانی معلومات اس کے مجہولات کے مقابلہ میں بہت کم حیثیت رکھتے ہیں۔ اس فضائے کائنات کی بے شمار آبادیوں میں فقط زمین نام ایک آبادی کے چوتھائی خشک حصہ کے صرف بعض اجزائے کائنات تک انکی رسائی ہوئی ہے۔ اس مبلغ علم تک اتنا عظیم الشان دعویٰ کہانتک زیب دے سکتا ہے؟

افراط و تفریط

معجزات کے متعلق اختلاف خیال کی بنیاد اس امر پر مبنی ہے کہ ایک گروہ

دنیا میں ایسا ہے جو دنیا میں صرف اسباب و علل کے اختیارات ہی کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کے نزدیک جو کچھ ہو رہا ہے وہ انہی ظاہری مادی علل و اسباب کے ماتحت ہوتا ہے۔ اور اس میں کسی قسم کا ردّ و بدل یا تغیر وغیرہ کا قائل نہیں ہے۔ اس لئے وہ خارق عادت کو ممتنع اور محال یقین کرتا ہے۔ کیونکہ یہ نظام عالم گویا سنت الٰہی ہے۔ اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور وہ اپنے اس دعویٰ پر قرآنی شواہد بھی پیش کرتا ہے کہ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا (احزاب)

ایک دوسرا فریق ہے۔ جو خدا تعالیٰ کو نظام خاص اور قوانین فطرت کا پابند ٹھیرانا اس کی شان اور قدرت کے منافی خیال کرتا ہے۔ اور وہ یقین رکھتا ہے کہ درمیانی وسائل کے بغیر خدا تعالیٰ قادر مطلق ہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔ یہ گروہ بھی اپنی تائید میں فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ اور يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ جیسے قرآنی آیات سے استدلال کرتا ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ دونوں فریق افراط و تفریط کے دو کناروں پر ہیں۔ اور قرآن کریم کی آیات پر گہرے تدبر اور فکر سے کام نہیں لیتے۔ کیونکہ ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد مقامات پر خدا تعالیٰ نے کائنات عالم کی اشیاء کو پیش کر کے اپنے آپ کو حکیم بنایا ہے، اور غور و فکر کی نصیحت فرمائی ہے اور اسکو اپنی ہستی کی دلیل قرار دیا ہے۔ بلکہ کسی چیز کے بے وجہ خالی از مصلحت قرار دینے کو غلط قرار دیا ہے۔ جیسے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا۔ پھر علل بھی بتلائی ہیں۔ کہ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ کہ غور کرنے سے حکمتیں پتہ لگیں گی پھر اشیاء کے منافع بیان فرمائے ہیں جیسے وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ میں ہے۔ غرض خدا کا کلام جا بجا علل و اسباب اور حکمت کے امور سے معمور ہے لیکن یہ بھی صحیح نہیں کہ ہمارے نزدیک جو چیز فوق العادت ہو اسے ہم قوانین فطرت کے خلاف قرار دے کر رد کر دیں۔ کیونکہ ہمارا علم بہت ناقص ہے۔

معجزہ کی حقیقت درصل معجزہ کے متعلق جو استبعاد نظر آتا ہے اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ ہمارے گذشتہ مشاہدات اور تجربات کے خلاف ہوتا ہے لیکن اس امر کا فیصلہ ہر شخص آسانی سے کر سکتا ہے کہ اس کے گذشتہ تجربات میں غلطی یا نقص واقع ہونے کا احتمال ہے، یا اس میں کسی انقلاب کا آجانا کچھ محال نہیں۔ حکمائے جدید نے حکمائے قدیم کے سینکڑوں تجربات کو باطل کر دیا ہے۔ اور ان دونوں فریقوں میں زمین آسمان کا [illegible] جدید نے سینکڑوں اور ہزاروں قدیمی ممتنعات کو ممکن بلکہ

واقع بنا دیا ہے۔ جب ہمارے گذشتہ تجربات اور تحقیقات کا یہ حال ہے تو آیندہ کی صحت رائے کے متعلق کون ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ پھر زمانہ ماضی کے مشاہدات کو جانے دیں، زمانہ حال کی ایجادات بھی عقل وفہم کو پیچھے چھوڑ جاتی ہیں۔ ہم روزانہ ریڈیو سے آواز آتی سنتے ہیں۔ فون کرتے ہیں۔ تار دیتے ہیں۔ بجلی سے روشنی کرتے ہیں۔ اور اس سے مختلف کام لیتے ہیں۔ مگر عوام کی عقل انکی حقیقت تک پہنچنے سے قاصر ہے۔ جب انسانی اعمال کے متعلق یہ حال ہے کہ ایک شخص کی بنی ہوئی چیز کو دوسرا شخص سمجھنے کی بھی اہلیت اور قابلیت نہیں رکھتا۔ تو کس طرح خدائی امور کی باریک در باریک حکمتوں اور علل و اسباب کے متعلق خود ساختہ نظریے جما کر غلط اور صحیح کے فتوے صادر کئے جا سکتے ہیں۔

انسانی عقل کے عجز کا مادی دنیا میں یہ حال ہے کہ حکماء علانیہ طور پر اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ "کیسے" کا جواب دے سکتے ہیں مگر "کیوں" کا جواب انکی بحث سے خارج ہے۔ اور فلاسفروں کا یہ حال ہے کہ دو فلسفی بھی ایک نظام خیال پر متحد نظر نہیں آتے۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے

"فلاسفہ کوئی ایک متحد الخیال جماعت نہیں۔ جس کا علم الٰہیات و طبعیات وغیرہ میں کوئی ایک مذہب ہو۔"

اور جن چیزوں تک انکی رسائی ہوئی ہے وہ بھی اسی حد تک ہے کہ یہ چیز مثلاً اس طرح چل رہی ہے لیکن یہ حقیقت کہ وہ کیوں چل رہی ہے؟ اور یہ کہ اس کے خلاف اگر ہو جائے تو کیا ہوگا؟ یہ ایک معمہ ہے اور ہمیشہ معمہ رہیگا۔

پس یہ کائنات عالم صرف اس امر کا نام ہے کہ علل و اسباب جو ہمارے تجربہ میں آئیں محض عادت سے ہم نے اسکو ایک رنگ پر سمجھ لیا ہے زیادہ سے زیادہ درجہ اسے ظن غالب کا دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اسے یقین کی حد تک پہنچانا سخت نادانی اور کوتاہ فہمی ہے۔

حَکَم و عدل کی رہنمائی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب چشمہ معرفت میں فرماتے ہیں:- "حکیموں کا پرانا مقولہ مشہور ہے کہ خواص الاشیاء حق۔ ...... خدا کی مخلوق میں اسقدر خواص پائے جاتے ہیں کہ جو کچھ ابتک دریافت ہوا ہے گویا وہ دریا میں سے ایک قطرہ ہے۔"

پھر رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء میں فرماتے ہیں:-

"بعض نادان شق القمر کے معجزہ پر قانون قدرت کی آڑ میں چھپ کر اعتراض کرتے ہیں لیکن انکو اتنا معلوم نہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور قوانین کا احاطہ اور

اندازہ نہیں کر سکتے ۔ ..... اگر خدا کی ہستی اور بساط یہی ہے کہ اسکی قدرتیں اور طاقتیں ہمارے ہی خیالات اور اندازہ تک محدود ہیں تو پھر دعا کی کیا ضرورت رہی ؟ .....“

پھر فرماتے ہیں :-

”ایسی بیوقوفی اور حماقت کرنا کہ خدا کی قدرتوں کو محصور اور محدود کرنا کسی مومن سے نہیں ہو سکتی ۔ امام فخرالدین رازی کا یہ قول بہت درست ہے ، کہ جو شخص خدا تعالیٰ کو عقل کے پیمانہ سے اندازہ کرنے کا ارادہ کرے گا وہ بیوقوف ہے ۔ ..... اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ بظاہر نظام بھی اسی طرح رہے ۔ اور ایک خارق عادت امر بھی ظاہر ہو جائے ۔“

پھر فرماتے ہیں :-

”اصل بات یہ ہے کہ یہ اشیاء کے خواص ہیں ۔ کون دم مار سکتا ہے ۔ اس لئے خدا تعالیٰ کے خوارق اور معجزات کا انکار کرنا اور انکار کے لئے جلدی کرنا شتابکاروں اور ناد انوں کا کام ہے ۔ خدا کی قدرتوں اور عجائبات کو محدود سمجھنا دانشمندی نہیں ۔ وہ اپنی ماہیت نہیں جانتا اور سمجھتا ۔ اور آسمانی باتوں پر رائے زنی کرتا ہے۔“

اس تمام بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ :-

(۱) معجزہ اور خرقِ عادت علت و معلول کی استثنائی شکست کا نام ہے ۔

(۲) خرق عادت اور قاعدۂ علت و معلول کی شکست ممکن بلکہ واقعہ ہے ۔

(۳) کیونکہ عاداتِ طبعی اور سلسلہ علل و معلول کا علم ہم کو تجربہ سے ہوا ہے ۔

(۴) اور تجربہ سے جو علم حاصل ہو اس کی کلیت اور عمومیتِ عقلی کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا ۔

اس لئے اس سے معجزہ کے محال ہونے پر استدلال نہیں کیا جا سکتا ۔

معجزہ کے خواص

اشاعرہ نے اس کے متعلق بعض شرطیں لگائی ہیں کہ (۱) خدا کا فعل ہو ۔ (۲) خارق عادت ہو ۔ (۳) اسکا معارضہ ناممکن ہو ۔ (۴) مدعی نبوت سے ظاہر ہو ۔ (۵) دعوے کے موافق ہو ۔ (۶) دعویٰ پر مقدم نہ ہو ۔

حضرت میرزا بشیر احمدؓ صاحب نے اپنی کتاب سیرت خاتم النبیین میں عقلاً و شرعاً چار باتیں قابلِ تحقیق بیان فرمائی ہیں :-

(۱) واقعہ کا وقوع معتبر اور چشم دید شہادت سے پوری طرح ثابت ہو۔

(۲) دوسرے یہ کہ اسمیں کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہیئے جو خدا تعالیٰ کی کسی بیان کردہ سنت یا اس کے کسی غیر مشروط وعدے یا کسی مسلمہ صفت کے خلاف ہو۔

(۳) تیسرے یہ کہ وہ اس بات کی علامت سمجھی جا سکے کہ اس کا منبع انسانی دل و دماغ نہیں ہے بلکہ کوئی بالا ہستی ہے۔

(۴) چوتھے یہ کہ اسمیں ایک حد تک اخفاء کا رنگ بھی پایا جاتا ہو۔

اس آخری قسم کی دو تقسیمیں ہیں :۔

اوّل وہ معجزات جو غیر مومنین کی ہدایت کے لئے اور اتمام حجت کی خاطر ظاہر کئے جاتے ہیں۔ ان میں اخفاء کا پردہ زیادہ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب نصرت حق میں فرماتے ہیں :۔

"(۱) وہ ایسا کھلا اور بدیہی نہ ہو جو دیکھتے ہی ضروری التسلیم ہو۔

(۲) بلکہ اس سے عقلمند اور راست طبع لوگ فائدہ اٹھا سکیں۔ اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے فراست، دور بینی، باریک نظر، خدا ترسی اور تقویٰ شعاری کی نظر کی ضرورت ہو جیسا کہ مختلف آیات میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ۔

(۳) وہ دنیا کی معمولی باتوں میں سے نہ ہو کہ جس پر ایک کاذب اور بناوٹ سے منصوبہ کرنے والا بھی قادر ہو سکے۔ اس میں خدا کا ہاتھ کام کرتا نظر آئے۔"

پھر فرماتے ہیں :۔

"ایمان اس حد تک ایمان کہلاتا ہے کہ ایک بات من وجہ ظاہر اور من وجہ پوشیدہ رہے ......" پھر فرماتے ہیں :۔ "اگر سب کچھ مشاہدہ میں آجائے تو اعمال کا ثواب ملنے کا کوئی حق نہ رہ جائے گا۔ اس وقت کسی بات پر ایمان لانا تحصیل حاصل ہوگا۔"

"دوم وہ معجزات ہیں جو مومنین کو دکھائے جاتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے طبعًا اخفاء کے پردے کم کرنے جاتے ہیں۔ اور اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ تا لوگ ایمان اور عرفان کے اعلیٰ مقام کی طرف ترقی کر سکیں۔"

غرض و غایت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب نصرت حق میں فرماتے ہیں :-

" یاد رہے کہ معجزہ صرف حق اور باطل میں فرق دکھلانے کے لئے اہل حق کو دیا جاتا ہے۔ اور معجزہ کی اصل غرض صرف اسقدر ہے کہ عقلمندوں اور منصفوں کے نزدیک سچے اور جھوٹے میں ایک مابہ الامتیاز قائم ہو جائے۔ اور اسی حد تک معجزہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو مابہ الامتیاز قائم کرنے کے لئے کافی ہو۔ اور یہ اندازہ ہر ایک زمانہ کی حاجت کے مناسب حال ہوتا ہے۔"

پھر آگے بیان فرماتے ہیں، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر وہ سب کچھ ظاہر و باہر ہو جائے، تو دنیا اور روز قیامت کا فرق مٹ جاتا ہے۔

ایک دوسرے مقام پر حضور فرماتے ہیں :-

" انبیاء علیہم السلام کو جو معجزات دئے جاتے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے کہ انسانی تجارب شناخت نہیں کر سکتے۔ اور جب انسان ان خوارق عادت امور کو دیکھتا ہے تو ایک بار تو یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔"

تقسیم معجزات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء میں معجزات کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں :-

" (۱) ایک خوارق تو شق القمر وغیرہ کے علمی رنگ کے ہیں، اور دوسرے حقائق و معارف کے۔ تیسرا طبقہ معجزات کا اخلاقی معجزات ہیں۔ اخلاقی کرامت میں بہت اثر ہوتا ہے۔ فلاسفر لوگ معارف اور حقائق سے تسلی نہیں پا سکتے، مگر اخلاق عظیمہ ان پر گہرا اثر کرتے ہیں۔"

پھر معجزات قرآنیہ کے متعلق خاص طور پر ایک دوسرے مقام پر سرمہ چشم آریہ میں حضور فرماتے ہیں :-

"معجزات اور خوارق قرآنی چار قسم پر ہیں۔ (۱) معجزات عقلیہ۔ (۲) معجزات علمیہ (۳) معجزات و برکات روحانیہ۔ (۴) معجزات و تصرفات خارجیہ۔ نمبر اول، دو، تین کے معجزات خواص ذاتیہ قرآن شریف میں سے ہیں۔ اور نہایت عالیشان اور بدیہی الثبوت ہیں، جن کو ہر ایک زمانہ میں ہر ایک شخص تازہ بتازہ طور پر چشمدید ماجرا کی طرح دریافت کر سکتا ہے۔ لیکن نمبر چار کے معجزات یعنی تصرفات خارجیہ

یہ وہ خوارق ہیں جن کو قرآن شریف سے کچھ ذاتی تعلق نہیں۔ انہی میں سے معجزہ شق القمر بھی ہے۔ اصل خوبی اور حسن و جمال قرآن شریف کا پہلے تینوں قسم کے معجزات سے وابستہ ہے۔"

اس کے بعد چند آیات حضور نے پیش فرمائی ہیں جو معجزات کا رنگ رکھتی ہیں۔ جیسے (۱) فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ (۲) مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِن شَيْءٍ (۳) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ معجزات خارجیہ کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

آیات و دلائل کی دو قسمیں

اوپر کے بیانات سے معلوم ہوا ہے کہ نشانات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ظاہری اور مادی۔ دوسرے باطنی اور روحانی۔ مادی اور ظاہری خوارق تو وہ امور ہیں جن کو لوگ عام طور پر معجزہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں مثلاً عصا کا سانپ بنجانا۔ انگلیوں سے پانی کا چشمہ ابلنا۔ بیمار کو اچھا کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اور باطنی اور روحانی آیات مثلاً مدعی کی صداقت، معصومیت، تزکیہ، تاثیر، تعلیم، ہدایت، ارشاد، فلاح اور تائید وغیرہ ہیں۔ اہل نظر اور حقیقت شناسوں کے لئے یہی باطنی آیات ہی حقیقی نشان ہیں۔ باقی ظاہری نشانیاں صرف سطحی اور ظاہر بین نگاہوں کے لئے ہیں جن کے اندر نور بصیرت کی کمی ہوتی ہے۔

اصل معجزات چونکہ باطنی اور روحانی ہی رنگ کے ہوتے ہیں۔ اس لئے اکثر ایسے معجزات کے طالب معاندین نہیں ہوتے۔ چنانچہ قرآن مجید میں کفار کے معجزہ کے مطالبات کو اکثر مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ اور ساتھ انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ یہ مادی معجزات تعصب کیوجہ سے تمہیں اتنا فائدہ نہیں دیں گے۔ بلکہ تمہیں روحانی فیوض و برکات کی طرف رخ کرنا بہتر ہے۔ اس لئے جس جگہ مطالبات کا ذکر ہے وہاں حقیقت کی طرف توجہ کو بھی منعطف کرایا گیا ہے۔ جیسے فرماتا ہے وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ ۗ كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ۘ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ ۗ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ پھر بعض جگہ ان مادی مطالبات کے جواب میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا۔ کیونکہ مادی نشان دراصل حقیقت نبوت میں داخل نہیں ہیں کہ ان پر بنیاد رکھدی

حقیقت معجزہ کی اصطلاح

عام طور پر لوگوں میں یہ غلط خیال رائج ہے، کہ معجزات نبی یا کسی

مدعی کے اپنے اختیار میں ہیں کہ جس وقت چاہے دکھا دے۔ حالانکہ یہ صریحاً غلط ہے معجزات ہمیشہ خدا تعالیٰ خود جس وقت چاہتا ہے نبی کے ذریعہ سے ظاہر فرماتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں بھی اس کا ذکر اصلاحانہ رنگ میں موجود ہے۔ کفار کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۔ پھر ایک دوسری جگہ آیا ہے۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۔ (انعام) پھر ایک دوسرے مقام پر اور زیادہ مخالفین کے غلط خیالات کی تردید فرمائی ہے۔ فرماتا ہے۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۚ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ (اعراف)

۲۔ دوسرا امر غلط خیالات کے ضمن میں یہ ہے کہ بعض دفعہ لوگ براہ راست کسی نبی کی طرف وہ معجزات اس رنگ میں منسوب کرتے ہیں کہ اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا عالم کائنات کے تصرفات پر بھی قادر ہیں۔ چنانچہ مسیحی صاحبان اسی غلطی کا شکار ہیں۔ اور بالآخر وہ مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا ماننے پر مجبور ہو گئے ہیں لیکن قرآن مجید نے اس غلطی کا تدارک بھی بہت جگہ فرمایا ہے۔ فرماتا ہے۔ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً ۔ وغیرہ۔

معجزہ کی باعتبار خرق عادت چار اقسام

یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ آیات و معجزات کا ظہور صرف تقدیر خاص کے ذریعہ سے ہی ہوتا ہے اور تقدیر عام کے ذریعہ سے نہیں ہوتا۔ کیونکہ بسا اوقات آیات کا ظہور اس رنگ میں بھی ہوتا ہے کہ چند تقادیر عام غیر معمولی طور پر ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں۔ یا چند تقادیر عام ایک غیر معمولی ترتیب کے ساتھ رونما ہوتی ہیں۔ اور اس غیر معمولی اجتماع یا غیر معمولی ترکیب کے نتیجہ میں ایک رنگ آیت و معجزہ کا پیدا ہو جاتا ہے۔ (سیرت خاتم النبیین) چنانچہ اس لحاظ سے ہم معجزات کو چار حالتوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ کبھی نفس واقعہ خارق عادت ہوتا ہے۔ مثلاً عصا کا سانپ بنجانا۔ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔ انگلیوں سے چشمہ کا ابلنا وغیرہ۔

۲۔ کبھی یہ ہوتا ہے کہ نفس واقعہ خلاف عادت نہیں ہوتا۔ مگر اس کا وقت خاص [illegible]

پیدا ہوتا خارق عادت ہوتا ہے۔ مثلاً طوفان، آندھی، زلزلہ۔ پھر تائیدات الٰہیہ بھی بعض دفعہ اسی قسم میں آجاتی ہیں۔

۳۔ کبھی نفس واقعہ بہ وقت ظہور تو عادت مستمرہ کے خلاف نہیں ہوتا۔ مگر اس کا طریقِ ظہور خلاف عادت ہوتا ہے۔ مثلاً دعا سے مینہ برسنا، بیمار کا اچھا ہونا، آفتوں کا ٹل جانا۔

۴۔ کبھی پھر واقعہ بھی خرق عادت نہیں ہوتا۔ ظہور کا طریقہ بھی خلاف عادت نہیں ہوتا بلکہ اس کا قبل از وقت علم خارق عادت ہوتا ہے۔ اس قسم میں مثلاً انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیاں شامل ہو سکتی ہیں۔ یہ قسم بہت وسیع اثر رکھتی ہے۔ اور کسی نبی کی صداقت اس کے وجود کے ہزاروں سال بعد بھی ظاہر ہو سکتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سینکڑوں پیشگوئیاں اسی زمرہ میں شمار ہو سکتی ہیں۔

معجزات بلحاظ مومنین و مکفرین

مومنین کے لحاظ سے معجزہ کی دو اقسام ہیں۔ ایک معجزات جو مومنین کے علم و یقین اور عرفان میں ترقی دیتے ہیں۔ گو ان کا مطالبہ ان کے متعلق نہ ہو لیکن وہ ہوتے ضرور ایسے رنگ میں ہیں، جو عرفان میں زیادتی کا موجب ہو جاتے ہیں۔ مثلاً چاند کا شق ہونا۔ عصا کا سانپ بننا۔ پھر بعض دفعہ ایسے معجزے قوم کے لئے آرام اور فائدے کا سبب بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً سونٹا مارنے سے چشمہ کا پھوٹنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے معجزات کو قرآن کریم میں حجت، برہان اور سلطان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

دوسری قسم کے معجزات کو اس نے تائید اور نصرت الٰہی کہا ہے۔ دوسری قسم کے معجزات طلب اور سوال کے محتاج اور اس کے پابند نہیں ہیں یہ ہر نبی کو آخر وقت میں عطا کئے جاتے ہیں عین اس وقت جبکہ بظاہر کوئی سامان تائید حق کا نظر نہیں آتا۔ دفعۃً نصرت الٰہی، گرد و پیش کے واقعات کے خلاف بجلی کی طرح ناامیدوں کے بادل سے چمک اٹھتی ہے کیونکہ خدا کا یہ قطعی وعدہ ہے کہ وہ حق پرستوں کو ہمیشہ آخر کار نصرت عطا کرے گا۔ یہ نصرت ہر جگہ مسلمانوں کو ملی۔ بدر، احد، خندق اور حنین جیسی مشکل گھڑیوں میں خدا نے دستگیری فرمائی۔

مکفرین کے لئے بھی نتائج کے لحاظ سے معجزات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک آیت ہدایت کہلاتی ہیں، اور دوسری آیت ہلاکت۔ انبیاء پہلے انذار نہیں کرتے، بلکہ بشیر کے رنگ میں پیش ہوتے ہیں۔ اور ہر رنگ میں اصلاح کی کوشش کرتے ہیں مگر جب مادہ فاسدہ کے سوا کفار کی جماعت میں کوئی صلاحیت پذیر عنصر باقی نہیں رہتا، اس وقت آیت ہلاکت آسمان کی بجلی، فضا کی

آندھی، زمین کا سیلاب، لوہے کی تلوار بن کر رونما ہوتی ہے۔ اور سطح زمین کو ان کے وجود کی نجاست سے پاک کر دیتی ہے۔

معجزہ اور سحر کا فرق

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعض دفعہ جس طرح معجزہ سے عجیب و غریب امور صادر ہوتے ہیں۔ سحر، طلسم، شعبدہ یا مسمریزم سے بھی اسی قسم کی باتیں دکھائی جا سکتی ہیں۔ ایسی صورت میں ایک پیغمبر اور شعبدہ باز میں کیا فرق ہوگا؟ بعض دفعہ اس میں امتیاز کرنا عوام کے لئے مشکل کا باعث ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں جو جادو کی حقیقت سے واقف تھے وہ رمز الٰہی کو سمجھ گئے اور انہوں نے حقیقت کو پا لیا۔ معجزہ اور دیگر عجائبات امور میں دو عظیم الشان فرق ہیں:-

ایک یہ کہ معجزہ براہ راست خدا کا فعل ہوتا ہے۔ اور دوسرے عجائب امور اسباب طبعی و نفسی کے نتائج ہوتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ معجزہ سے مقصود منکرین دعوت الٰہی کی ہلاکت یا مبلغ رسالت کی تائید اور مومنین صادقین کی حمایت اور برکت ہوتی ہے۔ محض کھیل تماشہ، اور بازی گری اس کا مقصد نہیں ہوتا۔

اور سب سے آخری شے جو ان دونوں کے درمیان حد فاصل بنجاتی ہے، یہ ہے کہ ساحر و بازیگر صرف تماشہ، کرتب اور عجائبات دکھلاتے ہیں۔ اس کے ساتھ وہ اپنی زندگی کی پاکیزگی، دلوں کی طہارت اور صفائی، شریعت الٰہی کی تبلیغ، انسانوں کے تزکیہ، سیہ کاروں کے قلع قمع کے وہ مدعی نہیں ہوتے۔ اور نہ یہ خواص اور کارنامے ان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن انبیاء کی پاک زندگی، نیک اخلاق، مقدس اعمال اور دیگر پیغمبرانہ خصائص و کیفیات خود انکی نبوت کی منادی کرتے رہتے ہیں۔ قدم قدم پر خدا انکی دعوت کی تائید کرتا ہے۔ انکی صدائے حق جماعتوں قوموں اور ملکوں میں روحانی انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ انکی سچائی، راستی اور صداقت پر ان کے سوانح حیات کا حرف حرف گواہ ہوتا ہے۔ ایک ساحر لوہے کو زر خالص کی صورت میں ممکن ہے بدل سکتا ہو۔ لیکن کسی زنگ آلود دل کو جلا نہیں دے سکتا۔

یہ ظاہری اشتباہ اور التباس صرف نبی اور ساحر ہی میں نہیں ہے بلکہ دنیا کی ہر حقیقت اسی طرح اپنے مقابل سے مشتبہ اور ملی جلی ہوتی ہے۔ صبر اور بے حمیتی، توکل اور کاہلی، بخل اور کفایت شعاری، سخاوت اور اسراف، حق گوئی اور گستاخی، شجاعت اور تہور۔ ان کے

ڈانڈے باہم اسقدر ملے ہوئے ہیں کہ انسان کی قوتِ تمیزہ کبھی کبھی دھوکہ کھا جاتی ہے لیکن نہیں۔ دونوں کی ظاہری شکل و صورت گو ایک ہو، مگر ان دونوں کے خصائص اور آثار اس درجہ متفاوت ہیں کہ فوراً دونوں کا فرق معلوم ہو جاتا ہے۔ جب پیغمبر اپنا معجزہ اور جادوگر اپنا کرتب دکھاتے ہیں، تو حقیقت کا پردہ چاک ہونے پر ایک اخلاق کا مجسمہ، پاکیزگی کا فرشتہ، شریعت کا حامل، گنہ گاروں کا طبیب اور قلوب کا معالج ہوتا ہے۔ اور دوسرا محض تماشہ گر یا شعبدہ باز یا مصنوعی حیلہ گر، سپاہی اور جرنیل، حرف شناس اور ماہر علوم، ایک مکار اور زاہد میں بھی فرق کرنا شاید مشکل ہو۔ مگر خصائص اور آثار۔ علامات و قرائن کی روشنی میں نور و ظلمت کا الگ الگ نظر آنا بالکل سہل اور آسان ہے۔

گزشتہ انبیاء کے معجزات

معجزات کی تاریخ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ظہور ہر قوم کے تمدن، معاشرت، علوم و فنون اور مخصوص دماغی حالت کے مطابق ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں سحر کا چرچا تھا۔ اس لئے انکو بعض خاص معجزات اسی قسم سے دیئے گئے۔ حضرت عیسیٰؑ کے عہد میں طب کا نہایت زور تھا۔ اس لئے انکو بہت سے اس قسم کے معجزات دیئے گئے جن کا طب سے تعلق تھا۔ عرب کو اپنی زبان دانی پر ناز تھا۔ اور صرف ناز ہی نہ تھا۔ بلکہ غیر عربی کو عجمی کے لفظ سے تعبیر کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے اس غرور کو قرآن مجید کی اعجاز بیانیوں نے توڑا، بلکہ خاک میں ملا دیا۔ تو گویا حالات کے مطابق ہر زمانہ کے نشانات ہوتے ہیں۔ بہت ابتدائی زمانہ میں چلئے جائیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے ذریعہ خدا نے ایسا معجزہ دکھایا جو اس وقت کے لوگوں کے مناسب حال تھا۔ وہ مقابل آتش پرست تھے۔ جو آگ کی پوجا کرتے تھے۔ کیونکہ آگ میں جلانے کی خاصیت تھی اور اسی پر وہ زندگی کا انحصار تصور کرتے تھے لیکن خدا نے تصرف خاص سے آگ سے وہ صفت چھین لی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ بچا لیا۔

اس کے علاوہ حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ آنا۔ آب زمزم کا جاری ہونا۔ مکہ کا مرجع خلائق ہونا۔ آج ذریت کا ستاروں کی طرح کثرت سے پھیلنا یہ سلسلے کے سارے عظیم الشان معجزات کا رنگ رکھتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کا زمانہ آتا ہے وہ اپنی قوم اور فرعون کو معجزات دکھاتے ہیں۔ چنانچہ کلام پاک میں ذکر ہے۔ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ

اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ؕ پھر غرق فرعون۔ نجات بنی اسرائیل۔ عصا کا سانپ بننا، ید بیضا کا ظاہر ہونا، سونٹے سے چشمہ کا پھوٹنا۔ یہ سارے آپ کے معجزات ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا زمانہ آتا ہے۔ وہ اپنی دعا اور خدا کی تائید سے بیماروں کو چنگا کرتے ہیں۔ لولوں لنگڑوں کو سلامت کرتے ہیں۔ قریب المرگ انکی دعا سے زندہ ہوجاتے ہیں۔ اور اسی قسم کے اور بھی معجزات آپ نے دکھائے۔ مثلاً اپنی دی ہوئی خبر کے مطابق واقعہ صلیب کے بعد زمین کے اندر تین دن رہے۔ وغیرہ ذلک۔

ان کے بعد حضرت نبی پاک کا زمانہ آجاتا ہے۔ آپ کے زمانہ میں اسقدر معجزات ظاہر ہوئے کہ ایک سمندر نظر آتا ہے جس کا دوسرا کنارا غائب ہے۔ آپ کا ہر قدم اور ہر لمحہ اور ہر حرکت اعجاز کا رنگ رکھتی ہے۔ (۱) یوم بدر جیسا فرقان کس نبی کو ملا ہوگا۔ آپ کی تمام جنگوں میں جو معجزانہ تائید خدا کی طرف سے آپ کے شامل حال رہی، وہ اور کہاں ہمیں مل سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دعائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ نے آسمان پر اپنا قادرانہ تصرف دکھلایا، اور چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔

دوسرے جناب ممدوح کی دعا سے ایک سخت قحط سات برس تک ڈالا۔

تیسرے وہ تصرف اعجازی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لشکر کفار سے محفوظ رکھنے کے لئے بروز ہجرت کیا گیا۔ پھر فتح و نصرت واپس آنیکی بشارت دی۔

ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے وقت کسی مخالف نے نہیں دیکھا۔ حالانکہ صبح کا وقت تھا اور تمام مخالفین آنحضرتؐ کے گھر کا محاصرہ کر رہے تھے۔

از آنجملہ ایک یہ کہ باوجودیکہ مخالفین اس غار تک پہنچ گئے تھے۔ مگر وہ آنحضرتؐ کو نہ دیکھ سکے۔

ازاں جملہ ایک یہ کہ ایک مخالف پکڑنے کے لئے جو قریب پہنچا تو جناب ممدوحؐ کی بددعا سے اس کے گھوڑے کے چاروں سم زمین میں دھنس گئے اور وہ گر پڑا۔ (اس کے بعد جنگ بدر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ :-

"جناب موصوف کے ایک مٹھی کنکریوں کے چلانے سے مقام بدر میں دشمنوں میں ایک تہلکہ ڈال دیا۔ اور ان کے لشکر کو شکست فاش ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

" ایسا ہی اور کئی عجیب طور کے تائیدات اور تصرفات الٰہیہ کا (جو خارق عادت

ہیں) قرآن شریف میں ذکر ہے جن کا ماحصل یہ ہے کہ کیونکر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مسکینی اور غریبی اور یتیمی اور تنہائی اور بے کسی کی حالت میں مبعوث کر کے پھر ایک نہایت قلیل عرصہ میں جو ۳۰ برس سے بھی کم تھا ایک عالم پر فتح یاب کیا۔ اور شہنشاہ قسطنطنیہ و بادشاہان دیار شام و مصر و ممالک مابین دجلہ و فرات وغیرہ پر غلبہ بخشا۔...... اس حالت بے سروسامانی اور یہ ایسی عجیب و غریب فتحوں پر نظر ڈال کر بڑے بڑے دانشمند اور فاضل انگریزوں نے بھی شہادت دی ہے۔ کہ جس جلدی سے اسلامی سلطنت اور اسلام دنیا میں پھیلا ہے۔ اس کی نظیر صفحہ تواریخ دنیا میں کسی جگہ نہیں پائی جاتی۔ اور ظاہر ہے کہ جس امر کی نظیر نہ پائی جائے۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں خارق عادت بھی کہتے ہیں۔" (سرمہ چشم آریہ)

غرض آپ نے ہر قسم کے معجزات عقلی ہوں یا علمی، مادی ہوں یا روحانی۔ لوگوں کو دکھائے قرآن کریم کا معجزہ اپنے اندر صدہا قسم کی معجزانہ باتیں رکھتا ہے۔ جن کو رشتہ تحریر میں لانا بھی ناممکن العمل بات ہے۔

چاند کا دو ٹکڑے ہونا، انگلیوں سے پانی کا چشمہ بہنا اور اسی قسم کے دیگر بے شمار نشان ہر قدم پر ہمیں نظر آسکتے ہیں۔ اخلاقی معجزات کا میدان بھی اسقدر وسیع ہے کہ جس کی تفصیل کی گنجائش نہیں۔ مثال کے طور پر وہ واقعہ ہی کافی ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ نے خود تحریر فرمایا ہے کہ :-

" حضور سید المرسلین صلعم کے اخلاقی معجزات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک دفعہ آپ ایک درخت کے نیچے سوئے پڑے تھے۔ ناگاہ ایک شور و پکار سے بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں، کہ جنگلی اعرابی تلوار کھینچ کر حضورؐ پر آپڑا ہے۔ اس نے کہا۔ اے محمد! (صلعم) بتا اس وقت میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے پورے اطمینان اور سچی سکینت سے جو حاصل تھی فرمایا کہ اَللّٰہ...... یہ لفظ ایسے طور سے آپ کے منہ سے نکلا، کہ دل سے نکلا اور دل پر ہی جا کر ٹھیرا...... اس پر رعب طاری ہو گیا۔ ہاتھ کانپ گیا اور تلوار گر پڑی۔ حضرت نے وہی تلوار اٹھا کر کہا۔ اب بتلا میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ پھر جب وہ اعرابی لجاجت اور منتیں کرنے لگا تو آنحضرت صلعم نے اپنے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھلایا۔ اور کہا، جا

"تجھے چھوڑ دیا"

حضرت مسیح موعودؑ کے معجزات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معجزات کی دنیا بھی بہت وسیع ہے۔ آپکے ذریعہ مختلف قسم کے علمی، اخلاقی اور عقلی معجزات دکھلائے گئے۔ بروز کے طور پر آپ نے بھی علم کلام کا دعویٰ کیا۔ اور وہ معجزانہ کلام ثابت ہوا طاعون کے متعلق اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ کا الہام معجزانہ رنگ میں پورا ہوا۔ سیالکوٹ میں ایک موقعہ پر جبکہ چھت گرنے والی تھی، معجزانہ رنگ سے خدا نے آپکو بلکہ آپ کے ذریعہ سے دوسرے لوگوں کو بچایا۔ سلسلہ کی تمام ترقی جورات دن جاری ہے، یہ بھی معجزانہ کام ہے، جو حیرت انگیز طور پر ہو رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت ہر وقت آپ کے شامل حال ہے۔ مقدمات مختلفہ میں خدا نے ہمیشہ آپکو کامیابی دی اور اعجاز دکھایا۔ آپ کے مقابلہ میں منکرین کو مختلف طریقوں سے تباہ و خستہ حال کیا۔ ڈوئی مقابلہ کرکے ذلیل ہوا بعضوں نے مباہلہ کیا اور وہ ناکام ہوئے۔ اور بعض خدا کے بیان کے مطابق ابتر مرے۔ وہ شخص جو یاؤلے کتے کا کاٹا ہوا تھا۔ ڈاکٹروں نے اسکو بالکل جواب دیدیا تھا۔ آپکی دعا کی برکت سے شفا پاگیا۔ نادر شاہ کے متعلق خبر کے مطابق واقعات ظہور میں آئے۔ "پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی" آجتک پوری ہو رہی ہے۔ پنڈت دیانند آپکی خبر کے مطابق مرا۔ پنڈت لیکھرام اور عبداللہ آتھم کے وجود آپ کے ہی معجزہ کے مظہر ہیں۔ مخالف حالات اور مقدمات قتل میں وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ بڑی صفائی سے پورا ہوا۔ دلیپ سنگھ والی خبر بنگالہ کی دلجوئی۔ اور شاتان تذبحان بڑی صفائی سے پوری ہوئیں۔

جلسہ مذاہب لاہور میں جو فرمایا تھا کہ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ میرا مضمون سب سے بالا رہا۔ بڑی شان و شوکت سے پورا ہوا۔ کوئی نہیں جو اس حقیقت سے انکار کر سکے۔

بہت سی اخبار شب و روز آپکو دی جاتی رہیں جو چند گھنٹوں اور دنوں میں پوری ہوتی رہیں۔ براہین احمدیہ کی مقبولیت کے متعلق ۱۵ برس پہلے کی اخبار لفظ بلفظ پوری ہوئیں بہت دفعہ قبل از وقت خبر ملی کہ آج روپے آنے والے ہیں تو خدا نے ویسا ہی سامان کیا، کہ تائید حق کے لیئے باہر سے مال آگیا۔

لالہ ملاوامل مرض دق میں مبتلا ہوگیا۔ صرف آپکی دعا سے اسی ہفتہ اچھا ہوگیا، اور وہ آجتک زندہ ہے۔ رومی سلطنت کے متعلق حسین کامی سفیر کے ذریعہ پیشگوئی پوری ہوئی۔

حضرت مولوی نورالدین صاحب رضؓ کے ہاں آپکی دعا سے بچہ پیدا ہوُا۔ اور جیسا کہ بتایا گیا تھا کہ اس کے جسم پر پھوڑے ہوں گے، ویسا ہی ظہور میں آیا۔

اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ بھی کمال صفائی سے پورا ہوتا رہا۔ سرسید کی وفات کا وقت بتلایا گیا۔ حضرت محمود ایدہ الودود کی ولادت کی قبل از وقت معین اوصاف کے ساتھ خبر دی گئی۔ جو لفظ بلفظ کمال شوکت کے ساتھ ظہور میں آ رہی ہے۔

آپ کی دوسری شادی بھی معجزہ ہے۔ کیونکہ خدا نے قبل از وقت خبر دی تھی اور کہا تھا کہ اس سے چار لڑکے عطا کئے جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوُا۔ احمد بیگ والی پیشگوئی بھی وضاحت سے ظاہر ہوئی۔ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ اپنے والد محترم کی وفات کے متعلق اور پھر اپنی وفات کے متعلق اور اسی طرح دیگر بے شمار الہامات کمال صفائی کے ساتھ خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائے۔ جن کی تفصیل کی گنجائش نہیں ؞

نومبر کا پرچہ

اگر آپ کے رسالہ کی چِٹ کے گرد سُرخ نشان لگا ہوُا ہے تو سمجھ لیں کہ آپ کا چندہ عرصہ سے ختم ہو چکا ہے اور چندہ وصول کرنے کی غرض سے ریویو کا ماہ نومبر کا پرچہ آپ کے نام یکم نومبر کو وی۔پی ہوگا۔ اگر اس سے قبل ہی آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما سکیں تو آپ کو وی۔پی کے اخراجات کی بچت رہیگی۔ اور اگر آپ کا منشاء وی۔پی وصول کرنے کا نہ ہو۔ تو بھی آپ کا اخلاقی فرض ہے کہ ۱۵ راکتوبر تک دفتر کو اطلاع دیدیں تاکہ آپ کا وی۔پی روک لیا جائے۔ اور دفتر خواہ مخواہ کی زیرباری سے بچ جائے۔

رسالہ ریویو آف ریلیجنز خدا کے فضل و کرم سے گذشتہ چالیس سال سے اسلام و احمدیت کی اہم خدمات کو بجا لا رہا ہے۔ ایسے مجاہد رسالہ کی اعانت کرنا یقیناً خیر و برکت کا موجب ہے۔ کاغذ کی اشد گرانی ایسے آڑے وقت میں اُمید ہے کہ نہ صرف آپ ریویو کا وی۔پی ہی وصول فرمائینگے بلکہ اس کی توسیع اشاعت میں بھی مرتبانہ سعی سے کام لیتے ہوئے عنداللہ ماجور ہونگے۔

منیجر ریویو آف ریلیجنز اردو قادیان (پنجاب)

اسلامی خلافت اور شیعہ کتب

(از جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری)

(۳)

تسلسل کے لئے ملاحظہ ہو ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ جون و جولائی ۱۹۴۳ء

دلیل پنجم حضرت علی رضؓ، حضرت عمر رضؓ کی خلافت کو خلافتِ موعودہ یقین کرتے تھے۔ چنانچہ اس کا نہایت روشن ثبوت آپ کا وہ مشورہ ہے۔ جو آپ نے حضرت عمر رضؓ کو جنگ فارس کے وقت دیا۔ اور اس میں بتایا کہ آپ کا بوجہ خلیفہ ہونے کے خود جنگ میں جانا مناسب نہیں۔ بلکہ مرکز میں موجود رہنا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

"اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ لَمْ یَکُنْ نَصْرُہٗ وَلَا خِذْلَانُہٗ لِکَثْرَۃٍ وَلَا لِقِلَّۃٍ
ھُوَ دِیْنُ اللّٰہِ الَّذِیْ اَظْھَرَہٗ وَجُنْدُہُ الَّذِیْ اَعَدَّہٗ وَاَمَدَّہٗ حَتّٰی
بَلَغَ مَا بَلَغَ وَطَلَعَ حَیْثُ طَلَعَ وَنَحْنُ عَلٰی مَوْعُوْدٍ مِّنَ اللّٰہِ۔ وَاللّٰہُ
مُنْجِزٌ وَعْدَہٗ وَنَاصِرٌ جُنْدَہٗ "

(ترجمہ) بیشک اس امر (دین اسلام) کی نہ نصرت اور نہ اس کی ذلت کثرت (تعداد) پر (موقوف) ہے نہ قلت پر۔ وہ اللہ کا دین ہے جسے اس نے ظاہر کیا، اور اس کا لشکر ہے جسے اس نے تیار کیا۔ اور مدد دی یہاں تک کہ وہ پہنچا جہاں پہنچا۔ اور اس نے طلوع کیا جہاں سے اس نے طلوع کیا۔ اور ہم سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ اور اللہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور اپنے لشکر کو مدد دینے والا ہے۔

حضرت علی رضؓ کے مندرجہ بالا کلام سے ظاہر ہے کہ آپ حضرت عمر رضؓ کے زمانہ خلافت کو آیت

استخلاف کا موعودہ زمانہ قرار دیتے، اور یقین رکھتے تھے کہ اس وجہ سے ان کے زمانہ میں ضرور دین کو تمکین ملے گی، اور فتوحات حاصل ہونگی۔ اسی لئے آگے چل کر وہ یہ مشورہ دیتے ہیں کہ آپ کو مرکز چھوڑ کر بذاتِ خود فارس میں جانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ امام کا مرکز میں ہی رہنا زیادہ ضروری ہے۔

ماسوا اس کے اوپر کے قول میں حضرت علی رضؓ حضرت عمرؓ کے لشکر کو خدائی لشکر قرار دے کر اس کے مظفر و منصور ہونے کی امید دلاتے ہیں۔ مگر اس کے برخلاف شیعہ صاحبان صحابہ کرام رضؓ کو فاسق اور مرتد قرار دیتے ہیں۔ حضرت علی رضؓ مندرجہ بالا اقوال کے بعد اپنے مشورہ میں فرماتے ہیں:۔

" وَمَكَانُ الْقَيِّمِ مِنَ الْإِسْلَامِ مَكَانُ النِّظَامِ مِنَ الْخَرَزِ فَإِنِ انْقَطَعَ النِّظَامُ تَفَرَّقَ الْخَرَزُ وَرُبَّ[1] مُتَفَرِّقٍ لَمْ يُجْمَعْ وَالْعَرَبُ وَإِنْ كَانُوا قَلِيلًا فَهُمْ كَثِيرُونَ بِالْإِسْلَامِ عَزِيزُونَ بِالْاجْتِمَاعِ فَكُنْ قُطْبًا وَاسْتَدِرِ الرَّحَى بِالْعَرَبِ وَاصْلِهِمْ دُونَكَ نَارَ الْحَرْبِ" الخ (نہج البلاغہ مشہدی ۹۵ و طہرانی ۱۰۷)۔

ترجمہ۔ اور قیم (خلیفہ یا امام) کا مرتبہ اسلام میں بڑے موتی کی طرح ہے (لڑی کے) منکوں میں۔ پس اگر بڑا موتی کٹ جائے (جو لڑی کا نظام قائم رکھتا ہے) تو تمام منکے پراگندہ ہو جاتے ہیں۔ اور بسا اوقات پراگندہ شے جمع نہیں ہو سکی۔ اور عرب اگرچہ تھوڑے ہیں مگر وہ بہت ہیں اسلام کی وجہ سے، اور غالب ہیں اجماع کی برکت سے۔ پس آپ چکی کی کیلی کی طرح بنیں۔ اور چکی کو عربوں کے ذریعہ گھمائیں۔ اور انہیں اپنے سوا جنگ کی آگ میں داخل کریں (یعنی خود جنگ میں نہ جائیں۔)

حضرت علی رضؓ کے اوپر کے اقوال سے ظاہر ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کو قیم یعنی خلیفہ اور امام یقین کرتے تھے۔ چنانچہ انکی اصطلاح میں قیم کا لفظ امام کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

---

[1] ایک نسخہ میں ہے۔ ذَهَبَ وَتَفَرَّقَ ثُمَّ لَمْ يَجْتَمِعْ کہ وہ موتی پراگندہ اور متفرق ہو جاتے پھر جمع نہیں ہوتے۔

"اِنَّمَا الْاَئِمَّةُ قَوَّامُ اللّٰهِ عَلٰی خَلْقِهٖ" (نہج البلاغۃ طہرانی ص۹۵)۔
کہ ائمہ خلقت پر اللہ تعالیٰ کے قوام ہیں۔

الحسن خطبہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ میں پورے دوستانہ روابط و مراسم قائم تھے۔ تبھی تو آپ نے حضرت علیؓ سے ایسے اہم امر کے متعلق مشورہ طلب فرمایا

دلیل ششم

امام حسینؓ کے نزدیک حضرت عمرؓ خلیفہ برحق تھے

حضرت عمرؓ کی خلافت کے برحق ہونے پر یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں ملک ایران فتح ہوا۔ اور شہزادی شہربانو اسیر ہوکر آئیں۔ اور حضرت امام حسینؓ کے نکاح میں داخل ہوئیں اگر حضرت عمرؓ کو حضرت امام حسینؓ غاصب خلافت سمجھتے، تو ان کے زمانہ کی جنگوں کو بھی اسلامی جہاد یقین نہ کرتے ہوئے لوٹ اور ڈاکہ قرار دیتے۔ اور اس صورت میں شہزادی شہربانو کو مالِ غنیمت نہیں، بلکہ لوٹ اور ڈاکہ کا مال قرار دے کر کبھی ان سے نکاح کے لئے آمادہ نہ ہوتے۔ کیا حضرت امام حسینؓ جیسا متقی اور پاکباز انسان ناجائز اور لوٹ کی شئے کو لینے کے لئے تیار ہو سکتا تھا؟ ہرگز نہیں۔ پس حضرت امام موصوف کا شہزادی شہربانو سے اپنا عقدِ نکاح منظور کر لینا اس بات پر قوی، روشن اور ناقابل تردید دلیل ہے۔ کہ آپ بھی حضرت عمرؓ کی خلافت کو برحق مانتے تھے۔ اگر شیعوں کو ہمارے اس نتیجہ سے اتفاق نہ ہو، تو پھر انہیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ حضرت امام حسینؓ کا نکاح شہزادی شہربانو سے جائز نہ تھا۔ اور اس سے جو فساد لازم آتا ہے وہ اہل علم اور اہل فکر سے مخفی نہیں۔ حضرت امام حسینؓ کا عقیدہ تو اس سے ظاہر ہوگیا۔ اب امام حسنؓ کا عقیدہ سنیے:۔

امام حسنؓ کا عقیدہ

آپ نے جو عہد نامہ صلح امیر معاویہ سے لکھوایا تھا۔ اس کے پہلے فقرہ میں لکھوایا:۔

"درمیان مردم حکم بہ کتابِ خدا و سنتِ رسولِ خدا و سیرت خلفائے شائستہ (راشدین) بر اکبرے" (جلاء العیون مجلسی اردو مطبوعہ لکھنؤ ص۲۱۵)

اب یہ خلفائے شائستہ سوائے حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کے اور کون ہیں؟

دلیل ہفتم شیعوں کی مستند حدیث کی کتاب فروع کافی میں ابی عمیر الزہری سے ایک طویل

روایت ہے جس کے ضمن میں امام جعفر صادق ؑ نے فرمایا جن مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کے ساتھ جہاد کئے، وہ بھی منجانب اللہ ماذون تھے۔ آپ کے الفاظ ہیں۔ فَقَدْ قَاتَلُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ (فروع کافی جلد ۲ باب مایجب علیہ الجہاد و من یجب)۔

دلیل ہشتم کے لئے پڑھیں حضرت ابو بکر رضؓ کی خلافت کی دلیل ہفتم جہاں حضرت علی رضؓ کا جو قول پیش کر چکا ہوں، اس کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ کیونکہ اس سے حضرت عمر رضؓ کی خلافت کا بھی ویسے ہی ثبوت ملتا ہے۔

دلیل نہم کے طور پر حضرت عمر رضؓ کا روضہ نبویؐ میں دفن ہو جانا بطور شہادت الہیہ پیش کرتا ہوں۔

حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کا ثبوت

اب میں مضمون کی گونہ تکمیل کے لیے حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے برحق ہونے کے متعلق بھی شیعہ کتب سے ایک دلیل پیش کر دینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عثمان رضؓ کو مکہ مکرمہ بھیجا، تو اس کے بعد آپ نے صحابہ کرام رضؓ سے ایک درخت کے نیچے بیعت لی۔ جس کا قرآن مجید میں یوں ذکر ہے :۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (سورہ فتح ع ۳) کہ بیشک اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا مومنوں سے جبکہ وہ (اے نبی) تیری بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے۔

حضرت عثمان رضؓ چونکہ اس بیعت کے وقت مکہ مکرمہ جا چکے تھے۔ اور بظاہر وہ اس رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ والی خدائی تعریف سے باہر نظر آتے تھے۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خدا داد مرتبہ کی بلندی کو ظاہر کرنے کے لئے خود اپنا ایک ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ پر رکھ کر انکی بیعت لی۔ اور اسی موقعہ پر اپنے ہاتھ کو حضرت عثمان رضؓ کا ہاتھ قرار دیا۔ چنانچہ شیعوں کی حدیث کی معتبر کتاب فروع کافی میں یہ واقعہ یوں درج ہے :۔

" فَلَمَّا انْطَلَقَ عُثْمَانُ وَبَايَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ الْمُسْلِمِيْنَ ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِاِحْدٰى يَدَيْهِ عَلَى الْاُخْرٰى لِعُثْمَانَ وَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ طُوْبٰى لِعُثْمَانَ طَافَ بِالْبَيْتِ وَسَعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا كَانَ يَفْعَلُ فَلَمَّا جَاءَ عُثْمَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ

اللّٰہِ أَطُفْتَ بِالْبَیْتِ فَقَالَ مَا کُنْتُ لَأَطُوْفَ بِالْبَیْتِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ لَمْ یَطُفْ بِہٖ۔" (فروع کافی جلد ۲ ص۱۵۱ کتاب الروضہ)

ترجمہ۔ پس جب حضرت عثمان رضؓ چلے گئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے بیعت لی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مارا اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر حضرت عثمان رضؓ کے لئے اور کہا مسلمانوں نے کہ خوشی کا مقام ہے عثمان کے لئے کہ اسنے بیت اللہ کا طواف کیا، اور صفا و مروہ کی سعی بھی کرلی، (اور مزید برآں بیعت کی سعادت بھی حاصل کرلی)۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایسا نہیں کرسکتا پس جب حضرت عثمان رضؓ واپس آئے تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ کیا تم نے بیت اللہ کا طواف کیا ہے؟ اس پر حضرت عثمان رضؓ نے کہا، میں بیت اللہ کا طواف نہیں کرسکتا تھا جس حال میں کہ رسول اللہ صلعم نے طواف نہیں کیا تھا۔

یہی روایت شیعوں کی معتبر تفسیر خلاصۃ المنہج الکاشانی میں بھی سورۃ فتح کی تفسیر میں درج ہے۔

شیعوں کی ایک مستند کتاب حیات القلوب میں یہ روایت بروایت شیخ طبرسی یوں لکھی ہے:-

"چوں مشرکان عثمان رضؓ را حبس کردند و خبر بہ حضرت رسید کہ او را کشتند حضرت فرمود کہ ازینجا حرکت نہ میکنم تا بایشاں قتال کنم و مردم را بسوئے بیعت دعوت نمائم در برخاست و پشت مبارک بدرخت دادہ تکیہ کرد و صحابہؓ با آنحضرتؐ بیعت کردند کہ با مشرکان جہاد کنند و نہ گریزند بروایت کلینی حضرت یک دست خود را بدست دیگر زد و برائے عثمان بیعت گرفت۔" (حیاۃ القلوب جلد ۲ باب ۲۸ صفحہ ۴۰۴-۴۰۴ غزوہ حدیبیہ)۔

سبحان اللہ! اس حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان رضؓ کا ہاتھ قرار دے کر ان کے اس بلند مرتبہ پر مہر لگا دی ہے کہ وہ بھی رضی اللہ عنہ کے کامل مصداق ہیں۔ اب حضرت عثمان رضؓ کی خلافت سے انکار شیعوں کو کیسے زیب دے سکتا ہے۔ انکی خلافت سے انکار تو گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے دست مبارک کی خلافت سے انکار کو مستلزم ہے۔

ماسوا اس کے اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ اعتماد بھی ملاحظہ ہو، جو آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی آپ سے محبت کے متعلق تھا۔ کہ آپ کو جب مسلمانوں نے کہا۔ عثمان رض نے بیت اللہ کا طواف کر لیا، اور صفا اور مروہ کی سعی بھی کر لی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عثمان رض ایسا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ یہی بات درست نکلی کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فانی صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کے بغیر بیت اللہ کا طواف نہ کر سکا۔

میں حیران ہوں کہ حضرت عثمان رض کے حق میں شیعہ اپنی کتب میں ایسی شاندار روایت پڑھ کر کیوں کر ان کی خلافت سے انکار کی جرأت کر سکتے ہیں۔ اور ان پر زبان طعن دراز کر سکتے ہیں؟ حالانکہ خدا تعالیٰ انہیں اپنی رضا مندی کی سند دے چکا ہے۔ چنانچہ علامہ کاشانی اپنی تفسیر خلاصۃ المنہج میں زیر آیت بالا لکھتے ہیں:-

"بدوزخ نرود یکس از آں مومناں کہ در زیر شجرہ بیعت کردند۔ ایں را بیعت الرضوان نام نہادند بجہت آنکہ حق تعالیٰ درحق ایشاں فرمود لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ"

کہ ان مومنین میں سے جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے، کوئی شخص دوزخ میں نہیں جائیگا اور اس بیعت کا نام بیعت الرضوان اس وجہ سے ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کے متعلق فرمایا۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ۔

چونکہ حضرت عثمان رض کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان بیعت کنندگان میں داخل فرما دیا ہے۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کے بعد یہ امر قطعی اور یقینی ہو جاتا ہے کہ حضرت عثمان رض انہیں مومنین میں داخل ہیں، جن پر دوزخ کی آگ حرام کی گئی۔ پس ایسے بلند مرتبت انسان پر شیعوں کا زبان طعن دراز کرنا جس کے یقینی جنتی ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر تصدیق ثبت ہے۔ خود اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیعہ صاحبان کی آنکھیں کھولے، کہ وہ ان حقائق پر غور کریں۔

تقیہ کے متعلق قول فیصل

شیعہ صاحبان حضرت علی رض اور اپنے دیگر ائمہ کرام کے اقوال کو جو حضرت ابوبکر رض اور حضرت عمر رض کی تعریف میں پیش کئے گئے ہیں تقیہ پر محمول قرار دے کر میرے دلائل سے پیچھا چھوڑانے

کی کوشش کریں گے۔ اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ تقیہ پر بھی اختصار سے میں ایک قولِ فیصل پیش کر دوں۔

سو قارئین کرام پر واضح ہو کہ وہ اقوال جو میں نے اپنے اس مضمون میں حضرت علیؓ اور امام جعفر صادقؒ وغیرہ پیش کئے ہیں وہ ہرگز تقیہ پر محمول قرار نہیں دئے جا سکتے۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے اکثر اقوال جو میں نے پیش کئے ہیں، ان کے اپنے زمانہ خلافت کے ہیں۔ جبکہ انہیں تقیہ کے لئے کوئی مجبوری نہ تھی۔

حضرت عمرؓ کو مشورہ دیتے ہوئے انہوں نے جو کچھ کہا۔ اگر اس وقت وہ تقیہ کی ضرورت سمجھتے تھے، تو انہیں انکی خلافت کو موعودہ قرار دینے کے لئے کونسی مجبوری پیش آگئی تھی؟ شیعہ صاحبان اس کی اپنے عقیدہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی معقول وجہ پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حضرت علیؓ اگر حضرت عمرؓ کو خلیفہ برحق یقین نہ کرتے، تو مشورہ طلب کئے جانے پر نہایت آسانی سے حضرت عمرؓ کو مشورہ دے سکتے تھے، کہ آپ کا مرکز سے ہٹنا میرے خیال میں مناسب نہیں۔ مگر انکی خلافت کو موعودہ قرار دینے کے لئے انہیں کوئی مجبوری نہ تھی۔

اسی طرح امام جعفر صادقؒ کو بھی تقیہ کے لئے کوئی مجبوری نہ تھی۔ ان کا پہلا قول جس میں انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو تین دفعہ الصدیق قرار دیا، اور آپکو صدیق نہ کہنے والے کو دنیا و آخرت میں جھوٹا قرار دیا ہے۔ ایک شیعہ کے جواب میں ہی تھا۔ کیا شیعوں کے سامنے بھی وہ تقیہ کے لئے مجبور تھے؟

پھر یہ بھی تو بتایا جائے، کہ وہ کونسا مخالف تھا جس نے حضرت امام صادقؒ کو مجبور کر دیا تھا، جس کی وجہ سے انہوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو عادل امام قرار دیکر ان کی زندگی اور موت کو حق پر قرار دیتے ہوئے انہیں دعائے خیر سے یاد کیا؟

شیعوں نے کیا بات بنائی ہوئی ہے کہ امام صاحب کی اس قول سے کہ وہ دونوں امام تھے مراد یہ تھی، کہ وہ دونوں دوزخ والوں کے امام ہیں۔ ان کے عادل ہونے سے انکی مراد یہ تھی، کہ وہ حق سے عدول کرنے والے ہیں۔ اور انکی زندگی اور موت کے حق پر ہونے سے انکی مراد یہ تھی کہ گمراہی ان کی حق ہے۔ مگر اگلا فقرہ عَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کہ ان دونوں پر قیامت کے دن اللہ کی رحمت ہو۔ ان معنوں کے صریح مخالف تھا۔ اس لئے اس کے یہ معنے گھڑ لئے گئے ہیں، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین ہیں قیامت کے دن ان پر یعنی ان کے

خلاف ہوں گے اور ان سے انتقام لیں گے۔

میں حیران ہوں کہ اس صاف اور واضح روایت کے ایسے نامعقول۔ غلط اور خلاف محاورۂ زبانِ عربی معنے کرنے کی ان لوگوں کو کیسے جرأت ہوتی ہے۔ اور پھر تعجب یہ ہے کہ امام صادقؒ کی طرف یہ امر منسوب کیا جاتا ہے، کہ انہوں نے دوسرے دن خود اپنے قول کے یہ معنے بتائے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

کیا امام صاحب اپنے جدامجد حضرت علی رضؓ کے ان اقوال کے پیش نظر جو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی شان میں اپنے زمانہ خلافت میں کہتے ہیں، کہ ان دونوں کا مرتبہ اسلام میں بہت بلند ہے۔ اور انکی وفات اسلام کے لئے مذہبی اور قومی صدمہ ہے۔ کبھی اپنے اس فقرہ عَلَيْهِمَا رَحْمَةُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ کو خلاف محاورہ زبان یہ الٹے معنے دے سکتے ہیں؟ ایسے معنے تو ان کے علم و تقوٰی پر صریح حملہ کے مترادف ہیں۔

پس شیعہ حضرت علیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام عمر اور اسی طرح باقی ائمہ کو ایسا تقیہ کنندہ قرار دیکر انکی سخت ہتک کرتے ہیں۔

تقیہ کی صورت میں ہجرت و جہاد فرض ہے

قرآن مجید نے بیشک سخت مجبوری کی حالت میں کلمہ کفر کہدینے کی اجازت دی ہے، مگر اسے کوئی خوبی بھی قرار نہیں دیا۔ بلکہ ازروئے قرآن مجید تو یہ ایسی کمزوری ہے جس کی مغفرت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جبتک کہ اضطراری حالت کے ماتحت ایسے ناجائز کلمات کہنے والا ہجرت کرکے جہاد نہ کرے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو حکم و عدل ہیں، ازروئے تعلیم اسلامی یہی فیصلہ مسئلہ خلافت میں درج فرمایا ہے۔ اور مجھے یہ معلوم کرکے ازحد خوشی ہوئی کہ شیعوں کی معتبر تفسیر صافی بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اسی فیصلہ کی مؤید ہے۔ چنانچہ اس تفسیر میں مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ کے بعد کی آیات میں سے ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (سورہ نحل ع ۱۴) کی تفسیر میں لکھا ہے:-

"ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا، عُذِّبُوْا فِي اللّٰهِ وَاُكْرِهُوْا عَلَى الْكُفْرِ فَتَلَفَّظُوْا بِبَعْضِ مَا اُرِيْدَ مِنْهُمْ لِيَسْلَمُوْا مِنْ شَرِّهِمْ كَعَمَّارٍ وَقُرِئَ بِفَتْحِ الْفَاءِ وَالتَّاءِ۔ ثُمَّ جَاهَدُوْا وَ

صَبَرُوْا عَلَى الْجِهَادِ مَا اَصَابَهُمْ مِنَ الْمَشَاقِ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِ الْاِفْتِتَانِ وَالْجِهَادِ وَالصَّبْرِ لَغَفُوْرٌ لِمَا فَعَلُوْا مِنْ قَبْلُ۔ رَحِيْمٌ يُنْعِمُ عَلَيْهِمْ مُجَازَاةً عَلٰى مَشَاقِهِمْ۔"

"کہ بیشک تیرا رب ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ہجرت کی بعد اس کے کہ فتنہ میں ڈالے گئے، اور اللہ کی راہ میں عذاب دئے گئے، اور کفر کے کلمہ پر مجبور کئے گئے۔ پس انہوں نے کفار کی خواہش کے مطابق کفر کا کلمہ کہدیا، تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہیں۔ جیسے کہ عمارؓ نے کیا، اور پھر جہاد کیا۔ اور جہاد پر جو تکلیفیں انہیں پہنچیں ان پر صبر کیا۔ تو اس آزمائش اور جہاد اور صبر کے بعد تیرا رب ان کے پہلے فعل کو بخشدے گا۔ کیونکہ وہ رحیم ہے۔ اور ان کے تکلیفیں اٹھانے پر بطور انعام ان کا بدلہ دیتا ہے۔

پس اس آیت کے مطابق جیسا کہ مندرجہ بالا تفسیر میں لکھا گیا ہے۔ اکراہ پر ناجائز کلمہ کہنے کے بعد مومن کے لئے ہجرت اور جہاد ضروری ہے۔ اور اگر وہ اس کے بعد ہجرت و جہاد نہیں کرتا، تو اللہ تعالیٰ اکراہ پر کلمۂ ناجائز کہنے پر بھی اس سے مؤاخذہ کرے گا۔ پس اگر حضرت علیؓ نے خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی بیعت اکراہ کے ماتحت کی تھی، اور ایسے اقوال جو انکی تعریف میں کہے ہیں، کسی اکراہ کے ماتحت کہے ہیں۔ تو انہیں چاہیے تھا کہ وہ ہجرت کر کے خلفائے ثلاثہ کے خلاف جہاد کرتے۔

دیکھئے حضرت علیؓ کے لخت جگر حضرت حسین رضؓ کے طریق کو کہ انہوں نے جب دیکھا کہ یزید برحق خلیفہ نہیں، تو اس کی بیعت سے صاف انکار کر دیا اور اس کے خلاف کھڑے ہوگئے۔ اور اپنی جان دیدی، مگر یزید کی بیعت اور مدح سرائی کے لئے تیار نہ ہوئے۔ تقیہ ایسی حالت میں اگر کوئی اچھا فعل ہوتا تو حضرت حسین رضؓ بھی تو اس پر عمل فرماتے۔ کیا انہیں شیعوں کی مشہور روایت لَادِيْنَ لِمَنْ لَاتَقِيَّةَ لَهٗ یاد نہیں تھی؟ اگر حضرت علیؓ نے ایسا تقیہ اختیار کیا ہوتا جو شیعہ حضرت علیؓ کی طرف منسوب کرتے ہیں تو حضرت امام حسینؓ ضرور اپنے والد مکرم کی سنت پر ہی عمل کرتے۔

پس حق بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ اور تمام مومنین کاملین کو ہمیشہ اس قسم کے تقیہ سے محفوظ رکھا ہے۔ جسے شیعہ حضرت علیؓ کی طرف منسوب کر کے انکی صریح ہتک کرتے ہیں۔

مطاعنِ صحابہؓ کا اصولی جواب

اب شیعہ صاحبان میرے اس مضمون کا اگر جواب لکھنا چاہیں گے تو انشاء اللہ میرے دلائل کا تو وہ کوئی معقول جواب نہیں دے سکیں گے۔ البتہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان صحابہ کبارؓ کے متعلق روایات موضوعہ کی بناء پر مطاعن پیش کریں گے۔ لیکن وہ میری ایک بات یاد رکھیں، کہ ہم پر ان مطاعن کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جو روایت قرآن مجید کے منطوق اور روح کے مخالف ہو ہم اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اور یہ عقیدہ ہے جو شیعوں کی اصول کی کتاب میں بھی درست تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ انکی مستند کتاب اصول کافی میں لکھا ہے:۔

"كُلُّ حَدِيثٍ لَّا يُوَافِقُ كِتَابَ اللهِ فَهُوَ زُخْرُفٌ. فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللهِ فَخُذُوْهُ. وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللهِ فَدَعُوْهُ" (اصول کافی۔ کتاب العلم باب اختلاف المذہب صفحہ ۲۹)۔

کہ ہر حدیث جو نہ موافق ہو اللہ کی کتاب کے پس وہ بناوٹی ہے۔ پس جو حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو اسے لے لو، اور جو کتاب اللہ کے مخالف ہو اسے چھوڑ دو۔

پس اس اصول کے ہوتے ہوئے ہم قرآن مجید کی ان آیتوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ جن میں صحابہ کرامؓ کی تعریف کی گئی ہے۔ اور جن میں خدا تعالیٰ نے انہیں رضی اللہ عنہ کے پیارے الفاظ میں انہیں اپنی خوشنودی کی سند دی ہے۔ اور اس کے مقابل میں موضوعہ روایات اور خیالات واہیہ کو کیسے قبول کر سکتے ہیں؟

بدری صحابہؓ مغفور ہیں شیعہ اصحاب ثلاثہؓ کی شان میں تبرا بازی اور سب و شتم سے کام لیکر خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب بزرگوار بدری صحابہؓ ہیں۔ جن کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"لَعَلَّ اللهُ اطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ وَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَاِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ" (شیعوں کی معتبر تفسیر مجمع البیان زیر آیت لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء (سورۃ ممتحنہ ع ۱)

کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر اطلاع پائی۔ اور فرمایا کہ تم عمل کرو جو چاہو۔ کیونکہ میں نے تمہارے لئے

مغفرت فرما دی ہے۔ یعنی اب تم حفاظت کے اس مقام پر پہنچ چکے ہو کہ تم سے کوئی ایسی غلطی سرزد نہیں ہو سکتی جو قابل مغفرت نہ ہو۔

پس جن لوگوں کی مغفرت کے متعلق خدا تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اطلاع دیدی ہو۔ انکی شان میں زبان طعن دراز کرنا اور انہیں مرتد اور فاسق سمجھنا انتہائی جسارت اور بے باکی اور اپنی جان پر ظلم ہے۔

صحابہؓ کو گالی دینا کفر ہے

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم دیا گیا تھا کہ ایک فریق مسلمانوں میں ایسا پیدا ہوگا جو آپ کے صحابہ کرامؓ کو گالیاں دیگا۔ اسی لئے آپ نے اپنے صحابہ کرامؓ کے متعلق سب و شتم سے منع فرمایا۔ چنانچہ شیعوں کے فخر المحدثین ابن بابویہ کی کتاب جامع الاخبار صـ۱۲۵ فی السب میں یہ حدیث آتی ہے۔

" قَالَ مَنْ سَبَّنِيْ فَاقْتُلُوْهُ وَمَنْ سَبَّ اَصْحَابِيْ فَقَدْ كَفَرَ وَ فِيْ خَبَرٍ اٰخَرَ فَاجْلِدُوْهُ "

کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس نے مجھے گالی دی اس کو قتل کردو۔ اور جس نے میرے صحابہؓ کو گالی دی اس نے کفر کیا۔ اور ایک اور حدیث میں ہے کہ اسے کوڑے لگاؤ۔

اسی بناء پر حضرت علیؓ بھی اپنے اتباع کو گالی گلوچ اور سب وشتم سے منع فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :۔

" اِنِّيْ اَكْرَهُ اَنْ تَكُوْنُوْا سَبَّابِيْنَ۔" (نہج البلاغہ طہرانی صـ۱۶۱) ۔

کہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ تم گالیاں دینے والے بنو۔

مُردوں کو گالیاں دینا منع ہے

پھر جامع الاخبار کے مندرجہ بالا باب میں ہی ایک اور حدیث بھی آئی ہے کہ :۔

" قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا السُّلْطَانَ فَاِنَّهٗ اَمِيْنُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ وَلَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَتُؤْذُوا الْاَحْيَاءَ وَلَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّهُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰى مَا قَدَّمُوْا "

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ گالی دو تم سلطان کو۔ کیونکہ وہ خدا کا امین ہے اسکی زمین میں۔ اور نہ گالی دو مُردوں کو۔ کیونکہ اس سے تم ایذا دو گے۔ دوستوں کو اور نہ برا کہو مُردوں کو۔ کیونکہ انہوں نے پا لیا ہے بدلہ اعمال کا جو انہوں نے آگے بھیجے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ مبارک کی رو سے بھی شیعوں کو صحابہ کرامؓ کو جو وفات پا چکے ہوئے ہیں، گالیاں دینے سے باز رہنا واجب ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ محقق شیعہ ہمیشہ سب وشتم اور تبرا بازی کے طریق کو ناپسند کرتے ہے چنانچہ قاضی نوراللہ شوستری مذہب شیعہ کی تعریف میں لکھتے ہیں :-

"مفہوم تشیع آنست کہ در صدر صحیفہ معلوم شد لعن درو معتبر نیست میگویند کہ نام خلفائے ثلاثہ مطلقاً در زبان شیعہ جاری نشود و لعن ایشاں واجب نیست اگر جاہلان شیعہ حکم بوجوب لعن کنند سخن ایشاں معتبر نیست۔" (مجالس المومنین مجلس اول ص۴۸)۔

پس قاضی نوراللہ شوستری اصحابِ ثلاثہؓ پر لعن کو واجب قرار دینے والوں کو جاہل شیعہ قرار دیتے ہیں۔

زید بن علیؓ کی جرأت زید بن علیؓ کی جرأت ملاحظہ ہو کہ انہوں نے اپنے لشکر کا رفض منظور کر لیا، مگر وہ اس بات کے لئے تیار نہ ہوئے، کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ سے تبرا کریں۔ چنانچہ شیعوں کی معتبر کتاب مجمع البحرین و مطلع النیرین مطبوعہ ایران صفحہ ۳۰۵ پر زیر لفظ رفض لکھا ہے :-

"وَفِی الْحَدِیْثِ ذِکْرُ الرَّافِضَةِ وَالرَّوَافِضِ وَهُمْ فِرْقَةٌ مِنَ الشِّیْعَةِ رَفَضُوْا اَیْ تَرَکُوْا زَیْدَ بْنَ عَلِیٍّ حِیْنَ نَهَاهُمْ عَنِ الطَّعْنِ فِی الصَّحَابَةِ فَلَمَّا عَرَفُوْا مَقَالَتَهٗ وَاَنَّهٗ لَا یُبْرِیْ مِنَ الشَّیْخَیْنِ رَفَضُوْا ثُمَّ اسْتُعْمِلَ هٰذَا اللَّقَبُ فِیْ کُلِّ مَنْ غَلَا فِیْ هٰذَا الْمَذْهَبِ وَاَجَازَ الطَّعْنَ فِی الصَّحَابَةِ"

اور حدیث میں ذکر ہے رافضہ اور روافض کا وہ ایک شیعوں کا فرقہ ہے جس نے رفض کیا یعنی انہوں نے چھوڑ دیا زید بن علی کو، جس وقت زید بن علی نے منع کیا انہیں صحابہؓ کے متعلق طعن کرنے سے۔ پس جب انہوں نے معلوم کی انکی بات کہ وہ صحابہؓ سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے تو انہوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ پھر استعمال کیا گیا کہ یہ لقب ہر اس شخص کے متعلق جو اس مذہب میں غلو کرے اور جائز رکھے طعن صحابہؓ کے بارے میں۔

پس صحابہ کرامؓ کو گالیاں دینے والے اور ان سے بیزاری کا اظہار کرنے والے شیعہ

ہی درحقیقت اس تحریر کے مطابق رافضی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ اور حضرت زید بن علیؓ کی ہدایات کو پس پشت ڈال کر صرف اپنی حرص ہوا اور خیالاتِ واہیہ کے تابع ہیں۔ خدا تعالیٰ انہیں سب وشتم کے اس خطرناک طریق سے بچائے۔ اللّٰھم آمین۔

امامِ غائب کی حقیقت

اثنا عشری شیعوں کے حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو امام آخر الزمان قبول کرنے میں ان کا یہ عقیدہ بھی روک ہے کہ وہ امام مہدی کے پیدا ہو کر ان کے غائب ہو جانے کے قائل ہیں۔ یعنی ان کا یہ عقیدہ ہے کہ امام مہدی دراصل امام حسن عسکری کے صاحبزادے محمد ہیں۔ جو دو سال کی عمر میں ہی سلطنت کے خوف سے سُرّ من رأی کی غار میں مخفی ہو گئے اب وہ لوگوں کی نظروں سے غائب رہتے ہیں۔ لیکن یوں وہ دیار وامصار میں حاضر رہتے ہیں اور باقاعدہ ان کے ساتھ باڈی گارڈ گھوڑے اونٹ وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔ لیکن کوئی انہیں شناخت نہیں کر سکتا۔ وہ حج کرنے بھی جاتے ہیں۔ لوگ انہیں دیکھتے ہیں۔ لیکن کوئی انہیں پہچان نہیں سکتا۔ ان کا خیال ہے کہ یہ کسی وقت اس غیبوبت سے نکل کر دنیا میں ظاہر ہو جائیں گے اور پھر دنیا کو جو ظلم سے پُر ہے، عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ مگر یہ سب انکی خوش عقیدگی کی باتیں ہیں۔ ورنہ شیعوں کے پاس ان باتوں کا ہرگز کوئی ثبوت نہیں۔ اب پہلے میں شیعوں کے اس عقیدہ کے متعلق ضروری حوالجات درج کرتا ہوں:۔

(۱) کتاب کشف الغمہ علی اردبیلی نے امام غائب کے متعلق لکھا ہے:۔

"اِنَّہٗ حَیٌّ مَوْجُوْدٌ یَحِلُّ وَیَرْتَحِلُ وَیَطُوْفُ فِی الْاَرْضِ بِبُیُوْتٍ وَخَدَمٍ وَحَشَمٍ وَاِبِلٍ وَخَیْلٍ وَغَیْرِ ذٰلِکَ" (بحوالہ غایت المرام مطبوعہ ایران صفحہ ۱۳۱)۔

یعنی امام غائب زندہ موجود ہیں۔ کوچ و مقام کرتے ہیں۔ زمین میں اپنے نوکر چاکر، اونٹ گھوڑوں وغیرہ کے ساتھ پھرتے ہیں۔

(۲) پھر محقق ابن بابویہ لکھتے ہیں:۔

"ثُمَّ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ الْحُجَّۃِ الْقَائِمِ بِاَمْرِ اللّٰہِ صَاحِبِ الزَّمَانِ وَخَلِیْفَۃِ الرَّحْمٰنِ فِیْ اَرْضِہٖ اَلْحَاضِرِ فِی الْاَمْصَارِ

اَلْغَائِبُ عَنِ الْاَنْظَارِ" (ارشادیہ شرح اعتقادیہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۴۹)۔
کہ محمد بن حسن الحجۃ القائم بامراللہ صاحب الزمان ہیں اور خدا کے خلیفہ ہیں اس کی زمین میں۔ حاضر ہیں شہروں میں، اور غائب ہیں نظروں سے۔

(۳) حج بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"از غیبت کبریٰ نیز در موسمہا حاضر میشود بر حالے کہ ہر کس ورا می بیند اما نمی شناسند" (صافی صفحہ ۴ باب ۱۷ باب فی الغیبہ)

کہ غیبت کبریٰ میں وہ حج کے موسموں میں حاضر ہوتے ہیں۔ اس طرح پر کہ تمام لوگ انکو دیکھتے ہیں مگر پہچانتے نہیں۔

امام مہدی اب کیوں غائب ہیں؟

اب تعجب یہ ہے کہ یہ امام غائب بنی امیہ و بنی عباس کے ڈر سے گیارہ سو سال سے غائب ہیں۔ وہ سلطنتیں مٹ گئیں، مگر ابھی تک وہ غائب ہی غائب ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر محمد بن حسن عسکری کا معنوی وجود دنیا میں تھا بھی، تو شیعہ یاد رکھیں کہ اب وہ ایسا غائب ہو چکا ہے کہ پھر اس دنیا میں ظاہر نہیں ہوسکتا۔

امام غائب کے پروگرام کے متعلق موضوعہ روایات

کیونکہ ان کے ظہور کی غرض شیعہ کتب میں یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کے ہاتھ پر بنی امیہ کی تباہی ہوگی۔ چنانچہ تفسیر علی بن ابراہیم القمی میں سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"فَلَا تَدَعُ دَارًا لِبَنِي اُمَيَّةَ اِلَّا اَحْرَقَهَا وَاَهْلَهَا ..... وَذَالِكَ الْمَهْدِيُ عَلَيْهِ السَّلَامُ"

کہ مہدی علیہ السلام بنی امیہ کے تمام گھروں اور ان کے باشندوں کو جلا ڈالیں گے۔

محمد بن یعقوب کلینی علی بن ابراہیم القمی کے شاگردوں میں سے ہیں، لکھتے ہیں:۔

"اِذَا قَامَ الْقَائِمُ عَلَيْهِ وَبُعِثَ اِلَى بَنِي اُمَيَّةَ بِالشَّامِ هَرَبُوا اِلَى الرُّوْمِ" (فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۲۶)

کہ جب محمد بن قائم ہوگا اور شام کے ملک میں بنی امیہ کی طرف بھیجا جائے گا تو وہ سب روم کی طرف بھاگ جائیں گے۔

پھر تفسیر صافی میں امام غائب سے بنی امیہ و بنی عباس کی دشمنی کے متعلق لکھا ہے:۔

"كَذٰلِكَ بَنُوْ اُمَيَّةَ وَ بَنُو الْعَبَّاسِ لَمَّا اَنْ وَقَفُوْا عَلٰى زَوَالِ مُلْكِ الْاُمَرَاءِ وَالْجَبَابِرَةِ مِنْهُمْ عَلٰى يَدِ الْقَائِمِ نَاصَبُوْنَا الْعَدَاوَةَ وَوَضَعُوْا سُيُوْفَهُمْ فِيْ قَتْلِ اَهْلِ الْبَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَاَبَادَةِ نَسْلِهٖ طَمَعًا مِنْهُمْ فِي الْوُصُوْلِ اِلٰى قَتْلِ الْقَائِمِ" (صافی تفسیر سورہ توبہ زیر آیت يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ)

یعنی اسی طرح بنو امیہ اور بنو عباس جب امراء اور جابروں کے ملک کے امام قائم کے ہاتھ سے زوال پانے پر اطلاع پائی تو وہ ہم سے دشمنی کرنے لگے، اور اہل بیت رسول اللہؐ کو قتل کرنے لگے۔ اور انکی نسل کو اس حرص سے تباہ کرنے لگے کہ امام قائم کو قتل کر سکیں۔

اب دیکھئے بنو امیہ اور بنو عباس کی سلطنتیں صدیاں ہوئیں مٹ گئیں مگر کسی امام محمد بن حسن عسکری کے ہاتھ سے نہیں۔ کیا اس سے ظاہر نہیں کہ یہ روایات سب وضعیہ ہیں؟ ورنہ اگر یہ روایات صحیحہ تھیں، تو کیوں واقعات ان کے مطابق ظہور پذیر نہ ہوئے؟

زمانہ ظہور امام غائب کا انقضاء

پھر محقق ابن بابویہ لکھتے ہیں کہ حدیث نبوی میں ۷۰۰ھ ہجری کے واقعات میں آیا ہے، کہ ۷۰۰ھ میں قنطاریہ کا ظہور ہوگا۔ اور اس کے زمانہ میں ایک شخص سفیان بن حرب مکہ سے نکلیگا۔ اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اس کے خروج کے وقت سے قائم آل محمد کے ظہور تک آٹھ ماہ ہوں گے۔ نہ زیادہ ہوں گے نہ کم۔ ملاحظہ ہوں اصل الفاظ:-

"فِيْ سَبْعِ مِائَةٍ قَنْطَارِيَّةً ..... وَفِيْ زَمَانِهٖ يَخْرُجُ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ مَكَّةَ يُقَالُ لَهٗ سُفْيَانُ بْنُ حَرْبٍ - وَفِيْ خَبَرٍ اٰخَرَ وَقْتُ خُرُوْجِهٖ اِلٰى ظُهُوْرِ قَائِمِ اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ثَمَانُ اَشْهُرٍ لَا يَكُوْنُ زِيَادَةً وَّلَا نُقْصَانٌ۔"

پس جب قنطاریہ کے ظہور سے پورے آٹھ ماہ تک بغیر ایک دن کی کمی بیشی کے امام قائم کو ظاہر ہو جانا چاہیئے تھا۔ تو اگر اس کا وجود دنیا میں موجود اور نظروں سے غائب ہوتا تو وہ اپنی اس موعود وقت پر ضرور ظاہر ہو جاتا۔ اب تو چودھویں صدی بھی نصف سے زیادہ گذر گئی۔ مگر وہ قائم آل محمد ظاہر ہونے میں نہیں آیا۔ جس کے شیعہ منتظر ہیں۔ حالانکہ اس کے آنے کا وقت مذکورہ روایت کی رو سے ۶۰۰ سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔

محقق ابن بابویہ نے ایک حدیث لکھی ہے :-

" لَيْسَ بَيْنَ قَائِمِ آلِ مُحَمَّدٍ وَبَيْنَ قَتْلِ زَكِيَّةٍ اِلَّا خَمْسَ عَشَرَ لَيْلَةً ۔" (کتاب اکمال الدین باب ۶۱ ذکر علامات خروج القائم)

یعنی نفس زکیہ کے قتل اور قائم آل محمد کے ظہور کے درمیان صرف ۱۵ راتوں کا وقفہ ہوگا۔

نفس زکیہ امام حسن بن علی کے پڑپوتے تھے۔ انہوں نے منصور عباسی کے خلاف خروج کیا اور کئی صدیاں گذر گئی ہیں کہ وہ قتل بھی ہو گئے۔ مگر قائم آل محمد ان کے قتل سے ۱۵ راتوں کے بعد ظاہر نہ ہوا۔ صاف ظاہر ہے کہ روایت کا یہ حصہ اور اسی قسم کی اور روایتیں جو محمد بن حسن عسکری کی غیبوبت و ظہور کے متعلق ہیں سراسر وضعی ہیں۔

محققین شیعہ کا امام غائب کے وجود سے انکار،

اسی لئے کئی محقق شیعہ بھی اس عقیدہ کو غلط قرار دینے پر مجبور ہوتے ہیں بلکہ وہ محمد بن حسن عسکری کی ولادت سے ہی منکر ہیں چنانچہ خود آل ابوطالب کی ایک مدنی جماعت اسکی ولادت سے منکر ہے۔ جیسا کہ صافی شرح اصول کافی کتاب الحجہ ص۲۰۸ پر لکھا ہے :-

"جمع از آل مدینہ از آل ابوطالب قائل بودند بہ مذہب حق ..... جمع از ایشان از قائل شدن بفرزند یعنی برگشتند از مذہب امامیہ کہ زمانے خالی از امام معصوم نمی باشد بسبب قائل نہ شدن بوجود فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام"۔

اسی طرح شیخ امیر رکن الدین اور ایک جماعت امامیہ کے متعلق مجالس المومنین مجلس ششم مطبوعہ ایران صفحہ ۳۱۰ و ۳۱۱ پر لکھا ہے :-

"بہ تقدیر تسلیم میگوئیم انکار وجود محمد بن الحسن العسکری علیہ السلام منافی تشیع شیخ نیست چہ بعضے از طوائف شیعہ حتی جمع از امامیہ قائل بہ دوازدہ امام کہ یکے از ایشاں محمد بن الحسن العسکری است نیستند"۔

پس ان لوگوں اور جماعتوں نے قائم آل محمد کا عقیدہ اسی لئے اختیار نہیں کیا، کہ وہ اس کی بنیاد نہیں سمجھتے تھے۔ اور اس بارہ میں وارد ہونے والی روایات کو موضوع خیال کرتے تھے۔

مہدی معہود کا ظہور

پھر جب جبکہ امام مہدی علیہ السلام کا ظہور آفتاب عالمتاب کیطرح پنجاب کے خطہ اور قادیان کی مقدس بستی میں ہو چکا تو اب شیعوں کا امام غائب کے انتظار میں رہنا سراسر غلطی ہے۔

شیعہ اصحاب یاد رکھیں! کہ حضرت مہدی علیہ السلام ظاہر ہو چکے۔ اب کوئی اور مہدی ظاہر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ زمین و آسمان دونوں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے شہادت ادا کر دی کہ امام مہدی کا ظہور ہو چکا ہے۔ اور خود حضرت مہدی معہود علیہ السلام کے ہاتھ پر صدہا آفاقی و انفسی نشان ظہور میں آچکے ہیں۔ لیکن افسوس ہے، انکار کرنے والے ان سے اعراض کرتے ہوئے گذر جاتے ہیں۔

آپ کے لئے پہلے نوشتوں کے مطابق آسمان پر چاند سورج کے گرہن نے گواہی دی زمین پر طاعون کے ظہور نے گواہی دی صلیب پرستوں کا غلبہ اور عالمگیر جنگیں مطابق احادیث آپکے زمانہ کی تعیین کر رہی ہیں پس جب آسمان و زمین اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان سب ایک مدعی مہدویت کے وقت اسکی تصدیق کے لئے کھڑے ہیں۔ اور وہ مدعی بآواز بلند بتا چکا ہے کہ یہ سب نشانات میری تائید میں ظاہر ہو رہے ہیں تو پھر ان شہادتوں کے بعد ایک سچے مومن کے لئے کوئی چارہ نہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ آپ کے دعاوی کو قبول کرلے۔

نشان گرہن مہدی کے زمانہ میں چاند سورج کے گرہن کے متعلق سنی و شیعہ دونوں کی کتابوں میں روایات موجود ہیں۔ چنانچہ شیعوں میں سے محقق ابن بالویہ القمی اپنی کتاب اکمال الدین میں ایک حدیث لکھتے ہیں:۔

"عَنْ اَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامِ قَالَ اٰيتَانِ بَيْنَ يَدَيْ هٰذَا الْاَمْرِ خُسُوْفُ الْقَمَرِ لِخَمْسٍ وَكُسُوْفُ الشَّمْسِ لِخَمْسَ عَشَرَ لَمْ يَكُنْ مُنْذُ هَبَطَ اٰدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامِ اِلَى الْاَرْضِ فَعِنْدَ ذٰلِكَ يَسْقُطُ حِسَابُ الْمُنَجِّمِيْنَ۔" (اکمال الدین صفحہ ۳۴۹)۔[1]

---

[1] اس بارے میں دار قطنی کی روایت زیادہ صاف ہے۔ اس میں ماہ رمضان میں مقررہ تاریخیں چاند و سورج کے گرہن کی بتائی گئی ہیں۔

کہ امام ابو جعفرؓ نے فرمایا ہے کہ اس امر کے پہلے چاند و سورج کے گرہن کے دو نشان ہیں۔ جو دس[1] مہینہ کے بارہیں۔ اور جب سے آدم علیہ السلام اس ملک میں تشریف لائے ہیں تب سے ایسا نہیں ہوا۔ اور اس سے منجموں کا حساب ساقط ہو جائے گا۔

یہ نشان ۱۳۱۱ھ ہجری میں پورا ہوا۔ اور ابتدائے آفرینش سے اس وقت تک کسی مدعی کے لئے یہ نشان ظاہر نہیں ہوا۔

طاعون اور جنگ کا نشان

اسی طرح اکمال الدین میں طاعون کے متعلق یوں روایت آئی ہے "عَنْ سُلَيْمَانَ ابْنِ خَالِدٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُوْلُ قُدَّامَ الْقَائِمِ مَوْتَانِ مَوْتٌ اَحْمَرُ وَ مَوْتٌ اَبْيَضُ حَتّٰى يَذْهَبَ مِنْ كُلِّ سَبْعَةٍ خَمْسَةٌ فَالْمَوْتُ الْاَحْمَرُ السَّيْفُ وَالْمَوْتُ الْاَبْيَضُ الطَّاعُوْنُ"

(اکمال الدین ص۳۴۸)

کہ سلیمان بن خالد نے کہا کہ میں نے ابو عبداللہ کو کہتے سنا کہ امام قائمؑ کے آنے پر دو موتیں ایک سرخ موت اور دوسری سفید موت واقع ہونگی۔ یہاں تک کہ ہر سات نفوس سے پانچ آدمی ہلاک ہو جائیں گے۔ موتِ سرخ تلوار ہے اور موتِ سفید طاعون ہے۔

یہ تینوں نشانات حضرت میرزا غلام احمدؑ علیہ السلام کے زمانہ میں ظاہر ہو کر آپکو سچا مہدی ثابت کر رہے ہیں۔

مہدی موعودؑ کے ہاتھ پر ظاہر ہونیوالے بعض نشانات

علاوہ ازیں خود حضرت مہدی علیہ السلام نے سلطنت روس میں انقلاب کی خبر دی۔ اس کے مطابق زار کی سلطنت جنگِ عظیم میں تباہ و برباد ہو گئی۔ لیکھرام کی چھ سال کے عرصہ میں ہلاکت کی خبر دی۔ اور اسے اسلام اور ہندو دھرم میں نشان فارق بنایا۔ یہ خبر بھی میعاد کے اندر پوری ہوئی۔ امریکہ کے مدعی نبوت ڈوئی کی اپنی زندگی میں ہلاکت کی خبر دی۔ چنانچہ وہ ہلاک ہوا اور اس کی ساری حشمت برباد ہوئی۔ ایران و ترکی میں انقلاب کی خبریں دیں جو پوری ہوئیں۔ خدا نے آپکو مسلمانوں کی ایک جماعت دینے کا وعدہ کیا جو پورا ہوا۔ خدا نے فرمایا۔ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچادوں گا" اب یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ جماعت احمدیہ کے افراد تمام اکناف عالم میں موجود ہیں، اور خدائے واحد کا نام بلند کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپکو چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی خبر دی۔ اور ایک کو انہیں سے مصلح موعود اور آپ کا خلیفہ ثانی قرار دیا۔ چنانچہ یہ پیشگوئی بھی صفائی سے پوری ہوئی۔ سعد اللہ لدھیانوی کے مقطوع النسل اور ابتر ہونے کی خبر دی۔ سعد اللہ اور اس کا بیٹا مرگیا اور انکی نسل منقطع ہوگئی پھر موجودہ عالمگیر جنگ کے متعلق اور اس میں طیاروں کے ذریعہ آسمان سے فوجیں اترنے اور زہریلی گیس کے استعمال کئے جانے اور تمام اہم ممالک کے اس جنگ میں مبتلا ہونے کی پیشگوئی فرمائی۔ جو حرف بحرف پوری ہو رہی ہے۔

کیا یہ اور اس قسم کے صد ہا نشانوں کو جو حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی تائید میں ظاہر ہوئے کوئی سچا مومن نظر انداز کر سکتا ہے؟ ہاں منکرین کو ان سے اعراض میں کوئی باک نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا تُغْنِی الْاٰیٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۔ کہ ایمان نہ لانے والے لوگوں کو نہ ہی دوسرے نشان فائدہ دے سکتے ہیں اور نہ ڈراتے والے نشان۔

اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔ لَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ کہ خدا تعالیٰ اپنے غیب پر کسی کو غلبہ نہیں دیتا یعنی کسی کو کثرت سے اخبار غیبیہ پر مطلع نہیں کرتا۔ سوائے اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔ پس حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے ہاتھ پر جسقدر اخبار غیبیہ کا ظہور ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت محمدیہ میں کسی کے ہاتھ پر اتنے نشان ظاہر ہو۔ نے کی نظیر موجود نہیں۔ کیا یہ نشانات شیعہ اصحاب کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں کہ امام مہدی جس کے ان کے آباء صدیوں سے منتظر چلے آتے تھے وہ ظاہر ہوگیا۔

معیار صداقت از قرآن مجید پھر شیعہ صاحبان اگر قرآن مجید کیطرف رجوع کریں تو اس کی قول کی ایک ہی آیت ان کی راہ نمائی کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الحاقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی قرآنی کے منجانب اللہ ہونے کے ثبوت میں فرماتا ہے۔

لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ۔ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ۔ (سورۃ الحاقہ ع ۲)۔

کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر کوئی جھوٹا قول باندھتے، تو ہم انکو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر انکی رگ گردن کاٹ دیتے۔

پس اگر دعویٰ وحی والہام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ۲۳ سال کا لمبا عرصہ پانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپکی وحی کے منجانب اللہ ہونے پر دلیل ہے۔ تو کیوں حضرت مہدی معہود

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز

(اردو)

یعنی دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد ۴۲ | ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۶۲ ہجری مطابق ماہ نومبر سنہ ۱۹۴۳ء | عدد ۱۱

فہرست مضامین

قرآنِ مجید اور علومِ سائنس

(از جناب شیخ عبد القادر صاحب اکونٹنٹ نلوہ ملز لائلپور)

خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں تطابق

علوم سائنس کا تعلق عالم ظاہر سے ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے فعل سے۔ اور قرآن کریم اللہ تعالےٰ کا قول ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں کوئی اختلاف یا تصادم ہو۔ یہ کون نہیں جانتا کہ سچائی میں قول اور فعل ٹکرایا نہیں کرتے۔ بلکہ فعل ہمیشہ قول کا مؤید ہوا کرتا ہے۔ صادق کا عمل اُس کے قول کے مطابق ہوتا ہے۔ نہ کہ مخالف۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قول اور فعل میں نہ صرف کوئی مقابلہ یا اختلاف نہیں بلکہ اُن کا آپس میں گہرا جوڑ، مضبوط رابطہ اور غیر مستحکم رشتہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام قرآن کریم کی شان اسی اصول سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیئے کہ کھُلا کھُلا اعجاز قرآن شریف کا .... وہ غیر محدود معارف وحقائق و علوم حکمیہ قرآنیہ ہیں جو ہر زمانہ میں اُس زمانہ کی حاجت کے موافق کھُلتے جاتے ہیں اور ہر ایک زمانہ کے خیالات کا مقابلہ کرنے کیلئے مسلح سپاہیوں کی طرح کھڑے ہیں۔ اگر قرآن شریف اپنے حقائق و دقائق کے لحاظ سے ایک محدود چیز ہوتی تو ہرگز وہ معجزہ تامہ نہ ٹھیر سکتا تھا ...... اے بندگان خدا! یقیناً یاد رکھو کہ قرآن شریف میں غیر محدود معارف وحقائق کا اعجاز ایسا کامل اعجاز ہے جس نے ہر ایک زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے۔ اور ہر ایک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہے یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا دعویٰ کرتا ہے اس کی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ کوئی شخص کوئی ایسی الٰہی صداقت نہیں نکال سکتا۔ جو قرآن شریف میں پہلے سے موجود نہ ہو۔ قرآن شریف کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ اور جسطرح صحیفہ فطرت کے عجائب وغرائب خواص کسی پہلے زمانہ تک ختم نہیں ہو چکے۔ بلکہ جدید در جدید پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ یہی حال ان صحفِ مطہرہ کا ہے۔ تا خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت ثابت ہو۔" (ازالہ اوہام صہ ۳۰۵ تا ۳۱۳)

یہ وہ نکتہ عظیمہ ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا کے سامنے بار بار پیش کیا کہ قرآن کریم محض ایک کتاب نہیں بلکہ ایک زندہ عالم ہے جس کے حقائق و عجائب کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ وہ ایک غیر محدود خزانہ ہے جس میں آئندہ زمانوں کی ضروریات کے سب سامان مخفی رکھے گئے ہیں۔ اس کلام پاک کی تحقیق و تجسس سے بھی اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر علوم کے چشمے پھوٹ نکلیں گے جس طرح کہ نیچر یعنی صحیفۂ فطرت پر غور کرنے سے علوم کے خزانے کھلتے چلے جاتے ہیں +

الغرض اس زمانہ کے مامور حضرت احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ایک عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپ نے قرآن کو ایک زندہ عالم ثابت کیا جس کے خزانے ہمیشہ کھلتے رہیں گے۔ جیسے یہ کائنات ہے کہ اس میں پہلے دن سے ہی سب خواص اور طاقتیں رکھ دی گئیں۔ لیکن ہر زمانہ میں انسان اس کائنات سے نئے نئے علوم اخذ کرتا چلا آیا ہے اور نئے نئے خزانوں پر اطلاع پا رہا ہے حالانکہ یہ سب اسرار اور یہ سب خواص اور طاقتیں پہلے سے موجود تھیں صرف کوشش کی ضرورت تھی۔ جوں جوں انسان نے ان کا کھوج لگایا وہ ظاہر ہوتی گئیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے کلام قرآن مجید میں بھی ہر زمانہ کے لئے سامان موجود ہیں۔ سب اسرار و غوامض، خواص و عجائبات، معارف و حقائق علوم حکمیہ اس میں پہلے سے ہی رکھ دیئے گئے ہیں۔ لیکن جس جس زمانہ میں کسی ماہر نے ان علوم کا کھوج لگایا زمانہ کی علمی اور روحانی پیاس کے مطابق یہ علوم کھلتے گئے۔ کیونکہ قرآن وہ بحر بے کنار ہے جس میں ہر قسم کے موتی، ہیرے، جواہرات موجود ہیں۔ اس کے خزانے کائنات عالم کے خزانوں کی طرح کبھی ختم نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ فرمایا:۔ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ روئے زمین میں جسقدر درخت ہیں اگر ان تمام کو کاٹ کر قلمیں بنا دی جائیں وَالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ اور اسی طرح سمندر سیاہی بن جائے اور پھر اور سات سمندروں کا پانی بھی سیاہی بنا دیا جائے۔ اور ان قلموں اور اس سیاہی سے کلام اللہ کے حقائق اور معارف لکھے جائیں مَا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ قلمیں ٹوٹ جائینگی سات سمندر کی سیاہی ختم ہو جائیگی مگر قرآن کا سمندر پھر بھی بھرا ہوا ہوگا۔ اس کے معارف ختم ہونے میں نہیں آئیں گے (سورۂ لقمان رکوع ۳)

یہاں ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ قرآنی علوم کوئی قیاس اور ظنی چیز نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی بنیاد یقینیات پر ہے۔ ہیں جب بھی کوئی علمی تحقیقات اور سائنس کے انکشافات یقینیات کے درجہ کو پہنچ جائیں اقیاسات کی منازل سے گذر کر یقین یا مشاہدہ کے دائرہ میں داخل ہو جائیں تو یہ ممکن نہیں کہ وہ ارشادات قرآنی کے خلاف ہو سکیں۔ آپ غور کریں۔ سائنس کے انکشافات آخر ہیں کیا؟

یہی کہ فطرت کی چھپی ہوئی حقیقتوں سے پردہ اٹھا دیا جائے۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ فطرت کی کوئی حقیقت بے نقاب ہو اور وہ صحیفۂ فطرت کے مصنف حقیقی کے کسی ارشاد کے خلاف نکلے؟ ہر عقل سلیم رکھنے والا اس بات کو ناممکن قرار دیگا۔ پس یہ خوب یاد رکھو کہ قرآن اور سائنس میں کوئی حقیقی اختلاف یا تصادم ممکن نہیں۔ ہاں اگر کہیں قرآنی علوم اور سائنٹیفک انکشافات میں اختلاف نظر آئے تو اس کی وجہ صرف یہ ہوگی کہ یا تو قرآنی علوم کی ترجمانی غلط اصول پر کی گئی ہے یا پھر سائنس کی ترجمانی میں غلطی لگی ہے۔ گویا کبھی لوگوں نے خدا کے قول کو غلط سمجھا اور کبھی سائنس دانوں نے خدا کے فعل یعنی قانون قدرت کے سمجھنے میں غلطی کھائی یعنی ایک سراسر باطل تھیوری کو قانونِ قدرت سمجھ لیا گیا۔ ورنہ اسکے علاوہ یہ ممکن نہیں کہ قرآن کریم کا کوئی اشارہ بھی قانونِ قدرت کی کسی حقیقت کے مخالف ہو۔ کیونکہ بایں حالت خدا تعالیٰ کے قول اور فعل میں مطابقت کی بجائے تصادم لازم آئیگا۔

قرآن کریم اور مطالعہ سائنس

اب میں آپ کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ قرآن کریم نے حصولِ علم کے دو زرّین طریق بتائے ہیں، ایک تاریخ، اور دوسرے مطالعۂ قدرت۔ بار بار قرآنِ کریم میں حصولِ علم کے لئے مظاہراتِ قدرت کو پیش کیا گیا ہے، کہ ان کے تجربہ اور مشاہدہ سے یقینی علم حاصل ہو سکتا ہے۔ یہیں سے جدید سائنس کی ابتداء ہوتی ہے۔ اور یہی تمام علوم و فنون کا بنیادی اصول ہے۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ تجربہ اور مشاہدہ کے طریق کو یورپ والوں نے ایجاد کیا۔ اور یونانیوں کے نزدیک علم حاصل کرنے کا جو واحد ذریعہ تخیل و تفکر تھا، اس کی تردید کی۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ تجربہ اور مشاہدہ جو جدید سائنس کی اساس ہے، یہ ایک قرآنی اصول ہے۔ چنانچہ فرمایا:- لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (۱۷:۴) جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اسکے پیچھے مت چلو (یاد رکھو) کان آنکھ اور دل ان سب سے باز پرس ہوگی۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک علم وہ ہے جس کی شہادت سمع۔ بصر اور قلبِ سلیم دیں۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ ظن اور قیاس ہے علم کے یقینی مرتبہ تک نہیں پہنچتا۔ اسی قسم کے قرآنی ارشادات کے مطابق اسلامی سائنس کی بنیاد تجربہ اور مشاہدہ پر اٹھائی گئی ایسے وقت میں جبکہ تجربہ اور مشاہدہ کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے سائنس میں تجربی طریق کو داخل کرنے کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے نہ کہ یورپین فلاسفر راجر بیکن کے سر۔ یہ امر ارباب نظر سے زیادہ دیر تک پوشیدہ نہ رہ سکا۔ چنانچہ اب یورپ کا غیر متعصب طبقہ مقر ہے کہ یورپ

میں سائنس کا وجود عربوں کی ہی بدولت ہے۔ اور یہ سائنٹیفک ذہنیت کہ جس پر جدید سائنس کی بنیاد ہے عربوں کی پیدا کی ہوئی ہے۔ چنانچہ مغربی فلاسفر Briffault "بریفالٹ" اپنی کتاب Making of Humanity (تشکیلِ انسانیت) میں رقمطراز ہے:۔

"اگرچہ یورپی ارتقاء کا کوئی ایک شعبہ بھی ایسا نہیں ہے جس پر اسلامی تہذیب کا فیصلہ کن اثر نہ پایا جاتا ہو۔ لیکن اس کا سب سے زیادہ واضح اور سب سے زیادہ اہم اثر اس شعبہ پر پڑا ہے جو موجودہ دنیا کا امتیازی شعبہ ہے۔ اور جس میں ہماری ساری طاقت کا راز مضمر ہے۔ یعنی سائنس اور سائنٹیفک ذہنیت۔ عربوں کی سائنس کا احسان ہماری سائنس پر محض اسی قدر نہیں ہے کہ انہوں نے چند عجیب و غریب انکشافات کیئے ہوں یا چند انقلاب انگیز نظریئے پیش کئے ہوں۔ ہماری سائنس عرب تہذیب کی اس سے کہیں زیادہ ممنونِ احسان ہے۔ یعنی سائنس کا وجود بھی عربوں کی بدولت ہے۔ جس چیز کو ہم سائنس کہتے ہیں وہ یورپ میں ایک نئی ذہنیت کے ماتحت پیدا ہوئی۔ یہ ذہنیت تحقیق و تجسس کے نئے طریقوں یعنی تجارب اور مشاہدات پیمائش اور علم ریاضی کے ان نئے طریقوں پر مبنی تھی جن سے یونانی بالکل ناواقف تھے۔ اس ذہنیت اور ان طریقوں کو عربوں نے یورپ میں رائج کیا۔" صفحہ ۱۳۰ (ماخوذ)

غرض یہ امر مسلمہ ہے کہ جدید سائنس کی ابتداء مسلمانوں سے ہوئی۔ اور مسلم تہذیب کا سب سے بڑا عطیہ سائنٹیفک طریقہ اور سائنٹیفک ذہنیت ہے۔ اس اصول کو مقرر کرنے کے بعد مسلمانوں نے علم کی مختلف شاخوں پر اس کا استعمال کیا۔ اور ہر علم میں اہم اور عظیم الشان انکشافات کیئے۔ ان سائنسوں میں مشہور حسب ذیل ہیں۔ علمِ ریاضی۔ علمِ ہیئت۔ علمِ طبعیات۔ علمِ کیمیا۔ علمِ طبقات الارض۔ علمِ طب۔ علمِ تعمیر۔ فنِ جہاز رانی وغیرہ۔

سر آلیور لاج جو علمِ طبعیات کے ایک بہت بڑے ماہر تھے اپنی کتاب Pioneers of Science کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:۔

"قدیم اور جدید سائنس کے درمیان واحد مؤثر کڑی عرب ہی تھے۔ یورپ کی سائنٹیفک تاریخ میں تاریک زمانہ (ازمنہ وسطیٰ) ایک بالکل خلاء کے طور پر ہے۔ ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ تک ملک عرب کے سوا اور کہیں کوئی سائنسدان اور حکیم نہیں تھا۔"

یہ حوالہ جات جو کہ ہم نے (ڈاکٹر محمد رضی الدین صدیقی پروفیسر جامعہ عثمانیہ کے مضمون "مسلمان اور سائنس" سے اخذ کرتے ہوئے) آپ کے سامنے رکھے ہیں، ظاہر کر رہے ہیں کہ مسلمانوں نے ایک جدید سائنس کی بنیاد رکھی۔ اور ایک نئے زاویۂ نگاہ سے سب علوم کی چھان بین کی اور عظیم الشان انکشافات کئے۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ عربوں کو یہ جدید ذوقِ نظر کہاں سے نصیب ہوا۔ اس کا جواب بالکل واضح اور روشن ہے کہ قرآن کریم جو اُن کو جانِ عزیز سے بھی زیادہ عزیز تھا جس کے ہر ہر اشارہ پر عمل پیرا ہونا وہ اپنا ایمان سمجھتے تھے۔ یہ ذوقِ نظر آن میں اسی کلامِ پاک نے پیدا کیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں بار بار حصولِ علم کے لئے تجربہ اور مشاہدہ کو پیش کیا گیا۔ اور مظاہر قدرت سے استدلال کرتے ہوئے یہ بتلایا گیا کہ اس طریق سے یقینی علم حاصل ہو سکتا ہے۔

چنانچہ فرمایا:- اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِی تَجْرِی فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (پ ۲) بلاشبہ آسمان اور زمین کے بنانے میں اور رات اور دن کی آمد و رفت میں اور جہازوں میں جو کہ لوگوں کے فائدہ کی چیزیں سمندر میں لیکر چلتے ہیں اور (بارش کے) پانی میں جسے اللہ نے آسمان سے برسایا۔ پھر اس سے زمین کو پژمردہ ہو جانے کے بعد زندگی بخشی اور اس میں ہر قسم کے حیوانات پھیلا دیئے۔ اور ہواؤں کے رُخ بدلنے میں اور بادلوں میں جو زمین و آسمان کے درمیان مسخر و معلق رہتے ہیں عقل سے کام لینے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اسی طرح قرآن کریم کے نزدیک مومن کی صفت ہی یہی ہے کہ اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، کارگہ ہستی پر غور کرے۔ اور مظاہراتِ قدرت سے مختلف ظاہری اور باطنی علوم اخذ کرتا چلا جائے۔ چنانچہ فرمایا:- اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (پ ۴) بلاشبہ آسمان اور زمین کے بنانے میں اور رات اور دن کے آنے جانے میں اہل عقل کے لئے (گوناں گوں) نشانیاں ہیں۔ وہ لوگ جن کی یہ حالت ہے کہ کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمان اور زمین کی ساخت میں غور کرتے ہیں تو وہ پکار اُٹھتے

ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تونے اس موجودات کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔ اے خدا تو ہر قسم کے عیب وخطا سے منزہ ہے۔ پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

گویا مومن مکتشفین جب اپنی عمیق اور دقیق تحقیقات کے بعد کسی چیز کے فوائد معلوم کرلیتے ہیں تو وہ صانع حقیقی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ وہ دنیا پرست لوگوں کی طرح اسی پر کفایت نہیں کرتے کہ زمین کی شکل یہ ہے۔ اسکا محیط اور اس کا قطر اس قدر ہے۔ اس کی کشش کی کیفیت یہ ہے۔ آفتاب ماہتاب اور ستاروں سے اس کو اس قسم کے تعلقات ہیں۔ بلکہ وہ صنعت کی کماحقہ شناخت کرنے کے بعد اور اس کے خواص کھلنے کے پیچھے صانع کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ہر چیز میں صانع کا ہاتھ اور اس کا چہرہ دیکھکر اپنے ایمان کو مضبوط کرتے ہیں۔ اور جب بھی اس اعلے نظام کائنات میں انہیں خدا تعالیٰ کے وجود پر دلیل ملتی ہے تو بے اختیار وہ پکار اٹھتے ہیں کہ ایسا نظام ابلغ اور محکم ہرگز باطل اور بے سود نہیں۔ دنیا میں کوئی چیز بے فائدہ پیدا نہیں کی گئی۔ ہر چیز میں کئی قسم کے منافع اور فوائد مضمر ہیں جنکا تحقیقات سے ہمیں پتہ چلا، سوائے خدا! جو ہر قسم کے عیب وخطا سے منزہ ہے ہم کمزور اور عاجز بندے ہیں، خطا اور غلطی کرسکتے ہیں ہمیں آگ کے عذاب سے بچائے رکھیو۔ یعنی ہر تحقیق کے نتیجہ میں جو کسی چیز کے مضر پہلو معلوم ہوتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ ہم اُن مضر پہلوؤں کو استعمال کرکے مخلوق کیلئے تکلیف کا باعث ہوں۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر سائنٹیفک ریسرچ خدا تعالیٰ کی صفت ربوبیت کو مدنظر رکھ کر نہ کی جائے تو اسی ریسرچ کے نتیجہ میں جو انکشافات ہونگے وہ آگ کے عذاب کی صورت میں تبدیل کئے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ دیکھ لیجئے۔ آج سائنٹیفک ایجادات ہی دنیا کے لئے عذاب النار بن کر رہ گئیں۔

الغرض ان آیات میں علوم سائنس کے حصول کی طرف پُرزور الفاظ میں ترغیب وترہیب دلائی گئی۔ اور ساتھ ہی ایک بندش بھی لگادی کہ ان علوم کو اس حد تک استعمال کرو جس حد تک وہ لوگوں کیلئے مفید ثابت ہوں۔ ورنہ یاد رکھو سائنس کے غلط استعمال کا انجام عذاب النار کی صورت میں نمودار ہوگا۔ چنانچہ انہی اصول کے ماتحت مسلمانوں نے علوم سائنس کو خود حاصل کیا، اور دوسروں میں پھیلایا انسانیت کے بقا، احترام اور اسکی خدمت کیلئے ان علوم کو استعمال کیا۔ اور ان جواہرات کو مشرق اور مغرب میں فیاضی کیساتھ لٹانا شروع کردیا۔ یہانتک کہ اقوام یورپ کو جو آب ترقی کی لامحدود فضاؤں میں بجلیوں کی سی سرعت کے ساتھ اڑتی چلی جارہی ہیں، انہی لوگوں کے سامنے زانوئے تلمذ

طے کرنا پڑا۔ اور یورپ کی سرزمین ان جواہرات سے بہت کچھ مالا مال ہوئی۔

اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حالی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے ٭ یہ سب پود اُن کی لگائی ہوئی ہے

اب میں قرآن کریم کے اُن علمی انکشافات کا ذکر کرونگا جن کی تائید علوم سائنس سے ہو رہی ہے لیکن اس سے قبل میں یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ حقائق قرآنی کے متعلق جو کچھ ہم سمجھ سکتے ہیں وہ اپنے زمانہ کی علمی سطح کے مطابق ہی سمجھ سکتے ہیں۔ جوں جوں زمانہ تجارب و مشاہدات اور علم و بصیرت کے صحیح خطوط پر آگے بڑھتا جائیگا حقائق قرآنی پہلے سے کہیں زیادہ روشن اور بے نقاب ہوتے جائیں گے۔ اور وہ قرآنی علوم جنکا کما حقہٗ ادراک آج نہیں ہو سکتا سائنس کے مستقبل میں وہ بھی درخشندہ ہوتے جائیں گے۔ اس لئے موجودہ علوم سائنس میں اگر حقائق قرآنی کی جھلک نظر نہ آئے تو اس جھلک پر حصر نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ یہ محکم یقین ہو کہ یہی جھلک کامل جلوہ کے رنگ میں ایک دن جلوہ آرا ہوگی۔ چنانچہ فرمایا۔ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ﴿۴۱﴾۔ ہم عنقریب انہیں اپنی نشانیاں عالم انفس و آفاق میں دکھائیں گے حتیٰ کہ ان پر واضح ہو جائیگا کہ قرآن فی الواقعہ ایک حقیقت ثابتہ ہے۔

اب اصل موضوع کی طرف رجوع کرتے ہوئے سب سے پہلے کائنات عالم کی تخلیق کے متعلق قرآنی فلاسفی پیش کی جاتی ہے۔ اسکے بعد دیگر قرآنی انکشافات کا بھی ذکر ہوگا۔ واللہ الموفق

کائنات عالم کی ابتدا

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ حال کی تحقیقاتیں بھی اس کی مصدق ہیں کہ یہ سب نظام عالم ابتری کی حالت میں سے نکل کر موجودہ صورت پر آیا ہے پہلے یہ ساری کائنات ایک غیر ممیز صورت میں باہم ملی جلی تھی۔ یعنی کائنات عالم کے تمام کرّے آغاز پیدائش میں ایک ہیولیٰ سے مرکب تھے پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر الگ الگ کرّے بن گئے۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ عظیم الشان انکشاف بایں الفاظ کیا گیا۔ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ. وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ وَجَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ۔ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَّهُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط

كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۔ ۲۱/۳۴ ۔ کیا ان لوگوں نے جو آیاتِ الٰہی کا انکار کرتے ہیں غور نہیں کیا۔ کہ آسمان اور زمین گٹھڑی کی طرح آپس میں بندھے ہوئے تھے یعنی کائناتِ عالم کے تمام کرّے غیر ممیز صورت میں ملے جلے تھے، پھر ہم نے ان کو کھول دیا اور الگ الگ کر دیا اور ہر زندہ چیز کو ہم نے پانی سے بنایا۔ تو کیا یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ زمین متحرک ہوتے ہوئے تمہیں چکر میں نہ ڈالے۔ اور ہم نے اس میں کھلے راستے بنائے تاکہ وہ راہ پائیں۔ اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا اور وہ اس کے نشانوں سے اعراض کر رہے ہیں۔ اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ سب کرّے اپنے اپنے فلک میں تیزی سے تیر رہے ہیں۔

ان آیات میں مندرجہ ذیل امور پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اول:۔ آغازِ پیدائش میں آسمان اور زمین گٹھڑی کی طرح آپس میں لپٹے ہوئے تھے۔ جو کہ کھول دیئے گئے۔ دوم:۔ پانی مبدءِ حیات ہے۔ سوئم:۔ زمین کی اضطرابی کیفیت دور کرنے کے لئے پہاڑ بنائے گئے۔ چہارم:۔ آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔ پنجم:۔ کائناتِ عالم کے تمام کرّے اپنے اپنے دائرہ میں تیزی سے تیر رہے ہیں۔

یہ سب باتیں سائنس کے عظیم الشان انکشافات میں سے ہیں۔ سائنس سے یہ ثابت ہے۔ کہ کائنات کے تمام کرّے آغازِ پیدائش میں ملے جلے تھے۔ یا ایک ہیولیٰ سے مرکب تھے پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر الگ الگ کرّے بن گئے۔ اور ستاروں کے بڑے بڑے نظام دن بدن پھیل رہے ہیں یعنی ان کا فاصلہ ایک دوسرے سے بڑھ رہا ہے۔ اس پھیلاؤ کو اصطلاح میں کائنات کا پھیلنا کہتے ہیں۔ کائنات کے اس مسلسل پھیلاؤ اور ابتدائی بندش کو قرآن کریم نے رتق اور فتق کے الفاظ میں ادا کر دیا۔ اسی طرح پانی کا مبدءِ حیات ہونا یعنی تمام ذی حیات اشیاء کا قوام اولین پانی کا ہونا یہ سائنس کا عظیم الشان انکشاف ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ قرآن کریم میں فرمایا:۔ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ اور یہ بات کہ زمین کی اضطرابی کیفیت دور کرنے کے لئے اس میں پہاڑ بنائے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔ اور اسی طرح كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ کا انکشاف کہ ہر ایک کرّہ اپنے اپنے فلک میں گھوم رہا ہے۔ یہ علم ہیئت کا بہت بڑا انکشاف ہے۔ ان الفاظ میں قرآن کریم نے بطلیموسی[1] نظام شمسی کی تغلیط پہلے سے ہی

[1] بطلیموسی نظام میں زمین کو ساکن اور تمام کائنات کو مرکز مان لیا گیا۔ آسمان کے مختلف طبقے قرار دیئے گئے جن میں گویا مختلف اجرام سماوی جڑے ہوئے تھے۔ اور جو سب کے سب زمین کے گرد دائروں میں (باقی بر ص ۱۱)

گرد گھومتی ہے۔ کہ کوئی کرہ ساکن نہیں۔ سب اپنے اپنے دائروں میں چل رہے ہیں۔

چاند زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔ پھر زمین اور دیگر اجرام سورج کے گرد گھوم رہے ہیں۔ سورج اس سارے نظام کے ساتھ ستارہ "ویگا" کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اور ستارہ ویگا کسی اور طرف جا رہا ہے غرض تمام اجرام اپنی اپنی گردش میں مصروف ہیں۔ ساری فضا میں کوئی جسم ایسا نہیں کہ جو ثابت ہو؟

اب ایک بات رہ گئی۔ کہ آسمان کو سَقْفًا مَّحْفُوظًا (محفوظ چھت) کیوں کہا گیا۔ یہ یاد رہے کہ آسمانوں کی تخلیق کا ذکر اس سے قبل کی آیت میں ہو چکا ہے۔ یہاں یہ ذکر ہے کہ ہم نے آسمان میں ایسے خواص اور طاقتیں رکھدی ہیں جن کے ذریعہ ایک محفوظ چھت کی طرح دنیا کی حفاظت ہو رہی ہے۔ واضح رہے کہ قرآن کریم کے نزدیک آسمان اس حدِ نظر کا نام نہیں جو آپ کو نیلگوں نظر آ رہی ہے بلکہ اس بلندی کا نام ہے جو وسیع فضا کی صورت میں دنیا کا احاطہ کئے ہوئے ہے

اب میں آپ کی توجہ ایک مضمون کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ جو کہ رسالہ سائنس اپریل ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا جس کا عنوان ہے۔

"کیا دنیا پر چھت ہے؟"

کیا دنیا پر چھت ہے؟ اس سوال کا جواب صدیوں پہلے سائنس نے یہ دیا ہے کہ دنیا پر کوئی چھت نہیں لیکن حال میں بعض ایسے واقعات کا انکشاف ہوا ہے جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا پر ایک قسم کی چھت ضرور ہے .... (نیلگوں آسمان کو دیکھکر) ہماری آنکھیں چاہے دن کا وقت ہو یا رات کا یہ بتلاتی ہیں کہ اگر کوئی چھت ہے بھی تو وہ کروڑوں میل دور ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمیں دھوکہ دے رہی ہیں۔ زمین کی چھت کا نچلا حصہ زمین کی سطح سے صرف دس میل پر واقع ہے۔ سائنس دان اسے دنیا کی چھت نہیں کہتے۔ وہ اس کو ایک عمدہ اور فنی اصطلاح فضائے قائمہ (Stratophese) سے تعبیر کرتے ہیں جو کہ تمام کرۂ زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ حقیقی معنوں میں وہ ایک چھت ہی ہے کیونکہ نہ صرف وہ ہمیں سخت حرارت اور گرمی کی شدت سے بچاتی ہے۔ اور شہاب ثاقب کو جو وقتاً فوقتاً فضاء میں ٹوٹ کر گرتے ہیں روک دیتی ہے بلکہ اس عجیب و غریب

بقیہ حاشیہ صلہ :- اور مختلف ٹیڑھے راستوں میں متحرک فرض کئے گئے تھے۔ یہ وہ نظامِ کائنات ہے۔ جو مشہور فلاسفر بطلیموس نے پیش کیا۔ اور جو کہ سولھویں صدی تک رائج رہا۔

اور مہلک قوت سے بھی جس کو کائناتی شعاعیں "Cosmic Radiati ..." کہتے ہیں۔ بچاتی ہے ...... یہ کائناتی شعاعیں فضائے قائمہ کی سب سے زیادہ عجیب اور پراسرار شے ہے۔ ان شعاعوں کا منبع فضائے قائمہ کے انتہائی بالائی حصہ میں ہے۔ ان کی گھس جانے کی قوت اسقدر ہے کہ وہ نہ صرف سطح زمین تک آتی ہیں بلکہ اس کے اندر اور سمندر کی گہرائیوں تک بھی پہنچ جاتی ہیں۔ سطح زمین پر ان کی راہ کو روکنے کیلئے ٹھوس سیسے کی ۳۲ فٹ موٹی چادر کی ضرورت ہوگی۔ وہ مسلسل ہمارے جسم میں سے گذر رہی ہیں۔ اگر وہ اپنی پوری حدت کے ساتھ زمین پر پہنچ جائیں تو یقیناً سب کو مار ڈالیںگی۔ خوش قسمتی سے وہ بالا ہوائی تہوں میں سے گذر کر آتی ہیں ......

...... اس آسمانی چھت کے وجود سے جس کو ہم فضائے قائمہ کہتے ہیں نصف صدی پہلے کا انسان بالکل ناواقف تھا ...... یہ مبالغہ نہیں کہ سائنس کے نزدیک فضائے قائمہ کی دریافت نئی دنیا یعنی امریکہ کی دریافت سے زیادہ اہم ہے۔ کولمبس نے نئی دنیا کا راستہ کھولا لیکن فضائے قائمہ کے ماہرین ہمارے لئے ایک نئی کائنات کا راستہ کھول رہے ہیں۔

اب آپ غور کریں کہ قرآن کریم میں کتنے بیّن الفاظ میں ذکر ہے کہ آسمان کو ہم نے محفوظ چھت بنایا۔ یعنی آسمان کے ذریعہ ایک محفوظ چھت کی طرح دنیا کی حفاظت ہو رہی ہے۔ آج مسلسل تحقیقات کے بعد فضاء کے متعلق قدیم خیالات اور نظریے غلط ثابت ہوئے اور پتہ چلا کہ خلاء ایک بے معنی لفظ ہے۔ یہ فضائے بسیط بھی عجیب در عجیب چیزوں سے پُر ہے لیکن قرآن کریم نے آج سے ساڑھے تیرہ صد سال پیشتر بتا دیا۔ کہ فضائے بسیط جو تمام دنیا کو گھیرے ہوئے ہے جس کو دوسرے لفظوں میں آسمان کہتے ہیں۔ یہ محض پول نہیں نری خلاء نہیں بلکہ انہی بلندیوں میں دنیا کی حفاظت کے گوناں گوں اور عجیب در عجیب سامان رکھ دیئے گئے ہیں۔ ابھی تو ایک خطّہ کا علم ہوا ہے۔ آگے چل کر کتنی اور آسمانی فضاؤں اور خطّوں کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جن کے ذریعہ دنیا کی حفاظت ہو رہی ہے۔ اور خبر نہیں کتنی فضائیں ہیں جہاں تک انسان کی رسائی ممکن نہیں۔ اور اُن میں کیا کیا حفاظت اور بقاء کے سامان رکھے ہوئے ہیں۔

بہرکیف یہ ایک زبردست انکشاف ہے۔ جو قرآن کریم نے پیش کیا۔ کہ ہمارے سروں پر جو بلندیاں ہیں۔ اُن میں بھی دنیا کی حفاظت اور بچاؤ کے بیش بہا سامان موجود ہیں۔

قرآن کریم میں زمین کا ذکر

آج علم ہیئت بڑی تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ابتداء میں سورج کا کرہ جو زور سے گھوم رہا تھا اس میں سے کسی بڑے جرم سماوی کے اثر کے ماتحت مختلف ٹکڑے چنگاریوں کی طرح الگ ہو ہو کر زور سے فضا میں پھینکے گئے۔ پھر سورج کی کشش سے اس کے گرد گھومنے لگے۔ انہی میں سے ایک ہماری زمین بھی ہے۔ جو پہلے پہل انگارے کی طرح دہک رہی تھی بعد میں سرد ہو کر رفتہ رفتہ کئی مرحلوں میں سے گذر کر قابل رہائش بنی۔ اب قرآن کریم میں زمین کا ذکر ملاحظہ ہو۔ آفتاب کے ذریعہ کائنات عالم کو روشنی عطا کرنے کے ذکر کے بعد فرمایا۔ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذَالِكَ دَحٰهَا اور زمین کو اس کے بعد پھینکا یعنی آفتاب سے زمین الگ کر دی گئی۔ دحی کے معنے ازالها عن مقرها کسی چیز کو اس کے جائے قرار سے ہٹا دینا۔ یا یہ کہ الگ کر کے ایک پتھر کی طرح پھینک دینا پس اسی طرح زمین سورج سے الگ کر کے فضا میں پھینک دی گئی۔

زمین کی ابتدائی حالت

چونکہ زمین سورج سے الگ ہوئی۔ اس لئے اس کی ابتدائی حالت کے متعلق قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ناری تھی۔ چنانچہ ایک جگہ صلصال کالفخار کے الفاظ میں زمین کی ابتدائی حالت کی طرف بھی اشارہ کیا۔ فخار ایسی مٹی کو کہتے ہیں جو آگ میں پکائی گئی ہو (طبخ فی النار فھو الفخار) گویا زمین کی موجودہ سطح آگ میں پک کر تیار ہوئی ہے۔ علم جیالوجی سے ثابت ہے کہ زمین میں مٹی کا چھلکا بعد میں بنا پہلے دنیا ایک گرم آگ کا کرہ تھی۔ چنانچہ زمین کی نچلی سطح اب تک سخت گرم ہے۔ ماہرانِ طبقات الارض نے یہ دریافت کر لیا ہے۔ کہ زمین کے اندر ہر دو سو فٹ کی گہرائی پر ایک درجہ حرارت کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ تین ہزار تین سو فٹ پر حرارت ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔ زمینی بطن کی یہ گرمی اس کی ابتدائی ناری حالت پر بیّن دلیل ہے۔

زمین کی گردش

زمین ساکن ہے یا متحرک۔ زمین کو ساکن بتانے والا مشہور فلاسفر بطلیموس تھا۔ اور زمین کو متحرک ثابت کرنے والا یورپ والوں کے نزدیک کوپرنکس ہے۔ اب دیکھیں قرآن مجید کیا کہتا ہے؟

دُور جانے کی ضرورت نہیں قرآن کریم کا یہ ایک اعجاز کہ وہ جس چیز کے لئے کوئی لفظ یا نام اختیار کرتا ہے تو اس لفظ یا نام میں ہی اس چیز کی حقیقت یا کیفیت کی طرف اشارہ موجود ہوتا ہے۔ اب دیکھ لیجئے ارض کے مصدری معنی الدّوار آئے ہیں۔ یعنی چکر کھانا پس اول تو یہ کہ ارض کا لفظ ہی ظاہر کر رہا ہے۔ کہ زمین متحرک ہے۔ دوم قرآن مجید میں زمین کی گردش کا واضح الفاظ میں ذکر موجود ہے چنانچہ فرمایا۔ هُوَالَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ (ملک رکوع ۱) اس آیت میں زمین کے لئے ذلول کا لفظ آیا ہے جس کے معنی نرمی اور صفائی سے چلنے کے ہیں۔ اسی لئے وہ گھوڑا جو اتنی نرمی اور صفائی سے چلے کہ سوار کو اس کا چلنا گویا محسوس نہ ہو "فرس ذلول" کہتے ہیں ان معنوں کے اعتبار سے آیت کا مفہوم یہ ہوا۔ اے لوگو! وہ خدا تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین کو بہت ہی نرمی اور صفائی سے حرکت کرنے والی بنایا ہے کہ تمہیں اس کی گردش محسوس تک نہیں ہوتی ہو تم بیشک اس کے اطراف میں چلو اور اس کے رزق سے کھاؤ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بیان کی ہیں۔ پہلی یہ کہ زمین ساکن نہیں بلکہ گردش کر رہی ہے۔ دوسری بات یہ کہ زمین کے اطراف میں چلو پھرو اور چل کر دیکھ لو۔ اس کی گردش ایسی نہیں کہ نقصان دہ ہو۔ زمین سورج کے گرد اپنے مدار میں ۱۸ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے حرکت کر رہی ہے۔ اور اپنے محور پر فی منٹ ۱۸ میل سے کچھ زائد کی رفتار سے چکر کاٹتی ہے۔ اب دیکھ لو کہ باوجود اتنی تیز گھومنے کے فرش کی طرح ہمارے نیچے بچھی ہوئی ہے۔ اور محسوس تک نہیں ہوتا کہ جس کے کندھوں پر ہم سوار ہیں وہ اتنی تیزی سے گھوم رہی ہے۔ اس کے "مناکب" میں ہم دوڑتے پھرتے ہیں۔ وہ ہماری کسی حرکت و سکون میں مارج نہیں ہوتی۔ پس کیا ہی قادر ہے وہ ذات جس نے ایک متحرک کرّہ کو اس طرح مسخر کیا کہ اسے باوجود تیز حرکت کے ہمارے لئے قرار گاہ اور جائے سکونت بنا رکھا ہے۔

یہ دو باتیں تو زمین کی حرکت اور حرکت کی نوعیت سے تعلق رکھتی ہیں۔ تیسری بات یہ بتائی کہ زمین کی حرکت کا فائدہ یہ ہے کہ وہ تمہارے لئے رزق کا باعث ہے۔ یعنی اس حرکت کی علت غائی تمہیں رزق دینا ہے۔ سوتم اس کے رزق سے کھاؤ۔ زمین کی گردش کیساتھ اس کے رزق کے ذکر میں کتنا لطیف اشارہ کیا۔ کہ زمین کے رزق کا خزانہ اس کی گردش میں چھپا ہوا ہے۔ اب دیکھ لو زمین کی گردش سے رات دن اور موسم بنتے ہیں۔ انہی باتوں سے ہر قسم کے پھل اناج پیدا ہوتے۔ اور فصلیں پکتی ہیں۔ اگر یہ لوازمات نہ ہوں تو زمین کا رزق آن کی آن میں ختم ہو جائے۔ اب غور کرو زمین کی حرکت کا یہ کتنا عظیم الشان فائدہ ہے جس کی طرف قرآن کریم نے توجہ دلائی۔ غرض اس

آیت میں تین باتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ زمین کی حرکت۔ حرکت کی نوعیت۔ اور اس حرکت کا فائدہ۔ اور اس عمدگی اور خوبصورتی سے ذکر کیا ہے کہ انسان اِن علوم حکمیہ کو دیکھ کر جو ایک اُمّی پر نازل ہوئے۔ انگشت بدندان رہ جاتا ہے۔ اور اس کا سر قرآنی سائنس کے سامنے جھک جاتا ہے۔

قرآن کریم میں اسجگہ کے علاوہ بھی زمین کی حرکت کا ذکر ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ ۱۶/۱۵ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین میں پہاڑ گاڑ رکھے ہیں۔ تا کہ زمین متحرک ہوتے ہوئے تمہیں چکر میں نہ ڈالے۔ یعنی پہاڑوں کے بغیر زمین جھکولے کھا رہی تھی۔ پہاڑوں کی وجہ سے زمین کا توازن قائم ہؤا۔ اور وہ نرمی اور صفائی سے حرکت کرنے لگی۔ اس آیت میں زمین کی دو حرکتوں کا ذکر ہے۔ ایک وہ حرکت جو پہاڑ رکھنے سے قبل تھرتھراہٹ کی صورت میں تھی۔ اور ایک وہ حرکت جو پہاڑ رکھنے کے بعد پُر سکون بن گئی۔ دوسری جگہ فرمایا۔ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو رہنے کے لائق بنایا۔ یعنی اس کو قرار بخشا۔

پھر فرمایا:۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا ۲۹/۲۵ کفات تیز چلنے کو کہتے ہیں۔ اور کفت سخت چلانے کو بھی کہتے ہیں۔ اَب معنی یہ ہونگے کہ کیا ہم نے زمین کو ایسا نہیں بنایا کہ وہ احیاء و اموات کو ساتھ لئے تیز چلتی رہتی ہے۔

زمین کی کشش ثقل

اس آیت میں زمین کی کشش ثقل کا بھی ذکر ہے کیونکہ کَفَتَ کَفْتًا کے دوسرے معنی اپنے ساتھ ملائے رکھنے کے بھی ہیں یعنی زمین کو ایسا بنایا کہ تمام چیزیں اُسی کی طرف کھچی رہتی ہیں۔ اور اُس کے ساتھ لگی رہتی ہیں۔ خواہ وہ زندہ ہوں جیسے انسان حیوان وغیرہ اور مُردہ ہوں جیسے جمادات وغیرہ۔ اَب دیکھئے اِن معنوں میں زمین کی کشش ثقل کی طرف اشارہ ہے یعنی زمین میں ایسی قوت پائی جاتی ہے۔ جو ہر ایک چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہے قرآن کریم کا یہ کمال ہے کہ ایک لفظ بول کر اس کے کئی کئی مطالب کی طرف توجہ دلا دیتا ہے۔

علاوہ اِس کے مندرجہ ذیل آیت میں بھی زمین کی گردش کا ذکر واضح الفاظ میں کیا گیا ہے۔
اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا کہ اللہ تعالیٰ ہی آسمانی اجرام اور زمین کو روکتا ہے کہ وہ اپنے رستہ سے ہٹ نہ جائیں۔ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ ۳۵/۴۱ اگر وہ ہٹ جائیں تو اس کے بعد انہیں کوئی روک نہیں سکتا۔ تزولا ..... زالَ کے معنی ہیں کہ ایک چیز ایک طرف کو مائل ہوتی ہوئی اپنے رستہ سے ہٹ گئی۔ زمین کا اپنے مقررہ رستہ سے اِدھر اُدھر نہ ہونیکا ذکر صاف بتاتا ہے۔ کہ زمین بھی حرکت کرتی ہے۔ اور اس کا ایک رستہ مقرر ہے۔ اور یہی حال

دوسرے اجرام فلکی کا ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا۔ کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ کہ ہر ایک کُرّہ اپنے اپنے دائرہ میں گردش کر رہا ہے۔ یہ آیت نصِ صریح ہے کہ زمین تو کیا کائناتِ عالم کا کوئی بھی کُرّہ ساکن نہیں سب اپنے اپنے دائرہ میں حرکت کر رہے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

زمین کی گردش کے متعلق ایک بات کہنی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ یورپ والوں کا خیال ہے کہ ۱۵۴۳ء میں کوپرنکس نے سب سے پہلے یہ معلوم کیا کہ سورج ساکن ہے اور زمین گردش کر رہی ہے۔ یہ خیال غلط ہے۔ اوّل تو قرآن کریم نے گردشِ زمین کا ذکر کیا اور پھر عربوں نے اسلامی فلسفے کے ماتحت اہلِ یونان کے سکونیاتی تصوّر کے خلاف بغاوت کی اور کائنات کا حرکتی تصور پیش کیا۔ چنانچہ بارھویں صدی کے آغاز میں "البیرونی" نے اپنی کتاب "قانونِ مسعودی ۴۲۱ھ" میں لکھا ہے۔ کہ اس زمانہ کے ایک عرب ہیئت دان نے معلوم کیا تھا کہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے اور ایک دلیل کا بھی ذکر کیا ہے۔ کہ اگر کسی پتھر کو اوپر سے گرایا جائے تو وہ سیدھی عمودی سمت میں نہیں گرتا بلکہ کسی قدر مشرق کی طرف ہٹ کر گرتا ہے۔ یہ زمین کی حرکت کا پہلا تجربہ تھا۔ اسیطرح "کابل اوفوس" ایک امریکی محقق نے لکھا ہے کہ مشہور عرب ریاضی دان اور حکیم علامہ نصیر الدین محقق طوسی نے بطلیموسی نظامِ کائنات کی تنقید کی تھی۔ اور اس خیال کو غلط ثابت کیا کہ زمین مرکز پر ساکن ہے۔

(رسالہ پاپولر اسٹرانومی مئی ۱۹۲۹ء)

زمین کی شکل و صورت

زمین گول ہے یا چپٹی۔ قرآن کریم سے اشارہ ملتا ہے۔ کہ زمین دوسرے کُرّوں کی طرح گول ہے، چنانچہ فرمایا: رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ (سورۂ رحمٰن ع ۱) اس آیت میں کُرّہ زمین کے دو مشرقوں اور دو مغربوں کا ذکر ہے۔ ایک مشرق اور ایک مغرب تو سبھی جانتے ہیں۔ یہ دو مشرق اور دو مغرب کا کیا معمّہ ہوا بس سمجھ لیجئے کہ یہی معمّہ زمین کے گول ہونے پر ایک زبردست دلیل ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔ کہ چونکہ زمین گول ہے اس لئے اس کے کُرّہ مشرقی کا جو مشرق ہے وہ کُرّہ مغربی کا مغرب ہے۔ اور جو کُرّہ مشرقی کا مغرب ہے وہ کُرّہ مغربی کا مشرق ہے پس اسطرح دو مشرق اور دو مغرب ہو گئے۔ اس میں صاف اشارہ ہے کہ زمین گول ہے۔ کیونکہ دو مشرق اور

دو مغرب اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جب زمین گول ہو۔ جسکی وجہ سے جب ایک کرّہ پر سورج چڑھیگا۔ تو دوسرے پر غروب ہوگا۔ اور جب ایک پر غروب ہوگا تو دوسرے پر طلوع ہوگا۔ یوں سمجھ لیجئے کہ جب ہم کہتے ہیں کہ سورج غروب ہؤا، امریکہ والے کہتے ہیں کہ سورج طلوع ہؤا۔ جب ہم کہتے ہیں کہ سورج طلوع ہؤا، امریکہ والے اُسی وقت کہہ رہے ہوتے ہیں کہ سورج غروب ہوگیا۔ اسی طرح دو مشرق اور دو مغرب بن جاتے ہیں۔ اور یہ تبھی ممکن ہے کہ زمین کو چپٹی نہ سمجھا جائے۔ بلکہ گول قرار دیا جائے جس کی وجہ سے اس کے دو کرّے بن گئے۔ ایک مشرقی اور ایک مغربی۔

قرآن کریم میں نئی دُنیا کا تخیّل

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ میں ایک نئی دنیا کا بھی پتہ دیا گیا ہے۔ قرآن کریم کے نزول کے وقت تو لوگ مشرقی کرّے سے ہی شناسا تھے جس میں ایشیا۔ یورپ۔ افریقہ۔ آسٹریلیا شامل ہیں۔ اور مغربی کرّے سے ناآشنا تھے جس میں شمالی اور جنوبی امریکہ شامل ہیں۔ اوپر کی تشریح سے ظاہر ہے کہ دو مشرق اور دو مغرب تبھی ثابت ہو سکتے ہیں جب دنیا کو گول مانتے ہوئے اسکے دونوں کرّوں کو تسلیم کیا جائے یعنی مشرقی کرّہ اور مغربی کرّہ۔ پس دو مشرق اور دو مغرب کے بیان میں یہ اشارہ ہے کہ یہ مشرقی کرّہ دراصل دنیا کا نصف کرّہ ہے۔ نصف کرّہ اور بھی ہے جو کہ مغربی کرّہ ہے۔ اور یہ خدا کی شان ہے کہ سب سے پہلے مسلمانوں نے ہی ایک نئی دنیا کے وجود کے امکان کا پتہ دیا۔ الخوارزمی ؒ نے اس زمانہ میں جب کہ امریکہ کا خیال تک بھی کسی کو نہ تھا ایک نظریہ ایجاد کیا جسے یورپ میں نظریہ "Arim" کہتے ہیں جس کی رُو سے اس نے ایک نئی دنیا کا نظریہ پیش کیا۔ مشہور فلاسفر بیکن نے اسی نظریہ سے استفادہ کیا۔ اور نئی دنیا کا خیال زور پکڑتا گیا۔ اور نیز یہ بات ثابت ہے کہ کولمبس کسی مسلمان کا شاگرد تھا۔ اور وہ مسلمان حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے مرید تھے جنہوں نے اپنے بعض رؤیا و کشوف کی بنا پر اپنی کتابوں میں یہ لکھا تھا کہ سپین کے سمندر کے دوسری طرف ایک بہت بڑا ملک ہے۔ اور چونکہ مسلمانوں میں زمین کے گول ہونیکا خیال جڑھ پکڑ رہا تھا۔ حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے مرید خیال کرتے تھے کہ غالبًا ہندوستان ہی کی طرف آپ کے کشف میں اشارہ ہے۔ کولمبس نے ان روایات کو سُنا اور اُس کے دل میں جوش پیدا ہؤا۔ کہ وہ اس سمندر کی طرف سے ہندوستان پہنچے۔ چنانچہ ہندوستان کی تلاش میں وہ امریکہ جا پہنچا۔) (انقلاب حقیقی مث)

اسی طرح مثنوی مولینا روم سے بھی ثابت ہے کہ مسلمانوں میں نئی دنیا کا تخیل موجود تھا۔ چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

آفتابا ترک ایں گلشن کنی تاکہ تحت الارض را روشن کنی

ترجمہ:۔ اسے آفتاب تجھے اس گلشن عالم کو چھوڑنا پڑتا ہے تاکہ زمین کے نیچے کے حصہ کو روشن کرے۔ یعنی آفتاب کو دوسری دنیا کو روشن کرنے کے لئے جو زمین کی دوسری سمت میں ہے اس مطلع کو چھوڑ کر دوسری طرف طلوع کرنا پڑتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مولانا کے نزدیک زمین کی تدویر اور اسکی دوسری سمت اور اس کے تمام حصص کا روزانہ آفتاب کی روشنی سے بتدریج منور ہونا مسلّم تھا۔ (بحر العلوم شرح مثنوی مولانا روم)

زمین کا توازن

سائنس کی تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اوّل اوّل زمین کی حالت مضطربانہ تھی۔ اس میں ایک سخت اضطراب اور ہیجان رہتا تھا۔ اور ہر وقت زلزلہ کی حالت بنی رہتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ ابتداء میں جب زمین گرم لاوے اور جلتے بلتے رقیق سیال سے کچھ ٹھنڈی ہوئی تو اس کی اوپر کی سطح جم کر ٹھوس ہوتی گئی۔ مگر وہ زمین کے حجم کے مقابلہ میں نسبتاً بہت پتلی تھی۔ اس لئے وہ اندر کے رقیق مادہ پر اسطرح ہلتی تھی جس طرح پانی پر کشتی ہلتی ہے۔ اور متواتر زلازل آتے رہتے تھے۔ اس حرکت کی وجہ سے زمین ناقابل رہائش تھی۔ پھر اس رقیق مادہ کی امواج کی وجہ سے بڑے بڑے پہاڑ معرض وجود میں آئے۔ اور وہ بوجھ بن گئے جن کی وجہ سے زمین کا اضطراب بند ہوگیا۔ اور وہ رہائش کے قابل ہوگئی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ (۱۴/۱۵) اس نے زمین میں بہت سے محکم پہاڑ گاڑ رکھے ہیں۔ تاکہ وہ تمہیں متحرک ہوتے ہوئے چکر میں نہ ڈالے۔ یعنی نرمی اور صفائی سے چلے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا۔ کیا ہم نے زمین کو اسکی مضطربانہ حالت کے بعد تمہارے رہنے چلنے اور پھرنے کیلئے فرش قرارگاہ یا گہوارہ نہیں بنایا۔ اور پہاڑوں کو میخیں۔ جو کام میخ کا ہوتا ہے کہ ہر ایک چیز کو گاڑ کر اسے اپنی جگہ پر قائم کر دیا جائے۔ وہ کام پہاڑوں نے زمین کو دیا۔ جھکولے کھانے والی زمین میں اس کی تمکین کے لئے میخوں کی طرح پہاڑ گاڑ دیئے اور زمین کی تھرتھراہٹ بند ہوگئی جیسے کشتی میں پتھر ڈال دینے کے بعد

وہ اِدھر اُدھر ڈگمگاتی نہیں اور ایک خاص انداز پر چلتی ہے۔ اسی طرح زمین میں پہاڑوں کے ڈالنے سے اُسکا ڈگمگانا بند ہوگیا اور وہ نرمی اور صفائی سے چلنے لگی۔ حدیث میں آیا ہے لَمَّا خلق اللّٰہ الارض جعلت تمید فارسٰھا بالجبال یعنی جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو اس میں سخت اضطراب تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ قائم کئے۔ گویا پہاڑوں سے اضطراب ارضی رُک گیا۔

زمین کا اپنے اطراف سے کم ہونا

یہ زبردست علمی انکشاف قرآن کریم نے اِن الفاظ میں پیش کیا۔ اِنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا ۔ ہم زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے چلے آتے ہیں۔ چنانچہ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ ہماری زمین جب سورج سے الگ ہوئی تو رفتہ رفتہ کئی لاکھ سال میں اس کا بیرونی حصہ ٹھنڈا ہوکر ٹھوس ہوگیا۔ اس بیرونی حصہ کو زمین کا پوست کہتے ہیں جس کی موٹائی اوسطاً ۴۰ سے ۵۰ میل ہے۔ اس کے نیچے کا مادہ پوستِ زمین سے زیادہ بھاری ہے۔ اور نہایت گرم ہے۔ مگر یہ اندرونی حصہ متواتر ٹھنڈا ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جوں جوں یہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ توں توں یہ سکڑتا ہے کیونکہ چیزیں گرمی سے پھیلتی ہیں اور سردی سے سکڑتی ہیں۔ اسی طرح زمین اپنے اندرونی اطراف سے دن بدن سکڑ رہی ہے۔

چاند اور سورج کے متعلق قرآنی فلاسفی

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ سورج اپنی ذات میں روشن ہے۔ اور چاند سورج سے روشنی لیتا ہے چنانچہ فرمایا:۔ ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَہٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ ذٰلِکَ اِلَّا بِالْحَقِّ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۔ خدا ہی ہے جس نے سورج کو ضیاء بنایا۔ اور چاند کو نور۔ اور ایک اندازہ کے مطابق اس کی منزلیں بنائی ہیں۔ تاکہ تمہیں سالوں کی گنتی اور حساب معلوم ہو۔ اِس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے حق و حکمت کیساتھ پیدا کیا ہے۔ وہ اِن آیات کو علم والے لوگوں کیلئے تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ ضیاء کے معنی ہیں اپنی ذات میں جلنے والی اور روشن چیز۔ اور نور اُسے کہتے ہیں۔ جو دوسرے کے اثر کے ماتحت روشن ہو۔ گویا اِن آیات میں یہ بتایا کہ سورج اپنی ذات میں روشن ہے اور چاند سورج سے اکتساب نور کرتا ہے۔

اسی طرح فرمایا:۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۔ گواہ ہے سورج اور اسکی روشنی۔ اور گواہ ہے چاند جب وہ اسکی پیروی کرتا ہے۔ اور اس سے روشنی لیتا ہے۔ پھر فرمایا: جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔ چاند کو اس نے نور اور سورج کو اس نے سراج بنایا یعنی از خود روشن۔

سورج مرکزِ توانائی اور منبع حرارت ہے

فرمایا۔ وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا (سورۃ نبا) ہم نے سورج کو روشنی اور گرمی کا منبع بنایا۔ سراج اس دیئے کو کہتے ہیں جس میں بتی روشن ہو۔ پس سراج کا لفظ استعمال کرکے بتایا کہ سورج کے اندر ذاتی روشنی ہے۔ دوسرا لفظ آیت میں سورج کیلئے وھاجا آیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں شدید الوہج بہت تیز روشنی والا۔ اس کا مادہ وَھَجَ ہے جسکے معنی ہیں زور سے آگ کا بھڑکنا۔ گویا سورج میں ہر آن ایک شدید آگ بھڑک رہی ہے اور یہی سورج کی توانائی اور مستقل حرارت کا ذریعہ ہے۔ موجودہ تحقیق سے بھی یہی ثابت ہے کہ سورج میں ریڈیم کے اجزا کی وجہ سے ہر وقت ایک آگ بھڑک رہی ہے اور اسی وجہ سے وہ روشن ہے اسکو بیرونی ایندھن کی ضرورت نہیں بلکہ بقول شخصے سہ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے سورج اپنی آگ آپ پیدا کرتا ہے۔ ایسی آگ جو شعلہ جوالہ کی طرح ہر وقت روشن رہتی ہے۔

سورج کا مستقر

ماہر فلکیات ہرشل نے اپنے مدت العمر کے تجارب کے بعد یہ نظریہ قائم کیا۔ کہ سورج کے گرد گھومنے والے سیاروں کے لحاظ سے تو سورج ساکن ہے لیکن سورج معہ اپنے تمام اجرام کے ایک اور ستارے کی طرف دوڑ رہا ہے جو اس کا مستقر ہے۔ اس ستارے کا نام "ویگا" ہے۔ ہرشل سے ساڑھے تیرہ صد سال پیشتر قرآن کریم نے اس راز کا انکشاف کیا اور فرمایا:۔ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۳۶/۳۸ اور سورج اپنے مستقر کی طرف چلا جا رہا ہے۔ یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس خدا کا جو زبردست علم والا ہے۔ دوسری جگہ چاند اور سورج کے متعلق اکٹھا فرمایا۔ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى (الرعد) کہ ان میں سے ہر ایک (اپنے اپنے دائرہ میں) چل رہا ہے۔ لیکن ایک وقت مقررہ تک کے لئے۔

چاند کی منازل

قرآن کریم نے چاند کو قمر کہا ہے۔ اس نام میں ہی اس کی حقیقت بیان کردی ہے۔ قَمَرَ قَمْرًا کے معنی ہیں جوا کھیلنا اور قامر جوا کھیلنے والے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ کھیل میں دوسرے کا مال کبھی لیتا اور کبھی واپس دیتا ہے۔ پس کبھی اسے کوئی چیز لینا۔ پھر واپس دینا پھر لینا یہ قمر کے مفہوم میں داخل ہے۔ پس چاند کے لئے لفظ قمر

دکھ کر یہ ظاہر کر دیا کہ وہ سورج کی روشنی لیتا ہے پھر آہستہ آہستہ اسے واپس دیکر اس روشنی سے خالی ہو جاتا ہے۔ چاند کی ذاتی روشنی کوئی نہیں۔ وہ زمین کی طرح بے نور ہے۔ اس میں سورج کی روشنی آتی ہے جس سے وہ روشن ہوتا ہے۔ اور چاند پورا نظر آنے کے بعد پھر جو کم ہوتا ہوا معلوم دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ چاند اپنے محور پر گھومنے کے علاوہ زمین کے ارد گرد گردش کرتا ہے۔ اور یہ گردش ایک ماہ میں تکمیل کو پہنچتی ہے۔ گردش کرتے وقت اس کا جتنا جتنا حصہ سورج کے سامنے سے زمین کے حائل ہونے کے باعث اوجھل ہوتا جاتا ہے اتنا اتنا حصہ سورج کی روشنی سے خالی ہو جانیکے باعث نظر نہیں آتا۔ اس اصل کے ماتحت چاند گھٹتا بڑھتا ہے۔ اب قرآن مجید میں چاند کے نظام کا ذکر ملاحظہ ہو۔ آ، وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا (سورۃ شمس) (ب) وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ...... كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۳۶/۳۹،۴۰۔ فرمایا یہ یقینی اور کُلی بات ہے۔ (سورج اسپر گواہ ہے) کہ اس کی روشنی ذاتی ہے۔ اور چاند اسپر گواہ ہے۔ کہ اس کی روشنی اپنی نہیں وہ سب کی سب روشنی سورج سے لیتا ہے۔ اور چاند کی گردش کیلئے ہم نے کئی منزلیں مقرر کر دی ہیں۔ (جن میں گردش کرتا کرتا آخیر منزل میں) اس کی حالت کھجور کی خشک پرانی شاخ کی طرح ہو جاتی ہے۔ یعنی اپنی گردش کے باعث چاند ایسے مقامات یا منازل میں پہنچ جاتا ہے۔ جہاں وہ سورج سے زیادہ تر اوجھل ہونیکے باعث اس سے کامل رنگ میں اکتساب نور نہیں کر سکتا۔ پھر چاند کی منازل گردش کے ذکر کے بعد جو زمین کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ كُلٌّ فِىْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ وارد ہوا۔ اس میں یہ بھی بتایا ہے۔ کہ چاند علاوہ زمین کے اپنے محور پر بھی گھومتا ہے۔

غور کرو کتنی موزوں ترتیب ہے۔ پہلے چاند کی اُن منازل کا ذکر کیا جو زمین کی گردش کیساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اور پھر فرمایا کہ وہ اپنے مخصوص دائرہ میں بھی باقی اجرام فلکی کی طرح گردش کر رہا ہے یہ کتنا بدیہی اور روشن فلسفہ ہے۔ جو چاند اور سورج کے تعلق کی نسبت قرآن کریم نے پیش کیا۔ آج علم ہیئت والے یہی کہتے ہیں۔ کہ چاند اپنے محور پر گھومنے کے علاوہ زمین کے اردگرد بھی چکر لگاتا ہے اور زمین کے اردگرد چکر لگاتا ہوا ان منازل یا مقامات پر پہنچ جاتا ہے جہاں چاند بوجہ زمین کے حائل ہو جانے کے سورج سے اوجھل ہوتا جاتا ہے۔ اور سورج کی روشنی اس کے پورے کُرّے تک نہیں پہنچتی۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ آہستہ آہستہ چاند کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

(باقی دارد)

حضرت بابا نانکؒ کا پیغام غیر مبائعین احباب کے نام

(از جناب گیانی عباد اللہ صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے متعلق جہاں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے الہام الٰہی کے ماتحت مختلف رنگوں میں پیشگوئیاں بیان فرمائی ہیں وہاں پنجاب کے ایک مشہور و معروف بزرگ حضرت بابا نانکؒ صاحب نے بھی اپنے رب سے خبر پاکر اپنے مقدس کلام میں اس کی آمد و مذہب اور کاموں کے متعلق بیّن الفاظ میں اطلاع دی ہے۔

جب ہم حضرت بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پنجابی زبان کی ان سیدھی سادی اور صاف صاف پیشگوئیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو عین یقین کامل ہو جاتا ہے کہ حضرت باباجی بھی خداوند کریم کے الٰہی برگزیدہ بندوں میں سے تھے جن کو اس نے اپنے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف بخشا اور الہام اور وحی سے سرفراز کیا[۵۱]۔

حضرت باباجی نے جہاں آنیوالے نہہ کلنک۔ مہدی اور مسیح[۵۲] کا مقام نزول "پرگنہ بٹالہ[۵۳]" بتا کر "جامہ اسکا مسلمان کا ہوگا[۵۴]" کی خوشخبری لوگوں کو سنائی۔ اور کتابیں تصنیف فرماکر اصلاح کرنے والا بتایا[۵۵]۔ وہاں اس مامور من اللہ کی جماعت کے اس تاریخی اختلاف کا ذکر بھی پیشگوئی کے طور پر

---

۵۱ حضرت بابا نانکؒ صاحب نے اپنے ملہم ہونے کا دعویٰ مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا ہے:۔

جیسی میں آوے خصم کی بانی تیسڑا کریں گیان وے لالو [illegible]

یعنی اے لالو! جسطرح رب کا کلام میرے پر نازل ہو رہا ہے اس کو اسی طرح سمجھنا

۵۲ لاہور کے ایک ہندو اخبار میں کرشن کے ہونے والے اوتار کو نہہ کلنک۔ مہدی اور مسیح تسلیم کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

نہہ کلنک۔ اوتار آ۔ آ۔ اے امام دوجہاں ۔۔۔ منتظر ہیں ہم کہ اب ہوتا ہے کب تیرا ظہور
تو مسلمانوں کا مہدی تو نصاریٰ کا مسیح ۔۔۔ تو شہ سکہ پنتھ تو شہنشاہ طیور

مندرجہ بالا حوالہ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ آنیوالا اوتار ایک ہی ہوگا۔ اور وہی ہندو صاحبان کیلئے نہہ کلنک اور عیسائی دوستوں کیلئے مسیح اور مسلمان بھائیوں کے لئے مہدی ہوگا۔

۵۳ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۵۱ ۔ ۵۴ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۵۲۷ ۔ ۵۵ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۵۲۴

کر دیا جو آج ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے درمیان رونما ہے جو کسی وقت خاندان نبوت یعنی اہلبیت سے وہی عقیدت رکھتے تھے جو آج ہمارے دلوں میں موجزن ہے۔ اور مرکز احمدیت قادیان سے انکو وہی محبت تھی جس کا اظہار ہم ہمیشہ کرتے رہتے ہیں۔ نیز جنکا عقیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں حضور کی نبوت کے متعلق وہی تھا جو آج اُن کو عداوت محمود ایدہ اللہ میں مبتلا ہو کر غلو اور گمراہی نظر آ رہا ہے۔

حضرت بابا نانک صاحب نے اس پیشگوئی میں یہ بھی بیان فرمادیا ہے کہ اختلاف کرنے والے آخر میں دشمنی کا رنگ اختیار کرلیں گے۔ یعنی اُن کا پیغام صلح پیغام جنگ میں تبدیل ہو جائے گا۔

بابا جی فرماتے ہیں :۔

ایسا پاسا ڈھالسی دور دیوان ابھگ
نوتن جامہ پہن کے بیٹھے الکھ الگ
اک کچے اک پکیاں گورمکھ بھئے نہال
تو کس سیئی نانکا جو توڑے آپ دیال

ਐਸਾ ਪਾਸਾ ਢਾਲਸੀ ਦੂਰ ਦੀਵਾਨ ਅਭੰਗ ॥
ਨਵਤਨ ਜਾਮਾ ਪਹਿਨ ਕੇ ਬੈਠੇ ਅਲਖ ਅਲਗ ॥
ਇਕ ਕੱਚੇ ਇਕ ਪੱਕਿਆਂ ਗੁਰਮੁਖ ਭਏ ਨਿਹਾਲ ॥
ਤੂੰ ਕਿਸ ਸੇਵੀ ਨਾਨਕਾ ਜੋ ਤੋੜੇ ਆਪ ਦਿਆਲ ॥

تس کا پرمارتھ

ਇਸ ਦਾ ਪ੍ਰਮਾਰਥ:-

دور دیوان ابھگ کہے ایسا پاسا ڈھالیگا دنیا تے دور رہیگا دیوان جو ہے سو ابھگ لگیگا توڑنے کا کدے ناہی اُر اک کچے اک پکیاں سو کی ہے پکے تاں گورمکھ ہن جو توڑنے کے ناہی گورمکھ کہینگے جو ایہہ پورن پورکھ

ਦੂਰ ਦੀਵਾਨ ਅਭੰਗ ਕਹੇ ਐਸਾ ਪਾਸਾ ਢਾਲੇਗਾ ਦੁਨੀਆ ਤੇ ਦੂਰ ਰਹੇਗਾ ਦੀਵਾਨ ਜੋ ਹੈ ਸੋ ਅਭੰਗ ਲੱਗੇਗਾ, ਤੋੜਨ ਦਾ ਕੋਈ ਨਾਹੀ ਅਰ ਇਕ ਕੱਚੇ ਇਕ ਪੱਕਿਆਂ ਸੋ ਕੀ ਹੈ, ਪੱਕੇ ਤਾਂ ਗੁਰਮੁਖ ਹੋਣ ਜੋ ਤੋੜਨ ਦੇ ਨਾਹੀ ਗੁਰਮੁਖ ਕਹਿਣਗੇ ਜੋ ਇਹ ਪੂਰਨ ਪੁਰਖ

۱؎ کوش (لغت) میں دیوان کے مندرجہ ذیل معنے بیان کئے گئے ہیں :۔

حاکم ہندوستانیا۔ خزانے والا حاکم
(۲) دفتر دربار

ਹਾਕਮ, ਹਿੰਦੁਸਤਾਨੀਆਂ, ਖ਼ਜ਼ਾਨੇ ਵਾਲਾ ਹਾਕਮ।
(2) ਦਫ਼ਤਰ, ਦਰਬਾਰ।

۲؎ ابھگ کے معنے لغت میں یوں لکھے ہیں :۔

ابھگ :۔ نہ ٹوٹا ہوا۔ جو کدی نہ ٹوٹے

ਅਭੰਗ:- ਨਾ ਟੁੱਟਾ ਹੋਇਆ, ਜੋ ਕਦੇ ਨ ਟੁੱਟੇ

گرنتھ کوش خالصہ ٹریکٹ سوسائٹی ص ۶۵

ਅਬਿਨਾਸੀ ਸ੍ਰਿਸਟ ਦਾ ਕਰਤਾ ਕਰਣੇਹਾਰੋ ਅਗੇ ਹੋਏ ਪਿਛੇ ਹੋਵਨਗੇ ਸੋ ਭੁਗਤਾਇਨਗੇ ਕਹਿਨਗੇ ਜੋ ਏਹ ਰਾਜਾ ਹੈ, ਅਗੋ ਗੁਰਮੁਖ ਸਿਖ ਜੋ ਗੁਰੂ ਦੇ ਪਿਆਰੇ ਹਨ ਉਨ ਕਉ ਭੀ ਨਿੰਦਨਗੇ ਤਿਨ ਦੇ ਸਤਿਗੁਰੂ ਆਪ ਤੋੜ ਸੁਟੇਗਾ ਤੂੰ ਸੁਣ ਸਾਈਂ ਨਾਨਕਾ ਜੋ ਤੋੜੇ ਆਪ ਦਿਆਲ ॥ { ਜਨਮਸਾ: ੫੨੮ ਭਾ: ਬਾਲਾ	ابناشی سرشٹ کا کرتا کرنے ہارا ہے آز جو پچھے ہونگے سو بھیر ہانگے سو کہنگے جو ایہہ راجہ ہے آز گور مکھ سکھ جو گورو کے پیارے ہن ان کو بھی نندنگے تن کو ستگورو آپ توڑ سٹیگا" تو سن سیئی نانکا جو توڑے آپ دیال جنم ساکھی بھائی بالا مٹ ۵۲۸

یعنی حضرت بابا نانک صاحب سلمانوں میں سے ہونے والے "پورے گورو" کی پیشگوئی :-

ਚਲਣਾ ਚੂਰ ਕਰੇ ਗੁਰ ਪੂਰਾ ਨਾਨਕ ਲੇਖ ਨ ਮਿਟਿਆ ਜਾਈ ॥ ਮੁਸਲਮਾਨ ਸਿਫਤ ਸਰੀਅਤ ਸਚੇ ਦੀ ਵਡਿਆਈ ॥	چلنا چور کرے گور پورا نانکا لیکھ نہ مٹیا جائی سلمان صفت شریعت سچے کی وڈیائی [1] جنم ساکھی بھائی بالا مٹ ۵۲۶

بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ اس کے بعد ایک نیا دور شروع ہوگا۔ یعنی اس کے بعد دیوان یعنی دربار خلافت کا دائمی سلسلہ قائم ہوگا۔ جو کبھی بھی منقطع نہ ہوگا [2]۔ اس کے آگے باباجی فرماتے ہیں۔ کہ جب وہ پورا گورو نوتن جامہ پہن کر (حسن و احسان کے نظیر کے رنگ میں) ظاہر ہوگا۔ تو اسوقت اس کی جماعت میں اختلاف پیدا ہوگا جس کے نتیجہ میں وہ دو حصوں میں بٹ جائیگی۔ اس پیشگوئی کی ترتیب سے ظاہر ہوتا ہے کہ پہلے وہ پورا گورو ظاہر ہوگا۔ اس کے بعد نظام خلافت کا سلسلہ قائم ہوگا۔ اور اُس کے بعد اُس کے نظیر کا ظہور ہوگا جس پر "پکّے" اور "کچّے" گروہ کے دو حصّے ہوجائینگے۔

باباجی نے دونوں گروہوں کے نام ایسے تجویز فرمائے ہیں جو اپنے اندر ایک خاص حقیقت رکھتے ہیں۔ اب ہم سب سے پہلے ان الفاظ پر غور کرتے ہیں تا معلوم ہو کہ باباجی کے ان الفاظ کا مطلب کیا ہے۔ لغت میں "کچے" لفظ کے نیچے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں :-

---

[1] یعنی وہ پورا گورو دنیا میں پھیلے ہوئے مکر و فریب کو پاش پاش کر دیگا۔ اُس کی تحریر مدلل ہوگی۔ اُسکے پیش کردہ دلائل کا توڑنا محال امر ہوگا۔ وہ مسلمان ہوگا۔ شریعت اس کی صفت ہوگی یعنی وہ یقیم الشریعۃ کا حقیقی مصداق ہوگا۔ اور دنیا میں سچے خدا کی بڑائی بیان کریگا۔

[2] حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے بھی سلسلۂ خلافت کو دائمی سلسلہ قرار دیا ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ الوصیّت صفحہ ۶

کچے جو پکے نہ ہوں پر مارتھ وچ چھیتی ٹوٹ جان والے۔ جھوٹے بے صدقے۔ گرنتھ کوش صـ۳۳۲	"ਕੱਚੇ।- ਜੋ ਪੱਕੇ ਨਾ ਹੋਣ, ਪ੍ਰਮਾਰਥ ਵਿਚ ਜਾਨ ਦੇ ਛੇਤੀ ਟੁੱਟ ਜਾਣ ਵਾਲੇ ਝੂਠੇ ਬੇਸਿਦਕੇ।" (ਗੁਰ ਕੋਸ਼ 332)

یعنی کچے ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ایک دفعہ صراط مستقیم پر قائم ہو کر پھر کسی وقت اس راستہ کو چھوڑ دیں۔ باباجی کا یہ فرمانا۔ کہ ایک گروہ کچا ہوگا۔ اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ پہلے کسی وقت صراط مستقیم پر قائم ہوا ہوگا۔ مگر بعد میں اصل راستہ کو چھوڑ جائیگا۔ اس کے علاوہ کچے کے معنے جھوٹے کے بھی ہیں جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ جھوٹ کی پیروی کر رہے ہونگے اور صدق سے کوسوں دور جا رہے ہونگے۔

پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ کچے لوگ وہ ہونگے جن کے پاس حق نہیں ہوگا اور وہ اپنے عقائد میں تبدیلی پیدا کر لیں گے یعنی جن عقائد میں ان کو اختلاف ہوگا وہ پہلے انہی عقائد کے پابند رہ چکے ہونگے۔ مگر کسی خاص مصلحت کے ماتحت وہ عقائد چھوڑ دینگے۔ اس کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے ایک کشف سے بھی ہوتی ہے جس میں حضورؑ نے مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین کو مخاطب کر کے فرمایا ہے:۔

"آپ بھی صالح تھے اور نیک ارادہ رکھتے تھے آؤ ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔" (تذکرہ صـ۴۷۰)

اس کشف سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر غیر مبایعین واحباب پر ایک ایسا زمانہ مقدر تھا جب ان کے نیک ارادوں میں تبدیلی پیدا ہو جائیگی یعنی وہ اس راستہ پر قائم نہ رہینگے جو سیدھا راستہ ہے۔ اور وہ اپنے عقائد کو جنکا اظہار وہ حلفیہ بیانوں میں کیا کرتے تھے چھوڑ جائیں گے۔ اسی لئے حضرت بابا نانکؒ صاحب نے اپنی پیشگوئی میں ان کا نام "کچے" رکھا جو حقیقت پر مبنی ہے۔ دوسرے گروہ کو باباجی نے "پکے" کے نام سے موسوم کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اختلاف پیدا ہونے پر دوسرا گروہ ایسے لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ جو صراط مستقیم پر گامزن ہونگے۔ اور تمام مشکلات اور مصائب کے باوجود اپنا سیدھا راستہ نہیں چھوڑیں گے یعنی وہ ہر قسم کی سختی اور مخالفت برداشت کریں گے مگر اپنے عقائد میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کریں گے۔

"پکے" لفظ کے معنے لغت نے یوں بیان کئے ہیں:۔

پکّا۔ جو اپنے ابھیاس وچ ویچار نال کسے اصول تے دڑھ ہو وے	ਪੱਕਾ।— ਜੋ ਆਪਣੇ ਅਭਿਆਸ ਵਿਚ ਵੀਚਾਰ ਨਾਲ ਕਿਸੇ ਅਸੂਲ ਤੇ ਦ੍ਰਿੜ੍ਹ ਹੋਵੇ

ਅਤੇ ਕਿਸੇ ਉਚੇ ਗੁਣ ਵਿਚ ਨਿਪੁੰਨ ਹੋਵੇ। (ਗੁਰ ਸ਼ਬਦ ਕੋਸ਼ ੮੩੩) | اتے کسے اوچے گن وچہ نپن ہووے (گرنتھ کوش ص۸۳۳)

یعنی "پکے" ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو کسی اصول پر غور و فکر کے بعد قائم ہوں اور پھر اس پر استقامت دکھائیں۔ اب ظاہر ہے کہ باباجی کا دوسرے گروہ کو "پکے" کے نام سے موسوم کرنا اپنے اندر یہی مفہوم رکھتا ہے کہ دوسرے گروہ کے لوگ اپنے عقائد پر پختگی سے قائم ہونگے۔ اور دنیا کا بڑے سے بڑا طوفان بھی انکو ایک انچ اِدھر اُدھر نہ کر سکیگا۔

اِس کے بعد باباجی نے اپنے رنگ میں فریقین کے عقائد کا بھی ذکر کر دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ "پکے" لوگوں میں یہ تین باتیں بالکل نمایاں ہونگی۔

(۱) اوّل یہ کہ یہ "پورن پورکھ" ہے۔ (۲) دوم یہ کہ یہ "ابناشی" ہے۔

(۳) سوم یہ کہ یہ سرشٹ کا کرتا کرنہار ہے۔

اب ہم اِن تینوں باتوں پر الگ الگ غور کرتے ہیں۔

(۱) پورن پورکھ (ਪੂਰਨ ਪੁਰਖ)

اِس کے معنی ہیں:- پورن = کامل۔ پورکھ = انسان = کامل انسان۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے رسول لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کے الٰہی فرمان کے مطابق دنیا کیلئے بہترین اور کامل نمونہ ہوتے ہیں اس لئے حقیقی معنوں میں کامل انسان کہلانے کے وہی مستحق ہوتے ہیں۔ باباجی کا یہ فرمانا کہ اس "پکے" گروہ کا یہ عقیدہ ہوگا۔ کہ یہ کامل انسان ہے اپنے اندر یہی مفہوم رکھتا ہے۔ اس سے مراد اس پورے گورو کا نبی ہونا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں کا اسکو نبی ماننا ہے۔ کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ نبوت ہی دراصل انسانیت کا کمال ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ باباجی نے جو الفاظ بیان کئے ہیں وہی الفاظ سیدنا امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنی مشہور و معروف تصنیف "حقیقۃ النبوۃ" میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی نبوۃ کے متعلق پھیلائی جا رہی غلط فہمیوں کو دُور کرنے کے لئے اور حضور علیہ السّلام کی نبوت کے ثبوت اور اسکی تشریح میں تصنیف فرمائی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے حق میں ارشاد فرماتے ہیں۔ جیسا کہ حضور فرماتے ہیں:-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زور سے بلا کسی اور انسان کے سہارے کے

اس درجہ کو پہنچے جو خدا تعالےٰ نے آپ کو دیا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السّلام صرف اپنی ذاتی استعداد کے ساتھ ہی اس رتبہ کو نہیں پہنچے بلکہ آپ کی ذاتی استعداد کے ساتھ فیضان محمدی مل گیا۔ اور ایک تو مسیح موعودؑ کی فطرتی طاقتوں نے اس کو اوپر اٹھایا اور دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بلند کیا۔ اِس لئے پہلے کی نسبت بہت جلد ایسا "کامل انسان" ظاہر ہُوا۔ اور تیرہ سو سال کے اندر ایسے کامل انسان کا ظہور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قوتِ فیضان کے کمال کا ایک زبردست ثبوت ہے۔" صفحہ ۲۴۹

مندرجہ بالا حوالہ میں حضور نے اپنا عقیدہ انہی الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ جو حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے اپنی پیشگوئی میں "پکے" گروہ کے عقیدہ کے بارہ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے خود بھی الہام الٰہی کے ماتحت اپنے حق میں ان الفاظ کو استعمال فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضور کا ارشاد ہے:۔

"انی جعلت فرداً اکمل من الذین انعم علیھم فی اٰخر الزمان ولا فخر ولا ریاء فعل کیف اراد وشاء فھل انتم تحاربون اللّٰہ وتزاحمون" میں منعم علیہم گروہ میں سے فرد اکمل کیا گیا ہوں۔ اور یہ فخر اور ریاء نہیں خدا نے جیسا چاہا کیا بس کیا تم خدا کے ساتھ لڑتے ہو۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۱۲)

اِس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے "آئینہ کمالات اسلام" صفحہ ۱۶۱ میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں اور "تحفۂ قیصریہ" صفحہ ۲۲ پر حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے حق میں اور "لیکچر سیالکوٹ" صفحہ ۲ پر سری کرشن جی مہاراج کے حق میں کامل انسان کا لفظ نبی کے معنوں میں ہی استعمال فرمایا ہے۔

حضرت بابا نانک صاحبؒ کی پیشگوئی سے ثابت ہوتا ہے کہ اختلاف پیدا ہونے پر "پکے" لوگوں کو جس بات کا پہلے اعلان کرنے کی ضرورت پیش آئیگی۔ وہ حضور علیہ السّلام کی پوزیشن یعنی دعویٰ نبوت سے تعلق رکھتی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ باباجی صاحب نے اوّل اِسی بات کو بیان فرمایا ہے۔ کہ "پکے" لوگ کہیں گے کہ یہ "پورن پورکھ" یعنی کامل انسان (نبی) ہے۔

جناب مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین خود بھی تسلیم کر چکے ہیں کہ ہمارے اختلاف کی اصل جڑ مسئلہ نبوت ہی ہے۔ خدا کی قدرت دیکھو جن الفاظ میں باباجی نے "پکے" گروہ کا عقیدہ

بیان کیا ہے وہی الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ میں استعمال کئے ہیں۔ اور اسی رنگ میں "پکے" گروہ کے سردار سیدنا امیر المومنین نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوت میں کامل انسانؒ کے الفاظ کو تحریر فرمایا ہے۔

(۳) ابناشی (अबिनाशी)

اس کا مطلب ہے دائمی زندگی پانے والا۔ باباجی کے اس ارشاد کا خلاصہ مطلب یہی ہے کہ صراطِ مستقیم پر چلنے والے "پکے" لوگوں کا دوسرا عقیدہ یہ ہوگا۔ کہ وہ اس مامور کو ابدی زندگی پانے والا یقین کرتے ہونگے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابدی زندگی کی تشریح مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمائی ہے:-

"میں ہرگز کسی احمدی کیلئے جائز نہیں سمجھتا کہ وہ اپنے مسیح کو مردہ کہے۔ بلکہ ضرور ہے کہ اُسے زندہ کہا جائے۔ یہ میرا حکم نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ درحقیقت انسان پر جب موت آتی ہے۔ تو اس کے اجزا متفرق ہو جاتے ہیں۔ مگر دیکھو اس کے مرید بمنزلہ اجزاء کے تھے۔ وہ بجائے اس کے کہ متفرق ہوں ان میں وحدت کی روح پھونکی گئی۔" (بدر ۱۱ر جون ۱۹۰۸ء)

اس فرمان اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات اور الہامات کے ماتحت ہم احمدی قرآن شریف اور احادیث کی روشنی میں شروع سے ہی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ابناشی ہیں۔ ہم حضور علیہ السلام اور آپ کے قائم کردہ سلسلہ کی حیاتِ ابدی قومی وحدت پر ہی یقین کرتے ہیں۔ اور اس قومی وحدت کی حفاظت کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے احمدیت میں خلافت کا دائمی سلسلہ قائم کیا۔ کیونکہ حقیقی وحدت خلافت سے ہی وابستہ ہوتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ہم نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ کو بھی شرح صدر سے خلیفہ تسلیم کیا اور آپ کے فرمان کے مطابق۔ کہ

"جب میں مرونگا تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا کھڑا کریگا۔ اور خدا اس کو آپ کھڑا کریگا۔" (بدر جلد ۱۱ صٹ)

ہم لوگ سیدنا محمود ایدہ اللہ تعالیٰ کی خلافت پر بھی صدق دل سے ایمان لائے۔ مگر وہ لوگ جو ہم سے الگ ہوئے ہیں جہاں آج نبوت جیسی نعمت کو قومی وحدت کو پاش پاش کرنے والا

حربہ یقین کرتے ہیں۔ وہاں اس خلافت جیسے بابرکت انعام کو بھی نعوذ باللہ تکلیف کا باعث قرار دے رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے صاف الفاظ میں حضورؑ کی ابدی زندگی جماعت احمدیہ کی وحدت سے ہی وابستہ قرار دی ہے۔ مگر منکرین خلافت نے احمدیت میں اختلاف پیدا کر کے جماعت کی وحدت کو توڑنے کی پوری کوشش کی۔ اور آج تک وہ اسی کوشش میں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔ جب کبھی بھی کوئی ہماری جماعت سے الگ ہوتا ہے یا خارج کیا جاتا ہے تو یہ لوگ اسکو آلہ کار بنا کر اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل پر کمربستہ ہو جاتے ہیں۔ گویا وہ حضور علیہ السلام کی ابدی زندگی سے عملاً انکار کر رہے ہیں۔ کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے اسی قومی وحدت کو حضورؑ کی ابدی زندگی قرار دیا ہے جس کے توڑنے میں یہ لوگ پچیس[۲۵] برس سے مصروف ہیں۔ اور ناکامی پر ناکامی حاصل کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ابدی زندگی کا خدا تعالیٰ خود محافظ ہے۔ اور وہی اس کی حفاظت کے سامان مہیا کرتا چلا جائیگا۔ کون ہے جو اسطرف آنکھ اٹھا سکے۔

پس ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ زندہ ہیں اور حضورؑ کی زندگی کا ثبوت حضورؑ کی جماعت میں خلافت کے دائمی سلسلہ کا قیام ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا۔ ہم بآواز بلند کہتے ہیں:-

"حضرت اقدس (علیہ السلام) زندہ ہیں۔ اُن کا روحانی فیض زندہ ہے۔ اُن کا تمام کاروبار زندہ ہے۔ وہ مرے نہیں گئے۔ وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔ اور بدگو مخالف اُن کے سلسلہ کو ترقی پاتے ہوئے دیکھکر حسد اور بغض میں مرجائینگے اور حسرت کیساتھ ہلاک ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

صادقاں را نورِ حق تابد مدام ۔۔۔ کاذباں مردند شد ترکی تمام" (بدر جلد ۲، ۲۳)

(۳) سرشٹ کا کرتا (ਸ੍ਰਿਸਟ ਦਾ ਕਰਤਾ)

اس لفظ کا مطلب ہے۔ "زمین و آسمان بنانے والا" باباجی نے "سکھ" لوگوں کا تیسرا عقیدہ یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ وہ اُسی نئی دُنیا بسانے والا یقین کرتے ہونگے۔ اس کا مطلب روحانی دنیا ہے۔ کیونکہ یہ مادی دنیا تو بہت دیر سے پیدا ہو چکی ہے۔ اور باباجی کے اپنے فرمان کے مطابق ہی یہ سرشٹی ہر اوتار کے وقت ہوتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے:-

ਸੋਈ ਚੰਦੁ ਚੜਹਿ ਸੇ ਤਾਰੇ ਸੋਈ ਦਿਨੀਅਰੁ ਤਪਤ ਰਹੈ ॥ ਸਾ ਧਰਤੀ ਸਾ ਪਉਣੁ ਝੁਲਾਰੇ ਜੁਗ ਜੀਅ ਖੇਲੇ ਥਾਵ ਕੈਸੇ

سوئی چند چڑھے سے تارے سوئی دنی اَرتپت رہے
سادھرتی سا پون جھلارے جگ جی کھیلے تھاو کیسے[1]

(گرنتھ صاحب محلہ ۱)

پس باباجی کا یہ فرمانا کہ وہ سرشٹی کا کرتا تسلیم کریں گے۔ یہی مفہوم رکھتا ہے کہ وہ پورا گورد ایک نئی روحانی دنیا بسائیگا۔ گرنتھ صاحب میں بھی برہم گیانی کو سرشٹی کا کرتا تسلیم کیا گیا ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے:۔

ਬ੍ਰਹਮ ਗਿਆਨੀ ਸਭ ਸ੍ਰਿਸਟਿ ਕਾ ਕਰਤਾ ॥

برہم گیانی سب سرشٹ کا کرتا

(ਮ: ੫, ੨੭੩) ۲۷۳

گرنتھ صاحب کے اِس مندرجہ بالا قول سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خدا کے پیارے اور برگزیدہ انسان ایک نئی دنیا کی بنیاد رکھا کرتے ہیں۔ اور وہ روحانی دنیا ہُوا کرتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے بندے یہی نعرہ لگایا کرتے ہیں ؎

"ہم تو بستے ہیں فلک پر اِس زمیں کو کیا کریں
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار" (مسیح موعودؑ)

یعنی "تم نیچے کے ہو، میں اوپر کا ہوں۔ تم دنیا کے ہو، میں دنیا کا نہیں ہوں" (یوحنا ۸/۲۳)

پس خدا کے بندوں کی دنیا ایک نرالی دنیا ہوتی ہے۔ جسکا دنیا داروں سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

ਭਗਤਾ ਤੈ ਸੈਸਾਰੀਆ ਜੋੜੁ ਕਦੇ ਨ ਆਇਆ

بھگتاں تے سنساریاں جوڑ کدے نہ آیا

(੧੪੫) (گرنتھ صاحب ص ۱۴۵)

اِس لئے حضرت بابا نانکؒ صاحب کے فرمان کا مطلب یہی ہے کہ وہ "پکّے" لوگ جو اسکے ساتھ صدقِ دل سے تعلق رکھتے ہونگے وہ اس کی نئی مذہبی فضاء پیدا کرنے والا یقین کرتے ہونگے اور وہ نئی روحانی دنیا کو بسانے والا ہوگا۔ سچ ہے ؎

مالک روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر گو بہت دنیا میں گذرے ہیں امیر و تاجدار

---

[1] یعنی یہ چاند، سورج اور ستارے وغیرہ اشیاء تو وہی رہتی ہیں۔ مگر حالات زمانہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ گویا یہ نظام تو وا چندر اور سری کرشن، حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السّلام کے وقت بھی یہی تھا۔ مگر حالات یہ نہ تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک کشف بھی اِسی بات کی تائید کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے ذریعہ ایک نئی روحانی دنیا کی بنیاد ڈالی ہے۔ اِس کشف کی تشریح میں حضور فرماتے ہیں:۔

"ایک دفعہ میں نے کشفی رنگ میں نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا۔ اور پھر میں نے کہا کہ آؤ اَب انسان کو پیدا کریں۔ اِسپر نادان مولویوں نے شور مچایا کہ دیکھو اَب اِس شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے۔ حالانکہ اس کشف کا مطلب یہ تھا کہ خدا میرے ہاتھ پر ایک ایسی تبدیلی پیدا کریگا کہ گویا آسمان اور زمین نئے ہو جائیں گے۔ اور حقیقی انسان پیدا ہونگے۔" چشمہ مسیحی حاشیہ صفحہ ۳۵

منکرین خلافت نبوت جیسے بہت بڑے انعام کو قومی وحدت کو پاش پاش کرنیوالا حربہ بیان کرتے ہوئے امتِ محمدیہ میں نئی مذہبی فضاء پیدا کرنیوالوں کا اِن الفاظ میں انکار کرتے ہیں:۔

"اگر امت محمدیہ میں آئے دن انبیاء پیدا ہوتے رہیں۔ جو پُرانی مذہبی فضاء کو تباہ کرتے جائیں اور سب کو اسلام سے خارج قرار دیکر نئی سے نئی فضاء کی بنیاد رکھیں تو مسلمان بھی امراض کا شکار ہو جائیں گے جن میں کسی وقت یہود گرفتار تھے۔ اور وحدت ملّی ہمیشہ کیلئے پاش پاش ہو جائے" (پیغام صلح ۱۷ اگست ۱۹۳۸ء)

افسوس کا مقام ہے کہ انبیاء کی آمد لوگوں کو اسلام سے خارج قرار دینا بیان کی گئی ہے۔ حالانکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ نبی داعیًا الی اللہ ہوتا ہے نہ کہ داعیا الی التکفیر۔ اور اس کے ساتھ ہی اِس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ یہود کا امراض میں مبتلا ہونا اس لئے تھا کہ ان میں نبوت جاری تھی۔ یہ بات بھی قرآن شریف کی تعلیم کے خلاف ہے۔ یہود کی وحدت ملّی کا تباہ ہونا آمد انبیاء کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ تکذیبِ انبیاء کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے انکی وحدت کو تباہ کردیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس زمانہ میں نئی مذہبی فضاء اس لئے قائم نہیں کی کہ اسلام کی وحدت ملّی کو پاش پاش کیا جائے۔ بلکہ حضور تو مبعوث ہی اس غرض کیلئے ہوئے ہیں۔ کہ دنیا کو دینِ واحد پر جمع کرکے ایک قوم بنا دیں۔ جیسا کہ حضور کا ارشاد ہے:۔

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا اِن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے۔ اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے۔ جس کیلئے میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو۔ مگر نرمی اخلاق اور دعاؤں پر

زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد مل کر کام کرو۔" (الوصیّۃ صٹ)

حضورؑ کا ایک الہام بھی اسی مفہوم کا ہے۔ جیسا کہ :۔

"سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو۔ علیٰ دین واحد" (تذکرہ ص۵۲۶)

پس یہ خیال کرنا کہ نبی لوگوں کو کافر بنانے آتے ہیں یا قومی وحدت کو تباہ کرنے آتے ہیں، صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ ایسا اعتراض ہے جو ہر نبی کے مخالفین کی طرف سے کیا گیا ہے۔ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا کا نبی اور نئی روحانی دنیا کا بسانے والا یقین کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب ہے کہ حضورؑ نے اللہ کے حکم کے مطابق اس گمراہی کے زمانہ میں ایک نئی مذہبی فضاء کی بنیاد رکھکر یعنی جماعت احمدیہ کا قیام فرما کر مسلمانوں کو خدا کی طرف بلایا ہے۔

حضرت بابا نانکؒ صاحب کی پیشگوئی کے مطابق راستی پر وہی گروہ ہوگا جسکے عقائد میں یہ تین باتیں بالکل نمایاں طور پر ہونگی۔

(۱) اوّل یہ کہ یہ کامل انسان یعنی انسانیت کے کمال (نبوت) کو پانے والا ہے۔

(۲) دوم یہ کہ یہ ابناشی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس پر ابدی زندگی کی چادر ڈالدی ہے۔ اور اسکا ثبوت حضورؑ کی قائم کردہ جماعت میں سلسلہ خلافت کے ذریعہ وحدت کی روح کا پھونکنا ہے۔

(۳) سوم یہ کہ یہ سرشٹ کا کرتا کرنے بارا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ ایک نئی مذہبی فضا پیدا کی ہے تا لوگ دین واحد پر جمع ہو سکیں۔

اب ہم ان لوگوں کے متعلق عرض کرتے ہیں جنکو باباجی نے "کچے" کے نام سے موسوم کیا ہے یعنی جو احمدیت کے تناور درخت کے پھل کچے ہی ٹوٹ جائینگے۔ انکے متعلق باباجی نے تین باتیں ہی بیان فرمائی ہیں :۔

اوّل یہ کہ وہ بھرمائینگے [illegible] دوم یہ کہ وہ کہیں گے کہ یہ راجہ ہے۔

سوم یہ کہ جو گورکھ گورو کے پیارے ہیں اُن کی مخالفت کریں گے

(۱) بھرمائینگے (ਭੁਰਮਾਇਸਨੋ)

بھرم کا مطلب وہم ہے۔ یعنی باباجی فرماتے ہیں۔ کہ وہ اختلاف کرنے والے کسی دلیل پر نہیں ہونگے۔ اور نہ انکے پاس حق ہوگا۔ بلکہ وہ صرف اپنے وہم اور گمان کی پیروی کرنے والے ہونگے۔ انکا اختلاف کسی حق بات پر نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ اپنی ظاہری علمیّت اور قابلیّت کے وہم میں مبتلا ہو کر

اختلاف کرینگے۔ قرآن شریف سے یہی پتہ چلتا ہے کہ خلافت کا انکار تکبر کی بنا پر کیا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان ہمیشہ اُسی وقت وہم کا شکار ہوتا ہے جب وہ اپنی ظاہری پوزیشن کا خیال کرکے اپنے آپکو بہت بڑا عالم اور قابل تصور کر لیتا ہے اور دوسروں کو ادنیٰ سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے۔ مگر یہ بھی ایک مسلّمہ امر ہے کہ حقیقی علم دنیا کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں نہیں بلکہ وہ تو اس رب العالمین کے پاس ہے جو علیم و خبیر ہے۔ کیونکہ تمام علوم کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہی ہے۔ اور وہ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ کے ماتحت جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ خواہ دنیا کی نظر میں وہ ایک حقیر بچہ ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ کا فضل ایم۔اے اور ایل۔ایل۔بی کا کوئی امتیاز نہیں کرتا۔ ہاں وہ تقویٰ کو ڈھونڈتا ہے۔ دنیا نے اللہ تعالیٰ کی اس قدرت کاملہ کا نمونہ کئی مرتبہ دیکھا ہے۔

غیر مبائعین احباب نے جن عقائد میں ہم سے اختلاف کیا وہ ایسے ہیں کہ جن پر خود وہ ایک عرصہ قائم رہ چکے ہیں۔ اسی لئے باباجی نے ان اختلاف کرنے والے کچھ" لوگوں کو "بھرمانیگے" کہکر وہم میں مبتلا ہونا کہا ہے۔ تو یہ ایک حقیقت ہے، جسپر غیر مبائعین کا سارا عمل شاہد ہے۔ اگر انہوں نے ہم سے مسئلہ نبوت میں اختلاف کیا تو وہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی زندگی میں اس پر اس زور سے قائم تھے کہ علاوہ اخباروں رسالوں میں اس کا اظہار کرنے کے انہوں نے عدالتوں میں حلفیہ بیان دیکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نبی ہونا تسلیم کیا۔ مگر بعد میں اسکو قومی وحدت پاش پاش کرنے کا حربہ ظاہر کیا۔ اگر انہوں نے مسئلہ خلافت کا انکار کیا۔ تو ایک عرصہ اسکو بھی صحیح تسلیم کرتے رہے۔ اور سلسلہ احمدیہ میں خلافت کا قیام الوصیّۃ کے عین مطابق مانتے رہے۔ اور نہ صرف یہ کہ خود ہی بیعت کی۔ بلکہ لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہے۔ مگر بعد میں اس سے انکو ذہنی تکلیف محسوس ہونے لگی۔ اور اسکو پیر پرستی وغیرہ ناموں سے پکارنے لگے۔ اسی طرح ہی دیگر مسائل کا معاملہ ہے۔

(۲) راجہ ہے (राजा है)

باباجی نے اِن اختلاف کرنے والوں کے متعلق دوسری بات یہ بیان کی ہے۔ کہ وہ یہ عقیدہ بھی رکھتے ہونگے۔ کہ یہ ایک راجہ ہے۔ باباجی کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس موعود کا علانیہ انکار تو نہیں کرینگے۔ البتہ اس کے درجہ کو کم کرنیکی کوشش کرینگے۔ مگر چونکہ ان کا کہنا وہم کی پیروی کے نتیجہ میں ہوگا۔ اس لئے وہ خیال بھی نہیں کریں گے کہ ہم اسکی توہین کر رہے ہیں کسی بڑی ہستی کو اسکے نچلے درجہ کے نام سے مخاطب کرنا اسکی توہین کے مترادف ہوتا ہے خواہ وہ درجہ فی ذاتہ ایک عزت کا

مقام ہی کیوں نہ ہو۔ پس بے شک راجہ کا لقب اپنی ذات میں ایک قابل عزت لقب ہے۔ اگر کسی غریب انسان کو راجہ بنایا جائے تو اس کیلئے نہایت خوشی کا مقام ہوگا۔ مگر ایک بادشاہ کو راجہ کے مقام پر لانا اس کیلئے ہتک کا مقام ہوگا۔ اسی طرح خدا کے ایک مقدس نبی کو صرف مجدد قرار دینا اس کی ہتک ہے۔ کیونکہ جو تعلق بادشاہ اور راجہ کا ہوتا ہے۔ وہی تعلق روحانی بادشاہت میں نبی اور مجدد کا ہے۔ گو لفظ مجدد بھی راجہ لفظ کی طرح ہی فی نفسہ بہت بلند شان رکھتا ہے۔ مگر نبوت کے مقابلہ میں ایک ادنیٰ مقام ہے۔ ایک نبی کو (جسکی نبوت کو حلفیہ بیانوں کے ذریعہ تسلیم کیا گیا ہے) نبوت کے مقام سے معزول کر کے مجدد کے مقابلہ پر لے آنا اسکی نیز اس کو مبعوث کرنیوالی ہستی ذات باری تعالیٰ کی توہین کے مترادف ہے۔ باباجی کا یہ فرمانا کہ "کچے" لوگ اسکو راجہ کہینگے اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ اختلاف پیدا ہونے پر اسکی جو شان الگ ہونیوالے بیان کرینگے وہ اس سے بلند مرتبہ کا مالک ہوگا۔ کیونکہ ایک طرف تو اسکی شان "پورن پورکھ" کامل انسان بتائی ہے اور دوسری طرف "راجہ"۔ اور قرینہ یہ ہے کہ راجہ کہنے والے لوگ "کچے" ہونگے اور وہم کی پیروی کر رہے ہونگے۔ یعنی وہ خود بھی اس بات کو تسلیم کر چکے ہونگے جس میں انکو اختلاف ہوگا۔ اور وہ "تو نس جیسی نانکا جو توڑے آپ دیال" کی مشیئت الٰہی سے اس کی جماعت سے کٹ چکے ہونگے۔ اسلئے ان کا اسکو راجہ کہنا ایک غلط قدم ہوگا جو حقیقت کے خلاف ہوگا۔ اور یہ قدم وہ سلسلہ سے الگ ہونے کے بعد اٹھائیں گے یعنی جب وہ الگ ہو جائیں گے۔ تو پھر ان کے اختلاف عقائد کا باب اسی مسئلہ نبوت سے شروع ہوگا۔ اور سارے اختلاف کی اصل جڑھ یہی مسئلہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ باباجی نے اختلاف پیدا ہونیکا باعث وہم بتانے کے بعد دوسری بات یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ کہیں گے کہ یہ راجہ ہے۔ یعنی ان کا پہلا قدم تو وہم کے نتیجہ میں اس کی جماعت سے الگ ہونا ہوگا۔ اور دوسرا قدم اس کی پوزیشن کو کم کرنا ہوگا۔

غیر مبایعین احباب مرکز احمدیت (قادیان) سے الگ ہو کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "قالوا لست مرسلاً" کے ماتحت حضورؑ کی رسالت کا انکار کر رہے ہیں۔ وہ بقول باباجی ایک وہم میں مبتلا ہیں۔ کیونکہ یہ ایک کھلی کھلی حقیقت ہے۔ کہ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق جو عقیدہ ہم لوگ رکھتے ہیں وہی عقیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ان لوگوں کا اپنا عقیدہ تھا۔ اور اسی کی اشاعت میں وہ دن رات مصروف رہتے تھے۔

(باقی وارد)

اسلامی خلافت ۔ اور ۔ شیعہ کتب

(از جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری)

(۴)

اگر دعویٰ وحی والہام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ۲۳ سال کا لمبا عرصہ پانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین (سورۃ الحاقہ) کے معیار کے مطابق آپکی وحی کے منجانب اللہ ہونے پر دلیل ہے تو کیوں حضرت مہدی معہود کو وحی الٰہی اور مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہونیکے دعوےٰ کے بعد ۲۳ سال سے بھی زیادہ عرصہ مل جانا انکی وحی کے منجانب اللہ ہونے اور ان کے اپنے دعاوی میں صادق ہونیکی دلیل نہیں؟ شیعہ صاحبان اگر آج حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے امام الزمان ہونے سے انکار کریں تو پھر انہیں کیا حق پہنچ سکتا ہے کہ ایک آریہ یا عیسائی یا کسی غیر مسلم کے سامنے قرآن مجید کی اس دلیل کو وحی قرآنی کے منجانب اللہ ہونیکے ثبوت میں پیش کریں۔ کیونکہ مخالفین کہہ سکتے ہیں کہ جب اس زمانہ کے ایک مدعی مہدویت کے اس معیار پر پورا اترنے کے باوجود تم اسے رد کرتے ہو تو پھر تمہیں کیا حق ہے کہ اس دلیل کو ہمارے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی صداقت کے ثبوت میں پیش کرو۔ پس شیعوں اور دیگر منکرین مہدی معہود کو جو قرآن مجید کو کتاب اللہ کے ماننے کے مدعی ہیں، کیا حق رہجاتا ہے کہ وہ اس قرآنی دلیل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ثبوت میں پیش کریں؟ پس حق بات یہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے دعاوی سے انکار کر کے مسلمان قرآن مجید کی اس دلیل کو ایسا کمزور بنا لیتے ہیں کہ وہ اسے غیر مسلموں کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے ثبوت میں پیش کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔

مہدی کا نام احمدؐ اور عیسیٰؑ مسیح

شیعوں کی کتاب بحار الانوار جلد ۱۳ ص۱ پر تو مہدی کا نام بھی احمد اور عیسیٰ مسیح بھی بتا دیا گیا ہے۔ مگر افسوس اکثر شیعہ پھر بھی امام مہدی کو پہچاننے سے محروم ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

"عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی: وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا۔ قَالَ الْحُسَیْنُ۔ فَلَا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا ہ قَالَ سَمَّی اللّٰہُ الْمَہْدِیَّ الْمَنْصُوْرَ کَمَا سُمِّیَ اَحْمَدُ وَمُحَمَّدٌ وَمَحْمُوْدٌ وَ

"کَمَا سُمِّيَ عِيْسَى الْمَسِيْحُ"

کہ ابو جعفرؑ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول، جو قتل کیا گیا مظلوم پس ہم نے اس کے ولی کے لئے غلبہ بنایا ہے، کہا مظلوم حسین ہے پس نہ اسراف کیا جائے اس کے قتل میں بیشک وہ منصور ہوگا۔ کہا کہ نام رکھا ہے اللہ نے مہدی کا منصور جیسا کہ نام رکھا ہے اس کا احمدؐ، محمدؐ، محمود اور جیسا کہ اس کا نام رکھا ہے عیسیٰ مسیح۔

پس حضرت مرزا غلام احمدؑ مہدی موعود علیہ السلام احمدؑ بھی ہیں جیسا کہ خدا نے آپکو احمدؑ کے نام سے مخاطب فرمایا اور عیسیٰ مسیح بھی۔ چنانچہ آپ ہی کو خدا تعالیٰ نے مسیح اور عیسیٰ بھی قرار دیا۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ مہدی اور مسیح ایک ہی شخص ہے۔ اور یہ خیال غلط ہے کہ مہدی اور ہے اور مسیح اس سے الگ شخصیت ہے۔

حضرت مہدی معہودؑ کی شیعوں پر دعوتِ مباہلہ کے ذریعہ اتمامِ حجت

حضرت مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام نے شیعوں پر آخری حجت پوری کرنے کے لئے ان کے علماء اور مجتہدین کو دعوتِ مباہلہ بھی دی ہے۔ چنانچہ آپ سر الخلافہ میں لکھتے ہیں۔

"فَهَا أَنَا أَدْعُوْهُمْ إِلَى أَمْرٍ يَفْتَحُ عَيْنَهُمْ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ أَنْ نُحَاضِرَ فِيْ مِضْمَارٍ وَّنَتَضَرَّعَ حَضْرَةَ رَبٍّ قَهَّارٍ وَّنَجْعَلَ لَعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ إِنْ لَّمْ يَظْهَرْ أَثَرُ دُعَائِيْ إِلَى سَنَةٍ فَأَقْبَلُ لِنَفْسِيْ كُلَّ عُقُوْبَةٍ وَّأُقِرُّ بِأَنَّهُمْ كَانُوْا مِنَ الصّٰدِقِيْنَ وَمَعَ ذٰلِكَ أُعْطِيْ لَهُمْ خَمْسَةَ آلَافٍ مِّنَ الدَّرَاهِمِ الْمُرَوَّجَةِ وَإِنْ لَّمْ أُعْطِ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَيَّ إِلَى يَوْمِ الْآخِرَةِ۔ وَإِنْ شَاءُوْا فَأَجْمَعُ لَهُمْ تِلْكَ الدَّرَاهِمَ فِيْ مَخْزَنِ دَوْلَةِ الْبَرِيْطَانِيَّةِ أَوْ عِنْدَ أَحَدٍ مِّنَ الْأَعِزَّةِ"

ترجمہ۔ اب میں شیعوں کو ایسے امر کی دعوت دیتا ہوں جو ان کی آنکھیں کھول دے گا۔ اور وہ ایسا امر ہے جو ہمارے اور ان کے درمیان مساوی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم میدان مباہلہ میں حاضر ہوں۔ اور رب قہار کے حضور تضرع کریں۔ اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ پھر اگر میری دعا کا اثر ایک سال تک ظاہر نہ ہو۔ تو میں اپنے لئے ہر سزا

قبول کرلوں گا۔ اور اقرار کروں گا کہ شیعہ سچے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی [illegible]
رائج الوقت دوں گا۔ اگر نہ دوں تو مجھ پر قیامت کے دن تک لعنت ہو۔ اور اگر [illegible]
تو میں یہ روپیہ سرکار برطانیہ کے خزانہ میں یا کسی معزز آدمی کے پاس جمع کرا دونگا۔

اس تحدی آمیز دعوت مباہلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ شرط بھی پیش کی کہ آپ سے مباہلہ کرنے والا کوئی ایسا شیعہ ہونا چاہیئے۔ جو سر الخلافہ کے طریق پر ایک رسالہ بھی لکھے۔ اور لکھا کہ یہ طریق اس لئے اختیار کیا ہے کہ مباہلہ کرنے والا عالم اور دانا آدمی ہونا چاہیئے۔ جسے عربی زبان سے حصہ وافر ہو۔ کیونکہ جاہل اور غیر عالم انعام کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

اس دل ہلا دینے والی دعوت مباہلہ کے بعد شیعہ علماء اور مجتہدین میں سے کسی کو بھی اس جری اللہ کے مقابلہ میں میدان مباہلہ میں نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور انہوں نے اس دعوت کو قبول نہ کر کے اور اس روحانی مقابلہ سے گریز کر کے اسی طرح اس بات پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے کہ حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام اپنے دعویٰ مہدویت اور مسیحیت میں راستباز ہیں۔ جس طرح کہ نجران کے عیسائی وفد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل مباہلہ سے فرار اختیار کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور منجانب اللہ ہونے پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔

سبحان اللہ! حق میں بھی کیا رعب ہوتا ہے کہ باطل روحانی مقابلہ میں اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا۔

بالآخر میں اس دعا پر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں، کہ خدا تعالیٰ شیعہ اصحاب کو ان پیش کردہ حقائق پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تا وہ سچائی کو قبول کریں۔ اور امام منتظر حضرت مہدی معہود علیہ السلام کا ساتھ دے کر ان بشارتوں اور کامیابیوں کے وارث ہوں۔ جن کے وارث ہونے کا فخر حضرت امام الزمان مسیح موعود مہدی معہود جری اللہ فی حلل الانبیاء و حجۃ اللہ علی الارض پر ایمان لانے والوں کے لئے مقدر ہے۔ اے سمیع اور قدیر خدا! تو میری اس دعا کو سن! میری اس تحریر میں برکت ڈال! اور اس کا مطالعہ کرنے والوں کا سینہ حق کی قبولیت کے لئے کھول دے۔ اللّٰھم آمین!

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

وصیتیں!

نوٹ:۔ وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کیجاتی ہیں۔ تا اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو دفتر کو اطلاع کر دے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

نمبر ۶۹۵۱:۔ منکہ حنیف احمد کپورتھلوی ولد منشی عبدالسمیع صاحب قوم شیخ۔ پیشہ ملازمت۔ عمر ۲۰ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن قادیان محلہ دار الفضل۔ ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ ماہ تبوک ۱۳۲۲ ھش حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری جائیداد کوئی نہیں ہے۔ کیونکہ میرے والد صاحب بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں۔ میری ماہوار آمد پچیس ۲۵/- روپے ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور حصہ آمد ⅒ ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنے پر اگر میری کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ آمد کی کمی بیشی کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو دیتا رہونگا۔ العبد: حنیف احمد کپورتھلوی کارکن سٹور آئرن مٹیل مینوفیکچرنگ کمپنی قادیان ۱۵/۹/۴۳۔ گواہ شد: محمد یوسف سٹورکیپر آئرن مٹیل مینوفیکچرنگ کمپنی قادیان۔ گواہ شد: عبدالعزیز احمدی سٹورکیپر آئرن مٹیل کمپنی قادیان +

نمبر ۶۹۵۲:۔ منکہ فضل الٰہی ولد فتح محمد صاحب قوم راجپوت رگ بنس پیشہ درزیاں۔ عمر ۴۴ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن بن باجوہ ڈاکخانہ خاص بن باجوہ۔ ضلع سیالکوٹ۔ صوبہ پنجاب۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴ اگست ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت موجودہ جائداد ایک مشین کپڑے سینے والی اور کچھ برتن گھر کے ہیں جنکی موجودہ وقت کے لحاظ سے قیمت مبلغ ایکسو پچیس ۱۲۵/- روپے ہے۔ اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اس وقت مستار ہوزری قادیان میں کام سینے کا کرتا ہوں جسکی آمد ماہوار مبلغ تیس ۳۰/- روپے تک ہے۔ اس ماہوار آمد کا بھی دسواں حصہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ جو کہ انشاء اللہ تعالیٰ ماہ بماہ ادا کرتا رہوں گا۔ اور مبلغ ایکسو پچیس روپے کے دسویں حصہ کی وصیت کی ادائیگی جو کرونگا۔ اس کی رسید الگ لونگا۔ وہ اس سے منہا سمجھا جائیگا۔ یعنی میں اپنی زندگی میں اگر کوئی رقم خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ نیز میری وفات پر اگر کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اسکے بھی دسویں حصہ

کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ خاکسار فضل الٰہی قوم راجپوت رنگ ساز حال قادیان محلہ دارالرحمت ضلع گورداسپور۔ گواہ شد۔ برادر حقیقی خاکسار گلاب الدین احمدی محلہ دارالعلوم گواہ شد:۔ محمد ثناء اللہ احمدی محلہ دارالعلوم بقلم خود ۲۴/۹/۴۴ +

نمبر ۶۹۵۴:۔ منکہ سید ولایت شاہ ولد سید حسین علی شاہ صاحب پیشہ ملازمت پنشنر۔ تاریخ بیعت سنہ ۱۹۰۶ء ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳ ستمبر ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میرا ایک عدد مکان پختہ قیمتی مبلغ ۲۵۰۰/- روپیہ کا محلہ دارالرحمت قادیان میں ہے اور ایک عدد مکان بہت چھوٹا سا مع تین دکانات برلب روڈ منڈی گورداسپور واقع ہے جسکی قیمت تخمیناً ایکہزار روپیہ ہے۔ کل قیمت غیر منقولہ جائیداد تخمیناً ۳۵۰۰/- پینتیس سو روپیہ ہے جسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں۔ میری پنشن ۲۵/- روپے ماہوار ہے۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں۔ جو انشاء اللہ تازیست ادا کرتا رہونگا۔ اس وقت دکانات و مکانات مبلغ عہ روپے ماہوار کرایہ پر چڑھے ہوئے ہیں۔ کرایہ کی کمی بیشی کے حساب سے ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہونگا۔ چندہ شرط اوّل ایک روپیہ اور مبلغ تین روپے برائے اعلان وصیت۔ کل مبلغ چار روپے ادا کرتا ہوں۔ وصول پاکر رسید ارسال فرمایئے۔ غیر منقولہ جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ میں سے جو رقم ادا کرکے رسید حاصل کرلوں وہ رقم حصہ جائیداد میں سے منہا سمجھی جائیگی۔ ۱/۱۰ حصہ جائیداد کی رقم انشاء اللہ میں اپنی زندگی میں ادا کرنیکی کوشش کرونگا۔ اگر نہ کرسکا تو میری اولاد انشاء اللہ ادا کردیگی۔ اسکے علاوہ بھی اگر میری جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میرے مرنیکے بعد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ پر یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد:۔ خاکسار سید ولایت شاہ محلہ دارالرحمت قادیان گواہ شد:۔ غلام رسول بقلم خود محلہ دارالرحمت قادیان ۱۳/۹/۴۴۔ گواہ شد:۔ ڈاکٹر محمد بخش پنشنر محلہ دارالرحمت قادیان بقلم خود۔ گواہ شد:۔ سید محمد لطیف انسپکٹر بیت المال محلہ دارالرحمت بقلم خود۔

نمبر ۶۹۵۶:۔ منکہ شیخ رحمت اللہ ولد غلام محمد قوم شیخ پیشہ کلاتھ مرچنٹ عمر ۲۵ سال۔ تاریخ بیعت سنہ ۱۹۱۸ء ساکن امرتسر محلہ قلعہ بھنگیاں۔ کوچہ خراسیاں ڈاکخانہ خاص ضلع خاص۔ صوبہ پنجاب۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳/۹/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ میری ماہوار آمد تیس روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور اگر کوئی جائیداد اسکے بعد پیدا کرلی تو اس کی

اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنے کے وقت میرا جس قدر ترکہ ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط۔ العبد۔ شیخ رحمت اللہ صاحب موصی احمدی ساکن امرتسر محلہ قلعہ بھنگیاں کوچہ خراسیاں متصل مسجد محمد علی اہلحدیث حال وارد قادیان۔ گواہ شد۔ چوہدری علی محمد صحابی موصی نمبر ۱۳۰۵ حال وارد قادیان انسپکٹر وصایا موضع لکھا نوالی۔ گواہ شد۔ محمد حسین شاہ سیکرٹری امانت جائیداد تحریک جدید ٭

نمبر ۶۹۵۹ :- منکہ ڈاکٹر محمد ظہور ولد شیخ عبد الشکور۔ قوم شیخ پیشہ ملازمت عمر ۳۴ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۲ء ساکن سہارنپور حال مقیم منگلور ٹاؤن ضلع سہارنپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰/۶/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ (۱) میری اس وقت حسب ذیل جائیداد ہے۔ ایک مکان محلہ دار البرکات قادیان میں ہے جسکی قیمت قریب دو ہزار روپیہ ہے۔ چار سو روپیہ میں ایک کنال زمین پہلی خرید کی ہوئی تھی۔ جسکی قریب دس سال ہوئے ہونگے۔ اور قریب ۱۶ سو روپیہ مکان پر لگا تھا۔ جو ابھی تک نامکمل ہے۔ (۲) تین دکانوں کی زمین مبلغ چھ سو روپیہ میں قادیان شریف میں اڈے خانہ پر ہے جسکو قریب چار ماہ ہوئے ہیں۔ ایک دکان پختہ سہارنپور کی دروازہ میانی میں ہے جسکی قیمت قریب ایکہزار روپیہ کے ہے۔ کل جائیداد کی قیمت مبلغ ۴۶۰۰/- تین ہزار چھ سو روپیہ ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں اگر اسکے بعد اور جائیداد پیدا کروں۔ تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی لیکن میرا گزارہ صرف اپنی جائیداد پر نہیں۔ بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو اس وقت پچاس روپیہ ہے۔ میں اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا اور نیز بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کردوں تو اسقدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ فقط۔ بقلم خود شیخ محمد ظہور حال مقیم شفاخانہ منگلور ٹاؤن ضلع سہارنپور۔ گواہ شد محمد مسعود احمد اسسٹنٹ اکاؤنٹنٹ ایم۔ این سنڈیکیٹ قادیان ٭

نمبر ۶۹۶۰ :- منکہ ناصرہ بیگم زوجہ حافظ بشیر احمد صاحب مولوی فاضل قوم ارائیں پیشہ خانہ داری عمر ۱۹ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن قادیان ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور۔ صوبہ

پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵ ہش ۱۳۲۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری اس وقت منقولہ و غیر منقولہ مندرجہ ذیل جائیداد ہے۔ (۱) ایک کنال زمین واقع محلہ دارالعلوم متصل اکبر منزل قیمتی -/۵۰۰ روپے (۲) ایکہزار روپیہ نقد جو حضرت میرزا بشیر احمد صاحب کو برائے تجارت دیا ہوا ہے (۳) زیورات یہ ہیں۔ (۱) دو عدد نکلس طلائی قیمتی اندازاً -/۲۱۰ روپے (۲) بندے طلائی چار جوڑی وزن اندازاً ڈھائی تولہ مالیتی اندازاً -/۱۹۰ روپے (۳) سنگار پٹی طلائی وزنی اندازاً دو تولہ مالیتی اندازاً -/۲۰۰ روپے مکرنے طلائی وزن چار تولہ مالیتی -/۴۰۰ روپے۔ انگوٹھیاں طلائی چھ عدد وزن اندازاً دو تولہ قیمت -/۲۰۰ روپے۔ لچھیاں نقرئی وزن پندرہ تولہ قیمت اندازاً -/۲۰ روپے۔ کل زیورات مالیتی -/۱۰۰۰ ایکہزار روپیہ۔ (۴) مہر مبلغ ایک ہزار روپیہ جو میرے خاوند حافظ بشیر احمد صاحب کے ذمہ واجب الادا ہے۔ (۵) مجھے اپنے خاوند حافظ بشیر احمد صاحب کیطرف سے مبلغ ۱۵ روپے جیب خرچ ماہوار ملتا ہے۔ اس کا حصہ آمد بحساب ۱/۱۰ ماہوار ادا کرتی رہوں گی (۶) مندرجہ بالا جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ جو رقم اپنی زندگی میں ادا کرونگی اسکو وضع کر کے جو رقم میرے ذمہ واجب الادا ہو میرے مرنے کے بعد میری جائیداد سے وصول کر لی جائے۔ (۷) جائیداد متذکرہ کے علاوہ اگر اور کوئی جائیداد میرے مرنیکے بعد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ مگر جو حصہ میں اپنی زندگی میں ادا کر کے رسید حاصل کرلوں گی وہ حصہ منہا کیا جائے۔ (نوٹ) زیور کی قیمتیں موجودہ وقت کی ہیں۔ الامتہ بلقیس بیگم اہلیہ حافظ بشیر احمد صاحب مولوی فاضل محلہ دارالرحمت قادیان ۲۵ ہش ۱۳۲۲۔ گواہ شد:۔ حافظ بشیر احمد خاوند موصیہ ۲۵ ہش ۱۳۲۲۔ گواہ شد:۔ میرزا منصور احمد ۲۵ ہش ۱۳۲۲

نمبر ۶۹۶۱ :- منکہ رحمت بی بی زوجہ محمد الدین قوم راجپوت۔ پیشہ خانہ داری۔ عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن شہر سیالکوٹ محلہ اراضی یعقوب ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹ اگست ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ میرا حق مہر چار سو روپیہ بذمہ خاوند ہے۔ جو کہ آج اس نے اجازت دی ہے۔ کہ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان مد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ اگر اسکے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں۔ تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہونگی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میرے مرنیکے وقت جسقدر میری

پیدا ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نشان انگوٹھا موصیہ رحمت بی بی۔ زوجہ محمد الدین صاحب۔ گواہ شد:۔ محمد الدین بقلم خود شہر سیالکوٹ محلہ اراضی یعقوب ۲۹ ش ۴۳۔ گواہ شد علی محمد صحابی موصی انسپکٹر وصایا راجپوت لکھانوالی ڈاکخانہ پھلورہ +

نمبر ۶۹۶۲ :۔ منکہ عائشہ بی بی زوجہ چوہدری علی احمد قوم زمیندار بھلی پیشہ خانہ داری عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن رسول پور بھلیاں ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷ راگست ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ میرا حق مہر مبلغ -/۵۰۰ روپیہ بذمہ خاوند ہے۔ جو کہ آج اسنے بصورت زیور یعنی ایک کنٹھا طلائی وزنی چھ تولہ ۳ ماشہ اور ایک جوڑی کانٹے طلائی وزنی ۹ ماشے ادا کر دیا ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ اگر اسکے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہونگی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنے کیوقت جسقدر میری جائیداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامۃ نشان انگوٹھا عائشہ بی بی۔ گواہ شد:۔ خاوند موصیہ علی احمد ولد سردار خان بھلی ۲۷ ش ۴۳۔ گواہ شد:۔ علی محمد صحابی موصی انسپکٹر وصایا موضع لکھانوالی بقلم خود +

نمبر ۶۹۶۴ :۔ منکہ نظام الدین صحابی ولد میاں اللہ دتا قوم لون راجپوت پیشہ ملازمت۔ عمر ۶۱ سال۔ تاریخ بیعت ۱۹۰۴ء ساکن وچھوکی ڈاکخانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳ ستمبر ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔ میری جائداد اسوقت کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمد مستقل -/۱۵ روپے۔ -/۱۲ روپے پنشن الاؤنس -/۲۱ روپے ماہوار ہے) -/۱۵/۲۴ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور اگر کوئی جائیداد اسکے بعد پیدا کروں۔ تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میرے مرنیکے وقت جسقدر متروکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میری ماہوار آمد میں کوئی کمی بیشی ہوگی تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ فقط والسلام :۔ العبد: منشی نظام الدین صحابی ولد میاں اللہ دتا سکنہ وچھوکی ڈاکخانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ۔ نظام الدین موصی صحابی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ محمد عبداللہ بھتیجا

حقیقی منشی نظام الدین صاحب سکنہ وچھوکی ڈاکخانہ بھلورہ ضلع سیالکوٹ بقلم خود۔ گواہ شد۔ علی محمد
موصی انسپکٹر وصایا موضع گکھانوالی ڈاکخانہ بھلورہ ضلع سیالکوٹ بقلم خود۔

نمبر ۶۹۶۵ :۔ منکہ اللہ رکھی زوجہ اللہ رکھا قوم راجپوت پیشہ درزی عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۴ء ساکن لبے ڈاکخانہ بھلورہ ضلع سیالکوٹ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{9}{42}$ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں :۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ اسکے $\frac{1}{9}$ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ میرے پاس جو اسوقت موجود ہے۔ جو میرے خاوند نے مجھکو مہر دیدیا ہے۔ وہ پگتیاں جنکا وزن ۳ تولہ ہے۔ نرخ -/۶۰ روپیہ فی تولہ قیمت -/۱۸۰ روپے۔ اور زیور چوڑیاں قیمت مبلغ -/۶۰ روپے۔ اور ایکسو بیس روپیہ نقد میرے پاس موجود ہیں۔ میزان تین سو ساٹھ روپیہ ہے۔ اسکے $\frac{1}{9}$ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی حصہ یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بعد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کروں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردیجائیگی۔ اگر اسکے بعد کوئی جائیداد اور پیدا کروں۔ تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہونگی۔ اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائیداد ہو اسکے $\frac{1}{9}$ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ فقط $2\frac{9}{42}$۔ الامۃ :۔ موصیہ اللہ رکھی زوجہ اللہ رکھا ساکن لبے ضلع سیالکوٹ ڈاکخانہ بھلورہ نشان انگوٹھا اللہ رکھی۔ گواہ شد :۔ اللہ رکھا موصی خاوند موصیہ بقلم خود اللہ رکھا۔ گواہ شد۔ علی محمد صحابی موصی۔

نمبر ۶۹۶۶ :۔ منکہ اللہ رکھا ولد نوابدین قوم راجپوت پیشہ درزی عمر ۴۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۳ء ساکن لبے ڈاکخانہ بھلورہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ $\frac{9}{42}$ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :۔ میری اسوقت موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ ایک مکان اور ایک دکان سکونتی جس کی قیمت مبلغ چھ صد روپیہ ہے۔ جس میں میرا $\frac{1}{3}$ حصہ ہے جسکی قیمت میرے حصہ میں دو صد روپیہ ہے۔ اور ایک قطعہ زمین دارالعلوم کے پاس ہے۔ موازی ۱۱ مرلے ہے جس میں نصف حصہ میرا ہے جسکی قیمت دو صد روپیہ ہے۔ اور نقد جو میرے پاس ہے مبلغ چار صد روپیہ ہے۔ اور ایک مشین جسکی قیمت ایکسو پچاس روپے ہے جسمیں میرے حصہ میں پچاس روپے آتے ہیں۔ کل جائیداد جو میرے حصہ میں آتی ہے۔ مبلغ آٹھ سو پچاس روپے ہے۔ اس کے $\frac{1}{9}$ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بعد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کری

پائیگی۔ اگر اسکے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں۔ تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائیداد ہو اسکے ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میری آمد اس وقت پندرہ روپے ماہوار ہے۔ اس میں سے بھی ۱/۹ حصہ ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا۔ العبد:۔ اللہ رکھا موصی۔ گواہ شد۔ غلام رسول امام الصلوٰۃ چانگریاں گواہ شد۔ علی محمد صحابی و موصی +

نمبر ۶۹۶۷:۔ منکہ محمد سائیں ولد نواب دین قوم راجپوت پیشہ درزی عمر ۳۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۳ء ساکن لیے ڈاکخانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے:۔ اسکے ۱/۹ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ مکان سکونتی و دکان قیمت چھ صد روپیہ میرا حصہ اسمیں دو صد روپیہ ہے نقد جو میرے پاس ہے -/۱۵۰ روپے ہے۔ اور ایک بھینس جسمیں میرا -/۵۰ روپیہ ہے۔ میزان مبلغ -/۴۰۰ روپیہ ہوتا ہے۔ اسکے ۱/۹ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں اوسط آمد -/۲۵ روپے ماہوار ہے۔ اسکی آمد ماہ بماہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کروں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردیجائیگی اگر اسکے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں۔ تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائیداد ثابت ہو۔ اسکے ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ محمد سائیں بقلم خود موصی۔ گواہ شد:۔ اللہ رکھا برادر موصی۔ گواہ شد:۔ علی محمد صحابی و موصی انسپکٹر وصایا +

نمبر ۶۹۶۸:۔ منکہ برکت بی بی زوجہ محمد سائیں۔ قوم راجپوت پیشہ درزی عمر ۲۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۰ء ساکن لیے ڈاکخانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ۔ آج بتاریخ ۹/۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔ میری جائیداد جو میرے خاوند نے مجھکو حق مہر دیا ہوا ہے۔ اکیسو روپیہ ہے۔ اور زیور کا بنٹے وزنی ۱ تولہ قیمت ساٹھ روپے اور توڑے نقرئی ۳ تولہ قیمت ۱/۲ ۲ روپے۔ کل میزان -/۱۰۵ روپے ہیں۔ اسکے ۱/۹ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم توکہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کروں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردیجائیگی۔ اگر اسکے بعد کوئی

جائیداد پیدا کروں۔ تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہونگی۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائیداد ہو۔ اسکے ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامتہ: نشان انگوٹھا برکت بی بی موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمد سائیں خاوند موصیہ گواہ شد علی محمد اصحابی و موصی +

نمبر ۶۹۶۹:۔ منکہ عبد الکریم ولد فقیر اللہ قوم جٹ۔ پیشہ زراعت عمرہ ۴۰ سال پیدائشی احمدی ساکن مانگا۔ ڈاکخانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۴/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ اسکے ۱/۹ حصہ کی وصیت کرتا ہوں میری ملکیت اراضی اسوقت ۹ بیگہ میرے تایا زاد بھائیوں کیساتھ مشترک ہے جس میں میں نصف حصہ کا مالک ہوں۔ اسکے علاوہ ایک حویلی خام ہے جس کا واحد مالک ہوں۔ یہ جائیداد موضع بھاگ تحصیل پسرور میں ہے۔ اس جائیداد کے علاوہ میرے پاس چھ ہزار نصف جن کے تین ہزار ہوتے ہیں، کی اراضی گرو ہے۔ اس کے علاوہ ایک مکان خام و ایک حویلی میرے پاس جائے رہائش موضع بانکا تحصیل پسرور میں ہے۔ اسکے علاوہ چھ صد روپیہ کی اراضی محلہ دار الفضل غربی میں ہے۔ تعداد کی ڈیڑھ کنال ہے۔ ایک بھینس بھی میرے پاس ہے۔ یہ کل جائیداد جو میرے پاس موجود ہے۔ اس میں سے میں نے قرضہ تین صد روپیہ، حق مہر -/۵۰۰ روپیہ اپنی بیوی کا دینا ہے۔ بعد ادائے قرضہ جسقدر جائیداد ہے جس کی تفصیل اوپر لکھی جا چکی ہے، کی موجودہ قیمت کل -/۶۵۰۰ روپے ہے۔ ملکیت اراضی و قادیان والی اراضی اس کے علاوہ ہے۔ قادیان والی اراضی قرضہ و حق مہر میں دیتا ہوں۔ باقی اب میرے ذمہ دو سو روپیہ قرضہ ہے۔ ملکیت اراضی کی قیمت کا مجھے صحیح پتہ نہیں۔ یہ صدر انجمن احمدیہ قادیان پر منحصر ہے۔ یا وہ مجھ سے ۱/۹ ہبہ کرا لیں یا بازاری قیمت مجھ سے وصول کر لیں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد اور پیدا کروں۔ تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائیداد ثابت ہو اسکے بھی ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۔ العبد:۔ عبد الکریم موصی۔ گواہ شد:۔ مولوی غلام رسول موصی و اصحابی۔ گواہ شد:۔ علی محمد اصحابی و موصی +

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

ریویو آف ریلیجنز

(ماہنامہ اردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان!

جلد ۴۲ | ماہ ذوالحجہ ۱۳۶۲ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۴۳ء | عدد ۱۲

فہرست مضامین

ذکرِ حبیبؑ (۲)

سر سیّد کی تعلیم اور ہماری تعلیم

رسالہ ریویو بابت ماہ جون جولائی میں جو ذکر حبیبؑ چھپا ہے۔ اسی سلسلہ میں یہ عرض کیا جاتا ہے۔ کہ سر سیّد کی تعلیم اور ہماری تعلیم میں فرق جو بیان کیا گیا تھا، وہ ابتدائی زمانے کے تاثرات تھے۔ اب یہ لکھا جاتا ہے کہ تبدیلیٔ حالات و مزید معلومات نے کیا تاثرات پیدا کئے۔

اس کے جواب میں دل کی گہرائیوں سے یہ صدا آئی۔ کہ دُنیاوی علوم کی ترقی اور ہمسایہ اقوام سے سیاسی توازن مسلمانوں کا قائم رکھنے کے متعلق سیّد صاحب کی سعی، دلی ہمدردی اور نیک نیتی پر مبنی تھی۔ مگر مذہبی اور روحانیات کے بارہ میں کا ہر مرد و مردِ ہر کارے کے ماتحت ان کا مسلک فلسفۂ جدید کے زیر اثر ایک گونہ انکاری پہلو کا رنگ رکھتا تھا۔ مثلاً نمبر ا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے بحالتِ زیست اس جسم عنصری کیساتھ آسمان پر اُٹھائے جانے سے انہوں نے انکار کیا۔ مگر اس کے ساتھ ہی احادیثِ نزولِ عیسےٰؑ کے متعلق کوئی توجہ ہی نہیں کی۔ گویا وہ احادیث ان کے نزدیک بالکل ناقابلِ التفات ہیں۔ جنکی کوئی تاویل کرنا بھی وہ ضروری خیال نہیں فرماتے ایسا ہی روایاتِ دجال و یاجوج و ماجوج اور دیگر اسی قسم پیشین گوئیوں کے بارہ میں۔ گویا ایسی احادیث موضوع اور عبث ہیں۔ اسی کا اثر ہے۔ کہ موجودہ تعلیمیافتہ طبقہ غیر احمدی ایسی روایات کی بوجہ اپنے علماء کیطرف سے عدم رہبری اور صحیح تعبیر سے محروم ہونیکے سبب صرف ان روایات سے بلاوجہ منکر بلکہ ایسی روایات کی موجودگی سے بہ باطن اسلام سے رُوگردان ہیں۔ اور بظاہر محض مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونیکی وجہ سے مسلمان کہلاتے ہیں۔ اور اس امر پر انکی آزادانہ گفتگو اور طرزِ اعمال شاہد ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ ایسی قسم حالات کشفی نظاروں کا نتیجہ ہوتے ہیں! اور خواب کیطرح تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ اور انکے ذریعہ عظیم الشان پیشگوئیوں کا ظہور ہوتا ہے، جو اپنے وقت پر پوری ہوکر زیادتِ ایمان کا موجب ہوتی ہیں۔ مگر ایمان اور اسلام سے ہی جنکو لگاؤ نہ ہو، ان کو ان امور سے کیا واسطہ!

یہ تو فلسفہ یورپ کے زیر اثر تعلیمیافتہ طبقہ کی حالت ہے اب رہے عام جُہلا اور انکے علماء جو وہ بھی جہل مرکب کا شکار ہیں وہ اس بات کے احادیث تو صحیح ہیں مگر مانینگے تب جب انکا ظہور الفاظ کے ظاہری معنوں کی صورت میں ظہور پذیر ہوگا. یعنے عیسٰے علیہ السلام کو تب مانینگے جب آسمان سے اُترتا دیکھ لینگے اور دجال اسکو مانینگے جو ایسے گدھے پر سوار ہو جسکے ہر دو کانوں میں ستر باع کا فاصلہ ہو وغیرہ وغیرہ - اور بہشت اور دوزخ اسکے ساتھ ساتھ چلیں. ایساہی ان اونٹ جیسے لمبی گردن والے طائروں کی پرواز اور اُن سے آگ برسنا اور انسانوں کا کودنا. انکو کون سمجھاوے کہ ان کشفی نظاروں کے دیکھنے والے وہ سراپا صدق اور راستباز ہستیاں ہوتی ہیں کہ جو نظارہ انکو نظر آتا ہے اس سے جو کیفیت انکے دل و دماغ پر پیدا ہوتی ہے اسکو بلاکم و کاست بہترین الفاظ میں بلحاظ تشابہ ظاہری بیان کردیتے ہیں - مگر اسکی حقیقت اسوقت منکشف ہوتی ہے جب وہی نظارہ اپنے تعبیری رنگ میں ظاہر ہوکر ایک عظیم الشان پیشگوئی کے پورا پورا مصداق اور ازدیادِ ایمان کا موجب ہوتا ہے مثلاً کشف میں جب اونٹ اونٹ جتنی گردنوں والے طائر نظر آویں، تو اس زمانہ میں کہ جب نہ سٹیم گیس ایجاد ہوئی ہو، اور نہ پٹرول پیدا ہوا ہو، نہ برقی قوت کے استعمال سے کوئی واقف ہو اسوقت کسی چیز کا پرواز کرنا تو درکنار بلکہ محض حرکت کرنا خلافِ عقل اور ناممکن خیال کیا جاتا ہو اسوقت ایک بڑے طیر سے مشابہ چیز جو سما میں پرواز کناں نظر آوے اُس کو برعایت تشابہ ظاہری ایک طائر نام سے نامزد کرکے اسکے مفہوم کو الفاظ ظاہر سے ادا نہ کیا جاوے تو اسکے سوا اور کیا کیا جاسکتا ہے. مگر الٰہی تصرف دیکھئے. کہ اسوقت کہ علم سائنس انتہائی کمال کو پہنچ چکا ہے. اس وقت بھی وہ لوگ جو ان آلاتِ بیجان کو اپنے ہاتھوں سے بناتے اور برقی قوت سے ان میں طاقت پرواز پیدا کرتے ہیں، وہ بھی باوجود اسکے اندرونی حالات سے ماہر ہونیکے اس کا نام بلحاظ تشابہ ظاہری طیارہ کے سوا نہیں رکھ سکے. فَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ.

ہزاروں ہزار درود ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اور حضور کے جرنیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کہ جنکے طفیل ان روحانی امور کا انکشاف ہوکر ایسی محیر العقول اور عظیم الشان پیشگوئیوں کا ظہور لفظ بلفظ پورا ہوکر ازدیادِ ایمان کا موجب ہوا. اس اطمینانِ قلب کا مقابلہ وہ لوگ جو ایک منکرانہ رنگ رکھتے ہیں، کیا کرسکتے ہیں - یہاں حد ثبوت سے انکار ہے، نہ اُن کے مفہوم سے اسلئے جسقدر شکر کیا جاوے، کم ہے - شعر

ہاتھ نکلے اپنے دونوں کام کے + دل کو تھاما انکا دامن تھام کے

(خاکسار محمد کرم الٰہی پٹیالہ)

بھوک کا عذاب اور اسکا روحانی علاج

(از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

بنگال میں اسوقت جو حالت درپیش ہے۔ اس سے ہر انسانی دل ریش ہے۔ ایک ایک مہینے میں آٹھ آٹھ ہزار اور بقولے پچاس ہزار انسانوں کا بھوک سے بے تاب ہو کر بحالت غربت مر جانا، اور بے گور و کفن عرصے تک پڑے رہنا کچھ کم عبرتناک نہیں۔ اس سے پہلے قحط کی وجہ قلت باراں ہی بتائی جاتی تھی لیکن اب کے جن حالات میں بھوک مستولی و مسلط ہوئی ہے، وہ حیرت انگیز ہے۔ بارش برموقعہ ہوتی رہی، پھر پچھلے زمانے میں نقل و حمل کے ذرائع نہیں تھے بلکہ رسل و رسائل کے اسباب کی کمیابی، کہ ایک علاقے و ملک کو دوسرے علاقے و ملک کے حالات کی اطلاع بھی نہیں ہوتی تھی۔ مگر موجودہ زمانے میں تو ایک لمحے کے اندر تمام روئے زمین پر بذریعہ تار، ٹیلیفون، ریڈیو خبر پہنچ جاتی ہے۔ اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک اجناس پہنچانیکے ایسے ایسے ذرائع حاصل ہیں، جن کی قرآن کریم کی آیت وَخَلَقْنَا لَهُم مِّن مِّثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ میں خبر دی گئی تھی۔ مگر جنگ کیوجہ سے (جو وہ بھی ایک عالمگیر عذاب کیصورت میں مشرق و مغرب پر حاوی ہو کر ہمیں سورۃ الرحمٰن کی یہ آیات یاد دلا رہی ہے:۔ (۱) يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّن نَّارٍ وَنُحَاسٌ فَلَا تَنتَصِرَانِ ۝ (۲) فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝ اور سورۃ الفیل کی مندرجہ پیشگوئی کا ظہور ہمیں آنکھوں کے روبرو دکھا رہی ہے۔ (۳) وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ۝ تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ ۝ کیونکہ آسمان پر طیاروں کے جھنڈ کے جھنڈ بم گرا گرا کر کَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ اور آبادیوں کو صَعِيدًا جُرُزًا ۝ بنا رہے ہیں)

ان ذرائع حمل و نقل سے بھی کماینبغی کام نہیں لیا جا سکتا۔ لامحالہ ہر غور و فکر سے کام لینے والے کو ماننا پڑتا ہے۔ کہ یہ جوع یہ مسکنت یہ تباہی و ذلت ایک عذاب ہے جو انسانی اختیار سے باہر ہے۔ پس عذاب الٰہی سے رستگاری بھی اسی طریق سے ہو سکتی ہے۔ جو کلام الٰہی میں بیان کیا گیا ہو۔ اس کے لئے جب ہم خدا تعالیٰ کی آخری کتاب میں نظر کرتے ہیں تو اس میں مندرجہ ذیل آیات پاتے ہیں:۔

(۱) وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْا بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ٥ گویا ذلت و مسکنت و الہٰی غضب میں گھر جانیکے سبب چار بتائے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کے نشانوں کا انکار۔ (۲) نبیوں یعنی ان راستبازوں کی لائی ہوئی صداقتوں کی خلاف ورزی اور ان سے مقابلہ اور ناحق ان کے قتل کے درپے ہونا۔ (۳) خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی۔ (۴) اور ضوابط و قواعد کی پابندی نہ کرنا، بلکہ حدود الہٰی کو توڑنا، اور حد سے گذر کر زیادتی پر کمر باندھ لینا۔ دوسرے مقام پر فرمایا:-

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ٥ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ٥

اس میں تو نقشہ کھینچدیا گیا ہے۔ ایک علاقہ ہے۔ جس کی بستیوں میں چاول، گندم اور ہر طرح کی اشیاء خوردنی و پوشیدنی ہر سمت سے چلی آرہی ہیں۔ اس نے اللہ کی نعمتوں کا کفران کیا، تو خدا نے بھوک اور ترتنگ کا عذاب بھیج دیا۔ پھر ایک نعمت عظمیٰ کا بالخصوص بالتصریح ذکر فرما دیا۔ کہ انہی میں کا ایک فرد رسول و مامور کر کے بھیجا۔ مگر افسوس! کہ اس کی تکذیب کی گئی۔ اس کی باتوں و ہدایتوں کی طرف دھیان نہ دیا گیا۔ لاپرواہی سے کام لیا گیا۔ تو العذاب نے پکڑا۔ اور یہ انہی کے اپنے ظلم کا نتیجہ ہے۔

یہ خدا تعالیٰ کی لاتبدیل سُنّت ہے۔ کہ وہ عذاب سے پہلے اپنا فرستادہ متنبہ کرنے کیلئے بھیجتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ٥ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ٥

جب بستیوں کے رہنے والے عصیان وعدوان سے اپنے آپ کو مستحق عذاب کر لیتے ہیں، تو ہم ان عیش پرستوں میں اپنا حکم بھیجتے ہیں، اور وہ بستی میں اس کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اس سے ان پر حجت ملزمہ قائم ہو جاتی ہے۔ کہ باوجود آگاہی و انتباہ باز نہیں آئے۔ تو پھر حکم تدمیر جاری

ہو جاتا ہے۔ کیا اس بات سے کوئی انکار کر سکتا ہے۔ کہ اس آخری زمانے میں مبعوث ہونیوالے خدا کے فرستادے نے کئی سالوں تک ابلاغ و اتمام حجت کے بعد ۱۹۰۶ء میں بالہام الٰہی یہ اعلان فرمایا:-

"اگر میں نہ آیا ہوتا، تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی۔ پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے، ظاہر ہو گئے۔ . . . . . . یہ مت خیال کرو، کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں، کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے اے یورپ تو بھی امن میں نہیں۔ اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کریگا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں، اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں"

آپ نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ :-

"زمین پر اس قدر سخت تباہی آئیگی، کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے۔ کہ گویا کبھی ان میں آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہو جائیں گی" (حقیقۃ الوحی ص ۲۵۶ و ص ۲۵۷)

یہ ۳۷ برس پیشتر کی پیشگوئی لفظ بلفظ پوری ہو رہی ہے۔ اور جیسا کہ حضور نے فرمایا :-

"وہ دن نزدیک ہیں۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں، کہ دروازے پر ہیں۔ کہ دنیا قیامت کا نظارہ دیکھے گی"

ایسا ہی ہوا، اور ہو رہا ہے۔ ترجمان القرآن جو ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ایک مخالف سلسلہ احمدیہ کا رسالہ ہے، اس میں ایک مضمون چھپا ہے جس میں حالات موجودہ کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"آج ہر طرف بے چینی، اضطراب، مصیبت، تباہی و بربادی اور تزلزل و انتشار کے عجیب وحشتناک اور پُر الم مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ . . . . . . آبادیاں ویران ہیں۔ اور ویرانے محشرستان۔ سربفلک محلات آتش زدگی اور بربادی کی ہولناک داستان سنانے کے لئے اپنا انجر پنجر آسمان کو دکھا رہے ہیں۔ سرسبز جنگل اور زرخیز زرعی میدان جلے بجھے کوئلوں کے ڈھیر اور بے ترتیب خس و خاشاک کے

انباروں سے اَٹے پڑے ہیں۔ آہ کیا تقدیرِ اُمم کا مفسّر وَجَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ کی واقعی تفسیر سمجھا رہا ہے؟

یہ تو یورپ و جزائر کا حال ہے۔ ہندوستان میں بنگال کی کیفیت بیان کرنیکی ضرورت نہیں۔ وہ تو حسب تحریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہیں۔ اور خدا کرے ہمارے ہموطن خدا کے غضب کو دھیما کرنیکی سبیل پر چل پڑیں۔ اور خشیت و تضرع اختیار کریں اور اس غیر معمولی دُکھ و مصیبت کے اصل اسباب کے ازالہ کیطرف متوجہ ہوں، اور یہ نہ کہہ کر ٹال دیں کہ ایسی مصیبتیں تو آیا ہی کرتی ہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۝ اور پھر یہ کہ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ یہ تنگی ترشی کے دن تو ہم تضرع و خشیت دلوں میں پیدا کرنے کے لئے رونما کرتے ہیں۔ اور یہ نبی کے مبعوث ہونیکا نشان ہے۔ اگر لاپرواہی سے کام لوگے تو یکدم پکڑے جاؤگے، اور تہس نہس ہو جاؤگے۔ حضور نے بھی اپنی پیشگوئی میں فرمایا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں، کہ لوطؑ کی زمین کا نقشہ اور نوحؑ کے طوفان کا منظر ہمارے کئی لاکھ ہموطن سپاہیوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خدا کرے، کہ یہیں تک اکتفا ہو۔ ورنہ انکار پر اصرار اور شوخی و استکبار کے نتیجے میں کلی تباہی کا اِنذار کلامِ الٰہی میں آچکا ہے۔

پس ضروری ہے۔ کہ خدا کے عذاب اور خدا کے غضب سے امان اسی سے طلب کریں جو قرآن مجید میں بوضاحت مذکور ہے۔ سب سے اوّل تو ان اسباب کو رفع کیا جائے جنکی پاداش میں یہ دُکھ ہے۔ اور ان میں سے سب سے بڑا تکذیب و انکار و استخفافِ رسول ہے۔ میں نے کئی بار اس امر کا خیال کیا ہے۔ کہ اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا کے ماتحت ہر ملک میں ہمارے مبلغ پہنچے، اور انہوں نے خدا کا پیغام پہنچایا۔ اور اسکے نبی کی بعثت کی اطلاع دی۔ کیا چین میں ہمارے مبلغ نہیں گئے۔ کیا برہما اور ہانگ کانگ میں ہمارے مبلغ نہیں گئے۔ کیا جاپان میں عرصہ تک ہمارا مبلغ قیام پذیر نہیں رہا؟ کیا پولینڈ اور روس و بخارا میں ہمارے مبلغ نہیں پہنچے؟ کیا ہنگری، یونان، البانیہ، آسٹریلیا، مشرقی مغربی افریقہ میں ہمارے مبلغ نہیں؟ کیا فرانس، جرمنی میں ہمارے مبلغ نہیں؟ کیا اٹلی میں ہمارے مبلغ نہیں؟ دُنیا کے ہر حصے میں مبلغ پہنچے، اور اس کے بعد یہ مصائب نازل ہوئیں۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْآ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ امریکہ اور انگلستان بھی ہمارے مبلغوں سے خالی نہیں۔

وہاں تو باقاعدہ مشن قائم ہیں۔ جزائر کے رہنے والوں کی نسبت جب پڑھا، تو صرف نیوزی لینڈ، سماٹرا، جاوا آسٹریلیا کا خیال تھا۔ (ان سب جزائر میں ہمارے مبلغ ہیں)

مگر معلوم ہوا، کہ بحر الکاہل میں کوئی سات سو جزیزہ ہے۔ ایران میں ہمارے مبلغ پہنچے بعض وہیں سپرد خاک ہوئے۔ تب تزلزل در ایوانِ کسریٰ فتاد کا الہام ۱۹۰۶ء والا ہیبتناک صورت میں ظاہر ہوا۔

(۲) خدا تعالیٰ کے حضور تضرع و ابتہال کے ساتھ توبہ، استغفار کیا جائے۔ کہ فرمایا۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ مُعَذِّبَھُمْ وَھُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ٥ پھر سورۃ نوح میں حضرت نوحؑ کی قوم کے لئے ارشاد ہوتا ہے۔ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا ٥ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ٥ وَیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا ٥ گویا کشائش رزق و اموال اور اجل مسمیٰ تک جینے، ہلاکت قبل از وقت موت سے بچنے کا گر بتا دیا۔

(۳) ایک طرف تو یہ ارشاد ہوا، کہ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَہٗ مَعِیْشَۃً ضَنْکًا یعنی خدا کے ذکر سے اعراض کی پاداش میں معیشت تنگ ہو جاتی ہے۔ ذکر سے مراد اللہ کی یاد صلوٰۃ اور اس کا رسول ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ۔ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ٥ اس سے پہلے صلوٰۃ خمسہ کا ذکر ہے۔ اور قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا ٥ اسکے بعد کشائش کے لئے یہ راہ بتائی۔ وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا لَا نَسْـَٔلُکَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُکَ ؕ وَالْعَاقِبَۃُ لِلتَّقْوٰی ٥ کہ اپنے اہل و عیال اور متعلقین کو نماز کا حکم دیتے رہو۔ اور چھوٹے بڑے کو اس کا پابند بنا دو۔ پھر اس تحریک اور اقامت صلوٰۃ پر اصطبار رہو یعنی پابندی اور تمام ارکان و لوازم کیساتھ ادا کرنے میں پائے ثبات کو ذرا لغزش نہ ہو۔ یہ ایک گر ہے، جس پر عملدر آمد سے اسکے فوائد ظاہر ہوں گے۔

اس قسم کے قحط کا آنا علامات قیامت سے ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورۃ دخان میں آیا ہے۔ فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ٥ اسمیں آجکل کی بمباری، گولہ باری کا ذکر بھی ہے جس سے آسمان دھواں دھار ہو رہا ہے اور بھوک کے عذاب کا بھی، کہ بھوک کی شدت کی گرسنگی میں آنکھوں کے آگے دھواں اٹھتا نظر آتا ہے۔ اور مفسرین نے دخان کی تفسیر میں یہ لکھا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی روحانی علاج ہیں، جو قرآن مجید میں تدبر سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ میں نے تو ادھر توجہ کرنے کے لئے مشتے از خروارے بیان کر دیئے ہیں، کیونکہ میں نے دیکھا، مادی اسباب تو زور شور سے

مہیا کئے جارہے ہیں، اور یہ کوئی بُری بات نہیں۔ یہ بھی ضروری ہیں لیکن روحانی اسباب رفع عذاب کیطرف بھی توجہ ازبس ضروری ہے۔

مومنوں پر بھی جُوع کا ابتلاء آتا ہے۔ مگر ان کو تباہ کرنے کے لئے نہیں، اور نہ برداشت کی حد سے باہر، بلکہ بعد میں انعام دینے کے لئے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ۝ ایسا اکثر انفرادی طور پر ہوتا ہے۔ کہ کوئی خوف آجائے، یا بھوک سے آزمایا جائے، یا زراعت میں پھل نہ آئے، یا اولاد میں سے کوئی مرجائے۔ ایسے امتحان میں جو جزع فزع نہ کرے، صبر سے کام لے، اپنے عقیدے اور خدا پر بھروسے میں پختہ رہے، ایمان میں لغزش نہ کھائے، اور محض اللہ ہی کا ہوجائے، اسی پر توکل کرے، شرک و معصیت سے مجتنب رہے، تو نتیجہ میں خدا کی رحمتوں اور نعمتوں کا مورد بنتا ہے ۔ والسلام

(اکمل عفا اللہ عنہ ۳۰ ؍ اکتوبر ۱۹۴۳ء)

اَلْاِمَامُ الْمَھْدِیْ

(از جناب شیخ روشن دین صاحب تنویر بی اے ایل ایل بی وکیل سیالکوٹ)

قرآن کریم کی آیات کو ہم نفس مضمون کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ایک وہ آیات جن میں شریعت کے احکام کا بیان ہے۔اوامر و نواہی،حرام و حلال،آداب وغیرہ اس حصہ میں شامل ہیں۔دوسری وہ آیات ہیں جنہیں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے،کہ یہ احکام اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی سرکار سے جاری ہوئے ہیں،اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے نفاذ کیلئے مبعوث کیا گیا ہے۔انبیاء علیہم السلام کے قصص،تنذیر و تبشیر،عذاب،غلبہ اسلام،شکست کفر،پیشگوئیاں وغیرہ دوسرے حصہ میں ہیں۔

جس شریعت پر اللہ تعالیٰ اپنے نظام کو چلانا چاہتا ہے،اس کا مکمل بیان قرآن کریم میں کر دیا گیا ہے۔اس سے باہر کوئی چیز حق نہیں ہے۔کوئی بھی دوسرا قانون جو اس سے ٹکراتا ہے قانونِ باطل کہلائیگا۔اس حصہ قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ

کامل شریعت قرآن کریم کے ذریعہ ہمکو پہنچ چکی ہے۔اب اس میں خفیف سی بھی تبدیلی تا قیامت نہیں ہوگی۔اور نہ انکو دوبارہ نازل کرنیکی ضرورت ہے۔کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہوگی۔اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ آپ لیا ہے۔اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ۔اس وعدہ میں کلام اللہ کی ظاہری حفاظت بھی شامل ہے۔باقی آیات جو دوسرے حصہ میں آتی ہیں،وہ بھی اس لحاظ سے،کہ وہ خدا کا کلام ہیں،کامل ہیں۔مگر ان کے متعلق یہ کہنا،کہ وہ کسی بعد کے آنیوالے مامور من اللہ پر دوبارہ نازل نہیں ہوسکتیں،درست نہیں ہے۔کیونکہ اس امر کی تو اب ضرورت نہیں رہی،کہ شریعت میں کسی قسم کی تبدیلی کیجائے،مگر اس امر کی ضرورت ہے،کہ انسانوں میں بار بار ایسی شخصیت پیدا کیجائے جو کمزوروں کے لئے نمونہ بنے۔اور اس شریعت پر خود عمل کر کے دکھائے تاکہ دوسرے بھی اس پر عمل کرنیکی ترغیب حاصل کریں۔اللہ کی شریعت تو جاوداں ہوسکتی ہے مگر اس پر عمل کر کے دکھانیوالا جسمانی طور پر حیاتِ جاودانی لیکر نہیں آتا۔ہاں اس کی مثال کا روحانی اثر جاوداں ہوسکتا ہے۔رسول اللہ صلعم نے صرف ۲۳ سال میں اس شریعت پر خود بھی عمل کیا اور ایک

جماعت سے بھی عمل کرایا۔ آپؐ کی دُنیاوی اور جسمانی زندگی کے اختتام کے بعد آپؐ کے اُسوۂ حسنہ کی صرف یاد ہی باقی رہ سکتی تھی جسکو انسانی وسعت کے مطابق مسلمانوں نے تازہ رکھنے کی پوری کوشش کی۔ نمونہ تو بیشک کامل تھا۔ مگر لوگوں کی یاد کامل نہیں ہو سکتی۔ قرآن کریم کے ہوتے ہوئے بھی لوگ اس الہٰی قانون سے رفتہ رفتہ پرے ہٹتے چلے گئے۔ اور آج نوبت یہاں تک پہنچی ہے، کہ قانونِ باطل دُنیا پر چھا گیا ہے، اور شریعتِ اسلامیہ اس کی تاریکی میں گم ہو کر رہ گئی ہے

محض شریعت کی ظاہری حفاظت اُسوقت تک کوئی چیز نہیں ہے۔ جب تک اس پر خود عمل کرنیوالا اور دوسروں سے عمل کرانیوالا بار بار دُنیا میں نہ آئے۔ اور یہ اس وجہ سے، کہ کوئی انسانی نمونہ اپنی جسمانی حیات ہمیشہ کے لئے قائم نہیں رکھ سکتا۔ الفاظ میں تو اہ کتنا ہی جادو ہو، جبتک کہنے والا نہ رہے محض ان کی تحریر قوموں کو جادہ پیما نہیں کر سکتی۔ جب قرآن کریم کی آیات رسول اللہؐ کی زبان سے نکلتی ہونگی، تو وہ بجلی کا کام کرتی ہونگی۔ اور پھر جب وہ اُن پر عمل کرتے ہوں گے، تو سوا کسی سخت شقی القلب کے کون ہوگا، جو متاثر نہ ہوتا ہوگا۔

یہ کس قدر ظلم ہوگا، کہ ایک زمانہ کے لوگوں کے لئے تو ایک عینی نمونہ جسکو عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ پیدا کیا گیا مبعوث کیا جائے، اور وہ بھی ایک خاص قوم میں، جس کی زبان میں کامل شریعت نازل کیگئی ہے۔ اور صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ جیسی سعید روحیں بھی اس کا اثر قبول کرنے کے لئے پیدا کیجائیں، مگر جب جادو انی شریعت کے ہمہ گیر اثر کو پیدا کرنیکا موقعہ ہو، تو کوئی ایسا نمونہ لوگوں کے سامنے نہ لایا جائے، جو پہلے ہی نمونہ پر ہو۔ اور قانونِ الہٰی پر خود بھی عامل ہو، اور دوسروں کو بھی عامل بنائے کیا اللہ تعالیٰ کی رحیمیت کے یہ شایانِ شان ہے، کہ ایک خاص قوم اور ایک خاص زمانے کو تو وہ کامل اُسوۂ حسنہ عطا فرمائے، مگر ہمارے زمانے کو غیر شعوری مجتہدوں کی قرآنی تعبیروں پر چھوڑ دے جنکو اللہ تعالےٰ سے براہ راست کوئی تعلق واسطہ نہ ہو۔ اور جو محض اپنی فطری طاقتوں سے قرآن کریم کی معنوی حفاظت کریں۔ ہم دیکھتے ہیں، کہ دُنیاوی بادشاہت میں بھی ایسا نہیں ہو سکتا، کہ ایک دفعہ تو بادشاہ اپنا نائب مقرر کرکے بھیجدے، اور بعد میں لوگ خود بخود غیر شعوری طور پر نائب بنتے چلے جائیں۔ کیا یہ اس احکم الحاکمین پر الزام تراشی نہیں ہے، کہ پہلے لوگوں کو تو اُس نے عینی اسوۂ حسنہ عطا فرمائے، مگر اب اس نے دُنیا کو غیر شعوری طاقتوں کے حوالے کر دیا ہے؟

اس وقت جبکہ شریعت اسلامیہ تہذیب باطل کی صلیب پر چڑھی ہوئی ہے، اور "ایلی ایلی لما سبقتنی" پکار رہی ہے۔ کیا (خاکم بدہن) اس شریعت کو بھیجنے والا بہرہ ہو گیا، کہ اسکی آواز

نہیں سُنتا۔ اور جیسا کہ عیسائیوں کا اعتقاد ہے، مسیح ابن مریم علیہ السلام کی دُعا کی طرح ساٹھ کروڑ مسلمانوں کی دُعائیں بھی بیکار ہو کر رہ گئی ہیں، جو ہر روز کئی بار "صَلِّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ" اور "اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ" کا ورد کرتے ہیں، باوجود ان دُعاؤں کے اللہ تعالیٰ کیوں مسلمانوں کی مدد نہیں فرماتا؟ اس کی وجہ یہی ہے، کہ یہ دُعائیں دل سے نہیں نکلتیں حقیقی قرآن دلوں سے ہٹ گیا ہے۔ صرف زبان پر الفاظ رہ گئے ہیں۔ اس زمانے کا سب سے بڑا مرض ہی یہ ہے، کہ لوگوں نے تعلق باللہ کو داستان پارینہ سمجھ رکھا ہے، اور مذہب و شریعت کو شریعت سے الگ جان لیا ہے۔ جس قانون کو جاری کرنیوالے کا تعلق قانون سے منقطع ہو جائے، اس قانون کو کون مان سکتا ہے۔ اگر مجلس قانون ساز قانون تو اعلیٰ سے اعلیٰ تیار کر دے، مگر اس قانون کے نفاذ کا اور حفاظت کا کوئی انتظام نہ ہو، نہ کوئی جج مقرر کیا جائے، نہ کوئی اور محکمہ بنایا جائے، تو ایسے قانون کا کیا فائدہ؟ فرض کیجئے بادشاہ جارج ہندوستان کے لئے ایک قانون بناتا ہے، مگر اسکے نفاذ کیلئے وائسرائے مقرر نہیں کرتا اور آیندہ قانون سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، تو بھلا ایسے قانون کو کون مانے گا؟

پھر نظام ہائے باطل اور اسلامی نظام کا مابہ الامتیاز ہی یہ ہے، کہ بانیانِ نظام ہائے باطل سمجھتے ہیں۔ کہ وہ غیر شعوری طاقتوں کے بل پر ترقیاں کر سکتے ہیں۔ مگر اسلامی نظام کا انحصار ہی خدا کی منشا پر ہے، جو وقتاً فوقتاً دُنیا کی راہنمائی کے لئے اپنے رسول بھیجتا ہے۔ تاکہ انسان اپنی فطرت کے غلط استعمال سے جن گمراہیوں میں پڑ گیا ہے، اسکو الہامی صداقتوں کی طاقت سے ان گمراہیوں سے نکالے اور اسکو سیدھے راستے پر چلائے جب تک ایسے الٰہی راہنما کے ساتھ الٰہی نشان نہ ہوں، اس کا امتیاز دُنیا دی غیر شعوری راہنماؤں سے نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ دُنیا میں حکومتِ الٰہیہ قایم کرنیکے آجکل بہت شوقین نظر آتے ہیں، اُن کو یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ سوا اللہ کے حکومتِ الٰہیہ کوئی قایم نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی غیر شعوری مجتہد اور نہ کوئی اور۔ اللہ کی شریعت کو اللہ کا فرستادہ ہی دُنیا میں قایم کر سکتا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا، کہ شریعت تو اللہ تعالےٰ شعوری مامور کے ذریعہ عطاء فرمائے، اور اسی کے ذریعہ عمل بھی خاص وقت تک کرائے اور آیندہ ہمیشہ کے لئے اس شریعت کو غیر شعوری راہنماؤں کے رحم پر چھوڑ دے۔

عجب تو یہ ہے، کہ وہ لوگ بھی جو احیائے اسلام کے بلند آہنگ دعاوی لیکر اُٹھے ہیں اور اس بات کے بھی قایل ہیں، کہ ایک بہت بڑا امام جس کا نام الامام المہدی ہے، دُنیا میں پھر اسلام کو زندہ کرنے کے لئے آنیوالا ہے، ان نظامہائے باطل کے اثر سے نہیں بچ سکے جنکو وہ توڑنا چاہتے

ہیں۔ چنانچہ مولینا ابو الاعلیٰ مودودی جو اپنے تئیں تحریک اسلامی کا بانی ظاہر کرتے ہیں اپنے رسالہ ترجمان القرآن بابت دسمبر و جنوری ۱۳۶۰ھ کے صفحہ ۲۹۰ پر یوں رقمطراز ہیں:۔

"عقل چاہتی ہے، فطرت مطالبہ کرتی ہے، اور دُنیا کے حالات کی رفتار متقاضی ہے کہ ایسا "لیڈر" پیدا ہو۔ خواہ اس دَور میں پیدا ہو، یا زمانے کی ہزار گردشوں کے بعد پیدا ہو، اس لیڈر کا نام الامام المہدی ہے۔ جس کے بارے میں صاف پیشینگوئیاں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں موجود ہیں"

یہ "لیڈر" کا لفظ خاص توجہ چاہتا ہے۔ جو نقشہ مولانا کے ذہن میں اس الامام المہدی کا ہے، وہ آپکی ذیل کی عبارت سے ظاہر ہو جائیگا۔

"میرا اندازہ یہ ہے۔ کہ آنیوالا اپنے زمانے میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا۔ وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی۔ زندگی کے سارے مسائل مہمہ کو وہ خوب سمجھتا ہوگا۔ عقلی اور ذہنی ریاست سیاسی تدبر اور جنگی مہارت کے اعتبار سے وہ تمام دُنیا پر اپنا سکہ جما دیگا"

مگر اپنے متعلق اس کے علم کا حال یہ ہوگا:۔

"اس کی علامتوں سے اُسے تاڑ لیا جائیگا ..... نہ مَیں یہ توقع رکھتا ہوں، کہ وہ اپنے مہدی ہونے کا اعلان کریگا، بلکہ اس کو خود بھی اپنے مہدی موعود ہونے کی خبر نہ ہوگی۔ اور اس کی موت کے بعد اس کے کارناموں سے دُنیا کو معلوم ہوگا، کہ یہی تھا وہ خلافت کو منہاج نبوت پر قائم کرنیوالا جسکی آمد کا مژدہ سُنایا گیا تھا۔ ..... مہدویت دعویٰ کرنیکی چیز نہیں، بلکہ دکھا جانیکی چیز ہے۔ اس قسم کے دعوے جو لوگ کرتے ہیں، اور جو اُن پر ایمان لاتے ہیں، میرے نزدیک، دونوں اپنے علم کی کمی اور ذہن کی پستی کا ثبوت دیتے ہیں۔" (صفحہ ۲۹۲)

مولانا مودودی صاحب کے ذہن میں جو تصویر الامام المہدی کی آئی ہے، وہ ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ ان کے خیال میں مہدی وہ ہے، جسکو تمام دین و دُنیا کے علوم پر تبحر حاصل ہوگا مگر ایک پتہ نہیں تو اپنا پتہ نہیں ہوگا۔ کہ مَیں ہی وہ مہدی موعود ہوں جسکے متعلق "نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم الشان پیشینگوئیاں موجود ہیں"۔ جو شخص ایسی پیشینگوئیوں کو بھی نہ سمجھ سکیگا، اسکو دُنیا جہان کے علمی و عملی کمالات کا جامع خیال کرنا مولانا مودودی صاحب اور ان کے چیلوں کا ہی حصہ ہے۔

آنکھ پڑتی ہے کہیں، پاؤں کہیں پڑتا ہے
سب کی ہے اُسکو خبر اپنی خبر کچھ بھی نہیں!

مہدی کے کام کی نوعیت کا تصور جو مولانا کے ذہن میں ہے، وہ حسب ذیل ہے:-

"میں سمجھتا ہوں، کہ ایک "انقلابی" لیڈر کو دنیا میں جس طرح شدید جدوجہد اور کشمکش کے مرحلوں سے گذرنا پڑتا ہے، انہی مرحلوں سے مہدی کو بھی گذرنا ہوگا۔ وہ خالص اسلامی بنیادوں پر ایک نیا مذہب فکر (school of thought) پیدا کریگا۔ ذہنیتوں کو بدلیگا۔ ایک زبردست تحریک اٹھائیگا، جو بیک وقت تہذیبی بھی ہوگی اور سیاسی بھی۔ جاہلیت اپنی تمام طاقتوں کے ساتھ اس کو کچلنے کی کوشش کریگی، مگر بالآخر وہ جاہلی اقتدار کو الٹ کر پھینک دیگا۔ اور ایک ایسا زبردست اسلامی اسٹیٹ قائم کریگا جس میں ایک طرف اسلام کی پوری روح کارفرما ہوگی اور دوسری طرف سائنٹفک ترقی اوج کمال پر پہنچ جائیگی۔ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ "اس حکومت سے آسمان والے بھی راضی ہوں گے اور زمین والے بھی۔ آسمان دل کھولکر اپنی برکتوں کی بارش کریگا۔ اور زمین اپنے پیٹ کے سارے خزانے اگل دیگی۔ . . . . . مگر وہ کرامات وخوارق، کشوف والہامات اور چلّوں مجاہدوں" سے پاک ہوگا۔"

گویا وہ ایک اسلامی ہٹلر یا مسولینی ہوگا جسکا اسلام سے صرف اس قدر تعلق ہے، کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم الشان پیشگوئیوں کے مطابق ظہور کریگا۔ اور اسلامی اسٹیٹ قائم کریگا۔ اور اسلام کی پوری روح سے "کام لیگا۔ مگر نہ تو خود اس کو اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق ہوگا، اور نہ ادنیٰ کسی کو تعلق باللہ کی اجازت بخشیگا۔ ہاں وہ ایک بہت بڑا اسلام کا مفکر ہوگا۔ وہ اس عمارت فکر کی تعمیر میں اسلام سے بنیادوں کا کام لیگا۔

مندرجہ بالا عبارت سے اگر الفاظ اسلام اور اسلامی نکال دیئے جائیں، تو دیکھیں باقی کیا رہ جاتا ہے۔ مہدی تو اپنے نئے مذہب فکر کے پیدا کرنے اور سائنٹفک ترقیات کی تکمیل میں منہمک ہوگا، اور اس کی توجہ ایک زبردست تحریک اٹھانے میں لگی ہوگی، "جو بیک وقت تہذیبی بھی ہوگی اور سیاسی بھی"۔ ایسے انسان کو جو "اپنی جسمانی ساخت میں" تمام انسانوں سے کچھ بھی مختلف نہ ہوگا، بھلا روحانی باتوں کے لئے فرصت ہی کہاں ہوگی۔ خدا جانے مودودی صاحب نے حدیث کے ان الفاظ سے، کہ "آسمان دل کھول کر اپنی برکتوں کی بارش کریگا" کیا مراد لی ہے۔ شاید اس سے

مُراد کوئی نئی قسم کے ہوائی جہاز ہوں، ورنہ روحانیت سے تو "الامام المہدی" کو کسی قسم کا تعلق رکھنا اس کی کسرِ شان ہے۔ اسلامی بنیاد کو اس صفائی سے اکھاڑ کر رکھ دینا مہدی کے سوا اور کون کر سکتا ہے سہ

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔

یہاں ہم "صراطِ مستقیم" جو حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید مرحوم کی تصنیف ہے، اور جو حضرت سید احمد صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ کے زیرِ نگرانی لکھی گئی تھی، کا آخری فقرہ درج کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں :-

"ان چند کلمات میں جو حضرت سید صاحب کے معاملات کے اجمالی اشارات پر مشتمل ہیں۔ بڑے بڑے فائدے ہیں . . . . . . منجملہ ان کے زمانے کے جاہلوں کو تنبیہ کرنا ہے، کہ انہوں نے ولایت ربانی کو ممتنعاتِ عقلیہ سے شمار کر کے اوائل امت پر اسے منحصر سمجھ کر انقطاعِ نبوت کی طرح ولایت کے انقطاع کے قائل ہو گئے ہیں۔"

یہ خیال کہ آئندہ سب سے بڑا اسلامی لیڈر بھی غیر شعوری طور پر ہی مبعوث ہو گا، اور اس کو خدا خاص طور پر منذر نہیں کریگا، اور نہ اسکو یہ علم ہو گا، کہ وہ وہی ہے، جس کے متعلق پیشینگوئیاں موجود ہیں، محض جاہلانہ خیال ہے۔ اسلام میں ایسے خیال کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ اسلام تو دنیا میں یہی حقیقت قائم کرنے کے لئے آغازِ نبوت سے کوشاں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ دنیا کی گمراہی کے وقت اپنا خاص بندہ دنیا میں مبعوث کر کے دنیا کو ہدایت کی طرف بلاتا ہے۔ اور جب دنیا اس کے رسول کی نہیں سنتی، تو عذاب نازل کرتا ہے۔ مگر مولانا مودودی صاحب کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس عظیم الشان لیڈر کا کام جس کا نام الامام المہدی ہے، خدا کی رضا طلبی نہیں ہے، بلکہ اس کا کام صرف مغربی ترقیات میں کمال دکھانا ہے۔ جس کی بنیاد سراسر مادی تخیلات پر رکھی گئی ہے۔

یہ ہے جاہلی ماحول میں پرورش یافتہ خیال کا نتیجہ۔ جس بات کو آپ "جاہلی اقتدار" کے نام سے نامزد کرتے ہیں، خود اس سے اس قدر مرعوب ہو چکے ہیں، کہ "اسلامی اقتدار" کو بھی اسی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر ایک طرف پرانے مسلمانوں نے مہدی موعود کے دستِ پاک میں تلوار پکڑائی تھی، تو آپ نے مہدی کو ان تمام اوصاف سے متصف کر دیا ہے، جن پر جاہلی لیڈروں کو ہی ناز ہونا چاہیئے مثلاً "تمام علومِ جدیدہ پر مجتہدانہ بصیرت"۔ "زندگی کے سارے مسائل مہمہ کی خوب سمجھ"۔ "عقلی و ذہنی ریاست"۔ "سیاسی تدبر اور جنگی مہارت"۔ بس! اور تو سب کچھ ہے، ایک نہیں تو اللہ سے کوئی واسطہ نہیں سہ

بزم میں یہ ادا ہمیں سمجھے ⁂ سبکو دیکھا ادھر نظر نہ ہوئی

اگر اسلام کا انتہائے مقصد اسی قسم کے عظیم الشان انسان پیدا کرنا ہے، تو نئی تہذیب جو کام کر رہی ہے، وہ کیوں قابلِ نفریں ہے۔ یہ کام تو پہلے ہی ہو رہا ہے۔ جناب مہدی موعود اس سے زیادہ کیا کرلیں گے، اور اگر کر بھی لیں، تو اس کا اسلام سے کیا تعلق!

ہمارے خیال میں تو ایسے امام کا ایک ہی کام ہونا چاہیئے۔ اور وہ یہ کہ وہ تمام انسانی کمالات کو اسلامی رنگ یعنی صبغۃ اللہ میں رنگ دے۔ فطرتی ترقیات کے میدان میں تو دُنیا اپنے شہسوار روز بروز پیدا کر رہی ہے۔ ہاں مہدیؑ اسلام کا کام ایسے شہسواروں کی عنانِ توجہ کو اللہ کیطرف پھیرنا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے جو اپنی رحمانیت سے اصول دُنیا میں قائم کر دیئے ہیں، اُن کے مطابق دُنیا شاہراہِ ترقی پر چلی جا رہی ہے۔ خطرہ تو یہ ہے، کہ ان اصولوں کے غلط استعمال سے خود دُنیا اپنے لئے باعثِ ہلاکت نہ بنجائے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے، کہ اللہ تعالےٰ سے براہِ راست تعلق کے بغیر ایسا عظیم الشان کام کس طرح کوئی کر سکتا ہے۔ اور بغیر اللہ تعالےٰ کی صریح منشاء کے ایسا کام ہو بھی کس طرح سکتا ہے۔ مہدیؑ موعود ضرور اللہ تعالیٰ کا فرستادہ ہونا چاہیئے۔ ہمارا ایمان ہے، کہ جو مہدی پیشینگوئیوں کے ماتحت پیدا ہوگا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا، اور اس کو اس امر کا شعور دیا جائیگا کہ وہ مامور ہے۔ اس پر دوبارہ قرآن کریم کی وہ آیات نازل کیجائیں گی جن میں تبشیر و تنذیر کا بیان اور غلبۂ اسلام کی پیشینگوئیاں ہیں۔ اس کو روشن نشان خدا کیطرف سے دیئے جائینگے۔ جن سے اس کی پہچان کیجائے گی، کہ وہ خدا کی طرف سے ہے محض غیر شعوری طاقتوں پر اسکے اجتہاد کا انحصار نہیں ہوگا۔ ہمکو تو خدا کے مہدی کی ضرورت ہے۔ ورنہ ایسا مہدی جو چرچل، ہٹلر، فورڈ، آئن اسٹائن اور اقبال کا معجون مرکب ہو، دُنیا کی موجودہ ضرورت کے لئے بالکل بیکار ہے اگر غیر شعوری طاقتیں مہدی پیدا کر سکتیں، تو رونا ہی کا ہے کا تھا۔ ہاں اس میں کوئی شک نہیں، کہ وہ نظامہائے باطل کے مقابلے میں اسی قسم کے اسلامی اسلحہ نکالیگا۔ اگر وہ عقل و فلسفہ اور علوم کے ہتھیار استعمال کرینگے، تو وہ بھی اسلامی فلسفہ اور علوم کی فوقیت دکھائیگا۔ وہ یہ دکھائیگا، کہ قرآن پاک میں تمام وہ صداقتیں موجود ہیں، جنکو عقلائے زمانہ وقتاً فوقتاً دریافت کرینگے۔ وہ تمام متداول مذاہب پر اسلام کی فوقیت ثابت کریگا۔ اور تمام دُنیا کو چیلنج دیگا، کہ اپنی اپنی کتابوں کو قرآن کریم کے مقابلہ میں لا کر اُن کی برتری ثابت کریں۔ وہ سب کو شکست دیگا۔ کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ وہ عقل کے پرستاروں اور ملحدوں کے نظریات کو توڑیگا۔ اور اُن کے مزعومہ مضبوط جالوں کی دھجیاں اُڑا

دیگا اور الہام کی ضرورت اور عقل پر اسکی فوقیت نہ صرف نطق سے بلکہ اپنے عمل سے ثابت کریگا۔ وہ دنیا والوں کے رجحانات دنیا پرستی کو روک دیگا۔ وہ ثابت کریگا کہ خدا اب بھی زندہ ہے جیسا کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا۔ دنیا کی اجتماعی مصائب اور انفرادی دردوں کا سب سے بڑا معالج وہی ہے۔ وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام کو زندہ نبی ثابت کریگا۔ صرف لفظوں سے نہیں بلکہ عمل سے وہ ثابت کریگا کہ وہ زندہ چراغ ہے جس سے دوسرے چراغ روشن کئے جاتے ہیں۔ وہ اپنے نمونہ اول کی پیروی کرکے دکھائیگا۔ اور دنیا کو پھر اسی انداز سے مخاطب کریگا جس طرح اسکے نمونہ اول نے مخاطب کیا تھا۔ نہ اسلئے کہ اپنی برتری جتائے، بلکہ اسکی برتری لوگوں کے دلوں میں قائم کریگا جسکے طفیل اس نے سب کچھ حاصل کیا۔ وہ خدا کے زندہ نشان اسی طرح دکھائیگا جیسا کہ اسکے آقا نے دکھائے۔ خدا اسکو مامور کریگا اور خدا ہی اسکی استعانت فرمائیگا، جو بھی اسکے مقابل آئیگا، ہلاک ہوگا اور جو بھی اسکی اہانت کا ارادہ کریگا اسکی اہانت کیجائیگی کیونکہ وہ خدا کیطرف سے ہوگا وہ نظام غیر شعوری کی پیداوار نہیں ہوگا۔ وہ یہ کام اپنی زندگی میں اور زندگی کے بعد ایک فعال جماعت کے ذریعہ قیامت تک کریگا۔ وہ تمام دنیا کو صلح کا پیغام دیگا۔ اور ان نبیوں کی بھی تصدیق کریگا جنکی تصدیق پہلے بالوضاحت نہیں کیگئی وہ تمام دنیا کے لئے امام ہوگا۔ وہ مہدی، مسیح، کرشن، ابدھ علیہم السلام کا مظہر ہوگا۔

ہاں وہ الامام المہدی قادیان کی چھوٹی سی بستی میں پیدا ہوچکا ہے۔ خدا کی پیشگوئیاں تمام اسکے حق میں پوری ہوچکی ہیں۔ آؤ! اسکو جانچو، اسکی پہچان کرو۔ کیونکہ یہی وہ آخری زمانے کا انعام ہے جسکا وعدہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے دنیا کے لوگوں سے کیا ہوا ہے۔ اس نے اس باطل پرست زمانے میں دوبارہ خدا پرستی کی بنیاد مضبوط چٹان پر رکھدی ہے، اور ایک عظیم الشان عمارت اس پر تیار کیجارہی ہے مسلمان کو پھر مسلمان کردیا ہے ؎

چوں دورِ خسروی آغاز کردند + مسلماں را مسلماں باز کردند

اسکے کاموں کو شدید معاندین بھی طوعاً و کرہاً تسلیم کرتے ہیں اور مانتے ہیں کہ تمام اسلامی دنیا ہی میں نہیں، بلکہ تمام دنیا میں وہی ایک جماعت ہے، جو ہمیشہ رہنے والا کام کررہی ہے اسکے مقابلہ میں نہ کوئی اسلامی جماعت اور نہ کوئی غیر اسلامی جماعت منظم اور اعلیٰ کام دکھاسکتی ہے عیسائیوں کے خدا کو اسنے ماردیا ہے۔ آریوں کے جالوں کو اسنے توڑدیا ہے اور خود مسلمانوں کے جاہلی تانا بانا کی اسنے دھجیاں اڑادی ہیں ہر ایک فریق کے حساس لوگ اسکی طرف حسرت سے دیکھتے ہیں اور اس آیۃ شریفہ کی تصدیق کرتے ہیں رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ۝ اس جماعت احمدیہ کا ہمیں کوئی فخر نہیں کیونکہ یہ سب کچھ خدا کی مرضی سے ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اور اسلام کا چہرہ اسکی تائید کررہے ہیں۔ اور اس آیہ کریمہ کا دوبارہ نزول ہوکر قرآن کریم کی پیشگوئی پوری ہورہی ہے۔ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اسلامی نظام ←←← نظام خلافت

(از جناب چوہدری خلیل احمد صاحب ناصرؔ بی - اے)

قوموں کی تنظیم انسانوں کے باہمی ربط، معاملہ، ایک دوسرے کے حقوق کی صحیح ادائیگی، اور حفاظت، اور گھر، آبادی، وطن اور دُنیا کے امن کے قیام کے لئے نظام کی ضرورت ہے۔ نظام ایک ایسا ضابطہ ہے، جو ہر ایک کے حقوق کے دائروں اور حدود کو معیّن کرتا ہے اور بعض انسانوں کو دوسروں کے حقوق کی حفاظت کے فرائض و اختیارات دیتا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو دُنیا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے۔ کیونکہ :-

(۱) معاملات صحیح طور پر طے نہ ہو سکیں گے معمولی اختلاف کو سُلجھانا بھی مشکل ہوگا۔ کیونکہ کوئی ذمہ وار ہستی نہ ہوگی جس کی طرف اختلاف کو لوٹا کر اُس سے فیصلہ لیا جا سکے۔

(۲) ظلم و تعدّی، دست درازی اور دوسروں کے حقوق پر غصب کیخلاف کوئی طاقت کوشش کرنیوالی نہ ہوگی۔

(۳) امن بالکل تباہ ہو جائیگا، جان و مال، عزّت و آبرو کچھ بھی محفوظ نہ ہوگا۔

(۴) جو ضروریات اجتماعی زندگی سے تعلق رکھتی ہیں، مثلاً سڑکیں، ذرائع آمد و رفت، اور بیرونی دشمن کے مقابلہ میں حفاظت، اِن کا انتظام کرنیوالا کوئی نہ ہوگا۔

الغرض نظام کے بغیر انسانی زندگی کا امن بالکل تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور بالخصوص اجتماعی زندگی کا کوئی سامان نہیں رہتا۔ انسان کو خدا تعالے نے بنایا ہی ایسی زندگی کے لئے ہے جو دوسرے انسانوں کیساتھ مِل کر باہم فائدہ و مدد سے بسر ہو۔ پس یہ مقصد نظام کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا نظام ایک ایسی ضرورت ہے، جسکے بغیر گذارہ ہی نہیں۔

دُنیا میں مختلف نظام کام کر رہے ہیں۔ بعض مذہبی ہیں۔ بعض مذہب اور دُنیا کا امتزاج ہیں۔ اور بعض خالصتاً دنیوی ہیں۔ اسلام کا نظام اس لحاظ سے سب پر فائق ہے کہ اسلامی نظام ہر انسان کو اس کا پورا اور واجبی حق دینے کا انتظام کرتا ہے۔ اور پھر اس کیساتھ انسانی زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ اور اس کی مذہبی، روحانی، اخلاقی، ہر قسم کی تربیت کا بھی انتظام کرتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ انفرادی اور اجتماعی ہر قسم کے امن کا محافظ ہوتا ہے۔

پس اسلامی نظام دُنیا کے جملہ نظاموں پر ہر لحاظ سے کامل فوقیت رکھتا ہے ۔

اسلامی نظام کا نقشہ

اسلامی نظام خدا تعالیٰ کی ذات جامع جمیع کمالات سے شروع ہوتا ہے ۔ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۔

اسلامی نظام کا مرجع اور منبع وہی اعلیٰ ترین ہستی ہے ۔ اسلام اس بات کا قائل ہے ، کہ خدا تعالےٰ ہر زمانہ اور ہر قوم میں اپنے مرسلین کے ذریعہ سے دُنیا کی ہدایت کا سامان نازل کرتا رہتا ہے ۔ اور عقل ناقص سے نہیں ، بلکہ الہام کی روشنی سے دلوں کو اطمینان اور باہمی تعلقات میں ہدایت بخشتا ہے ۔ پس سب سے پہلے اسلامی نظام کی فضیلت کی دلیل یہ ہے ۔ کہ یہ انسانی ناقص عقل کا کوتاہ تخیل نہیں ، بلکہ اس علیم و خبیر ہستی کا نازل کردہ ہے ۔

خدا تعالےٰ کے بعد انسانوں میں اسلامی نظام کی اعلیٰ ترین کڑی انبیاء رہے ہیں ۔ انبیاء کے ارشادات اور نافذ کردہ قوانین کی بُنیاد چونکہ الہام الٰہی پر ہوتی ہے ، اس لئے وہ ضرورت زمانہ کے عین مطابق اور لوگوں کے حالات کے لئے صحیح طور پر مناسب ہوتے ہیں ۔ انبیاء کے بعد ان کے قائم مقام خلفاء کا زمانہ آتا ہے ۔ یہ خلفاء انبیاء کے قوانین اور ان کے مقرر کردہ ضوابط کے حامل اور انہیں کو چلانیوالے ہوتے ہیں ۔ ان خلفاء کو مومنوں کی جماعت استحقاق کے لحاظ سے منتخب کرتی ہے ۔ اور چونکہ یہ لوگ نبی کے تربیت یافتہ اور اس کے خدا داد مشن کو سمجھنے والے اور اس کے چلانیکی اہلیت رکھنے والے ہوتے ہیں ، اسلئے گو وہ خدا تعالیٰ کی وحی کیساتھ کھڑے نہیں ہوتے ، مگر خدا تعالےٰ اپنی تقدیر خاص کے ماتحت ایسا تصرف فرماتا ہے ، کہ مومنوں کے قلوب خود بخود خلافت کے اہل شخص کیطرف پھر جاتے ہیں ۔ اس لئے گویا اسلامی نظام کا نبی کے بعد حاکم اعلیٰ یعنی خلیفہ بھی گویا خدا ہی بناتا ہے ۔ کیونکہ باوجود ظاہری انتخاب کے دراصل ہر سچے خلیفہ کے انتخاب میں دراصل خدا کا مخفی ہاتھ کام کرتا ہے ۔ پس بایں وجہ یہ انتخاب بھی ساری عمر کے لئے ہوتا ہے ۔ پھر کسی انسان کا حق نہیں رہتا کہ وہ خدائی انتخاب میں دخل دیکر خلیفہ کے عزل کے متعلق کوشش کرے ۔ ادھر خلیفہ کا بھی فرض مقرر کرتا ہے ، کہ وہ اپنی ساری عمر ملک کی بہتری کے لئے صرف کردے ۔ بیت المال کا اپنے ملک کی

ضروریات کے لئے صحیح استعمال اس کا فرض ہے۔ اس کا گذارہ بھی مجلس شوریٰ مقرر کرتی ہے لئے کہ از خود۔
خلیفہ کا فرض مقرر کیا گیا ہے۔ کہ وہ ایک مجلس شوریٰ کے ذریعہ سے ملک کی عام رائے دریافت
کرتا رہے۔ اور جب ضرورت ہو عام اعلان کر کے تمام افراد کی رائے حاصل کرے۔ تاکہ اگر کبھی
وقت ملک کے نمائندوں اور ملک کی عام رائے میں مخالفت ہو جائے، تو اسے ملک کی عام
رائے کا علم ہو سکے۔ خلیفہ عام حالات میں کثرت رائے کا احترام کرتا ہے لیکن چونکہ اسکا منصب
اور مقام ایسا ہے۔ کہ وہ ہر قسم کی سیاسی جنبہ داری سے پاک ہوتا ہے۔ اُسے کوئی ذاتی فائدہ مدنظر
نہیں، اور وہ اپنی رائے کے لحاظ سے بے تعصب ہے۔ اور اُسے خدا تعالیٰ کی خاص نُصرت حاصل
ہے۔ اسلئے اسکو اہم اور خاص ضرورتوں کے موقعہ پر شوریٰ کے فیصلوں کو مسترد کرنیکا بھی اختیار دیا
گیا ہے۔ اسلامی خلیفہ ودمختار بھی ہے، کہ وہ شوریٰ کے فیصلوں کو مسترد کر سکتا ہے۔ مگر وہ پابند بھی
ہے۔ کیونکہ اسلام کے مقرر کردہ نظام کو بدلنے کا اسے اختیار نہیں۔ وہ منتخب ہے۔ کہ لوگوں کے ذریعے
سے خدا تعالیٰ اس کا انتخاب کرتا ہے۔ مگر وہ نیابتی حقیقت بھی رکھتا ہے۔ کیونکہ الٰہی شریعت نے
اس کیلئے یہ طریق کار تجویز کیا ہے، کہ سوائے کسی غیر معمولی ضرورت کے اہم امور میں کثرت رائے کیخلاف
نہ جائے۔ اسکو اپنی ذات کیلئے بیت المال پر تصرف حاصل نہیں۔ اسکو عمر بھر اس کے عہدہ سے الگ
نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی خاص نصرت کا پابند ہوتا ہے۔ اسلامی خلیفہ کا عہدہ موروثی نہیں۔
خلیفہ کے بعد جو دوسرے درجہ کے حکام ہیں۔ ان کے طریق انتخاب کے متعلق اسلام نے کوئی پابندی
نہیں لگائی۔ تاکہ حالات کے موافق و مطابق انکا تقرر ہو۔ بس اسلامی طریق حکومت دوسرے تمام طریق
سے اعلیٰ اور فائق ہے۔ کیونکہ:۔

(۱) بہترین طریق نیابتی حکومت پر مشتمل ہے۔

(۲) پارٹی بازی جو آجکل کی حکومتوں کی لعنت اور مغربی تہذیب کی لائی ہوئی چیز ہے اُس سے
مبرا ہے۔

(۳) مذہبی، اخلاقی، تمدنی اور علمی ترقی اور اصلاح عام پر حاوی ہے کسی حکم کو نظر انداز نہیں کرتی

(۴) اسلام حکومت کو امانت سمجھتا ہے اور امانت کے حقوق کی صحیح ادائیگی کی طرف رعایا اور
راعی دونوں کو توجہ دلاتا ہے۔

(۵) اسلامی حکومت ورثہ میں نہیں آتی۔ کوئی شخص محض بیٹا ہونیکے سبب سے لوگوں کی
گردنوں پر حکومت کا جُوا نہیں رکھ سکتا۔

نظامِ خلافت ضروری ہے

انبیاء کی وفات کے بعد نظامِ خلافت کا قیام ضروری ہے۔ مختصراً اس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:۔

(۱) انبیاء دُنیا میں رُوحانی اور اخلاقی لحاظ سے ایک انقلاب برپا کرنے کیلئے آتے ہیں مگر ان کی زندگی میں اس اعلیٰ مقصد کی تخم ریزی ہوتی ہے نہ کہ تکمیل۔ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے نبی کے قائم مقاموں کا آنا ضروری ہے۔

(۲) نبی کے بعد مومنوں میں وحدت کا قیام ضروری ہے، کیونکہ انبیاء کی آمد کا بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ پراگندگی و انتشار جو اُن کی آمد سے قبل موجود تھا، اسکو دُور کریں پس خلیفہ کا کام بھی وحدت کا قیام، اور قومی تنظیم، اور شیرازہ کا قیام ہوتا ہے جس کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔

(۳) نبی کی وفات پر اس عظیم الشان وجود کے فقدان کیوجہ سے لوگوں میں ایک زلزلہ سا آجاتا ہے۔ پس جماعت کو ابتلاء سے بچانے اور خطرات کی آگ سے محفوظ رکھنے کے لئے خلیفہ کا وجود ضروری ہے۔ تاکہ آئیوالا خطرہ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کے ماتحت امن میں تبدیل ہو جائے۔

(۴) خدا تعالےٰ کے فضل کے جذب کے لئے بھی خلافت کا وجود ضروری ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ

پس خدائی تائید کے لئے مومنوں کا جماعت کہلانا ضروری ہے، جو امام کے ماتحت رہ کر ہی کہلا سکتی ہے۔

(۵) دشمنوں پر غلبہ کے لئے بھی خلافت ضروری ہے۔ کیونکہ

اَلْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ

یعنی امام ایک ڈھال ہوتا ہے اور مومن اسکے پیچھے سے لڑائی کرتا ہے۔

(۶) جماعت کی تربیت اور نگرانی کا کام بھی خلفاء کے سپرد ہے جس کا نبی کے بعد جاری رہنا ازبس ضروری ہے۔

(۷) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَا كَانَتْ نُبُوَّةٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْهَا خِلَافَةٌ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۹)

کہ کبھی بھی کوئی شخص نبوت کا منصب پاکر کھڑا نہیں ہوا۔ مگر اس کے بعد خلافت قائم ہو گی پس نبوت کے بعد خلافت کا وجود ضروری ہے۔

خلیفے خدا بناتا ہے

(۱) یہ صحیح ہے۔ کہ بظاہر خلیفہ کا تقرر لوگوں کے انتخاب سے ہوتا ہے مگر اس میں خدا تعالےٰ کا مخفی ہاتھ کام کر رہا ہوتا، اور اپنی مشیت کو پورا کرواتا ہے چنانچہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے بارے میں وصیت کرنیکا ارادہ کیا، تو محض اسوجہ سے یہ ارادہ منسوخ فرما دیا، کہ:-

ثم قلت یابی اللہ ویدفع المومنون او یدفع اللہ ویابی المومنون

(بخاری کتاب الاحکام باب الاستخلاف)

کہ میں نے اس لئے ارادہ ترک کر دیا، کہ مومنوں کی جماعت ابو بکرؓ کے سوا کسی پر راضی نہ ہوگی۔ اور نہ ہی خدا کسی اور شخص کی خلافت کو قائم ہونے دیگا۔

(۲) رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو مخاطب کرکے فرمایا:-

انہ لعل اللہ ان یقمصك قمیصًا فان ارادوا علی خلعہ فلا تخلعہ لھم (ترمذی)

کہ خدا تمہیں ایک قمیص پہنائیگا، اور لوگ اُسے اتارنا چاہیں گے، مگر تم اسے نہ اتارنا۔

اس سے بھی ثابت ہے، کہ خدا تعالےٰ خود خلافت کی قمیص پہناتا ہے۔

(۳) آیت استخلاف سے واضح ہے، کہ خدا تعالیٰ خلفاء کو خود مقرر کرتا ہے۔

خلیفہ نبی کا قائم مقام ہے

خلیفہ چونکہ نبی کے جاری کردہ سلسلہ کو چلانے اور اسکے احکام و اوامر کی تعمیل کروانے اور اسکی پیدا کردہ جماعت کی حفاظت و نگرانی کا فرض ادا کرتا ہے۔ اس لئے وہ نبی کا قائم مقام ہوتا ہے۔ نبی دُنیا میں انصاف کے قیام کے لئے آتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:-

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (س ع)

یعنی اے داؤد ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ پس تو لوگوں کے درمیان عدل کے ساتھ فیصلہ کر۔

پس انبیاء کے قائم مقام ہونے کے لحاظ سے خلیفہ کا کام عدل کا قیام بھی ہوتا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ انبیاء کے کام کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرماتا ہے۔

یَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ؕ

یعنی وہ :- (۱) تبلیغ حق اور دعوت الی الخیر کرتا ہے۔

(۲) وہ شریعت سکھاتا ہے، اور شریعت کا عامل بناتا ہے۔

(۳) وہ حکمت سکھاتا ہے۔ اور ایمان کی حقیقت و حکمت سے باخبر کرتا ہے۔

(۴) اور ہر قسم کی پاکیزگی کے پیدا کرنے میں کوشاں ہوتا ہے۔

پس انبیاء کی قائم مقامی میں خلیفہ کے بھی یہی فرائض ہوتے ہیں۔

خلیفہ عمر بھر کیلئے ہوتا ہے

(۱) اسلام جس خلافت کا تصور پیش کرتا ہے۔ یعنی یہ کہ خلیفہ کا انتخاب در اصل خدا تعالیٰ کی تقدیر خاص کے ماتحت اور اس کی مشیت اور ارادہ کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کے لئے عقلاً ضروری ہے، کہ وہ ایسا خلیفہ ہو، جس کو معزول نہ کیا جا سکے۔ ورنہ خدائی انتخاب کی اس سے بڑھکر ہتک اور کیا ہو سکتی ہے۔

(۲) اسلامی خلیفہ کا تعلق لوگوں سے روحانی اور قلبی ہوتا ہے، نہ محض قانونی تعلق۔ پس اس قسم کے روحانی تعلق کو میعادی قرار دینا، یا ایسے میعادی تعلق کو جائز رکھنا، مذہب کی رُوح کے بالکل منافی ہے۔ اور مذہب میں ایسی ناجائز آزادی کا دروازہ کھولنا ہے، جس کا آخری نتیجہ سوائے لامذہبیت اور بےدینی کے اور کچھ نہیں۔

(۳) حضرت عثمانؓ باغیوں کے مطالبہ دست برداری از خلافت کے جواب میں فرماتے ہیں:-

ماکنت لاخلع سربالاً سربلنیہ اللہ فتکون سنۃ من بعد کلما کرہ القوم امامھم خلعوہ

میں ہرگز اس کُرتہ کو نہیں اُتار سکتا، جو خدا تعالیٰ نے پہنایا ہے۔ کیونکہ اگر میں ایسا کروں تو ایک بُری رسم قائم ہو جائیگی، کہ جب کبھی لوگ اپنے امام سے ناراض ہوں گے، تو اس کی معزولی کے لئے کھڑے ہو جائیں گے۔

(۴) حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کو کوئی طاقت معزول نہیں کر سکتی۔ اس لئے تم میں سے مجھے کوئی معزول کرنیکی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر خدا نے مجھے معزول کرنا ہوگا تو وہ مجھے موت دے دیگا" (بدر یکم فروری ۱۹۱۲ء)

پھر فرمایا:-

"مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے۔ اور اب نہ تمہارے کہنے سے میں معزول ہو سکتا ہوں، اور نہ کسی میں طاقت ہے، کہ وہ معزول کرے" (بدر ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء)

ایک وقت میں صرف ایک خلیفہ ہو سکتا ہے!

حدیث شریف میں ہے:-

اِذَا بُوْیِعَ لِخَلِیْفَتَیْنِ فَاقْتُلُوا الْاٰخَرَ مِنْهُمَا (مسلم)

کہ جب دو خلیفوں کی بیعت کیجائے۔ تو دوسرے کا بائیکاٹ کردو۔

یہ حدیث اور عقل انسانی واضح طور پر بتا رہے ہیں، کہ ایک وقت میں ایک ہی خلیفہ ہو سکتا ہے۔

خلیفہ اور مشورہ

(۱) خدا تعالیٰ نے اصولی حیثیت سے ان لوگوں کے لئے جو مشورہ سے امیر منتخب ہوں، ہدایت کی ہے، کہ وہ لوگوں سے مشورہ کر لیا کریں۔ فرمایا:-

وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (شوریٰ ع۴)۔ یعنی مومنوں کا کام یہ ہے، کہ وہ خدا کی پوری فرمانبرداری کریں، اور اس کی عبادت پر قائم رہیں، اور حکومت کے امور باہم مشورہ سے طے کیا کریں۔

(۲) یہی نہیں، بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آل عمران ع۱۷)

یعنی اے نبی! حکومت کے معاملات میں لوگوں سے مشورہ لے لیا کرو۔ مگر مشورہ کے بعد جب تم کوئی رائے قائم کر لو، پھر اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔

قرآنی محاورہ کے مطابق یہ آیت صرف آپؐ کے لئے نہیں، بلکہ تمام اسلامی خلفاء اور متبعین کے لئے ہے۔ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اسلام سے استثنائی حالات میں امیر کو

کثرت رائے کے رد کر دینے کا بھی اختیار ہے۔

(۳) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:۔

لَا خِلَافَةَ اِلَّا بِالْمَشْوَرَةِ

(ازالۃ الخفا من خلافۃ الخلفاء بحوالہ خاتم النبیین حصہ دوم صفحہ ۵۲)

یعنی کوئی اسلامی حکومت مشورہ کے انتظام کے بغیر جائز تسلیم نہیں کی جا سکتی۔

خلیفہ کس کے سامنے ذمہ وار ہے

مگر جب خلیفہ لوگ انتخاب کر لیتے ہیں۔ اور اپنی رائے بھی دے لیتے ہیں۔ پھر فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ کے ماتحت وہ اس مشورہ پر عمل کے لحاظ سے خدا کے حضور ذمہ وار ٹھیرتا ہے نہ کہ لوگوں کے سامنے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے باوجود جلیل القدر صحابہؓ کے مخالف مشورہ کے لشکر اسامہؓ کو شام کیطرف بھجوا کر خلافت راشدہ کے بالکل ابتدائی زمانہ میں اس کا بہترین نمونہ قائم کیا ہے۔

خلیفہ کی اطاعت

اسلامی احکام سے یہ بھی واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ کہ مومنوں کے گروہ کے لئے خلیفہ کی اطاعت ضروری ہے۔ اور اس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہے۔

(۱) خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورۃ نساء ع)

خدا تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور ان کی جو تم میں صاحب حکومت ہوں۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی فقد عصی اللہ و من یطع الامیری فقد اطاعنی و من یعص الامیری فقد عصانی۔ (مشکوٰۃ باب الامارۃ)

جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور جس نے میری نافرمانی کی،

اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ اور جو امیر کی اطاعت کرتا ہے۔ اس نے میری اطاعت کی۔ اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے۔ اس نے میری نافرمانی کی۔

(۳) ایک اور حدیث میں ہے:۔

علیك السمع والطاعة فی عسرك ویسرك وکرھك و

عسرة علیك (مسلم)

تجھ پر فرض ہے۔ کہ تو امیر کے حکم پر کان دھرے۔ اور اس کی فرمانبرداری کرے۔ خواہ تو تنگی کی حالت میں ہو یا فراخی کی حالت میں۔ وہ حکم تجھے ناپسند ہو یا تجھ پر بوجھل ہو۔

(۴) خلیفہ کی اطاعت پر اسلام اس حد تک زور دیتا ہے۔ کہ اگر بادی النظر میں اسکے احکام سے کسی کے جائز حقوق سلب بھی ہوتے نظر آتے ہوں، تو بھی کامل اطاعت واجب ہے چنانچہ ایک شخص کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھنے پر کہ اگر امیر ہمارے حقوق چھینے تو ہم پر اُس کی اطاعت واجب ہے یا نہیں؟ حضور نے فرمایا:۔

اسمعوا واطیعوا فانما علیہم ما حملوا وعلیکم ما حملتم

تم ان کی باتوں کو سنو! اور قبول کرو۔ وہ اپنے کاموں کے ذمہ وار ہیں اور تم اپنے کاموں کے

نافرمانِ خلافت کے متعلق اسلامی نظریہ

(۱) قرآن کریم آیت استخلاف میں منکرِ احکامِ خلافت کے متعلق

فاسق

کا فتویٰ دیتا ہے۔

(۲) حدیث میں ہے:۔

من خرج عن الطاعة وفارق الجماعة فمات میتة الجاھلیة

جو شخص امیر کی اطاعت سے خروج کرتا ہے، اور جماعت کے اتحاد سے الگ ہوتا ہے، وہ اگر اسی حالت میں مرجائے، تو اس کی موت غیر اسلامی موت ہوگی۔ (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ)

(۳) اسی طرح فرمایا:۔

من خلع یدًا من طاعة لقی اللہ یوم القیٰمة ولا حجة لہٗ ومن مات

ولیس فی عنقہ بیعة مات میتة الجاھلیة (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ)

اِس حدیث میں بھی طاعت سے نکلنے والے کی موت کو جاہلیت کی موت قرار دیا گیا ہے۔

منکرِ احکامِ خلافت کے متعلق عملی حکم

اسلام نے خلافت کی سرکشی کرنیوالے کے متعلق محض لفظی فتویٰ نہیں دیا، بلکہ اسلئے کہ اُس کی سرکشی بہت بڑے فتنے کا موجب ہو سکتی ہے، عملی کارروائی کا بھی حکم دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

(۱) من اطاعکم وامرکم جمیع علیٰ رجل واحد یرید ان یشق عصاکم ویفرق جماعتکم فاقتلوہُ

اگر کوئی شخص تمہارے پاس آئے۔ اِس حال میں کہ تم ایک امیر کے ماتحت اکٹھے ہو۔ اور وہ چاہے، کہ تمہارے عصا کو پھاڑ دے، اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالدے۔ تو ایسے آدمی کا مکمل مقاطعہ کر دو۔

اسلامی آزادی اور نظام

اسلامی نظامِ خلافت رعایا اور عامۃ الناس کے لئے جہاں ایک طرف آزادی بھی دیتا ہے، تو دوسری طرف پابند بھی بناتا ہے۔

اسلام ایک طرف آزادی دیتا ہے، کہ وہ:۔

(۱) اپنے حاکم کا خود انتخاب کریں۔

(۲) حاکم کو مجبور کرتا ہے۔ کہ وہ اُن سے مشورہ لے۔

تو دوسری طرف رعایا کو پابند بناتا ہے، کہ وہ:۔

(۱) منتخب کردہ خلیفہ کو تاعمر ہٹا نہیں سکتے۔

(۲) اس کے تمام احکام کی کامل اطاعت کریں۔ تاکہ محض انفرادی نقصان کے خیال سے ایسی تفرقہ اندازی پیدا نہ ہو۔ جو قومی شیرازہ بندی کو منتشر کرنیوالی ہو۔

رعایا کا فرض ہے۔ کہ وہ حکومت کی خیر خواہ ہو۔ اس سے تعاون کرے۔

اسلام حاکم کو فوقیت دیتا ہے۔ اس کے قومی فرائض کے اعتبار سے۔ مگر اس کو عام لوگوں کے مساوی رکھتا ہے، ذاتی معاملات کے لحاظ سے۔ حتیٰ کہ اگر ذاتی معاملہ میں خلیفہ کا

کسی ادنیٰ سے ادنےٰ شخص سے بھی جھگڑا ہو جائے، تو اسلام خلیفہ کو مجبور کرتا ہے۔ کہ وہ ایسے مالی معاملہ کے اختلاف میں عدالت کے سامنے پیش ہو۔

پس اسلامی نظام خلافت ہر رنگ میں کامل اور معیاری ہونے کے لحاظ سے اور صحیح طریق حکومت نیابتی کے قیام کے لحاظ سے۔ پھر پبلک کے مفاد کے حقیقی قیام کے لحاظ سے، اور سب سے بڑھ کر لوگوں کی مذہبی، قومی، اخلاقی اور روحانی، تمام حالتوں پر حاوی ہونیکے لحاظ سے تمام دوسرے حکومت کے طریقوں پر فائق ہے +

زرتشتی مذہب

(از حضرت ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب)

فہرست مضامین

۱۔ ابتدائے مذہب

ایران کا پیغمبر زرتشتؑ حضرت مسیح ناصریؑ کے زمانہ سے بہت پہلے ایک شریف خاندان سے پیدا ہوا۔ اور اس نے ایرانیوں کی اصلاح کے واسطے ایک قومی مذہب وحی الہٰی کے ماتحت قایم کیا۔ جو رفتہ رفتہ بہت مقبول ہو کر سارے ملک میں پھیل گیا۔ اور ساسانی بادشاہوں کے زمانہ میں ملک ایران کا شاہی مذہب ہو گیا۔ اس مذہب کے عقایدمیں خدا تعالیٰ کی توحید پر پورا زور دیا گیا ہے۔ اور اس امر پر بہت وضاحت کی گئی ہے۔ کہ دنیا میں دو بڑی طاقتیں کام کر رہی ہیں۔ ایک نیکی کی طاقت اور دوسری بدی کی طاقت۔ انسان کو چاہئے۔ کہ نیکی کی امداد کرے اور بدی کو مٹائے۔ ان دو طاقتوں کے نام زرتشتی مذہب میں ہُرمزد (Hormaz) اور اہرمن (Ahrman) رکھا گیا ہے۔

۲۔ زمانہ پیدائش زرتشتؑ اور وفات

زرتشتؑ کی پیدائش کا زمانہ بعض پارسیوں کے نزدیک ۵۰۰۰ پانچہزار سال قبل مسیحؑ تھا۔ یا

اس سے بھی قبل۔ مگر تحقیق نے اس میں بہت اختلاف کیا ہے۔ اور بعض کے نزدیک آٹھ سو سال قبل مسیح تھا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ زرتشت شہر بختر میں قتل کیا گیا تھا۔

۳۔ لفظ زردشت

لفظ زردشت کے معنی ہیں، پرانے اونٹوں کا مالک۔ اس پیغمبر کی تعلیم میں خدا تعالیٰ کی توحید پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ اور عملی طور پر دل کی پاکیزگی سکھائی گئی ہے۔ مگر جیسا کہ اکثر مذاہب کا حال ہوتا ہے۔ پیغمبر کے زمانہ کی چند صدیوں بعد اس مذہب کے ملاؤں نے خدا کی عبادت کو چھوڑ کر آگ اور دوسری چیزوں کی عبادت شروع کر دی۔ چونکہ خدا تعالیٰ ایک نور ہے۔ اور اس نور کی بڑی مثال اس جہان میں سورج ہے۔ اس واسطے پارسی لوگوں میں رفتہ رفتہ سورج اور سورج سے پیدا شدہ آگ کی پرستش شروع ہو گئی۔ اسی وجہ سے اب پارسیوں کی عبادت گاہ کو آتشکدہ کہا جاتا ہے۔ اور ہندوستان میں اُسے اگیاری بھی کہتے ہیں۔

۴۔ لفظ پارسی اور قوم پارسیاں

اس مذہب کے لوگوں کو اسکے بانی کے نام پر زردشتی کہا جاتا ہے لیکن زمانہ حال کے زردشتی جو زیادہ تر ہندوستان میں پائے جاتے ہیں اور جنکی تعداد اسوقت ایک لاکھ پچاس ہزار کے قریب ہے، وہ سب پارسی کہلاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ابتدائً ملک ایران کے اس حصہ میں تھے جو پارس یا فارس کہلاتا تھا۔

یہ پارسی اپنی فیاضی اور علمی لیاقتوں کے سبب مشہور ہیں۔ اور گورنمنٹ برطانیہ اُنہیں ہندوستان میں انگریزوں کے برابر حقوق دیتی ہے۔ ہندوستان کے پارسی اُن ایرانیوں کی اولاد ہیں۔ جو ۷۰۰ عیسوی میں ایران سے ہجرت کر کے ہندوستان چلے آئے۔ اور گجرات (کاٹھیاواڑ) کے علاقہ میں آباد ہوئے۔ گجرات کے راجہ نے اُنہیں اس شرط پر اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دی۔ کہ وہ گائے ذبح نہ کریں اور گجراتی زبان اپنے گھروں میں رائج کریں۔ غالباً راجہ نے یہ شرط اس واسطے لگائی ہوگی۔ کہ وہ اگر غیر زبان بولیں گے۔ تو ممکن ہے کہ کسی وقت راجہ کے خلاف سازش کریں۔ تو حکومت کو اس کے معلوم کرنے میں دقت ہوگی۔

زردشتی لوگ اب قریباً سب ہندوستان میں ہیں۔ ایران میں بہت کم۔ یزد۔ طہران اور کرمان میں پائے جاتے ہیں۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ پارسیوں کو مسلمانوں نے ایران سے نکالا تھا۔ مگر یہ بالکل جھوٹ ہے۔ مسلمانوں کی طرف سے پارسیوں کو پوری آزادی تھی۔ کہ

وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ ایک پارسی مصنف و محقق نے جو بمبئی میں مقیم ہے، اِس مضمون پر ایک کتاب لکھی ہے۔ اور تاریخی طور پر ثابت کیا ہے، کہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ کہ مسلمانوں نے پارسیوں پر کوئی جبر کیا۔

۵- ہندوؤں کا اثر پارسیوں پر

ہندوستان کے پارسیوں پر ایک لمبا عرصہ ہندو راجاؤں کے ماتحت اور ہندوؤں کے درمیان سکونت اختیار کرنے کے سبب بعض ہندو رسم و رواج کا بھی اثر ہو گیا مثلاً بچہ کی پیدائش کے وقت جنم پتری بنائی جاتی ہے۔ زنّار پہنایا جاتا ہے بعض پارسی بتوں کی پرستش بھی کرتے ہیں۔ بچہ کو زمین پر پیدا کیا جاتا ہے۔ برہمنوں کی طرح ان کے ہاں مُلّاں وہی ہوتا ہے جو مُلّاں کے گھر میں پیدا ہو۔

۶- مذاہب میں اتحاد و اختلاف

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرمایا کرتے تھے۔ کہ جن پیشوایانِ مذاہب کو لوگ کثرت سے مانتے ہیں سمجھنا چاہیئے، کہ وہ راستباز ہیں۔ کیونکہ ایسی مقبولیت نصرتِ الہٰی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اِس معیار سے دُنیا کے اکثر مذاہب کے بانی سچے اور منجانب اللہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور ضروری ہے۔ کہ اصولی باتوں میں وہ سب ایک دوسرے سے ملتے ہوں اور اُن میں جو اختلاف ہو، وہ یا تو وقتی اور ملکی ضرورتوں کے سبب ہو، یا اُس مذہب کے بعد کے پیشواؤں کی بے جا مداخلت دینی کے سبب ہو۔ چونکہ تمام سچے مذاہب کی بنیاد وحی و ہدایت اللہ پر ہوتی ہے، اس واسطے ضروری ہے، کہ وہ آپس میں ملتے ہوں۔

۷- عیسائی مناظروں کی غلطی

استاذی المکرم حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ بائیبل اور قرآن کا جب مقابلہ کیا جائے، تو ضرور ہے، کہ بعض باتیں ایسی ہوں گی، جو ہر دو کتابوں میں ملتی جلتی ہوں۔ اور بعض ایسی ہوں گی، جو قرآن شریف میں ہیں مگر بائیبل میں نہیں۔ عیسائی مناظروں نے یہ طریق اختیار کیا ہے، کہ جو بات قرآن شریف کی بائیبل سے ملتی ہو،

اس کے متعلق تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو محمد صاحب نے بائیبل سے لے لی - اور جو بات قرآن شریف میں ہو، اور بائیبل میں نہ ہو، اس کے متعلق کہہ دیتے ہیں - کہ چونکہ یہ بات بائیبل میں نہیں، اس واسطے ماننے کے لائق نہیں - حالانکہ صحیح بات یہ ہے - کہ ہر دو کتب کے الہامی ہونے کے سبب یہ ضروری ہے، کہ بعض باتیں دونوں میں ایک ہوں - اور چونکہ قرآن شریف بعد کی وحی ہے، اس واسطے ہو سکتا ہے، کہ بعض امور جو پہلے وقتوں اور لوگوں کے واسطے موزوں نہ تھے، اب موجودہ زمانہ کی ضروریات اور تقاضا کے مطابق وہ آخری کتاب میں درج کئے گئے -

۸ - زرتشتی مذہب اور اسلام

زرتشتی مذہب میں بہت سی باتیں ہیں، جو اسلام کے ساتھ بالکل ملتی ہیں مثلاً خالص توحید جس میں ذرا بھر بھی غیر اللہ کی پرستش کا کوئی شائبہ نہ ہو - دل کی پاکیزگی اور تقویٰ کی سخت تاکید - صدقہ و خیرات کرنا - روزانہ پانچ نمازیں پڑھنا - حشر اجساد پر ایمان - جنت و جہنم پر ایمان - رہبانیت کی ممانعت - سب مرد شادی کرتے ہیں - خواہ وہ مذہبی کاموں میں مصروف ہوں یا دنیوی کاموں میں - زندگی بعد الموت پر ایمان - پل صراط - روح کا غیر فانی ہونا

۹ - اسلام اور پارسی مذہب میں فرق

بڑا فرق ہر دو مذاہب میں یہ ہے - کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے - اور زرتشتی ایک قومی مذہب تھا - اس مذہب کے لوگوں نے کبھی یہ کوشش نہ کی، کہ اور قوموں کو بھی پارسی بنائیں -

دوسرا فرق یہ ہے - کہ زرتشتی مذہب کے مرد ہمیشہ اس امر کے پابند رہے ہیں - کہ ایک وقت میں ایک ہی بیوی ہو -

تیسرا فرق یہ ہے، کہ زرتشتی مسلمانوں کی طرح اپنے مردوں کو دفن نہیں کرتے - بلکہ لاشیں کسی بلند مینار پر رکھ کر چیلوں اور گدھوں کو کھلاتے ہیں -

چوتھا فرق یہ ہے - کہ پارسیوں میں شراب حرام نہیں اور وہ آزادی سے اسے پیتے ہیں -

۱۰۔ زرتشتی مذہب اور احمدیت

۱۹۱۴ء میں جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے حکم کے ماتحت تبلیغ کے واسطے میں کلکتہ گیا ہوا تھا، تو ایک دن میں وہاں کے پارسیوں کی عبادتگاہ کی طرف گیا۔ جس کو عام طور پر آتشکدہ پارسیاں کہا جاتا ہے۔ اس کے اندر جہاں آگ جلتی ہے، اور پارسی لوگ عبادت کرتے ہیں، وہاں غیر مذہب کے لوگوں کو اندر جانے نہیں دیتے۔ میرے اطلاع کرانے پر پارسیوں کا ایک ملا مجھے ملنے کے واسطے باہر آگیا۔ اثنائے گفتگو میں میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ کیا آپکے یہاں اس امر کا انتظار ہے۔ کہ آخری زمانہ میں پھر کوئی ایک نبی پیدا ہوگا۔ جو سب کی اصلاح کریگا۔ اس نے جواب دیا، کہ ہاں ہم اس امر کے منتظر ہیں، اور اس کے ظہور کی جو صدی مقرر ہے۔ وہ یہی صدی ہے۔ جس میں سے ہم گذر رہے ہیں۔ میں نے اسکو کہا، کہ وہ نبی تو آگیا۔ اس کا نام احمدؑ ہے۔ اور قادیان میں پیدا ہوا۔ جو پنجاب میں ہے۔ اس نے کہا، کہ ہماری کتابوں کی پیشگوئیوں کے مطابق وہ پارسی ہونا چاہئے۔ میں نے جواب دیا کہ آپ کی کتابوں کی پیشگوئی درست ہے۔ جس احمدؑ کا میں ذکر کرتا ہوں وہ پارسی الاصل ہے۔ اس پر اس کو بہت تعجب ہوا، اور بہت حیران ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام ادیان کی اصلاح کے واسطے مبعوث ہوئے۔ اور پارسی مذہب بھی ان میں شامل ہے۔ اور آپؑ کا فارسی الاصل ہونا پارسیوں کے ساتھ ایک خاص تعلق ظاہر کرتا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں، کہ ایک وقت آئے گا۔ کہ پارسی لوگ نہایت کثرت کے ساتھ احمدیت میں داخل ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پارسی مذہب کے مطابق آخری زمانہ میں جو نبی پیدا ہونے والا ہے۔ اُس کا نام Sayshant سائی شانت بتلایا گیا ہے، جس کے معنے ہیں، نجات دہندہ

Zend Avesta

۱۱۔ زِند۔ آوِستا۔

پارسی زبان کی مقدس کتاب کا نام زِند آوِستا ہے۔ اس لفظ کے معنے ہیں تشریح

شریعت، اِس کتاب میں قانون، نصائح، دُعائیں اور نظمیں، سب درج ہیں۔ ابتداءً یہ کتاب زندزبان میں تھی۔ تیسری صدی میں اس کا ترجمہ پہلوی زبان میں ہُوا۔ اور بعد میں فارسی زبان میں، اور اب انگریزی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو گیا ہے۔

کہا جاتا ہے۔ کہ موجودہ صورت میں یہ کتاب مکمل نہیں، سکندر نے جب ایران پر حملہ کیا، اس وقت اس کا بہت سا حصہ گُم ہو گیا تھا۔ اور بعض حصے بعد کے انقلابی زمانوں میں گُم ہو گئے۔

در اصل سوائے قرآن شریف کے کوئی کتاب مقدس اپنی اصلی حالت پر دُنیا میں قائم نہیں رہی۔ کیونکہ اُن کتابوں کے اب رائج الوقت نہ ہونے کے سبب حفاظت الٰہی ان کے ساتھ نہیں رہی۔ اور قرآن شریف چونکہ شریعت کی آخری کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور نصرت اس کے شامل حال چلی آتی ہے۔

زند آویستا بائیبل کی طرح کئی سو سالوں میں مختلف قومی بزرگوں نے لکھی لیکن اس کا وہ حصہ جو زرتشت پیغمبر نے لکھا یا لکھایا، وہ (Gathas) گاتھا کہلاتا ہے۔ اور نظم میں ہے۔

۱۲۔ دیگر زرتشتی لٹریچر

اس مذہب کی سب سے پہلی اور بڑی کتاب زیند آویستا[۱] ہے۔ اس کے بعد وندی داد[۲] مشہور کتاب نصائح کی ہے۔ کتاب[۳] زرتشت نامہ۔ اور شاہ نامہ[۴] فردوسی سے اِس مذہب کے لوگوں کے بہت سے حالات معلوم ہوتے ہیں۔ سلسلہ مقدس[۵] کتب مشرقیہ میں پارسی کتب کا انگریزی ترجمہ ہے۔

۱۳۔ تیوہار

پارسیوں کے مشہور تیہوار مفصلہ ذیل ہیں:۔

۱۔ موسم سرما کے وسط میں ایک چھ دن کا تیہوار پیدائش مخلوق کے چھ دنوں کی یاد گار میں منایا جاتا ہے۔

۲۔ نئی زراعت کے وقت اکیس[۶] مارچ کے قریب ایک تیہوار منایا جاتا ہے۔

۳۔ اپریل کے وسط میں نئے پھولوں اور پودوں کے اُگنے کی یادگار میں ایک عید منائی جاتی ہے۔

۴۔ چھٹے مہینے کے چوتھے دن شہروار کی عزت میں ایک تہوار منایا جاتا ہے۔ جس کو پہاڑوں کا دیوتا مانا گیا ہے۔

۵۔ ساتویں مہینہ کی سولہ تاریخ کو سورج کے دیوتا کی عزت میں ایک تہوار منایا جاتا ہے۔

۶۔ آٹھویں مہینہ کی دس تاریخ کو وفات شدہ لوگوں کی یادگار میں ایک تہوار منایا جاتا ہے جس میں مُردوں کے حق میں دُعائیں کیجاتی ہیں۔

۷۔ نوروز کے دن خاص خوشی کی عید منائی جاتی ہے جس کے واسطے غسل اور نئے کپڑے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔

خلافتِ اسلامیہ کی شان

از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

جب جماعت احمدیہ میں خلافت ثانیہ کا قیام ہوا۔ تو بعض افراد نے اسے تسلیم کرنے سے اس بناء پر انکار کیا۔ کہ خلیفۂ وقت جو اپنے حقوق و اختیارات بتاتا ہے، وہ اسلامی تعلیم کے خلاف ہیں۔ خلیفہ جماعت صدر انجمن احمدیہ کے ماتحت ہے۔ اس کے مشورے اور رائے کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ ان کو بتایا گیا، کہ اسلام میں خلیفہ کثرت رائے کا احترام کرتا ہے۔ مگر مجلس شوریٰ کے مشورے کے بعد جس فیصلہ پر خدا تعالےٰ اسے قائم کرے، اسی کے نفاذ کا اُسے حق حاصل ہے۔ کیونکہ ذمہ وار وہی ہے۔ اور خلیفہ چونکہ خدا تعالےٰ بناتا ہے، حسب آیت لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ اور وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ دینھم اور ارْتَضٰی لَھُمْ پر خاص غور کیا جائے، اسلئے یہ یقینی بات ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اسے ایسی غلطی میں نہیں ڈالیگا، جس کے نتیجہ میں جماعت کی تباہی ہو۔ یہ حقیقت متعدد مضامین سے منکشف و مصرح کر دی گئی تھی مگر افسوس! ان غیر مبایعین نے اسے وقعت نہ دی، اور جمہوریت و انجمن کی برتری و ہیئتِ حاکمہ ہونے پر اصرار کرتے رہے۔

حال میں ایک مضمون معارف مشہور و معروف علمی ماہوار رسالے میں چھپا ہے۔ جس کا کچھ حصہ نقل کیا جاتا ہے، تاکہ ان لوگوں پر جو باوجود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبع و پیرو ہونیکے غیر احمدیوں کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے، حجتِ ملزمہ قائم ہو۔

"درحقیقت اسلامی خلافت کے لئے جمہوریت کی اصطلاح جدید خیالات کی پیداوار ہے۔ ایک زمانہ میں جب کہ مغرب کی جمہوریت کا بڑا شور تھا، دورِ جدید کے خود ساختہ مجتہدین بلکہ مغرب کے مقلدین نے اسلامی خلافت کی تعبیر جمہوریت سے شروع کر دی۔ ورنہ درحقیقت اس کو موجودہ جمہوریت کے

مفہوم سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ جس طرح ملوکیت اور وراثت نہیں، اسی طرح اس کو جمہوریت سے تعبیر کرنا بھی صحیح نہیں ہے۔ اسلام نے ان سب سے الگ اپنا مستقل نظام پیش کیا تھا، جو مختلف حیثیتوں سے اُن سے مختلف ہے۔

اس زمانہ میں بھی جب کہ مغرب کی جمہوریت کا بڑا شور ہے، ان ملکوں میں اس کی کوئی متعین، مخصوص اور واضح شکل موجود نہیں ہے۔ اور مختلف ملکوں میں اس کی شکلیں اور نوعیتیں مختلف ہیں۔ جمہوریت کی تعریف یہ ہے، کہ وہ نظامِ حکومت جس میں بادشاہ نہ ہو، اور ملک کا انتظام موقتی قومی نائبوں کے سپرد ہو۔ (مبادیات سیاست، پروفیسر ہارون خان شروانی ص۲۴۷) اس اعتبار سے تو فرانس، سوئزرلینڈ، امریکہ اور ترکی اور بعض دوسرے ملکوں کی حکومتیں جمہوری ہیں۔ بلکہ جرمنی کی آمریت بھی جمہوریت ہے لیکن ان سب کی نوعیتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اور ان کا طریقہ انتخاب، مدتِ صدارت اور اختیارات کے حدود جدا جدا ہیں۔ امریکہ میں صدارت کے انتخاب کے لئے پورے ملک کی رائے ضروری ہے۔ بعض ملکوں میں اس کا اختیار کسی خاص جماعت کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ فرانس میں صدارت کی مدت زیادہ سے زیادہ سات برس ہے، اور ایک شخص عمر بھر میں ایک ہی مرتبہ صدر منتخب ہو سکتا ہے۔ سوئٹزرلینڈ میں صرف ایک سال کے لئے انتخاب ہوتا ہے مصطفےٰ کمال ساری عمر صدر رہے۔ اختیارات کے اعتبار سے فرانس کا صدر کوئی اختیار نہیں رکھتا۔ اور وہ وزارت کے سامنے بالکل بے اختیار ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف امریکہ کا صدر مختار کل ہوتا ہے اسے اپنی مجلس پر پورا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ عاملانہ امور میں وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہوتا، اور قانون سازی تک میں اثر انداز ہوتا ہے۔ جرمنی کا صدر آمر مطلق ہے۔ اس کو مقننہ، عاملانہ اور عادلانہ، تمام اختیارات حاصل ہیں[1]۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے، کہ بادشاہت کے علاوہ باقی اور امور میں

[1] مبادیات سیاست پروفیسر ہارون خان شروانی،

دُنیا کی تمام جمہوریتیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اسلامی نظامِ حکومت اور خلیفہ کی حیثیت ان سب سے مختلف ہے۔ اس کا انتخاب "موقتی" نہیں، بلکہ عموماً ساری عمر کے لئے ہوتا ہے۔

خلیفہ صرف قانونِ شریعت کے سامنے جوابدہ ہے، یعنی اس کی مخالفت کی صورت میں قوم اس سے جواب طلب کر سکتی ہے، اور اسے معزول کر سکتی ہے، لیکن شریعت کے دائرہ کے اندر وہ بڑی حد تک آزاد ہے۔ اور اُس کے لئے ہر معاملہ میں مجلسِ شوریٰ کے ارکان سے مشورہ لینا یا اس پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ اسلام میں اگر ایک طرف آزادی کی یہ مثال موجود ہے کہ ایک معمولی سے معمولی انسان خلیفہ کو علانیہ ٹوک دیتا تھا، تو اس کی بھی مثالیں مل جائیں گی، کہ اگر خلیفہ کسی کام کو اپنی بصیرت سے اسلام اور مسلمانوں کے لئے مفید سمجھتا ہے، تو اس میں وہ اصحابِ شوریٰ کی رائے کا پابند نہیں۔ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد جب بعض مسلمان قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، اور حضرت ابوبکرؓ نے ان پر فوج کشی کا ارادہ کیا، تو حضرت عمرؓ جیسے متشدد بزرگ اور اور دوسرے صحابہؓ نے اختلاف کیا، اور کہا، کہ جو جماعت توحید اور رسالت کا اقرار کرتی ہے، اور صرف زکوٰۃ دینے سے منکر ہے۔ اس پر آپ تلوار کس طرح اٹھا سکتے ہیں۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اپنی بصیرت سے یہ اندازہ کر لیا، کہ اگر آج اسلام کے ایک رُکن کو چھوڑنے پر سختی نہ کی گئی تو کل کو دوسرے ارکان کو چھوڑنے کی جرأت پیدا ہو جائیگی۔ اسلئے آپؓ نے ان صحابہؓ کی مخالفت کے باوجود فوج کشی کر کے بزورِ شمشیر زکوٰۃ وصول کی۔ اسی طریقہ سے عراق کی فتح کے بعد تمام مجاہدین صحابہؓ کی رائے تھی، کہ مفتوحہ علاقوں کو مجاہدین میں تقسیم کر دیا جائے، لیکن حضرت عمرؓ کی نگاہ اس نکتہ پر تھی کہ یہ علاقے تمام مسلمانوں کا حق ہیں، مجاہدین میں تقسیم کر دینے سے مسلمانوں میں جاگیرداری نظام رائج ہو جائے گا، اور ان علاقوں سے مجاہدین کی اولادوں کے علاوہ عام مسلمانوں کو فائدہ نہ پہنچ سکیگا۔ اس لئے آپنے انہیں حکومت کی مِلک قرار دیا، اور ان پر خراج مقرر کر کے ان کو ان کے اصلی مالکوں کے

قبضہ میں رہنے دیا۔ بعد میں صحابہؓ کو بھی ان دونوں بزرگوں کی اصابت رائے کا اعتراف کرنا پڑا۔ اس لئے عدم توریث کے علاوہ اور سب حیثیتوں سے اسلامی خلافت موجودہ جمہوریت سے مختلف ہے۔ البتہ اسکے محاسن کی جامع ہے۔ اس لئے آئیندہ اس قسم کی اصطلاحوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ کہ ان سے اسلامی سیاسیات کی حقیقت پر پردہ پڑ جانے کا اندیشہ ہے"

امید ہے، یہ اقتباس ان کی آنکھیں کھول دے گا، اور ان پر ثابت ہوگا کہ حق وہی ہے، جس پر جماعت احمدیہ قادیان، مرکز قائم ہے۔

اخیر میں یہ لکھ دینا بھی ضروری ہے، کہ مضمون نویس "معارف" کی بعض آرائے سے ہمیں اختلاف ہے، جس پر تبصرہ کسی دوسری اشاعت میں عندالضرورت کیا جاسکے گا +

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جلسہ سالانہ پر تشریف لانیوالے احباب توجہ کریں!

اور

قادیان سے قیمتی اور نایاب تحفے حاصل کریں!

قرآن مجید مترجم مجلد سنہری بطرز یسرنا القرآن معہ مکمل تفسیری نوٹ منظور شدہ نظارت تالیف و تصنیف قادیان جلی قلم - ترجمہ لفظی اور عام فہم جسکو بچے اور بوڑھے بغیر استاد کے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ کاغذ رنگین - مجلد ہدیہ دو روپے آٹھ آنہ - کاغذ موٹا سفید مجلد تین روپے آٹھ آنے - کاغذ چکنا مجلد ۴ روپے - کاغذ سفید بڑھیا ڈبی مضبوط مجلد ہدیہ پانچ روپے - ایضاً نرم جلد مراکو چمڑا ۶ ر - صرف چند نسخے باقی ہیں - قرآن مجید مترجم بڑا سائز - ترجمہ از حافظ روشن علی صاحب رضہ ہدیہ دس روپے - صرف تین نسخے باقی ہیں - تاریخ اندلس عہ ر تفسیر سرّدری ۶ ر - شمائل شریف مترجم ترجمہ از حافظ روشن علی صاحب نرم جلد ہدیہ صرف چھ روپے شمائل شریف مترجم جیبی سائز عکسی ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ اس کا ترجمہ بھی لفظی ہے متن رنگدار جلد مضبوط دیکھنے میں نہایت خوبصورت اور دلکش ہدیہ ۱۲ - کتابی سائز ہدیہ ۲ ر للعہ و للعہ شمائل شریف مترجم - ترجمہ از حضرت علامہ سید محمد سرور شاہ صاحب - ہدیہ تین روپے - نرم جلد للعہ دعوۃ الامیر ۲ ر - فصل الخطاب ۱۲ - کلام محمود اعلیٰ کاغذ ۲ ر عام کاغذ ۱ ر جیبی ۲ ر - درثمین اعلیٰ کاغذ ۱ ر عام کاغذ جیبی سائز ۲ ر - خزینۃ العرفان ۲ ر - بستان احمد اعلیٰ کاغذ عہ عام کاغذ ۱ ر - پانچ اسلامی کتابوں کا سٹ عہ - فتاوی احمدیہ جس میں حضرت اقدس کے تمام فتوے از قسم اعتقادات عبادات معاملات سب درج ہیں قیمت عہ مجلد عہ - سیرۃ المہدی حصہ اول مجلد عہ - کشتی نوح بڑا سائز ۱ ر جیبی مجلد ۱ ر - اسلامی اصول کی فلاسفی بڑا سائز ۱ ر جیبی مجلد ۱ ر - ذکر الٰہی ۱ ر - سیرۃ مسیح موعود از خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ۱ ر - از مولوی عبدالکریم صاحب ۱ ر - ازالہ اوہام ہر دو حصہ ۱ ر - تبلیغ ہدایت سفید بڑھیا کاغذ ۱ ر عام کاغذ ۱ ر - تصنیف حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم - اے - کیفیت یدہ ۔ قاعدہ یسرنا القرآن بڑا سفید کاغذ ۹ ر سرخ کاغذ ۲ ر چھوٹا ۲ ر - پارہ اول ۳ ر دوم ۲ ر سوم ۲ ر - نماز مترجم ۲ ر - ادعیۃ الاحادیث ۱ ر - ادعیۃ القرآن احمدیہ جنتری ۲ ر - ان کے علاوہ ہائی سکولوں کی کتابیں اور انکے خلاصے و ترجمے بھی مل سکتے ہیں +

المشتہر محمد عنایت اللہ تاجر کتب قادیان (پنجاب)

وصیتیں

نوٹ :۔ وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کیجاتی ہیں۔ کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو دفتر کو اطلاع کر دے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

نمبر ۷۰۲۱ :۔ منکہ میرزا محمد اکرم ولد میاں محمد اشرف صاحب قوم مغل پیشہ ملازمت عمر ۳۴ سال۔ پیدائیشی احمدی ساکن قادیان حال دہلی بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۳ہش حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمد ۱۱۷/- روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا اور اگر کوئی جائیداد اسکے بعد پیدا کروں۔ تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت میرا جسقدر متروکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ میرزا محمد اکرم موصی ملتانی ڈھانڈا پہاڑ گنج دہلی۔ گواہ شد:۔ محمد اسمٰعیل بقا پوری۔ گواہ شد:۔ لطیف احمد طاہر بی۔ اے۔

نمبر ۷۰۲۳ :۔ منکہ محمد شفیع ولد صوفی چراغدین صاحب مرحوم قوم کھوکھر پیشہ درزی عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۲۱ء ساکن گوجرانوالہ حال دہلی بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۳ہش حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :۔ میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے۔ ایک مکان واقع آبادی حاکم رائے گلی باوا لدھا سنگھ گوجرانوالہ ہے۔ جس کی مالیت ۲۵۰۰/- ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر اسکے بعد اور جائیداد پیدا کروں۔ تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اس جائیداد پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ لیکن میرا گزارہ صرف اس جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اس وقت اندازاً ۱۰۰/- روپیہ ہے۔ مگر اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں داخل کر دوں۔ تو اس قدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ العبد:۔ محمد شفیع احمدی درزی متصل مدینہ ہوٹل نئی دہلی۔ گواہ شد:۔ محمد اسمٰعیل بقا پوری۔ گواہ شد:۔ لطیف احمد طاہر بی۔ اے۔

نمبر ۷۰۳۵ :۔ منکہ ملک امیر بخش ولد ملک قادر بخش قوم ملک کشمیری پیشہ

عمر ۸۰ سال تاریخ بیعت ۱۸۹۷ء ساکن لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵ ۲۳-۳-۲۵ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :- میری جائیداد ایک مکان ہے۔ جسکی قیمت قریباً چار ہزار روپیہ ہے۔ اور اس پر دو بار ہیں۔ ایک بارہ سو کا ایک نو سو کا۔ یہ ۲۱۰۰/- روپیہ وضع کرکے باقی قریباً ۱۹۰۰/- کا مکان ہے۔ اس کے دسویں حصہ کی میں وصیت کرتا ہوں۔ اس کے سوائے اور کوئی میری جائیداد نہیں۔ اگر میری وفات پر کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اس کے بھی دسویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میری کوئی ماہوار آمدنی نہیں۔ میرے لڑکے کبھی کبھی مجھے کچھ رقم بھیج دیتے ہیں۔ اس میں سے بھی جب رقم آیا کریگی دسواں حصہ بطور چندہ دیتا رہونگا۔ العبد :- نشان انگوٹھا ملک امیر بخش۔ گواہ شد :- ملک معراج الدین بقلم خود۔ گواہ شد (مفتی) محمد صادق +

نمبر ۲۳۰۷ :- منکہ علی محمد ولد چوہدری نتھے خان صاحب قوم گوندل جٹ پیشہ کاشتکاری عمر ۷۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۶ء ساکن چک ۹۹ شمالی سرگودھا۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰ ۲۳-۳-۲۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :- میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ ۱۶ گھماؤں زمین واقع چک ۹۹ شمالی سرگودھا۔ ۶½ گھماؤں واقع کوٹ گوندل تھانہ ستراہ ضلع سیالکوٹ۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں۔ تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائیداد ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد :- علی محمد چک ۹۹ شمالی سرگودھا۔ گواہ شد :- غلام رسول ولد نبی بخش چک ۹۹ شمالی۔ گواہ شد :- محمد سعید انسپکٹر بیت المال بقلم خود +

نمبر ۴۰۷ :- منکہ شیخ فضل حسین ولد عبد اللہ۔ قوم شیخ پیشہ تجارت عمر ۴۱ سال۔ تاریخ بیعت ۱۹۱۴ء ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹ ۲۳-۶-۹ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :- میری جائیداد اس وقت نقد جو کہ تجارت پر لگی ہوئی ہے۔ مبلغ ۲۷۰۰/- روپیہ ہے۔ اور دو مکان ہیں۔ جو کہ ہمارے دونوں بھائیوں کے مشترکہ ہیں۔ ان کی قیمت اندازاً ۲۰۰۰/- ہے۔ نصف حصہ کا میں مالک ہوں۔ اور نصف حصہ کا مالک میرا بھائی ہے۔ میری کل جائیداد مبلغ ۳۷۰۰/- روپیہ ہے۔ اس کے ۱/۹ حصہ کی وصیت کرتا

ہوں۔ میری آمدنی کا پتہ سال کے بعد چلتا ہے۔ کیونکہ میں سال کے بعد حساب کرتا ہوں۔ اس لئے کبھی زیادہ کبھی کم منافعہ ہوتا ہے۔ تقریباً تیس روپے ماہوار کے حساب سے چندہ وصیت ادا کرتا رہونگا۔ اور جب حساب دکان کا کرونگا۔ تو اگر زیادہ منافعہ ہُوا۔ تو اس کا سال کے بعد چندہ ادا کرتا رہونگا۔ نیز اگر میری وفات کے بعد کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد فضل حسین بوٹ مرچنٹ محلہ دارالفتوح۔ گواہ شد:۔ محمد احمد مالک حمیدیہ فارمیسی قادیان۔ گواہ شد:۔ بشیر احمد منیر فاضل۔ گواہ شد:۔ محمد عبداللہ بقلم خود بوٹ مرچنٹ ⁂

نمبر ۷۰۴۳:۔ منکہ ذکاءاللہ ولد شیخ نوردین صاحب قوم ککے زئی پیشہ تجارت۔ عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۹/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ مجھے والد صاحب کی طرف سے آجکل مبلغ ۱۵ روپے ماہوار ملتے ہیں۔ میں اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ ماہ بماہ ادا کرتا رہوں گا۔ میرے مرنے پر اگر میری کوئی جائیداد ثابت ہو۔ تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میں اپنی ماہوار آمدنی کی کمی بیشی کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو دیتا رہونگا۔ اگر کوئی جائیداد پیدا کرونگا تو اس کی اطلاع بھی دفتر مذکور کو دیتا رہونگا۔ العبد:۔ ذکاءاللہ دارالفتوح۔ گواہ شد:۔ نورالدین تاجر والد موصی دارالفتوح۔ گواہ شد:۔ سربلند صدر دارالفتوح ⁂

نمبر ۶۶۰۶:۔ منکہ ملک بشیر احمد ولد ملک زین العابدین قوم ککے زئی۔ پیشہ زمینداری عمر ۲۹ سال پیدائشی احمدی ساکن موضع تخت غلام نبی ڈاکخانہ ڈیری والہ دارو غیاں ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۱ مارچ ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت مبلغ پندرہ روپیہ ماہوار کا ملازم ہوں۔ جس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ مشترکہ ۳ گھماؤں زمین زرعی اور ایک مکان موضع تخت غلام نبی میں میرے والد صاحب مرحوم کا ہے۔ اور ہم چار بھائی اور تین بہنیں اور ایک والدہ اس جائیداد کے مالک ہیں۔ میں اس جائیداد کے جو بھی میرے حصہ میں آویگی۔ اس کی ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بھی بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میری وفات کے بعد جو بھی میری جائیداد مزید ثابت ہو۔ اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میری آمدنی بڑھ گئی تو میں اس کی اطلاع بھی دفتر بہشتی مقبرہ کو کرتا رہونگا۔ العبد:۔ نشان انگوٹھا ملک بشیر احمد موصی۔ گواہ شد:۔ ڈاکٹر ملک ممتاز احمد خان دارالبرکات قادیان۔ گواہ شد:۔ ڈاکٹر محمد احمد قادیان

نمبر ۶۷۴۳ :- منکہ نور محمد ولد فتح محمد قوم جٹ ورک پیشہ کاشتکاری عمر ۲۲ سال۔ تاریخ بیعت ۱۰ ستمبر ۱۹۴۲ء ساکن رتالی ورکاں ڈاکخانہ خاص ضلع گوجرانوالہ صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵ مئی ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں کھاتہ ۱ (۱) نقد ۔۔۔۔۔۔۔ ۱۰ روپے (۲) حیوانات ۴ عدد ۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰۰ روپے۔ کھاتہ ۲ جائیداد غیر منقولہ جدی ملکیتی خود (۱) دس گھماؤں زمین بشرح تین صد روپیہ فی گھماؤں ۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰۰۰ روپیہ (۲) مکان کچا ایک عدد قیمتی ۔۔۔۔۔۔۔ ۳۰۰ روپے۔ کھاتہ ۳ غیر منقولہ خود پیدا کردہ جائیداد (۱) پندرہ گھماؤں زمین بشرح تین صد روپیہ فی گھماؤں ۔۔۔۔۔۔ ۴۵۰۰ روپے (۲) جگہ سفید برائے مکان ۔۔۔۔۔۔ ۴۰۰ روپے۔ بندہ کھاتہ ۱ ۱۳۰۰ روپے اور مکان کھاتہ ۲ تین صد روپیہ۔ کل ۱۶۰۰ روپے کا ۱/۱۰ حصہ ارسال خدمت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرونگا۔ اور جدی زمین کھاتہ ۲ کا ۱/۱۰ حصہ ایک گھماؤں زمین بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کے رجسٹری کرواکر انتقال کاغذات مال پر وصیت منظور ہونے پر چڑھا دونگا۔ جائیداد غیر منقولہ خود پیدا کردہ کھاتہ ۳ ہردو زر خرید ایک جھگڑا کے پیدا ہو جانیکی وجہ سے میرا قبضہ بر موقعہ مکمل نہیں ہے۔ بکلی ملنے اور فیصلہ ہو جانے کے بعد کل جائیداد کھاتہ ۳ مذکور کا ۱/۱۰ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ادا کر دوں گا۔ اور ابھی بندہ کا گذارہ جدی زمین کی کاشتکاری کی آمد پر ہے۔ اور میرا ارادہ فوجی ملازمت کا ہے۔ ملازم ہونیکے بعد تنخواہ کا ۱/۱۰ حصہ اور آمد زمین کا بھی ۱/۱۰ حصہ ارسال کرتا رہونگا۔ العبد۔ موصی نور محمد ولد فتح محمد قوم جٹ ورک ساکن رتالی ورکاں بقلم خود۔ گواہ شد۔ ملک محمد الدین پٹواری مال حلقہ ہردو رتالی ورکاں ضلع گوجرانوالہ سیکرٹری جماعت احمدیہ گواہ شد سید محمد شفیع ولد سید اصغر علی شاہ رتالی ورکاں امام الصلوٰۃ جماعت احمدیہ رتالی ورکاں +

نمبر ۶۹۴۴ :- منکہ کنیز فاطمہ بیگم زوجہ چوہدری عبدالرشید صاحب متعلم بی۔اے قوم ارائیں عمر ۳۰ سال۔ پیدائشی احمدی ساکن اوجلہ ڈاکخانہ و ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ　　حسب ذیل وصیت کرتی ہوں (۱) مبلغ -/۶۰۰ روپیہ مہر جو میرے خاوند کے ذمہ تھا وہ میں نے وصول کر لیا ہے۔ (۲) زیور سونے کا چار تولہ قیمت روپے مشین سلائی کہنہ قیمتی تخمیناً -/۵۰ کل -/۳۰۰ روپیہ۔ کل میری جائیداد اس وقت نوصد روپیہ کی ہے۔ جس کا ۱/۹ حصہ وصیت کا مبلغ یکصد روپیہ نقد ادا کرتی ہوں۔ مجھ کو سارٹیفکیٹ عطا فرمایا جائے۔ مگر میرے مرنے پر اگر اسکے علاوہ اور جائیداد پیدا ہو جاوے۔ تو اسپر بھی ۱/۹ حصہ مذکور کی شرط عاید ہوگی۔ الامتہ

کنیز فاطمہ مذکورہ۔ گواہ شد:۔ عبدالقدیر ولد منشی عبدالغفور صاحب مرحوم۔ گواہ شد: عبدالغنی ولد مولوی الہ دین صاحب مرحوم سکنہ اوجلہ ضلع گورداسپور +

نمبر ۶۹۴۲:۔ منکہ امۃ الحفیظ احمدی زوجہ ہارون رشید احمدی عمر ۱۹ سال ساکن ملاساہی ڈاکخانہ بھدرک ضلع بالاسور ملک اڑلیسہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ کہ میری کوئی جائیداد غیر منقولہ نہیں ہے۔ حق مہر جو میرے شوہر پر واجب الادا ہے مبلغ ۴۲۶ روپے اور زیور طلائی قیمتی اندازاً ۳۴۲ روپے اور زیور نقرئی قیمتی اندازاً ۱۷۲ روپیہ۔ میزان کل ۹۴۰ روپے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں میرے شوہر فی الحال بطور جیب خرچ ماہوار مبلغ ایک روپیہ چار آنہ مجھے دیا کرتے ہیں۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی وصیت کرتی ہوں۔ بوقت وفات اس کے علاوہ میری کوئی جائیداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں کوئی ایسی رقم بمد وصیت اپنی زندگی میں داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دوں۔ تو وہ رقم میرے ذمہ وصیت کے واجب الادا حصہ سے منہا سمجھی جائیگی۔ الامتہ:۔ امۃ الحفیظ بی بی۔ گواہ شد:۔ خاکسار سید محمد زکریا احمدی ٹیچر اینگلو ایم ای سکول بھدرک۔ گواہ شد:۔ ہارون رشید احمدی ملاساہی بھدرک +

نمبر ۶۹۴۳:۔ منکہ رشیدہ بیگم زوجہ منشی عبدالغنی سیکرٹری انجمن احمدیہ اوجلہ قوم ارائیں عمر ۲۰ سال۔ پیدائشی احمدی ساکن اوجلہ ڈاکخانہ و ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹ ستمبر ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میں نے اپنے خاوند سے مبلغ دو صد روپیہ نقد مہر وصول کرکے زیور بنوالیا ہے (اصل میں میرا پورا مہر ۵۰۰/۔ روپیہ تھا لیکن میں اسی نکاح کے موقعہ پر ۳۰۰/۔ روپیہ نقد اپنے خاوند سے وصول کرکے اخراجات متعلقہ پر خرچ کر چکی ہوئی ہوں) اور مبلغ ۵۶/۔ روپیہ کا سابقہ زیور تھا۔ لہٰذا اب میں کل مبلغ ۲۵۶/۔ روپے کے ۱/۸ حصہ کی وصیت صدر انجمن احمدیہ کے نام پر کرتی ہوں۔ جس کے ۱/۸ حصہ کے مبلغ ۳۲/۔ روپے ہوتے ہیں۔ جو میں انشاء اللہ باقساط جلد ادا کرنیکی کوشش کرونگی۔ مجھ کو سرٹیفکیٹ عطا فرمایا جاوے۔ نیز میرے مرنے پر اگر اسکے علاوہ کوئی اور جائیداد پیدا ہو جائے تو اسپر بھی ۱/۸ حصہ کی وصیت عاید ہوگی۔ الامتہ:۔ رشیدہ بیگم زوجہ منشی عبدالغنی صاحب سیکرٹری انجمن احمدیہ اوجلہ۔ رشیدہ بیگم بقلم خود۔ گواہ شد:۔ خاکسار فقیر علی احمدی ریٹائرڈ سٹیشن ماسٹر محلہ دارالبرکات قادیان۔ گواہ شد:۔ عبدالغنی ولد مولوی الہ دین صاحب مرحوم خاوند موصیہ بقلم خود +

نمبر ۵۹۴۷:۔ منکہ عالم بی بی زوجہ مستری محمد شفیع قوم لوہار پیشہ لوہار عمرہ ۴۰ سال پیدائشی احمدی ساکن چونڈہ باجوہ ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ یکم ستمبر ۱۹۴۲ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ (۱) میری وفات کے وقت میری جس قدر جائیداد ہو۔ اسکے دسویں حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ (۲) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصّہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ (۳) میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے حق مہر مبلغ دو صد روپیہ بذمہ خاوند واجب الادا ہے۔ اس کے سوا کوئی جائیداد نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی زیور ہے۔ اس دو سو روپیہ حق مہر کے دسویں حصّہ کی وصیت کرتی ہوں۔ جو بیس روپے ہوتے ہیں۔ الامتہ:۔ عالم بی بی زوجہ مستری محمد شفیع قوم لوہار احمدی ساکن چونڈہ۔ گواہ شد:۔ حکیم محمد فیروز الدین قریشی انسپکٹر بیت المال حلقہ سیالکوٹ ۹/۴۲/۱۔ گواہ شد:۔ مستری محمد شفیع خاوند موصیہ سیکرٹری انجمن احمدیہ چونڈہ ضلع سیالکوٹ۔

نمبر ۵۹۴۸:۔ منکہ عبد الرحمٰن ولد نور محمد صاحب نمبردار قوم جٹ پیشہ ملازمت۔ عمر ۲۰½ سال پیدائشی احمدی ساکن چک ۲۴۶/W.B ڈاکخانہ دنیا پور ضلع ملتان۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲ ہش ۱۳۲۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اس وقت میری جدی جائیداد واقع موضع حسن پور ڈاکخانہ بلا چور تحصیل گڑھشنکر ضلع ہوشیارپور میں ہم چار بھائیوں کی مشترکہ ہے۔ لیکن تاحال مجھے اس زمین کا صحیح طور پر علم نہیں۔ کہ کتنی ہے۔ لہٰذا بعد میں دفتر کو اطلاع دونگا۔ میرے والد صاحب کی طرف سے مجھے اوسطاً ۶ صد روپیہ سالانہ ملتا ہے۔ جس پر میرا اس وقت گزارہ ہے۔ اس کے علاوہ اثاثہ و قیمت مویشیاں وغیرہ مبلغ تین صد روپیہ ہے۔ میں مندرجہ بالا جائیداد اور آمدنی کے ۱/۹ حصّہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اگر کوئی میری جائداد بوقت وفات ثابت ہو۔ تو اسکے بھی ۱/۹ حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کی مد میں کروں۔ تو اس قدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ العبد:۔ عبد الرحمٰن بقلم خود موصی۔ گواہ شد:۔ حق نواز احمدی برادر موصی۔ گواہ شد:۔ بقلم خود

غلام قادر احمدی ملازم محکمہ زراعت دُنیا پور +

نمبر ۶۵۰۹ :۔ منکہ مستری ولی محمد ولد غلام نبی صاحب قوم قانونگو شیخ پیشہ معماری عمر ۴۶ سال۔ تاریخ بیعت سنہ ۱۹۱۱ء ساکن قادیان۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۸/۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ ایک مکان خام واقعہ بھینی بانگر ۴ مرلہ میں ہے جسکی قیمت اندازاً ساٹھ روپے ہے۔ اس کے علاوہ معماری کا کام کرتا ہوں۔ جس کی آمد معین نہیں ہو سکتی۔ آجکل تو بیکاری ہے۔ تاہم جو آمدنی ہؤا کریگی۔ اس کا دسواں حصہ بھی داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ آجکل تو چار ماہ سے بیکار ہوں۔ میں مذکورہ بالا جائیداد کے دسویں حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان کو مالک قرار دیتا ہوں۔ میرے مرنے پر اگر اور جائیداد ثابت ہو تو اسپر بھی یہ وصیت حادی ہوگی۔ العبد:۔ ولی محمد بقلم خود۔

گواہ شد:۔ عبد المجید مینجر الفضل۔ گواہ شد:۔ بشیر احمد بھٹی قادیان +

نمبر ۶۹۴۷ :۔ منکہ احمد ولد علم دین صاحب قوم کمہار پیشہ برتن بنانا۔ عمر ۴۰ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۲۰ء ساکن کھاریاں ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۴/۱/۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد ایک مکان خام چار مرلہ میں بنا ہؤا ہے جسکی قیمت مقامی نرخ کے لحاظ سے -/۶۰۰ روپیہ ہے۔ اس کے علاوہ میرا گزارہ مزدوری کی آمد پر ہے۔ جو کہ معین نہیں۔ کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ گو اوسطاً پندرہ روپے ماہوار ہے۔ مگر ہر ماہ اس میں کمی بیشی کی صورت میں مقامی سیکرٹری کی تصدیق پر اسی صورت میں ادا کرتا رہوں گا۔ میں اس جائیداد اور ماہوار آمد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ آمد کی رقم تو میں ساتھ ساتھ ہی ادا کرتا رہوں گا۔ میں حصہ جائیداد میں سے اپنی زندگی میں جسقدر رقم ادا کر دوں وہ میرے مرنے پر میری وصیت جائیداد میں سے وضع کی جاوے۔ نیز وصیت کرتا ہوں۔ کہ اس کے علاوہ میرے مرنے پر جس قدر جائیداد اور ثابت ہو۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان میرے سارے ترکہ کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک ہوگی۔

العبد:۔ احمد کمہار بقلم خود۔

گواہ شد:۔ سلطان احمد نمبردار بقلم خود

گواہ شد:۔ عبد اللہ سیکرٹری وصایا کھاریاں +

وصیتیں

نوٹ:- وصایا منظوری سے قبل اس لئے شایع کیجاتی ہیں۔ تا اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو دفتر کو اطلاع کردے۔ (سیکرٹری بہشتی مقبرہ)

نمبر ۶۷۳۵:- منکہ رضیہ سلطانہ بیگم زوجہ میاں سلطان محمود صاحب قوم راجپوت عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۵ ۴/۳۲ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائیداد غیر منقولہ نہیں۔ البتہ میرے پاس اس وقت میرے پاس زیور طلائی قیمتی سات سو روپیہ مطابق شرح موجودہ ہے۔ اور میرا مہر بقدر ایک ہزار روپیہ ہے۔ جس میں سے ۵۰۰/- روپیہ مجھے بصورت زیور اپنے خاوند کیطرف سے وصول ہوچکا ہے اور باقی پانچسو روپیہ میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔ میں اس بارہ سو روپیہ کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں اسکے علاوہ مجھے ۵/- روپے ماہوار خاوند کیطرف سے جیب خرچ ملتا ہے۔ اس کا دسواں حصہ بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان کو ادا کرتی رہونگی۔ اس طرح اگر میری آمد میں کوئی اضافہ ہو۔ یا میری وفات کیوقت میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اسکے دسویں حصہ پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ زیور کی تفصیل یہ ہے۔ چوڑی گھڑی نما طلائی ایک جوڑی وزنی تین تولہ نیکلس ایک عدد طلائی تین تولے دس ماشے۔ انگوٹھی طلائی ۲ عدد وزنی ۸ ماشہ۔ ایک بندی طلائی وزنی ۲ تولہ۔ بندے طلائی ایک جوڑی وزنی دس ماشے۔ الامتہ:- رضیہ سلطانہ بیگم۔ گواہ شد:- سلطان محمود احمد خاوند موصیہ۔ گواہ شد:- عبدالرحمٰن لاہور۔

نمبر ۶۷۳۹:- منکہ غلام علی ولد چوہدری صوبے خان قوم جٹ باجوہ پیشہ کاشتکاری عمر ۲۶ سال تاریخ بیعت سنہ ۱۹۱۰ء ساکن تلونڈی پہاڑنگ چک ۱۶/۳۱۶ جھنگ برانچ۔ ڈاکخانہ موضع جھاوان ضلع لائلپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲ ۳/۳۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ اب واقع موضع تلونڈی عنایت خان تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ وازی پانچ گھماؤں اراضی ملکیت ہے۔ جو اس وقت رہن ہے۔ جب فک الرہن کراؤں گا۔ اسکی قیمت میں سے بھی ۱/۱۰ حصہ ادا کرونگا۔ اور ایک مکان پختہ دیہہ مذکور میں جسکے ۱/۴ حصہ کا مالک ہوں جسکی قیمت ۱۲۵/- روپے تخمیناً ہے۔ ۲۔ واقع موضع تلونڈی پہاڑنگ چک ۱۶/۳۱۶ جھنگ برانچ میں ۱/۲ ۲۶ ایکڑ اراضی نہری میری ملکیت ہے جسکی قیمت اس وقت ۲۶۵۰/- روپیہ ہے۔ اور ایک مکان پختہ مالیتی ۲۰۰/- روپے ہے۔ ۳۔ واقع موضع کتھووالی چک ۱۲/۳۱۴ جھنگ برانچ ۱/۲ مربعہ یعنی نصف مربعہ میری زر خرید ہے۔ مگر وہ اس وقت رہن ہے

فکت ہونیپر وہ بھی ۱/۱۰ حصہ وصیت میں ہی شمار ہوگا۔ اور جو قیمت بازاری ہوگی بموجب وصیت وہ بھی ادا کرونگا
۴۔ چک مذکور میں نمبردار ہوں۔ ہر ششماہی جو فیس نمبرداری ملیگی اس کا حصہ بھی ادا کرتا رہونگا۔ لہٰذا اقرار کرتا ہوں
کہ سب جائیداد مذکورہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں۔ کہ
حصہ جائیداد ۱/۱۰ حصہ اپنی زندگی میں ہی ادا کردونگا۔ جو رقم ادا نہیں کرونگا وہ حصہ جائیداد سے منہا ہو کر باقی ادا
کرتا رہونگا۔ اگر اپنی زندگی میں ادا نہ کرسکوں تو میرے ورثاء وصیت ہذا کے پابند ہونگے۔ اگر جائیداد مذکورہ کے علاوہ
اور کسی قسم کی جائیداد حاصل کرونگا تو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ اگر میری وفات کے بعد اس
جائیداد کے علاوہ اور کوئی جائیداد ثابت ہو تو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ لہٰذا یہ
وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان لکھدیتا ہوں۔ کہ سند ہو جاوے۔ العبد۔ غلام علی بقلم خود موصی۔ گواہ شد۔ ضیاء الدین
نائب ذیلدار چک ۱۱/۳ گواہ شد: محمد حسین سیکرٹری تحریک جدید ۱۳۲/ر ٭

نمبر ۷۰۳۴ منکہ امام الدین ولد حسن محمد قوم راجپوت چوہان پیشہ زمیندارہ عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت
۱۹۰۵ء ساکن چانگریاں ڈاکخانہ بھلورہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۱/۳/۴۴
حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری وفات کے وقت میری جسقدر جائیداد ہو اسکے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن
احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ
کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردیجائیگی۔ میری موجودہ جائیداد
حسب ذیل ہے۔ ۱۷ کنال زمین جسمیں ۱۲ کنال چاہی ہے قیمتی -/۲۰۰ روپے اور ۵ کنال بارانی موروثی ہوں اور
مالیتی ۱۵۰ روپے کی زمین رہن ہے۔ علاوہ اس کے ایک بھینس قیمتی مالیتی ۳۰ روپے۔ ایک مکان خام سکونتی قیمتی
مالیتی ۱۹۰ کل جائیداد -/۱۴۰۳ روپیہ جمع کرکے اس کے دسواں حصہ -/۱۴۳ روپے کی وصیت کردی ہے۔
العبد۔ امام الدین نشان انگوٹھا چانگریاں۔ گواہ شد۔ عبد الکریم سیکرٹری مال چانگریاں۔ گواہ شد۔ غلام رسول
پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ بانگا چانگریاں۔ گواہ شد:۔ حکیم محمد فیروز الدین انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد۔ مستری
نظام الدین چانگریاں ٭

نمبر ۷۰۳۵ منکہ ملک امیر بخش ولد ملک قادر بخش قوم ملک کشمیری پیشہ تجارت عمر ۶۰ سال۔ تاریخ
بیعت ۱۸۹۷ء ساکن لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵/۸/۴۴ حسب ذیل وصیت کرتا
ہوں۔ میری جائیداد ایک دوکان ہے جسکی قیمت قریباً چار ہزار روپیہ ہے۔ اور اس پر دو بار ہیں ایک بارہ سو کا۔
ایک نو سو کا۔ یہ -/۲۱۰۰ روپیہ وضع کرکے باقی قریباً -/۱۹۰۰ کا مکان ہے۔ اس کے دسویں حصہ کی میں وصیت
کرتا ہوں۔ اسکے سوائے اور کوئی میری جائیداد نہیں۔ اگر میری وفات پر میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو

تو اسکے بھی دسویں حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ میری کوئی ماہوار آمدنی نہیں۔ میرے لڑکے کبھی کبھی مجھے کچھ رقم بھیج دیتے ہیں۔ اس میں سے بھی جب رقم آیا کریگی دسواں حصہ بطور چندہ دیتا رہونگا۔ العبد:۔ ملک امیر بخش نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ ملک معراج الدین بقلم خود۔ گواہ شد:۔ (مفتی) محمد صادق +

نمبر ۳۰۶ :۔ منکہ بیگم جان زوجہ جمعدار نعمت اللہ خانصاحب قوم راجپوت عمر ۳۰ سال پیدایشی احمدی ساکن دار الرحمت قادیان۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳ اکتوبر ۱۹۰۷ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری غیر منقولہ جائیداد ایک مکان پختہ عمارت واقعہ دار الرحمت ہے جس پر آج کوئی رہن وغیرہ کا بار نہیں ہے جس کی قیمت ۵۰۰/- روپے ہے۔ اسکے علاوہ میری کوئی جائیداد نہ منقولہ نہ غیر منقولہ ہے۔ میری آمدنی بھی فی الحال کوئی نہیں۔ میں مذکورہ جائیداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ میں اس رقم وصیت کو آہستہ آہستہ ادا کردونگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں ادا نہ کرسکوں تو میرے ورثاء سے وصول کیا جاوے۔ جو اس مکان کے وارث ہوں۔ یہ چند حروف بطور سند تحریر کرتی ہوں۔ الامتہ:۔ بیگم جان موصیہ۔ گواہ شد:۔ جمعدار نعمت اللہ خان خاوند موصیہ۔ گواہ شد:۔ محمد احمد ثاقب۔ نوٹ:۔ یہ میرا مکان میری خاص ملکیت ہے۔ یہ میں نے اپنے خاوند سے اپنا حق مہر وصول کرکے اور باقی اپنا زیور وغیرہ بیچکر مکان بنایا تھا۔ اسکے علاوہ اور کوئی میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں۔ صرف یہی مکان ہے جو پانچسو روپیہ کی مالیت کا ہے۔ اس مکان کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت نقد اپنی زندگی میں ادا کرتی ہوں۔ میرے مرنیکے بعد میری اولاد وارث ہے۔ اس لئے میں نے نقد حصہ ادا کرکے اپنے فرض سے بری ہوتی ہوں۔ میری موت کے بعد دوبارہ میری اولاد کو کچھ نہ وصول کیا جائے۔ نوٹ ۲:۔ اگر میرے مرنیکے بعد اس جائیداد کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامتہ:۔ بیگم جان موصیہ +

نمبر ۳۰۷ :۔ منکہ علی محمد ولد چوہدری نتھے خانصاحب قوم گوندل جٹ پیشہ کاشتکاری عمر ۶۰ سال۔ تاریخ بیعت ۱۹۰۶ء ساکن چک ۹۹ شمالی سرگودھا۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۰ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ ۱۶ گھماؤں زمین واقع چک ۹۹ شمالی سرگودھا۔ ۱/۲ ۶ گھماؤں واقع کوٹ گوندل تھانہ ستراہ ضلع سیالکوٹ۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کراوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی۔ اگر اسکے بعد کوئی جائیداد اور پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا

اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی نیز میرے مرنے کیوقت جسقدر میری جائیداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ علی محمد چک ۹۹ شمالی سرگودہا۔ گواہ شد:۔ غلام رسول ولد نبی بخش چک ۹۹ شمالی سرگودھا۔ گواہ شد:۔ محمد سعید انسپکٹر بیت المال بقلم خود ٭

نمبر ۷۰۳۸:۔ منکہ عبد اللہ خان ولد چوہدری پیر محمد صاحب قوم جٹ بھگت پیشہ زمیندارہ و ملازمت عمر ۳۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۱ء ساکن قلعہ صوبا سنگھ ڈاکخانہ خاص ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۹/۱۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت حسب ذیل جائیداد ہے۔ دس ایکڑ زمین جسکی کل قیمت ۵۰۰/- روپے ہے لیکن میرا گذارہ صرف اِس جائیداد پر نہیں بلکہ ماہوار آمد پر بھی ہے جو کہ اس وقت ۴۰/- روپے ماہوار ہے۔ میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتا ہوں۔ کہ میری جائیداد جو بوقت وفات ثابت ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں کوئی روپیہ یا کوئی ایسی جائیداد کی قیمت کے طور پر داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کروں۔ تو اس قدر روپیہ اسکی قیمت سے منہا کر دیا جائیگا۔ العبد:۔ عبد اللہ خاں موصی۔ گواہ شد:۔ حکیم عنایت اللہ قلعہ صوبا سنگھ۔ گواہ شد:۔ حکیم محمد فیروز الدین انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد عبد اللہ خاں پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ قلعہ صوبا سنگھ ٭

نمبر ۷۰۳۹:۔ منکہ محمد بی بی بیوہ ماسٹر محمد الدین صاحب قوم کشمیری عمر ۴۹ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۲ء ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳/۹/۱۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اسوقت کوئی غیر منقولہ جائیداد نہیں ہے۔ مبلغ یکصد روپیہ میرے پاس جمع ہے۔ اسمیں میرا مہر بھی شامل ہے جو میں اپنے مرحوم خاوند سے وصول کر چکی ہوں۔ جو کہ ۳۲/- روپے تھا۔ اسکے علاوہ میری اور کوئی جائیداد نہیں ہے۔ اگر میری زندگی میں کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اسکے ۱/۵ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ مندرجہ بالا سو روپے کی بھی ۱/۵ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ جو کہ میں انشاء اللہ ساتھ ہی ادا کر دونگی۔ الامتہ محمد بی بی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ احمد الدین بقلم خود۔ گواہ شد:۔ سیٹھی کرم الٰہی دار العلوم ٭

نمبر ۷۰۴۰:۔ منکہ شیخ فضل حسین ولد عبد اللہ قوم شیخ پیشہ تجارت عمر ۴۱ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۴ء ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۲۳/۱۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری جائیداد جو کہ اسوقت نقد جو کہ تجارت پر لگا ہوا ہے۔ مبلغ ۲۷۰۰/- روپے ہے۔ اور دو مکان ہیں۔ جو کہ ہمارے دونوں بھائیوں کے مشترکہ ہیں۔ انکی قیمت اندازاً ۲۰۰۰/- ہے۔ نصف حصہ کا میں مالک ہوں اور نصف حصہ کا مالک میرا بھائی ہے۔ میری کل جائیداد مبلغ ۳۷۰۰/- روپیہ ہیں۔ اِس کا ۱/۹ حصہ وصیت کرتا ہوں

میری آمدنی کا پتہ سال کے بعد چلتا ہے۔ کیونکہ میں سال کے بعد حساب کرتا ہوں۔ اس سے کبھی زیادہ کبھی کم منافع ہوتا ہے۔ تقریباً تیس روپے ماہوار کے حساب سے چندہ وصیت ادا کرتا رہونگا۔ اور جب حساب دکان کرونگا۔ تو اگر زیادہ منافع ہو تو اس کا بھی سال کے بعد چندہ ادا کرتا رہونگا۔ نیز اگر میری وفات کے بعد کوئی جائیداد ثابت ہو، تو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ العبد: فضل حسین بوٹ مرچنٹ دار الفتوح۔ گواہ شد:۔ محمد احمد مالک حمیدیہ فارمیسی قادیان۔ گواہ شد:۔ بشیر احمد منیر فاضل۔ گواہ شد:۔ محمد عبد اللہ بقلم خود بوٹ مرچنٹ*

نمبر ۴۱۰۷:۔ منکہ علی محمد ولد غلام بخش قوم جٹ پیشہ زمینداری عمر ۳۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۷ء ساکن وںجواں خورد ڈاکخانہ بھلر ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۵/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری اسوقت جائیداد حسب ذیل ہے (۱) ساڑھے چار گھماؤں اراضی نہری و چاہی ہے جسکی قیمت اس وقت مبلغ تین ہزار چھ صد روپیہ ہے (۲) دس کنال اراضی بارانی ہے جسکی قیمت اس وقت اندازاً ۵۰۰/- روپے ہے۔ (۳) ایک مکان رہائشی واقع موضع مذکور جس کا رقبہ اندازاً ۱۶ مرلہ ہے۔ اسکی قیمت اندازاً دو صد روپیہ ہے کل میزان چار ہزار تین صد روپیہ ہے میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں نیز اقرار کرتا ہوں۔ کہ اگر میری وفات کے بعد میری کوئی جائیداد ثابت ہو، تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اور اگر میں اپنی زندگی میں کوئی جائیداد یا روپیہ بمد وصیت بحوالہ صدر انجمن احمدیہ مذکور یا داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ مذکور کردوں تو وہ زر وصیت میں سے منہا کیا جائیگا۔ نوٹ:۔ اراضی مذکور میں سے ۸ کنال زمین بعوض ۸۰۰/- روپے گرو دی ہے۔ سو یہ رقم کل میزان میں سے منہا کرکے باقی ۳۵۰۰/- روپے رہ جاتی ہے۔ العبد:۔ علی محمد از وںجواں۔ گواہ شد:۔ رشید احمد ولد فضل قادر مرحوم وںجواں۔ گواہ شد:۔ تاج الدین لائلپوری مدرس قادیان تعلیم الاسلام*

نمبر ۴۲۰۷:۔ منکہ ذکاء اللہ ولد شیخ نور الدین صاحب قوم ککے زئی۔ پیشہ تجارت عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۹/۵/۲۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ مجھے والد صاحب کیطرف سے آج کل پندرہ روپے ماہوار ملتے ہیں۔ میں اپنی آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا۔ میرے مرنے پر اگر کوئی جائیداد ثابت ہو، تو اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ میں اپنی آمدنی کی کمی بیشی کی اطلاع دفتر بہشتی مقبرہ کو دیتا رہوں گا۔ اگر کوئی جائیداد پیدا کرونگا تو اسکی اطلاع بھی دفتر مذکور کو دیتا رہونگا۔ العبد:۔ ذکاء اللہ دار الفتوح۔ گواہ شد:۔ نور الدین تاجر والد موصی دار الفتوح۔ گواہ شد:۔ سربلند صدر دار الفتوح*

نمبر ۴۳۰۷:۔ منکہ زینب بیگم زوجہ چوہدری فضل الرحمن صاحب قوم سید عمر ۲۸ سال پیدائشی

احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۶ ۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ مہر مبلغ پانچسو روپیہ۔ گلوبند۔ کلپ۔ کانٹے۔ پازیب جسکی قیمت چارسو چالیس روپے ہے۔ کل روپے ۹۴۰/- روپے بمعہ مہر ہے۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی۔ اگر اسکے بعد کوئی جائیداد پیدا کرلوں۔ تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی۔ اور اسپر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائیداد ہو۔ اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ الامتہ۔ زینب بیگم بقلم خود۔ گواہ شد ملک غلام حسین دارالرحمت صحابی و موصی۔ گواہ شد۔ علی محمد صحابی و موصی انسپکٹر وصایا +

نمبر ۵۰۷ ۔ منکہ کریم بی بی زوجہ مستری علم دین صاحب قوم راجپوت عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۴۰ء ساکن قادیان دارالفتوح بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۵ ۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔ میری اسوقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ سوائے ایکسو روپیہ نقد کے جسکی کہ میں ۱/۱۰ حصہ کی وصیت کرتی ہوں۔ نیز اسکے علاوہ اگر کوئی میری اور جائیداد میسر ہو جائے یا بوقت وفات ثابت ہو۔ تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی حقدار صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ تحریر لکھدی تاکہ سند رہے۔ مہر اس میں شامل ہے۔ الامتہ۔ کریم بی بی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ چوہدری عبد الرحمن کٹھیالہ میاں مٹھہ۔ گواہ شد:۔ محمد شریف ٹیلیفون اپریٹر گورداسپور گواہ شد:۔ محمد حنیف مستری دارالفتوح +

نمبر ۶۹۵۳ ۔ منکہ بیگم بی بی زوجہ فضل الہی صاحب ٹیلماسٹر قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر ۴۷ سال۔ تاریخ بیعت پیدائشی احمدی۔ ساکن دارالرحمت قادیان۔ ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲ ۴۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری منقولہ یا غیر منقولہ کوئی جائیداد نہیں ہے۔ صرف یکصد روپیہ میرا حق مہر ہے۔ جوکہ میرے خاوند محترم کے ذمہ ابھی تک واجب الادا ہے۔ میں اس کے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی وصیت کرتی ہوں کہ اگر میری زندگی میں یا وفات کے بعد اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد پیدا ہو۔ تو اس کے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن مذکور ہوگی۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ الامتہ:۔ بیگم بی بی قادیان گواہ شد:۔ بشیر احمد سیالکوٹی مولوی فاضل محلہ دارالرحمت قادیان۔ گواہ شد:۔ فضل الہی ٹیلماسٹر ریٹائرڈ محلہ دارالرحمت قادیان ۲۴ ۴۴ +

نمبر ۶۹۵۷ ۔ منکہ حسین بخش ولد میراں بخش قوم سندھو پیشہ کاشتکاری عمر ساٹھ سال تاریخ بیعت

سنہ ۱۹۲۰ء ساکن ونجواں ڈاکخانہ بٹالہ ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۲ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے۔ اسکے نویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ مکان خام ملبہ کی قیمت ڈیڑھ صد روپیہ ہے۔ اسکے کل نویں حصہ کی قیمت ۱۶/۱۰/۶ روپیہ ہے۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ اگر اسکے بعد کوئی جائیداد اور پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جس قدر میری جائیداد ہو اسکے ۱/۹ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میں اپنی آمدنی کا بھی ۱/۹ حصہ ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا۔ العبد۔ حسین بخش ولد میراں بخش بقلم خود ساکن ونجواں ڈاکخانہ بٹالہ ضلع گورداسپور۔ گواہ شد۔ علی محمد احمدی موصی انسپکٹر دھایا کھانوالی۔ گواہ شد۔ ڈاکٹر وزیر محمد خان +

نمبر ۳۴۰۷ ۔ منکہ امام الدین ولد حسن محمد راجپوت قوم راجپوت چوہان پیشہ زمیندارہ عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۰۵ء ساکن چانگریاں ڈاکخانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۱۲ ۲/۲۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری وفات کے وقت جسقدر میری جائیداد ہو۔ اسکے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائیداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ میری موجودہ جائیداد حسب ذیل ہے ۱۔ ۱۷ کنال زمین جس میں ۱۲ کنال چاہی قیمتی -/۷۲۰ روپے اور ۵ کنال بارانی موروثی ہے۔ اور مافی ۱۵۰ روپے کی زمین رہن ہے۔ علاوہ اسکے ایک بھینس قیمتی مافی ۱۲۰ روپے۔ ایک مکان خام سکونتی قیمتی مافی ۱۵۰ روپے کل قیمت جائیداد جمع (۱۰۴۰ روپے) کرکے اس کا دسواں حصہ (۱۰۴ روپیہ) کی وصیت کر دی ہے۔ العبد نشان انگوٹھا امام الدین چانگریاں۔ گواہ شد۔ عبد الکریم سیکرٹری مال چانگریاں۔ گواہ شد۔ حکیم محمد فیروز الدین انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد۔ غلام رسول پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ مانگا چانگریاں۔ گواہ شد۔ مستری نظام الدین چانگریاں +

نمبر ۳۴۰۷ ۔ منکہ عبد اللہ ولد حسن دین قوم کفش دوز پیشہ موچی عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۳ء ساکن درگانوالی ڈاکخانہ رسول پور ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۹ ۲/۲۴ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں۔ اس وقت میری ماہوار

آمد عہ روپے تخمیناً ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنیکے وقت میری جس قدر جائیداد ثابت ہو۔ اسکے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ عبد اللہ موصی نشان انگوٹھا۔ گواہ شد:۔ حکیم اللہ دتا امیر جماعت احمدیہ ننگا والی گواہ شد:۔ حکیم محمد فیروز الدین انسپکٹر بیت المال۔ گواہ شد:۔ محمد عبد اللہ ولد حاکم دین ننگا والی ❖

نمبر ۲۶۰۷:۔ منکہ محمود احمد ولد حکیم مظہر علی صاحب قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن ہوشیارپور حال دہلی بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۴ بحسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ میری ماہوار آمد مبلغ ۔/۲۸ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور اگر کوئی جائیداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جسقدر متروکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد سید محمود احمد احمدی دہلی۔ گواہ شد:۔ مرزا محمد اکرم دار الرحمت حال دہلی۔ گواہ شد:۔ محمد اسمٰعیل بقاپوری سیکرٹری مال حلقہ پہاڑ گنج دہلی ❖

نمبر ۲۸۰۷:۔ منکہ عطاء الرحمٰن ولد محمد عثمان قوم قریشی پیشہ ملازمت عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان حال دہلی بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ یکم اگست ۱۹۴۳ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمد ۔/۱۷ روپے ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ اور اگر کوئی جائیداد اسکے بعد پیدا کروں تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہونگا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہوگی۔ نیز میرے مرنیکے وقت جسقدر میرا متروکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ عطاء الرحمٰن موصی۔ گواہ شد:۔ محمد اسمٰعیل بقاپوری۔ گواہ شد:۔ لطیف احمد طاہر بی۔ اے۔ دہلی ❖

نمبر ۲۲۰۷:۔ منکہ مسعود احمد ولد ماسٹر محمد حسن صاحب آسان قوم افغان پیشہ سرکاری ملازمت عمر ۲۴ سال پیدائشی احمدی ساکن دہلی شہر بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۲۴ اشہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں۔ اسوقت میری ماہوار آمد معہ مہنگائی و سپیشل الاؤنس مبلغ ۔/۱۱۷ روپے ہے۔ تنخواہ ۔/۵۴ سپیشل الاؤنس ۔/۱۵۔ مہنگائی ۔/۱۱ روپے۔ کل ۔/۱۱۷ روپے ہوئے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کراتا رہونگا۔ اور آمد کی کمی بیشی کی اطلاع دیتا رہونگا۔ میرے مرنیکے بعد جسقدر متروکہ ثابت ہو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر کچھ جائیداد میں بعد میں پیدا کروں اور اسکے حصہ وصیت میں سے کچھ رقم اپنی زندگی میں ادا کروں تو وہ بعد میں منہا کر دیجائیگی۔ العبد:۔ مسعود احمد معرفت ... کھجور روڈ قرولباغ دہلی۔ گواہ شد:۔ محمد اسمٰعیل بقاپوری ❖

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستّر کتابیں!

صرف پچیس ۲۵ روپے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ستّر کتابیں جو رسالہ ریویو کے سائز پر قریباً چھ ہزار صفحوں کی ہیں۔ صرف پچیس روپے میں فروخت ہو رہی ہیں۔ پہلے یہ کتابیں تیس روپے میں فروخت ہوتی تھیں۔ مگر اب پہلے سٹاک میں سے بعض ختم ہو گئی ہیں۔ اس لئے قیمت پچیس روپے کر دی گئی ہے۔ بعض کتابوں کے نام یہ ہیں:-

براہین احمدیہ مکمل	تریاق القلوب
کتاب البریہ	تحفہ گولڑویہ
آئینہ کمالاتِ اسلام	اربعین ہر چہار حصّہ
شہادۃ القرآن	نسیم دعوت
نور القرآن	تذکرۃ الشہادتین
ملفوظات	حقیقۃ الوحی
مسیح ہندوستان میں	لجّۃ النّور

یہ سب کتابیں بالکل نئی ہیں۔ آرڈر کے ہمراہ دو روپے ارسال فرمائیں۔

مینیجر رسالہ ریویو۔ اُردو۔ قادیان